TEXT CUT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_224914
UNIVERSAL LIBRARY

رسالہ نمائش

جلد (۴) | دے و بہمن ۱۳۳۴ فصلی | نومبر و دسمبر ۱۹۲۴ عیسوی | نمبر ۳۸ و ۳۹

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	لکڑی اور اس کے فواید	دفتر رسالہ	۴۳
۲	جوابات	ایضاً	۴۸
۳	پھولوں سے رنگ بنانا	ایضاً	۴۹
۴	جڑوں سے رنگ نکالنا	ایضاً	۵۰
۵	ہیرونکو پر لکھنے کا طریقہ		
۶	روئی سے سیاہی کے دھبے دور کرنا۔	ایضاً	۵۱
۷	شربت بنانے کے طریقے	ایضاً	۵۲
۸	مکھن کو محفوظ رکھنا	ایضاً	۵۳
۹	نکلک آکسائیڈ	ایضاً	۵۳
۱۰	پھلوں سے رنگ نکالنا		
۱۱	اکسیر الشمر		
۱۲	ملاقاتی کارڈ کو خوشبودار بنانا۔		
۱۳	رنگ میں نہ جلنے والا اگر	ایضاً	۵۴
۱۴	آسٹڈوفارم کا بدل		
۱۵	خانہ داری کے متعلق ضروری ہدایتیں		
۱۶	ہندوستان برطانوی نمائش میں۔	از جناب مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب۔	۵۵
۱۷	احتیاجات انسانی کی قسمیں	جناب غیاث الدین احمد صاحب	۵۶
۱۸	جوابات	دفتر رسالہ	۵۹
۱۹	مرغیوں کی پرورش	جناب مولوی محمد ساجد بیگ صاحب	۶۵
۲۰	جہازرانی میں خطرے سے نجات	دفتر رسالہ	۶۶
۲۱	بوسہ پیما	جناب ایم ایم بیگ صاحب	۷۱
۲۲	عجیب کرہ صابی	دفتر رسالہ	۷۴
۲۳	ہمارا نقطہ نظر	ایضاً	۷۵
	ادبیات		
۲۴	سامان تفریح	ایضاً	۷۹
۲۵	علمدوست خواتین	جناب مولوی محمد عظمت اللہ خان صاحب بی اے	۸۱
۲۶	حمد	جناب مولوی حکیم سید محمد صاحب شہید امروہوی	۸۵
۲۷	نعت	جناب مولوی سید حمید الدین احمد صاحب	۸۵
۲۸	نظم	جناب مولوی سید قمر حسن صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی	۸۵
۲۹	״	جناب مولوی سید حسن صاحب حیرت	۸۶
۳۰	״	جناب مولوی سید اعجاز صاحب اعجاز	״
۳۱	״	جناب مولوی سید کاظم علی صاحب شوکت سبزواری	״
۳۲	عالم بیخودی	جناب مولوی ابوظفر عبد الواحد صاحب ایم اے	״
۳۳	حضرت آدم کی ناخلف اولاد	جناب مولوی سید علی شبیر صاحب	۸۷
۳۴	نظم	جناب مولوی غلام پنجتن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی	״
۳۵	سراب مغرب	جناب مولوی ابوظفر عبد الواحد صاحب ایم اے	۹۸
۳۶	پرواز خیال	جناب مولوی محمد عباس الحسینی صاحب ایم اے	״
۳۷	خوفناک عورت	جناب مولوی ضیاء حسین صاحب فاروقی	۹۷

روزنامہ وحدت

ملک کا بہترین روزانہ اخبار ہے اہل ملک کے صحیح جذبات و احساسات کے اظہار کا نہایت کامیاب ذریعہ ہے چودھری عبد الغنی بی۔ اے (علیگ) سابق ایڈیٹر روزنامہ خلافت کے زیر ادارت بمبئی سے شائع ہوتا ہے۔ ممالک خارجہ اور ہندوستان کے تمام اہم خبروں کا مجموعہ ہے۔ عالم اسلام کے کوائف نہایت وضاحت کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔ فاضل مدیر کے افتتاحی مضامین مزید براں ہیں۔

قیمت سالانہ عـــــہ روپیہ

دفتر روزنامہ وحدت مسلم ہاوس بمبئی نمبر (۸)

منافع بحساب پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ

مختتم بتاریخ ۳۰ جون ۱۹۲۴ء تقسیم کیا گیا

1952

دی انڈسٹریل کیمیکل کمپنی لمیٹیڈ

رجسٹر شدہ ممالک محروسہ سرکار عالی

سرمایہ مجوزہ — ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ

منقسم بہ چار حصص — فی حصہ پچیس روپیہ۔ اقساط پانچ پانچ روپیہ

(ڈائرکٹران) ڈاکٹر سید محمود علی صاحب۔ مولوی سید محمد علی صاحب۔ مولوی سید احمد علی صاحب۔ مولوی سید کاظم علی صاحب۔ مولوی سید شبیر علی صاحب۔ مولوی سید عباس علی صاحب۔ مولوی سید حامد علی صاحب

لیگل اڈوایزر (مشیر قانونی) مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ۔ آڈیٹر (تنقیح نگار) آر ڈی۔ ساولی ایف۔ سی آر۔ اے

کارپوریٹ کونسلنٹ اینڈ آڈیٹر۔ بینکرس امپیریل بینک آف انڈیا۔ سنٹرل بینک آف انڈیا لمیٹیڈ۔

منیجنگ ایجنٹس۔ مسرس ایس احمد علی اینڈ برادرس

رجسٹرڈ آفس:— دار الشفاء حیدرآباد دکن

رسالہ نیرنگ خیال باتصویر

خصوصیات۔

(۱) یہ رسالہ باتصویر ہوتا ہے جسمیں خالص ہندوستانی آرٹ کے ایسے شاہکار پیش کیے جاتے ہیں جنکی تعریف فن کے بہترین نقاد کر چکے ہیں یہ اردو کے کسی اور رسالہ کو نصیب نہیں

(۲) یہ معاشرتی رسالہ ہے جس کا ہر مضمون ادبیت کی جان ہوتا ہے قومی اصلاح کے ساتھ ادبی احیا بھی مد نظر ہے معاشرتی اور محققانہ مضامین کی اعلیٰ سے اعلیٰ نظم، مختصر افسانے اور ڈرامے بھی شائع ہوتے ہیں (۳) ملک کے بہترین انشا پرداز جسکے رسالہ میں شائع ہوتے ہیں علامہ سر اقبال لکھتے ہیں نیرنگ خیال کے مضامین میں پختگی اور متانت پائی جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ پنجاب میں صحیح ادبی مذاق پیدا کرنے میں مفید ثابت ہوگا

قیمت سالانہ صرف ... نمونہ ...

المشتہر منیجر رسالہ نیرنگ خیال بازار رود لاہور

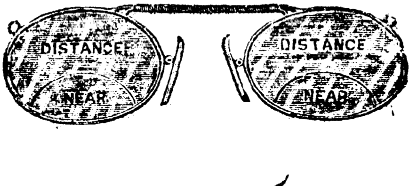

جب کبھی آپ کو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایک مرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے۔ اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجئے بلکہ لیا ہوا بھی واپس کر دیجئے اس سے زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ آزمائش شرط ہے

ایچ ایف عبد علی اینڈ کو پتھر گھٹی نعل صاحب حیدرآباد دکن

۱۴۷
۳۳۰۵
نمائش ۴

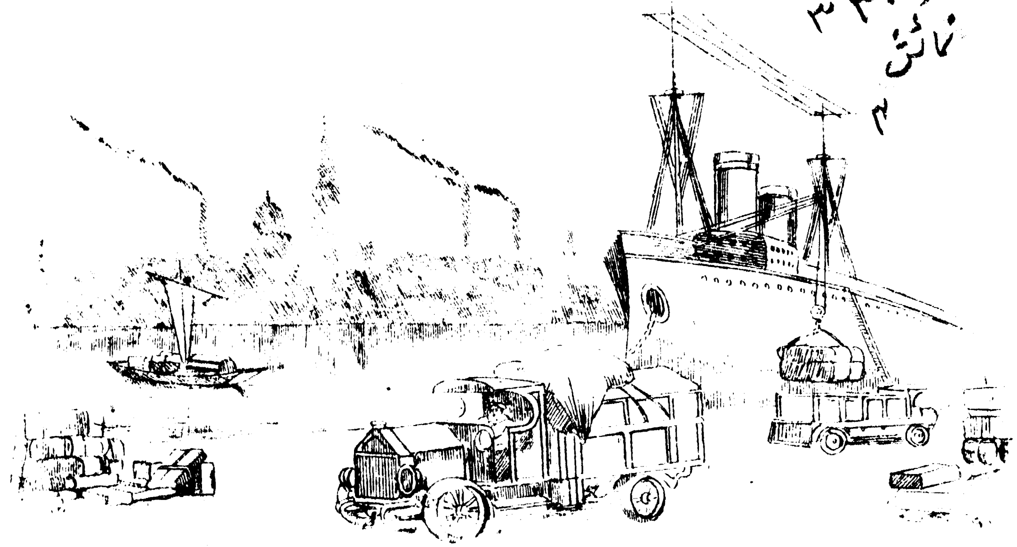

لکڑی اور اُس کے فوائد

اگر کوئی شخص عام اس سے کہ وہ ایک جھونپڑی کا رہنے والا ہو یا ایک محل کا اپنے گرد و پیش یہ معلوم کرنیکی غرض سے نظر ڈلے کہ وہ شئے جو اس کی راحت و آرام کے اسباب میں سب سے زیادہ ممتاز ہے اور سب سے زیادہ کام دیتی ہے کونسی ہے تو یقینی طور پر وہ یہ محسوس کرے گا کہ یہ چیز لکڑی ہے ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کے خلاف کسی دوسری چیز کو اپنی سامان عیش میں لکڑی سے بھی زیادہ ممتاز پائیں مگر اس لحاظ سے کہ ہر قاعدہ کے ساتھ مستثنیات بھی ضرور ہوتی ہیں یہ استثنا کچھ زیادہ قابل لحاظ نہیں ہوگا۔

لکڑی کو سب سے زیادہ جو چیز دوسری تمام اشیا کے مقابلہ میں ممتاز اور بہ آسانی قابل استعمال بناتی ہے وہ اس کی سہل الحصولی اور بغیر کسی زیادہ دقت کے فوراً استعمال میں آجانا ہے۔ جس طرح لوہے اور سونے اور اسی قسم کی دوسری دھاتوں کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ ان کو ایک خاص ڈھنگ پر لانیکیلئے ایک لوہار اور ایک سنار یا اسی قسم کے کسی دوسرے پیشہ ور کی موجودگی لازمی ہے اس طرح لکڑی میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ایک غریب انسان جو نہ لوہار ہوتا ہے نہ سنار۔ نہ بڑھئی ہوتا ہے۔ نہ معمار۔ اپنی ضرورت کے وقت بغیر کسی قسم کی دقت کے لکڑی سے وہی کام لے لیتا ہے جو خود بڑھئی کرسکتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ موخر الذکر اسی کام کو زیادہ خوشنما اور بہ نسبت پہلے کے زیادہ دیدہ زیب کر دیتا ہے۔ مگر بہ لحاظ نتیجہ دونوں کا عمل برابر ہے۔

سائنس کا بہترین مصرف یہ ہونا چاہیے کہ جو چیز زیادہ آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہے اور جس کو لوگ اس کی سہل الحصولی کی وجہ سے بے وقعت سمجھنے لگے

دیسے سائنٹیفک عمل جراحی کریگے کہ وہ سہل الحصول تو پہلے ہی کی طرح رہے لیکن اسکی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جائے اور وہ لوگ جو پہلے اسے ایک بے وقعت شئے سمجھتے تھے۔ اب اس کے دلدادہ اور گرویدہ ہو جائیں۔ اور اسے نہ صرف اپنی ضروریات ہی کی غرض سے استعمال میں لائیں بلکہ اس کے ذریعہ سے اپنے ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی خاطر خواہ ترقی پیدا کریں اس شعبہ صنعت و حرفت میں حقیقت یہ ہے کہ ہالینڈ نے بہت زیادہ ترقی کی ہے اس لئے

اس زرّین اصول کو سمجھ لیا ہے کہ بے وقعت چیزوں کو قابل قدر بنا دینے ہی میں سائنس کی کامیابی اور اس کے ساتھ ساتھ ملکی تجارت کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

ہندوستان میں بھی جو چیز سب سے زیادہ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے اور جس سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر سکتا ہے وہ بھی لکڑی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ملک کی تجارتی ترقی اور صنعت و حرفت میں ممتاز درجہ حاصل کرنے کیلئے زیادہ تر اسی طرف توجہ معطوف کیجائے۔ ہندوستان میں ابتک جو چیزیں دوسرے ملکوں کی دیکھا دیکھی یا خود بنائی گئی ہیں اس میں شک نہیں کہ وہ دوسرے ملکوں کی بنی ہوئی چیزوں سے باوجود اس امر واقعہ کے کہ ہندوستان بلحاظ سائنس و آلات سائنس سب سے پیچھے ہے اور یہاں جو چیزیں بنائی جاتی ہیں وہ عموماً کلوں اور مشینوں کے ذریعہ سے نہیں بنائی جاتیں بلکہ ہاتھ سے بنائی جاتی ہیں۔

کسی صورت سے کیا بلحاظ صفائی اور کیا بلحاظ عمدگی اگر بڑھی ہوئی نہیں تو گھٹی ہوئی بھی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان میں اب بھی بعض چیزیں ایسی بنائی جاتی ہیں کہ انکی حد تک دوسرے ممالک ویسی چیزیں بنانے سے قاصر ہیں مثلاً آبنوس وغیرہ کے صندوقچے چنبیر ہاتھی دانت کا یا اور کسی چیز کا کام کیا جاتا ہے اس قدر نفیس اور خوبصورت ہوتے ہیں کہ باہر کے رہنے والے بھی جنہیں کچھ بھی نفاست سے لگاؤ اور ہندوستان سے بے تعصبی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ خرید تے ہیں۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ لکڑی کو زیادہ تر کام میں لانیکی جس خاص ملک نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے اور کامیابی حاصل کی ہے وہ ہالینڈ ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہاں ہالینڈ کی ایجادات اور معلومات کے منجملہ دو باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قدرت نے لکڑی میں کیا کیا راز پوشیدہ کئے ہیں اور ان سے کس طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

دنیا کے دیکھتے دیکھتے ہالینڈ نے صنعت و حرفت کے ایک ایسے شعبہ میں یکایک ترقی کی ہے۔ جس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ سخت اور ٹھوس قسم کی لکڑیوں کی کاشت میں نہایت اہم اور عجیب عجیب انقلاب واقع ہونے والے ہیں۔ سائنس کے صغرا اور کبریٰ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نرم اور ناکارہ لکڑیوں کو۔ دباؤ دیکر۔ سخت اور کار آمد لکڑیوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جو دباؤ کے بعد نہ صرف سخت اور ٹھوس ہی ہو جاتی ہیں بلکہ ان میں ایک

عجیب قسم کی خوبصورتی اور دلفریبی بھی پیدا ہوجاتی ہے

آڑی ترچھی کٹی ہوئی لکڑیوں پر غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم قسم کے ریشے اور عجیب عجیب صورت کے ریشوں کے پلندے کے پلندے۔ لکڑی کے جوف کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ امر ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ جس جوف کا اس جگہ تذکرہ کیا گیا ہے وہ پودوں کی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے خصوصاً اس لئے کہ اس کا کام پانی اور پودے کی غذا سے نیز اس امر سے متعلق ہے کہ مادۂ چوبی کے ذخیرۂ محفوظ کی بھی نگرانی کرے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ یہ جوف پودے کی حیات میں جسقدر زیادہ ضروری اور اہم ہوتے ہیں اسی قدر پودے کی حیات کے بعد لکڑی کے استعمال کے وقت نہایت غیر ضروری اور لکڑی کی قیمت کو بالکل گھٹا دینے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اور جس لکڑی میں جسقدر زیادہ جوف پائے جاتے ہیں اسیقدر اس کی قدر و قیمت گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لکڑی میں ریشوں کی تعداد کے لحاظ سے جسقدر زیادہ جوف موجود پائے جاتے ہیں اسی قدر وہ لکڑی نرم اور آسانی سے ٹوٹ جانیوالی ہوتی ہے یہ واقعہ بھی تمام دنیا پر بخوبی روشن ہے کہ قدرتی طور پر جو لکڑیاں سخت ہوتی ہیں انہیں ریشوں کی تعداد کے مقابلے میں بہت کم جوف پائے جاتے ہیں اور یہی وہ خصوصیت ہے جو انھیں اور تمام اقسام کی لکڑیوں سے ممتاز کرتی ہے جس لکڑی میں ریشوں کی تعداد کے مقابلہ میں جسقدر کم جوف موجود ہونگے اسی قدر زیادہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوگا۔ ان تمام مبادیات سے منطقی مقدمات قایم کرنے سے ہم فوراً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس امر میں کامیابی حاصل کرلینے کے بعد کہ لکڑی کے ان جوفوں کو بالکل مٹادیا جائے یا ان کی تعداد میں کمی کردیجائے۔ ناکارہ سے ناکارہ لکڑی۔ کارآمد سے کارآمد لکڑی میں تبدیل کیجا سکتی ہے اور ذلیل سے ذلیل لکڑی سے بھی وہی کام کیا جاسکتا ہے جو ایک اعلیٰ سے اعلیٰ لکڑی دیتی ہے اگرچہ یہ دلیل اپنی حقیقت اور واقعیت کو خود بھی اچھی طرح ثابت کردیتی ہے۔ لیکن ایک تجربہ یا ایک مشاہدہ تمام قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ دلائل پر اسی طرح حاوی ہوتا ہے جس طرح کہ آفتاب کی روشنی عالم ارضی پر۔ چنانچہ اس امکان کو حال ہی میں مختلف طریقہ پر حقیقت میں تبدیل کردیا گیا ہے۔

جب لکڑی کے بے شمار جوف دار ٹکڑے کو اس امر کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ دباؤ ہر طرف برابر ہے گرمی پہنچا کر نہایت زبردست دباؤ دیا جاتا ہے تو مذکورہ بالا جوف دبتے چلے جاتے ہیں اور لکڑی کی ضخامت میں بہت زیادہ کمی واقع ہوجاتی ہے۔ ہر لکڑی کیلئے تقریباً تین سو اٹھاس[1] فیرس کا دباؤ

---

(۱) Atmosphere کرہ باد جو زمین کے گرد ہے اس کا بار اور دباؤ ہر چیز پر پڑتا ہے یہاں تین سو اٹھاسی فیرس سے یہ مراد ہے کہ وہ دباؤ جو تین سو کرہائے باد کا مجموعی طور پر پڑتا (رعنا)

اس طرح دینا چاہیے کہ ہر طرف دباؤ کا زور برابر رہے اور اس حصول مقصد میں آسانی کے لحاظ سے کسی سیال شئے کو وسیلہ قرار دینا چاہیے۔ پانی اس غرض کیلئے نہایت مضر شئے ہے خصوصاً اس لئے کہ یہ لکڑی میں سرایت کر جاتا ہے اور اس وجہ سے دباؤ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں ابتک جو چیز بہترین اور کامیاب پائی گئی ہے وہ ایس فالٹ (Asphalt)[۱] ہے۔ یہ لکڑی کے صرف اوپری سطح میں سرایت کرتا ہے اور اس کے بعد ایک ایسا سخت طبق لکڑی میں پیدا کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے خود بھی اندر کی طرف سرایت نہیں کرسکتا۔

دباؤ دینے کا یہ طریقہ ہے کہ درخت کے سالم تنے کو ایس فالٹ میں غوطہ دیکر (Autoclave)[۲] میں رکھدیا جاتا ہے اور پھر اس کو پانچ گھنٹے تک ۱۰۰ ڈگری تپش سے لیکر تین سو ایٹماسفیر تک دباؤ دیا جاتا ہے۔ پانچ گھنٹے کے بعد تنا اپنی اصلی ضخامت سے نصف اور نہایت سخت اور ٹھوس ہوجاتا ہے۔ اس عمل کے وقت نہایت ہوشیاری کے ساتھ اس امر کا اطمینان کرلینا چاہیئے کہ جس لکڑی کو دباؤ دیا جارہا ہے وہ ابھی کافی گیلی ہے اور خشک نہیں ہوئی ہے ورنہ سوکھی لکڑی کو دباؤ دینے سے لکڑی ترق جائیگی اور تمام محنت ضائع ہوگی سوکھی لکڑی کے ساتھ ایک یہ مصیبت بھی ہوتی ہے کہ دباؤ کے بعد اگر اس میں کسی صورت سے نمی پہنچ جائے تو وہ پھول جاتی ہے یہ بھی ہوتا ہے کہ زبردست دباؤ کے وقت کیمیائی تفریق اجزائے مرکبہ واقع ہوتی ہے جو دباؤ کی کامیابی کیلئے بظاہر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہوشیاری سے کام نہ لیا جائے تو (Caramel)[۱] بن جاتا ہے اور اس کی وجہ سے لکڑی کے رنگ میں کچھ سیاہی پیدا ہوجاتی ہے۔

دباؤ کے بعد لکڑی کے بیرونی طبق کو جس کی حد تک ایس فالٹ (Asphalt) لکڑی میں سرایت کرتا ہے۔ آرے سے علٰحدہ کرکے بقیہ حصہ کے جتنی اور جس ضخامت کے چاہیں ٹکڑے کرسکتے ہیں۔ یہ ٹکڑے دیکھنے میں اس قدر خوبصورت ہوتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ دیکھے ہی چلے جائیں۔ اس خوبصورتی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکڑی کے طبق جو پہلے سے اس میں موجود ہوتے ہیں دباؤ کی وجہ سے عجیب عجیب طریقہ سے ایک دوسرے سے بالکل ملجاتے ہیں اور لکڑی کی نہ صرف قدر و قیمت ہی کو بڑھا دیتے ہیں بلکہ ہر سامان اس میں ایک خاص شان دلفریبی بھی پیدا کردیتے ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکڑی پر نہایت چمکدار پالش کردیا گیا ہے۔

اس دباؤ دی ہوئی لکڑی سے اس وقت تک زیادہ تر گولف کھیلنے کے ڈنڈے ہاتھ کی چھڑیاں اور اسی قسم کے دوسری ایسی چیزیں بنائی گئی ہیں جن کا تعلق انسان کے سامان تفریح سے ہے۔ لیکن سب سے زیادہ جس شعبہ

۱؎ (Asphalte) ایک قسم کا سیاہ یا گہرے بھورے رنگ کا نفطی مادہ ہوتا ہے جو پہلے سیمنٹ کی بجائے استعمال ہوتا تھا اور اب حوض وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ۲؎ (Autoclave) ایک قسم کا سانچہ جس میں لکڑی کو رکھ کر دباؤ دیا جاتا ہے۔ رعنا۔

۱؎ (Caramel) ایک قسم کا گہرا بھورا رنگ ہوتا ہے جو شکر کو گرمی پہنچانے سے حاصل ہوتا ہے۔ عموماً اس سے شرابوں کو خاص خاص رنگ دینے کا کام لیا جاتا ہے۔ رعنا۔

صنعت میں اس لکڑی کی کامیابی کی توقع ہے وہ کھدائی کا کام ہے۔ گویا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قدرتی طور پر جو لکڑیاں سخت ہوتی ہیں ان کی سرد بازاری کی سائنس نے ایک یہ صورت بھی پیدا کردی ہے کہ اب ان کا مقابلہ معمولی لکڑیوں سے نہیں ہوگا بلکہ Lignostones لگنو اسٹونس سے کیا جائے گا جو ان دباؤ دی ہوئی لکڑیوں کا نام ہے۔

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا تعلق انسانی عقل سے غیر مفید چیزوں کو مفید تر یا یہ سمجھنا چاہیے کہ ناکارہ چیزوں کو سائنس کے ذریعہ سے کارآمد بنانے سے متعلق ہے۔ اب جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے اس کا تعلق قدرت کے ان بیشمار رازوں میں سے ایک راز کے انکشاف سے ہے جو اب تک انسانی نگاہوں اور انسانی پہونچ سے باہر ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس ایجاد اور اس انکشاف کا سہرا ڈچ قوم ہی کے سر رہا ہے۔

جہازوں کے جہاں اور بیشمار دشمن تھے وہاں ان میں سب سے زیادہ اہم اور تباہ کن ایک قسم کا جہازی کیڑا بھی تھا جسے انگریزی میں ٹیریڈو (Teredo) کہتے ہیں یہ کیڑا ہر ایک لکڑی میں گھس جاتا ہے اور بہت جلد ہی اس کو گھن لگا کر ناکارہ کر دیتا ہے مختلف قسم کی لکڑیوں سے جہازوں کی ساخت میں کام لیا گیا مگر ہر ایک سخت سے سخت لکڑی اس کیڑے کے دانتوں کے آگے نرم سے نرم چیز ہو جاتی تھی۔ اب تک بہر حال جس لکڑی کو اس سلسلہ میں عمدہ اور پائدار سمجھا جاتا تھا وہ ڈیمیرارا Demerara ہے جس زمانہ میں کہ پاناما کنیال (Panama Canal) کی تعمیر جاری تھی اسوقت یہ کوشش کیگئی تھی کہ کوئی ایسی لکڑی دستیاب ہوسکے جو ٹریڈو کے حملے سے محفوظ رہے اور نہر میں پانی کی آمد و رفت کی نگہداشت کیلئے اس سے کامیابی کے ساتھ دروازہ کا کام لیا جاسکے۔ چنانچہ سائنٹفک دنیا کو اس زمانہ میں جتنی قسم کی لکڑیاں معلوم تھیں سب کو یکے بعد دیگرے آزمایا گیا اور بالآخر یہی تصفیہ ہوا کہ اس غرض کے لئے ڈیمیرارا ہی بہترین لکڑی ہے۔ مگر اب حال میں ڈچ گائنا میں لکڑی کے متعلق جو امتحان کئے گئے ہیں ان میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ قدرت نے کم سے کم ایک لکڑی ایسی ضرور پیدا کی ہے جس پر ٹریڈو کے تیز دانت کچھ اثر نہیں کر سکتے۔ اس لکڑی کو انجلیق کہا جاتا ہے۔ اور ٹریڈو کے تیز دانتوں کا اس پر اثر نہ ہونے کی یہ وجہ بیان کیجاتی ہے کہ اس کے ریشوں میں سیلکا (Silica)[لہ] کے نہایت باریک بیشمار ذرات ہوتے ہیں جو اس جہازی کیڑے کے برباد کرنے والے اور زہریلے دانتوں کو گھس ڈالتے ہیں صورت شکل کے لحاظ سے انجلیق ایک قسم کی سیاہ بھوری رنگ کی وزنی لکڑی ہوتی ہے جس میں درو کے وقت ۰۶۸۵۱ اور بالکل سوجانے کے بعد ۴۶۷۶۰ وزن ہوتا ہے۔ اس لکڑی کو حال میں نہر سرامیق (Saramacca Canal) کی تعمیر کے وقت ہر ممکن

لہ ایک قسم کا غیر فلزاتی مادہ ہے جس کو بجائے خود ایک عنصر قرار دیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر یہ سمجھ لیجیے کہ بلور کی ایک خاص قسم ہے۔

طریقہ سے آزمایا گیا جو ڈچ گاینا کے دارالحکومت پراماریب (Paramaribo) کے جنوب میں واقع ہے ابتداً اس نہر کے درمیان ڈیمیرا لکڑی کے بنائے گئے تھے مگر نہر سراماق میں یہ لکڑی اتنی بھی کامیاب نہیں ہوئی جتنی پاناماکینال میں ہوئی تھی۔ لہذا ڈچ گورنمنٹ نے مقامی لکڑیاں جمع کرکے ایک آزمائش کی اور بالآخر یہ دریافت کرلیا کہ صرف الخلیق ہی ایک ایسی لکڑی ہے جسے ٹیرڈیڈو پروف کہا جاسکتا ہے۔

ڈچ گایانا میں ریلوی کمپنی اس لکڑی کو ۱۹۱۵ء سے استعمال کر رہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس لکڑی کو اپنے حسب دلخواہ صورت میں لانا اسکی سختی کی وجہ سے نسبتاً بہت زیادہ مشکل کام ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس کو استعمال کرنیکے بعد پائیداری اور استحکام اس بلا کا حاصل ہوجاتا ہے کہ پھر صدیوں تک تکلیف کرنیکی ضرورت نہیں ہوتی۔

عام طور پر یہ لکڑی دور میں چھ فٹ اور لمبائی میں ساٹھ فٹ ہوتی ہے مگر ایسے درخت بھی موجود ہیں جنکا دور نو فٹ اور لمبائی شاخوں سے نیچے تک نوے فیٹ ہے۔

کے نشان بنائے گئے انھوں نے ان کو کامیابی کے ساتھ مٹا دیا اور اسکی جلد پر کسی قسم کی خرابی بھی پیدا نہیں ہوئی۔ تین یا چار نہایت عمدہ باریک سوئیاں لے کر انکو لکڑی کے ایک سرے پر باندھ دیجئے (جتنی زیادہ سوئیاں ہوں گی اتنا ہی کم عرصہ عمل جراحی میں درکار ہوگا) ان سوئیوں کو جس مقام سے گودنے کے نشان مٹانے ہوں اس پر چبھائے یہانتک کہ خون اچھی طرح بہہ نکلے پھر اس پر ٹینک ایسڈ (Tannic Acid) کا سفوف اچھی طرح لگا دیجئے اور جب اس سفوف پر تری نمودار ہو۔ پھر اوپر سے تھوڑا سا سفوف چھڑک دیجئے۔ آٹھ دن کے عرصہ میں کھرنڈ جم کر اتر جاتا ہے اور اس کے بعد پھر دوسرا کھرنڈ جم کر علیحدہ ہوجاتا ہے۔ دوسری مرتبہ کے کھرنڈ کے اترجانیکے بعد نشان بالکل ناپید ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر نشان جسم کے ایسے حصہ پر ہیں جو عموماً کپڑوں کے نیچے ڈھکا رہتا ہے تو پھر اس سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جس حصہ سے گودنے کے نشان ناپید کئے گئے ہیں وہ بہ نسبت دوسرے حصہ کے خصوصیت کے ساتھ سپید معلوم ہوتا ہے۔ البتہ ہاتھوں یا کسی اور حصہ سے اگر نشان مٹائے جائیں گے تو دھوپ سے ان کا رنگ جسم کے ہمرنگ ہوجائیگا۔ اس طریقہ سے کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوتی سوا اس کے کہ سوئیاں چبھوئی جاتی ہیں۔ اور روزمرہ کے کام میں بھی ہرج واقع نہیں ہوتا۔

گودنے کے نشانوں کے متعلق آئی۔ سی کے ذریعہ سے ایک اور بھی اطلاع ملی ہے۔ کانچ کی ایک نوکدار نلکی سے صرف اس حصہ پر جہاں داغ ہیں نائٹرک ایسڈ (Nitric Acid) لگائیے اور تقریباً دس منٹ تک ایسڈ کو اپنا عمل کرنے دیجئے اس کے بعد اسکو ٹھنڈے پانی سے جو بالکل پاک وصاف ہو دھو ڈالئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کھرنڈ پیدا ہوگا اس کو نہایت احتیاط سے مٹا دیجئے۔ اگر جلد پر کسی قسم کا نقصان رہ جائے تو پلٹس استعمال کیجئے اور گرم پانی سے دھوئیے۔

جوابات

ح۔ م۔ کنوٹ ضلع عادل آباد۔

(۱) مسٹر جے۔ پی۔ آر ذریعہ۔ پی۔ ایس۔ ایس۔ لندن سے اطلاع دیتے ہیں کہ:- بچپن کے زمانہ میں بارود اور سیاہی سے جو گودنے

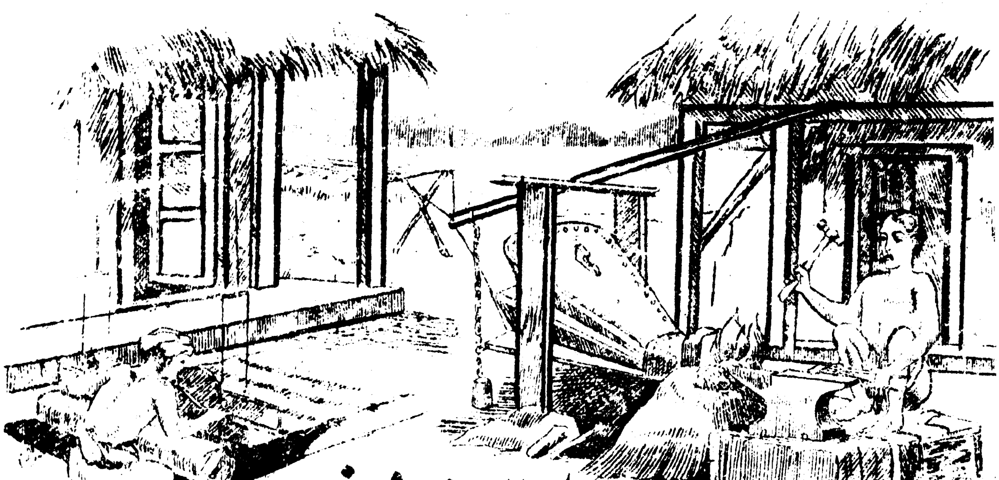

ازالہ صنعت وحرفت

پھولوں اور پتوں سے رنگ بنانے کا طریقہ

سب سے پہلے سجی یا سوڈے کا مرکب تیار کرنا چاہئے اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ جسقدر سوڈا یا سجی ہو اس کے دسویں حصہ کے برابر تازہ چونا لیکر سب کو بہت سارے پانی میں جوش دیا جائے جب یہ مرکب تیار ہو جائے تو اسمیں پھولوں یا پتوں کو دھیمی دھیمی آنچ پر ابالا جائے یہانتک کہ انکی تمام شگفتگی اور شادابی جاتی رہے اور وہ مرجھا کر بالکل زرد ہو جائیں۔ اس کے بعد اس پانی کو باریک سوراخوں کی چھلنی میں چھان لیا جائے تاکہ پھول یا پتہ علحدہ ہو جائیں۔ اس کے بعد اس مرکب میں جس میں پھولوں یا پتوں کو جوش دیا گیا تھا۔ تھوڑی سی پھٹکری ملائی جائے اور پھر اس کو مٹی کے ایک بالکل صاف برتن میں ڈالکر دوبارہ ابالا جائے اور جبتک اس میں کھدبدی ہوتی رہے اس وقت تک تھوڑی تھوڑی پھٹکری ملاتے رہنا چاہئے۔ جب کھدبدی موقوف ہو جائے تو ایک بہت بڑے اور صاف اور چکنے برتن میں صاف پانی بھر کر اس مرکب کو اس میں انڈیل دیں مرکب میں جتنا رنگ ہوگا وہ برتن کی تہہ میں بیٹھ جائیگا اتنی دیر کے وقفہ کے بعد کہ رنگ تہہ میں بیٹھ جائے پانی کو نتھار دیں۔ اور پھر دوسرا پانی برتن میں ڈال کر اتنی ہی دیر کے بعد دوبارہ نتھار دیں۔ دو چار مرتبہ اسی طرح کریں تاکہ رنگ میں جو سفوف کی صورت میں پیندے میں نظر آئے گا۔ پھٹکری وغیرہ کا جو کچھ جزو باقی رہ گیا ہو وہ نکل جائے اس امر میں جسقدر احتیاط برتی جائیگی کہ رنگ میں پھٹکری وغیرہ کا جزو نہ رہنے پائے اتنا ہی عمدہ اور اچھا رنگ تیار ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس عمل میں پھرتی اور عجلت سے کام لیا جائے اس کے بعد رنگ کو صاف کپڑے پر ڈال کر سکھا لیا جائے۔ مگر کپڑا زمین سے اونچا رہے تاکہ گرد و غبار شامل نہ ہو سکے

جڑوں اور دوسری چیزوں سے رنگ نکالنے کا طریقہ

جڑوں۔ درخت کی شاخوں اور خاص خاص لکڑیوں سے رنگ نکالنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ مرکب میں جوش دینے سے پہلے انکو اچھی طرح کچل لینا اور ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلینا پڑتے ہیں۔ زرد اور بعض قسم کے تیز گلابی رنگ کی تیاری میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ پھٹکری اور سجی بالکل خالص ہو۔ ورنہ اگر انمیں ذرا سی بھی آمیزش ہوئی تو رنگ خراب ہوجائے گا۔

کاربونیٹ سوڈے کے ۱/۲ ۴ جز پھٹکری کے جز کی تحلیل کیلئے کافی ہوتے ہیں اس لئے اگر بہت سا رنگ بنانے کا خیال ہو تو اس صورت میں چھانے اور ابالے ہوئے مرکب میں نہایت صاف اور اچھی طرح دھوئی ہوئی چینی مٹی ملاکر کھدبدی پیدا کیجاسکتی ہے۔

اس ترکیب سے بعض بعض رنگوں میں ان رنگوں کی بہ نسبت زیادہ چمک پیدا ہوجائیگی جنمیں پھٹکری کے ذریعہ سے کھدبدی پیدا کی گئی تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چینی مٹی اور پھٹکری کے بجائے نہایت صاف چاک بھی استعمال کرتے ہیں۔

ہیروں کو پرکھنے کا طریقہ

نقلی ہیروں کی ساخت نے آج کل اسقدر کمال حاصل کیا ہے کہ اکثر بڑے بڑے نقاد بھی فریب کھا جاتے ہیں۔ اور یہ تمیز نہیں کرسکتے کہ نقلی ہیرا کونسا ہے اور اصلی کونسا۔ اس لئے ہم ذیل میں چند ایسے طریقے درج کریں گے جن سے کام لینے پر نقلی اور اصلی ہیرے میں تمیز کیجاسکتی ہے۔

(۱) ایک صاف برتن میں بالکل صاف پانی بھر کر ہیرے کو اس میں رکھدو۔ اگر ہیرا اصلی ہے تو جو چمک دمک اس میں پانی کے باہر تھی وہ پانی میں بھی موجود رہے گی اگر نقلی ہے تو پانی میں اس کی چمک میں کمی آجائے گی اور اس کی کوریں کچھ عجیب سے ڈھنگ کی سی نظر آئینگی

(۲) پانی کی ذرا سی بوند ہیرے پر ڈالئے اور پھر اس کو سوئی سے ہیرے کے تمام اطراف میں پھرانے کی کوشش کیجئے۔ اگر ہیرا اصلی ہے تو آپ کو یہ دیکھکر سخت تعجب ہوگا کہ سب طرف پھرانے کے بعد بھی پانی کی بوند اسی صورت میں قائم ہے جس صورت میں کہ ہیرے پر ڈالتے وقت قائم ہوئی تھی۔ اگر نقلی ہے تو وہ صورت باقی نہیں رہے گی اور پھیل جائے گی

(۳) ہیرے کو چند منٹ تک کے لئے برقی روشنی کے بالکل قریب لے آیئے اور پھر اس کے بعد فوراً تاریک مقام پر لیجاکر دیکھئے۔ اگر ہیرا اصلی ہے تو اس میں ایک قسم کی دھیمی یا تیز روشنی کی چمک پائی جائے گی نقلی صورت میں اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(۴) اگر آپ کے پاس ایسا ہیرا ہے جسکے متعلق آپ کو

یقین ہے کہ وہ قطعی اصلی ہے تو ایسی صورت میں مشتبہ ہیرے کی شناخت کا یہ طریقہ ہے کہ آپ پہلے اپنے اصلی ہیرے کو اپنی زبان کی نوک پر لگائے۔ اور اس کے بعد مشتبہ ہیرے کو۔ جو ہیرا اصلی ہوگا وہ زبان کی نوک پر زیادہ ٹھنڈا معلوم ہوگا اور جو نقلی ہوگا وہ بہت کم یا بالکل ٹھنڈا نہیں معلوم ہوگا۔

یہ طریقہ بعض دوسرے قیمتی پتھروں کی پرکھ کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) ہیرا پرکھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہیرے کو آپ خوردبین سے دیکھئے۔ نقلی ہیرے کے سرے بہت زیادہ صاف اور باقاعدہ نظر آئینگے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلی ہیرے کو (ہیرا ساز) اس خیال سے کہ اس میں سے جتنا حصہ کم ہوگا اتنی ہی اسکی قیمت بھی کم ہوجائے گی بہت کم اور معمولی طور پر تراشتا خراشتا ہے برخلاف اس کے نقلی ہیرا ساز تراش خراش میں نہایت سیر چشمی سے کام لیتا ہے۔

(۲)

روئی سے سیاہی کے دھبے دور کرنیکا طریقہ

سب سے پہلے روئی پر سے سیاہی کے دھبے دور کرنیکی گرم آگسالک ایڈ (Oxalic Acid) سے کوشش کیگئی تھی۔ اور اس سلسلہ میں آگسالک ایڈ (Oxalic Acid) اور معمولی نمک کا مرکب بھی استعمال کیا گیا تھا۔ مگر اس تمام کوشش کا اثر یہ ہوا کہ سیاہی کے داغ صرف پھیکے پڑگئے۔ مگر بالکل مٹ نہیں سکے۔

سیاہی کے دھبے دور کرنے کیلئے اس کے بعد مختلف طریقوں سے کام لیا گیا۔ مگر سب سے زیادہ حیرتناک طریقہ پر اور بہت زیادہ آسانی کے ساتھ جو چیز اس خصوص میں کامیاب رہی وہ پوٹیشیم پرمینگنیٹ (Potassium Permanganate) ہے بدنما سے بدنما داغ چاہے کتنے بھی گہرے ہوں اس کے ذریعہ سے آسانی سے مٹائے جاسکتے ہیں۔

اس کی ترکیب یہ ہے کہ سیاہی کے داغوں پر پہلے پرمینگنیٹ کا نہایت رقیق سا لوشن (یعنی تقریباً ایک اونس پرمینگنیٹ کو ایک گلاس پانی میں ملاکر) اچھی طرح لگایا جائے۔ اس سالوشن کو چند منٹ تک اپنا عمل کرنیکیلئے چھوڑ دیا جائے اور اس کے بعد پانی سے دھوویں۔ سیاہی کے داغوں کا رنگ اس عمل کے بعد بھورا ہوجائیگا۔ اب ان پر سوڈیم بائی سلفیٹ (Sodium Bisulpate) اور (Citric Acid) لگایا جائے اور اس کے بعد پھر پانی سے داغوں کو خوب دھوڈالیں۔

کپڑا رنگتے وقت یہ دیکھنے کیلئے کہ آیا یہ طریقہ رنگ دور کرنیمیں بھی کامیاب ہوسکتا ہے یا نہیں۔ یہ کیا جاتا ہے کہ کپڑے کے ایک کونے کو رنگ کر۔ یہی ترکیب کیجائے۔ اور داغ کے علاوہ

باقی ماندہ کپڑے کو اس عمل سے محفوظ کرنیکے لئے بہتر یہ ہے کہ داغوں پر تیل لگا دیا جائے۔ تیل لگانے کا یہ اثر ہوگا کہ اوپر جن چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اسی حالت میں رہیں گی جو تیل کی وجہ سے قایم ہو جائے گا اور اس امر کا خطرہ باقی نہیں رہیگا کہ کپڑے کا وہ حصہ بھی اس سے اثر پذیر ہو جائے جہاں داغ دھبے نہیں ہیں۔

شربت بنانیکے طریقے

گلاب کا شربت

معمولی شربت - تین سیر دس چھٹانک

روح گلاب - ڈھائی تولہ -

رنگ سیلیے (Cochineal

(ایک قسم کا رنگ ہے جو ہر انگریزی دوا خانہ سے دستیاب ہو سکتا ہے) استعمال کیجئے اور ترشی پیدا کرنے کیلئے بہت معمولی مقدار میں (Citric Acid) کا مرکب ملا دیجئے۔

نیبو کا شربت

تازہ نیبو کے چھلکے اتار لیجئے اور ان چھلکوں کو دانہ دار شکر کے ساتھ پیس لیجئے۔ چھلکے اتارے ہوئے نیبوؤں کو دبا کر ان کا عرق نچوڑ لیجئے اور حسب ذیل مقدار میں تمام چیزیں ملا لیجئے۔

عرق نیبو - آدھی بوتل -

پانی - نصف بوتل -

دانہ دار شکر - چودہ چھٹانک -

نیبو کے چھلکوں کے ساتھ پیسی ہوئی شکر - چودہ چھٹانک

ان سب چیزوں کو ملا کر نہایت دھیمی آنچ پر اس وقت تک گرم کیجئے جب تک کہ شکر شربت میں حل ہو جائے اور تار بندھنے لگے۔ ٹھنڈا کر کے بوتلوں میں رکھ لیجئے

نارنگی کا شربت

نارنگی کا تیل - ۳۰ قطرے -

ٹارٹیرک ایسڈ - ۴ ڈرام

شربت سفید - تین سیر دس چھٹانک -

نارنگی کے تیل کو ٹارٹیرک ایسڈ کے ساتھ گھسئے اور پھر تمام چیزوں کو ملا دیجئے -

مکھن کو محفوظ رکھنے کا طریقہ

مکھن کو محفوظ رکھنے کے تین طریقے نہایت آسان ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں -

(۱) مکھن کو ٹین کے اتنے بڑے ڈبوں میں رکھئے کہ انمیں سے چھوٹے سے چھوٹے ڈبہ میں سیر بھر اور بڑے سے بڑے ڈبہ میں ۱۵ سیر مکھن سما سکے۔ ان ڈبوں کے اندر ایسی لکڑی کا ایک خول بھی پہنا دینا چاہیے جس میں آب شورا اچھی طرح سرایت کئے ہوئے ہو۔ مکھن بھر نیکے بعد ڈھکن کو جھالدینا چاہیے۔

(۲) مکھن پر فلزاتی اسپنج (Metallic Sponge

اور پانی کا ایک پرت قائم کر دینا چاہیے تاکہ ہوا اس میں سے گزرنے کے بعد مکھن تک پہنچ سکے۔

(۳) - مکھن - ۲۴۰ جزو -
پانی میں ملا ہوا سوڈیم میٹے فاسفیٹ ۶ ایک جزو۔
(Sodium Metaphosphate)

مذکورہ بالا مناسبت سے (Sodium Metaphosphate) مکھن میں ملا دینے سے مکھن محفوظ رہتا ہے۔

(✣)

نکیلک آکسائیڈ (Nickalic Oxide)

نکیلک آکسائیڈ بنانے کی تین ترکیبیں ہیں۔

(۱) ہائیڈریٹ (Hydrate) کو معلق رکھکر کلورائن (Chlorine) کو پانی میں گزارنے سے بنایا جاسکتا ہے۔

(۲) نکل سالٹ (Nickel Salt) کو سفوف سفید میں ملانے سے بنجاتا ہے۔

اور (۳) نائیٹریٹ (Nitrate) یا کاربونیٹ (Carbonate) کو ہوا میں تھوڑی دیر تک سلگانے سے بھی بنجاتا ہے۔

پھلوں سے قدرتی طور پر شربت بنانیکا طریقہ

جس پھل کا شربت بنانا ہو اس کا مربیٰ سیر بھر لیجئے۔ اس میں بیس پرسنٹ الکوہول آدھی بوتل یعنی تقریباً آدھ سیر ملائیے۔ اور ایک یا دو روز تک اسی طرح رہنے دیجئے۔ اس کے بعد اس کو دبا اور نچوڑ کر جالی بیگ میں گرم گرم چھان لیجئے۔ اور اس امر کا خیال رکھئے کہ لوہے کا اثر اسپر نہ ہونے پائے۔ نہایت نفیس شکر سفید سیر بھر کے قریب ملا دیجئے۔ اور اچھی طرح گھلوا لیجئے۔

(✣)

اکسیر الثمر

(جس پھل کی اکسیر بنانی ہو اس کا) مربیٰ - ایک سیر
۹۵ پرسنٹ الکوہول - ایک بوتل

ان دونوں کو ملا کر ایک یا دو روز تک خوب دبائیے اس کے بعد اس کو کپڑے میں نچوڑ لیجئے اور چھان لیجئے۔ مگر اس کا خیال رہے کہ لوہے کا اثر اسپر نہ ہونے پائے۔

(✣)

ملاقاتی کارڈ کو خوشبو میں بسانیکا طریقہ

کومیرن (Coumarin) = ۴۰ گرین
وینیلن (Vanilline) = ۴۰ گرین
ہیلیوٹراپن (Heliotropin) = ۴۰ گرین
آیونون (Ionone) = ۴۰ منی مم
ہایاسنتھن (Hyacinthin) = ۲۰ "
روح مشک .... = ۱۲۰ "
آٹو ڈی روز (Otto-de-Rose) = ۲۰ "
خالص الکوہول = ۴ اونس

ان چیزوں کو ملا کر نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ جاذب کے ٹکڑوں پر لگا کر ان ٹکڑوں کو دو یا تین دن تک ایک بند صندوقچہ میں رکھدیا جائے تاکہ کارڈ خوشبو میں بس جائیں۔ اس طرح خوشبو

کارڈوں میں پیدا ہوگی وہ دیرپا ہوگی بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں کہ ہمیشہ قایم رہے گی ۔

(✤)

آگ میں نہ جلنے والا کپڑا بنانیکا طریقہ

بوریکس (Borax) = ۴ جزو
میگنیشیم (Magnasium) = ۳ جزو
پانی = ۲۵ جزو

کپڑے کو اس مرکب میں تر کیجئے ۔ اور پھر نکال کر خشک کر لیجئے ۔

اس نسخے کے علاوہ بجائے مذکورہ بالا مرکب کے (Sodium Tungstate) کا محلول مرکب بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

آئیڈوفارم کا بدل

اگر آئیڈوفارم (Iodoform) تیار نہ کیا جا سکے تو اس کی جگہ ذیل کا مرکب استعمال کیا جا سکتا ہے

سیلول (Salol) = ۱۶ اونس
زنک سلفائٹ (Zinc Sulphite) = ۴۴ اونس
بنزیان (Benzion) = ۴ اونس
ٹیلکم (Talcum) = ۳۶ اونس
میتھل سیلیلیٹ (Methyl Salicylate) یا آئیل آف ونٹرگرین (Oil of Wintergreen) = ۱۶۰ مینیم

خانہ داری کے متعلق بعض ضروری ہدایتیں

اگر ہاتھ جل جائے تو اس پر فوراً برف کا ایک ٹکڑا اسوقت تک رکھدیا جائے جب تک کہ جلن نہ جاتی رہے اس ترکیب سے جلد خشک ہو جائیگی اور کسی قسم کا کوئی آبلہ وغیرہ نہیں پڑے گا ۔

اگر کسی چیز کا پیچ زنگ آلود ہو گیا ہو اور کسی صورت سے نہ نکل سکتا ہو تو لوہا خوب گرم کر کے اتنا گرم کیا جائے کہ سرخ ہو جائے ، تھوڑی دیر تک پیچ پر رکھنا چاہیے اور اس کے بعد فوراً پیچ کش کو استعمال کرنا چاہئے ۔

پھٹکری اور گرم پانی کا ایک تیز مرکب (یعنی گرم پانی میں پھٹکری بہت زیادہ مقدار میں ملی ہوئی ہو اور پانی بھی کھولتا ہوا ہو) پلنگ یا میز کرسی یا دیوار کے سوراخوں میں ڈالدیا جائے گا تو کھٹمل اور تمام قسم کے دوسرے کیڑے فوراً ہلاک ہو جائیں گے

اگر اسٹوو پالش (Stove Polish) میں بنزین (Benzine) یا پیٹرول بہت خفیف مقدار میں ملا دیا جائے تو سیاہی زیادہ دیرپا اور چمکدار ہو جائے گی ۔

رنگ دار کپڑوں کو دھونے سے پہلے کچھ عرصہ تک خوب ٹھنڈے پانی میں بھگو دینا چاہئے ۔ اس سے دھوتے وقت رنگ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہی آب و تاب باقی رہتی ہے ۔

مقالات و اقتباسات

ہندوستان برطانوی نمائش میں

پیوستہ

زراعت کے پورے پورے فارم اور کارخانے چند گز کے رقبہ میں مصنوعی طور سے بنا کر کھڑے کر دے ہیں کھلونے کی قسم کی چھوٹی چھوٹی ریلیں برقی قوت سے دوڑا دی ہیں جو ہر وقت یہ دکھایا کرتی ہیں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر غلہ پہنچانے کا کیا انتظام ہے۔ آبشاروں چشموں۔ اور آبپاشی کے ذرائع کا سماں آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا ہے مصنوعی باغات لگا کر کھڑے کر دئے ہیں مصنوعی خوشہ چیں و باغباں باغوں میں سیب اور انگوروں سے اپنی ٹوکریاں بھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ہر چیز کے اشتہارات بکثرت موجود ہیں مطبع انکی صنعت و حرفت کی اشاعت میں مصروف ہے۔ ہندوستان کے حصہ نمائش کو دیکھ کر یہ خیال جاتا ہے کہ شاید ہندوستان میں ابتک یہ نہیں معلوم کہ اشتہار و اشاعت تجارت کی کامیابی کا ایک بڑا راز ہے میرا خیال تو یہ ہے کہ ہندوستانی اشیاء جو نمائش میں فروخت ہو رہی ہیں اور جن کی بڑی مانگ بتلائی جاتی ہے وہ بالآخر دیگر اقوام کے خریداروں کو صرف نمونہ کا کام دین گی جو اقوام ملکوں کے ذریعہ سے آج کام کر رہی ہے وہ ان کو دیکھ کر یہی چیزیں نہایت اچھی وضع قطع کے ساتھ وسیع پیمانہ پر تجارت کی اغراض کے لئے تیار کرنا شروع کر دین گی۔ اس موقعہ پر مجھے اس نوٹس کا خیال آیا جو ایسٹ افریکن سکشن میں ایک تختے پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا آویزاں تھا۔ یہ نوٹس انگریزی صناعوں اور کاریگروں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:۔

"انگلستان کے صناعوں کو چاہیے کہ اس کا نوٹ کر لیں کہ ان لوگوں کو دیئے آفریقہ کو کون کون چیزیں مرغوب ہیں"

اس کی اصلی غرض ظاہر ہے یعنے یہ چیزیں تم بنا کر انکو

بھیجو اگر کوئی شخص ہندوستان کے حصہ نمایش میں بھی یہ نوٹس لگاوے تو اس سے اس نمایش کا اصل ماحصل ظاہر ہوگا ۔

دیکھو وہ لاک کی صنعت کیا ہوئی جس کے ذریعہ سے ہمارے ہزاروں منہیار خوبصورت چوڑیاں بناکر ہماری عورتوں کے ہاتھوں کو زیبایش دیا کرتے تھے آج بڑے بڑے گھروں میں منھیار نیاں برسوں نظر نہیں آتیں ۔ اب جرمن و ولایت کے شیشے کی چوڑیاں اُن کی کلائیوں کو گھیرے ہوئے ہیں مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے کہ ہندوستان اپنی صنعت کے بازار غیر ممالک میں قایم کرسکے گا البتہ میں اپنے ہموطنوں سے یہ ضرور کہوں گا کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ انکی صنعتیں باقی رہ جائیں اور مردہ نہ ہوں اور اگر وہ اس میدان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو چیزوں کے بنانے میں مشینوں اور کلوں کے ذرایع بہت جلد اختیا کریں اگر کوئی مجھ سے یہ کہے کہ ہندوستان میں بھی ملیں چل رہی ہیں برقی قوتیں کام کررہی ہیں کارخانے قایم ہورہے ہیں پھر کیوں اسقدر مایوس ہے ؟ میں ان نعمتوں کا مقر ہوں اور ہندوستانیوں کا معیار راحت بلند کرنیمیں ان چیزوں نے جسقدر حصہ لیا ہے اس سے انکار نہیں ہوسکتا لیکن اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ چیزیں ہندوستانی قوم کی ترقی کا کہانتک ثبوت ہیں تو اس کو واقعات و اعداد پر تدقیقی نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیئے کہ اس میں ہندوستانیوں کے دماغ و سرمایہ کا کیا حصہ ہے میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ ابھی تک ہم ایک چھوٹی سی موٹر بھی نہیں بنا سکتے بڑا انجن تو درکنار ۔ اصلیت تو یہ ہے کہ ہم جوتے کا پالش یا دیا سلائی بھی نہیں بنا سکتے ۔ اس نمایش کو دیکھکر بعض وقت ایک ہندوستانی کو اپنی پستی کی حالت دیکھکر شرم معلوم ہوتی ہے یہی سبق ہے جو اس نمایش سے مجھے حاصل ہوا ۔

(لسان الملک)

سمیع اللہ بیگ

احتیاجات انسانی کی خصوصیات اور قسمیں

معزز ناظرین نے غالباً رسالہ نمایش کے گذشتہ نمبر میں آپکی نظر سے ایک مضمون موسوم بہ "معاشیات کی ضرورت" گزرا ہوگا ۔ جس میں علم معاشیات پر بحث کرتے ہوئے احتیاجات انسانی کا بھی مختصر سا تذکرہ کیا گیا تھا ۔ ذیل میں احتیاجات انسانی پر تفصیلاً بحث کیجاتی ہے اور امید کہ یہ مضمون ناظرین کیلئے باعث دلچسپی ہوگا ۔

فطرت انسانی کے ایک جزو کو احتیاجات کہتے ہیں ۔ انسان کو دنیا میں چند ضروریات محسوس ہوتی ہیں اور ان کو پورا کرنے کے واسطے وہ جدوجہد کرتا ہے لہذا وہ ضروریات جو انسانوں کو محسوس ہوتی ہیں اور جن کی تکمیل کے لئے وہ محنت کرتا ہے وہ سب ضروریات احتیاجات انسانی میں داخل ہیں ۔

خصوصیات | احتیاجات انسان کی تین خصوصیتیں ہیں ۔

(۱) بلحاظ تعداد و شدت انسانی احتیاجات غیر محدود ہیں ۔

(۲) ہر ایک احتیاج بجائے خود بہ تمام و کمال پوری ہوسکتی ہے

(۳) بلحاظ شدت انسانی احتیاجات کے مختلف مدارج ہیں

(۱) احتیاجات کی شدت | تمام احتیاجات انسان کو وقت واحد میں محسوس نہیں ہوتیں بہت کم ایسے خوش قسمت لوگ ہیں جو تمام احتیاجات کو پورا کر سکتے ہیں۔ یہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی جتنی چادر ہو اتنا ہی پیر پھیلاتا ہے۔ یعنی جتنی آمدنی ہو اس کے مطابق خرچ کرتا ہے وہ سب سے پہلے ان چیزوں کو بہم پہنچاتا ہے جن کے بغیر زندگی دشوار ہو۔ مثلاً غذا۔ لباس۔ وغیرہ۔ اس کے بعد وہ ایسی چیزوں کی خواہش کرتا ہے جن سے اس کی زندگی راحت کے ساتھ بسر ہو۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جیسے جیسے انسانکی آمدنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس کی خواہشات اور احتیاجات میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اگر وہ پہلے گاڑی نشین تھا تو اب موٹر نشین ہونیکی آرزو رکھتا ہے۔ غرض انسانی احتیاجات میں ہمیشہ اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتیں پہلے پہل میدان جنگ میں تیر و کمان سے کام لیا جاتا تھا۔ بعد میں بندوق تیار ہوئی۔ بندوق سے مشین گن اور مشین گن سے ہوائی جہاز اور ہوائی جہاز سے مختلف قسم کے زہریلے گیاس سے کام لیا جاتا ہے۔ غرض زمانہ کی رفتار کے ساتھ احتیاجات بھی ترقی ہوتی رہتی ہے اور وہ غیر محدود ہیں۔

(۲) احتیاجات کا تمام و کمال پورا ہونا | ہر ایک احتیاج بہ تمام و کمال پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ایک شرط لازمی ہے وہ یہ کہ خرچ کے لئے روپیہ کافی ہو۔ فرض کیجئے کہ کسی شخص کو بھوک لگے اور اس کے جیب میں اسی قدر رقم ہے کہ کہ جس سے وہ کھانیکی احتیاج پوری کر سکتا ہے۔ وہ کل رقم ادا کرکے کھانا خرید لے گا۔ لیکن جب وہ اس کو مل گیا تو کچھ عرصہ کے واسطے اس کی احتیاج غائب ہو جائے گی۔ اور جب اس کو بھوک و پیاس نہ لگے کھانے پینے کی احتیاج نہ ہوگی

۳۔ احتیاجات کے مدارج | اگر انسانکی ہر ایک احتیاج بہ تمام و کمال پوری ہو تو اس کی زندگی آسانی سے ساتھ بسر ہو سکتی ہے۔ اور جب تمام احتیاجات پوری ہو چکیں تو کسی چیز کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ لیکن ایسی حالتیں شاذ و نادر پیدا ہوتی ہے۔ انسانکی ایسی فطرت واقع ہوئی ہے کہ اس کے احتیاجات کی تعداد و اقسام میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

موجودہ احتیاج پوری ہوئی دوسری احتیاج نے سر اٹھایا۔ بھوک کے وقت معمولی سے معمولی کھانا لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ اور بھوکا آدمی دال دلیا جو کچھ ملے چٹ کر جاتا ہے۔ لیکن جب پیٹ بھر جائے تو لذیذ لذیذ غذاؤں کی فکر دامنگیر ہوتی ہے اور مربے اچار چٹنیاں کھانیکو جی چاہتا ہے۔ یہی حال لباس کا ہے غریب آدمی کو کھادی کا کرتا اور ایک معمولی سی دھوتی کافی ہے۔ لیکن جب تن ڈھک گیا تو عمدہ عمدہ لباس کی خواہش ہوتی ہے۔ موسم گرما میں تو باریک ململ اور ریشم پہننے کو جی چاہتا ہے اور موسم سرما میں قیمتی دوشالہ غرض انسانی احتیاجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

احتیاجات کی قسمیں | احتیاجات انسانی کی دو قسمیں ہیں

ضروریات اور تعیشات۔ ہر ایک اس سے بخوبی واقف ہے کہ جب کوئی پہلے پہل چند ضروری احتیاجات کو پورا کر لیتا ہے تب کہیں دوسری احتیاجوں کا خیال دل میں لاتا ہے۔ اول الذکر احتیاجوں سے جن چیزوں کا تعلق ہے وہ ضروریات میں داخل ہیں اور جن کا آخر الذکر سے تعلق ہے وہ تعیشات کہلاتی ہیں۔

ضروریات — ضروریات کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ضروریات زندگی ضروریات کارکردگی۔ ضروریات رسمی۔

ضروریات زندگی — ضروریات زندگی سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کے بغیر انسان زندہ نہ رہ سکے۔ مثلاً سرد ممالک میں کھانے پینے کے علاوہ گرم لباس و مکان ضروریات زندگی میں شامل ہیں۔ ہندوستان کی ہوا اس قدر معتدل ہے کہ لباس و مکان کی بہت کم ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حتی کہ جاڑے میں صرف ایک کمبل سے کام نکل سکتا ہے بس ہندوستان میں سوائے کھانے پینے کے بہت کم ایسی چیزیں ہیں جو ضروریات زندگی میں شامل ہوں۔

ضروریات کارکردگی — لیکن ضروریات کارکردگی میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی زندگی کے کاروبار حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ مثلاً۔ اگر کسی مزدور کی اجرت میں اضافہ ہو تو وہ زاید رقم جو اس کو ملے گی اس سے اپنے لڑکوں کو تعلیم دلوائے گا۔ تاکہ وہ اس کی مدد کر سکیں۔ یا اگر کسی لکڑہارے کو زیادہ منافع ملے تو وہ اس منافع سے ایک کلہاڑی خریدے گا تاکہ اس کو لکڑیاں فراہم کرنے میں سہولت ہو۔

ضروریات رسمی — سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو لوگ ضروریات کارکردگی سے محروم نظر آتے ہیں وہ اپنی رقم کا ایک معقول حصہ ضروریات رسمی یعنی غیر ضروری چیزوں میں صرف کر دیتے ہیں۔ مثلاً عمر بھر کی کمائی شادی بیاہ میں لٹا دی جاتی ہے اور ضروریات کارکردگی سے محروم رہتے ہیں۔ یہ کچھ ہندوستان پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکثر ممالک میں بھی ایسا ہوتا ہے۔

تعیشات کی قسمیں — تعیشات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو سامان راحت۔ دوسرا سامان عیش۔

کوئی شخص اس شخص پر اعتراض نہیں کر سکتا جو اپنا روپیہ سامان راحت میں خرچ کرتا ہو۔ لیکن سامان عیش پر روپیہ خرچ کرنے والے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کا مفہوم ہر ایک شخص کی آمدنی پر منحصر ہے مثلاً موسم گرما میں ریشم اور ململ کا استعمال ایک وکیل یا ڈاکٹر کے لئے تو سامان راحت کہا جائے گا لیکن ایک غریب کاشتکار کے لئے سامان عیش۔

غرض سامان راحت و عیش سے وہ چیزیں مراد ہیں جو کارکردگی کیلئے مطلوب نہ ہوں۔ تاہم ان سے کچھ ایسی احتیاجات پوری ہوں جو لوگوں کو محسوس ہوتی ہوں۔

غیاث الدین احمد متعلم بی۔ اے
کلیہ جامعہ عثمانیہ

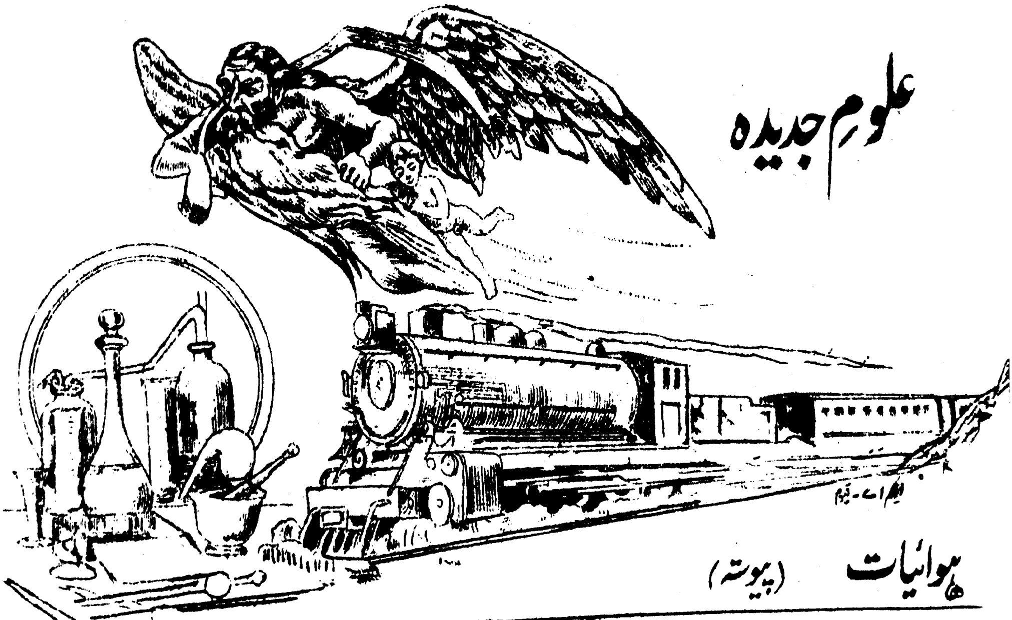

علوم جدیدہ

ہوائیات (پیوستہ)

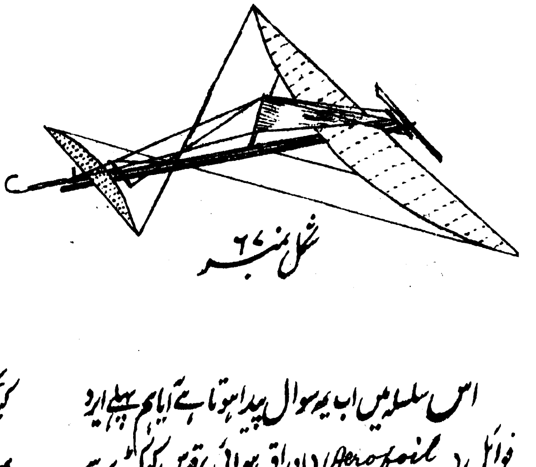

شکل نمبر ۶

اس سلسلہ میں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے آیا ہم پہلے ایرو فوائل (Aerofoil) (اوراق ہوائی) قوس کو کپڑے سے ڈھانکیں یا کپڑے سے ڈھانکنے سے قبل لکڑی کے ڈنڈے سے باندھدیں۔ بہترین ترکیب یہ ہے کہ پہلے کپڑا قطع کرلیا جائے اور ناپ سے تقریباً آدھ انچ زیادہ رکھا جائے تاکہ ہر طرف سے لوٹایا جاسکے۔ کپڑا قطع کرنیکے بعد اس کو قوس کے فریم سے پنوں سے جڑ دیا جائے اور پھر سب کے آخر میں مجموعی قوس کے ساتھ اس کو سی دیا جائے مگر اس کا لحاظ رکھا جائے کہ اسٹریٹ وائر (Straight Wire) بالکل ہموار ہیں۔ شک نہیں کہ کپڑے کو قوس کے فریم کے ساتھ چپکایا بھی جاسکتا ہے مگر سینے میں اگرچہ یہ ضرور ہے کہ فی الوقت ایک قسم کی غیر ضروری محنت برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن سب سے بڑا فائدہ اسمیں یہ ہے کہ ٹانکے آسانی کے ساتھ توڑے جاسکتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت ہو سطح کو زیادہ تر تیب کیا جاسکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کپڑے کو فریم کے ساتھ کسی دوسری ترکیب سے ملصق کیا جائے تو پھر بعد میں یہ آسانی نہیں رہتی۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ اس تمام عمل کے ختم کرلینے کے بعد سطح بالکل چپت اور تنا ہوا ہو۔

اس کے بعد دوسرا کام ایروفوائل (Aerofoil) قوس کو لکڑی سے باندھنا ہے۔ قوس کا مرکز ٹھیک فولادی مستول کے پیچھے قائم کیا جاتا ہے (جو پروپیلر کے سرے سے اوپر تک تقریباً چودہ انچ لمبا ہوتا ہے) اور اس سے بالکل متصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسکو مستول اور لکڑی کے ڈنڈے کے ساتھ مستحکم طور پر مضبوط تاگے یا فولاد کے نہایت باریک تار سے باندھدیتے ہیں اور اس عمل میں آسانی کے لحاظ سے کپڑے میں ذرا سا

شگاف کرلینا پڑتا ہے۔ توس کے بید سے تاروں کی
رسی کے مرکز کو اس سے تقریباً بارہ انچ کے فاصلے پر پیچھے
کی طرف لکڑی سے باندھ دیا جاتا ہے۔ فولادی توس
میں جو دو سوراخ پہلے کئے جا چکے ہیں۔ اب اس موقعہ پر
ان سے کام لیا جائے گا۔ دو فولادی تار ان سوراخوں
سے نکالکر ہر ایک کو مذکورہ بالا فولادی مستول سے باندھ
دیا جائے گا اور اب اس توس کے دونوں سروں کو معمولی
طور پر ۲ سے ۳ انچ تک (اس سے زیادہ نہیں)
اوپر کی طرف کھینچا جائے گا تاکہ توس میں ایک قسم کا زاویہ
ذو جہتین (Dihedral) پیدا ہو جائے جس کی صورت
یہ ہے۔

شکل نمبر ۶۸

اس صورت
سے ساخت
میں ترچھا پن یا پہلو بہ پہلو پائیداری پیدا ہو جاتی ہے
اور ساتھ ہی یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ توس لکڑی کے ساتھ
نہایت مستحکم طور پر متصل ہو جاتی ہے مگر یہ امر نہایت ضروری
ہے کہ ایروفوائل توس کے دونوں سرے مساویانہ طریقہ
پر سطح متوازی کی طرف جھکے ہوئے ہوں۔
اس کے علاوہ دو تار اور بھی توس کے دونوں حصوں کے
مرکزی سوراخوں سے نکالکر بیدرہ یا اٹھارہ انچ کے فاصلہ
پر کسی جگہ پر لکڑی کے ساتھ باندھ دینے چاہئیں تاکہ ایروفوائل
سطح کو زیادہ جست اوزنا جا سکے۔
آپ لوگوں نے یقیناً اس امر پر غور کیا ہوگا کہ یہ سطح
خمیدہ اور ٹیڑھی ترچھی نہیں ہے بلکہ بالکل ہموار ہے

ورآنحالیکہ ایلیویٹر (طیارہ ران) (ELEVATOR)
کی سطح خمیدہ اور ٹیڑھی ترچھی ہے اصولاً خمیدہ سطح زیادہ
بہتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو جو بھی ایروفوائل سطحات
سائنس کے اصول پر خمیدہ کی گئی ہیں وہ نسبتاً بہت
زیادہ بہتر ہیں جیسے کہ کلارک کے مشہور ہوابازوں کی حالت
ہے۔ لیکن تجربہ کے بنا پر بہرحال ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ
کپڑے سے ڈھکے ہوئے ہوابازوں میں خمیدہ سطحات
کو ہموار سطحات پر کوئی خاص فوقیت یا نمایاں برتری
حاصل ہے۔ سچ پوچھئے تو موخرالذکر سطحات حالت پرواز
میں خود بخود نہایت معمولی طریقہ پر خمیدہ اور ترچھی ہو جاتی
ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ
ہوابازوں کے عمدگی اور
تسہیل پرواز کیلئے صرف
اسیقدر خمیدگی کی ضرورت
بھی ہے اکثر نمونہ ساز
سطح کو ضرورت سے
زیادہ ترچھا کر دیتے ہیں
مگر جو سطح جتنی زیادہ خمیدہ
ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ
وہ ہوا کا مقابلہ بھی کرتی
ہے اور تیز ہوا میں پرواز
کے وقت زیادہ خمیدہ
سطح والے ہوا باز صرف
اپنے خم سطح ہی کی بدولت

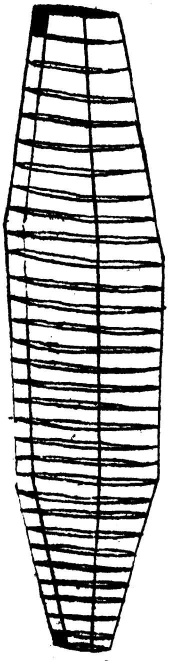

شکل نمبر ۶۹

کر سکتے ہیں اور اسی طرف جاتے ہیں جس طرف کہ سطح کا رجحان ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بلحاظ طول البلد یہ طیارے زیادہ غیر مستقیم ہوتے ہیں۔

لہذا ایسی صورت میں اگر ابر و فوایل کو ہم بیضاوی شکل میں بنائیں تو دونوں سطحات یا تو خمیدہ ہو جائینگی یا پھر دونوں ہموار رہینگی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہوشیاری اور باقاعدگی کے ساتھ ان کو بنایا گیا تو عملاً زیادہ اچھے طیارے تیار ہو سکیں گے۔

عمودی مچھلی اور پتوار

اگر عمودی مچھلی بنانے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں شکل ۶۳ میں جو مثلث ا ب ج دیا گیا ہے اس کو کپڑے سے ڈھانک دینا چاہئے اور پتوار کے لئے حاشیہ دار کپڑے کا ایک مثلث نما ٹکڑا استعمال کرنا چاہئے جو مذکورہ بالا مثلث کے قاعدہ (Base) سے کچھ چھوٹا ہو اور جس کی چوٹی پر ایک ربڑ کا ٹکڑا اور تاروں کا ایک ہک لگا ہوا ہو تاکہ اس ذریعہ سے اس کو ہوا باز کے پچھلے

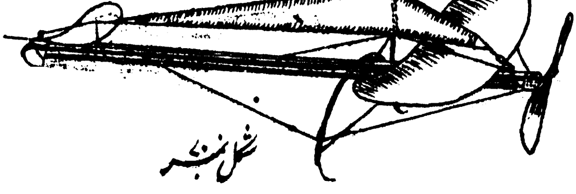

شکل نمبر ۶

حصہ پر خواہ سیدھی خواہ الٹی طرف یا ڈنڈے کے وسط میں غرض جہاں مناسب ہو چسپاں کر دیا جائے۔

اسی سلسلہ میں یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ طیاروں کے نمونوں کو ایک دور کی شکل میں گھمانے یا سیدھی اور الٹی طرف موڑنے کیلئے کامیاب ذرائع موجود ہیں۔ خفیف سے خفیف مخالف حالتوں میں بھی طیاروں کو سیدھا اڑانیکی کوشش کا بار آور ہو جانا عملاً بالکل ناممکن الوقوع ہے۔ الا اس صورت میں کہ اڑانے والی طاقت نہایت زبردست اور طیارہ اس قابل ہو کہ جی راسکوپک کنٹرول (مقیاس الدوری نظام Gyroscopic control) کا حامل ہو سکے۔

موٹر (آلات محرک[1])

اس مسئلہ پر اس باب کے شروع میں کافی بحث کی جا چکی ہے۔ لیکن بعض باتیں بالتفصیل بیان کر دینی مناسب ہیں۔ جس خاص نمونے کے متعلق یہ بحث ہے اس کے متعلقہ ربر موٹر (آلات محرک) عملاً لکڑی کے ڈنڈے کی لمبائی کے برابر ہوتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر لکڑی کا ڈنڈا چار فٹ لمبا ہے تو ایسی صورت میں اس سے متعلق ربر

---

[1] جی راس کوپ (Gyroscope) ایک قسم کا آلہ ہوتا ہے جس میں متعدد حلقے ہوتے ہیں اور ہر حلقہ ایک مختلف سمت میں گردش کرتا ہے تاکہ گردش کی مختلف نوعیں پیش نظر ہو جاتی ہیں۔ (رضا)

موٹر تین فٹ ۹ انچ لمبی ہوگی۔ اسقدر لمبی بھانجیں استعمال کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ جتنی لمبی بھانج ہوتی ہے اتنے ہی زیادہ بل اس میں ہوتے ہیں اور جتنے زیادہ بل ہوتے ہیں اتنے ہی زیادہ دیر تک طیارہ برابر اڑتا رہتا ہے۔ اس نمونے کے لئے کم سے کم ۱۲ اور زیادہ سے زیادہ ۲۴ بھانجوںکی ضرورت ہوگی۔ صحیح تعداد صرف تجربے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ہر بھانجہ تین فٹ پندرہ انچ لمبی ہونی چاہئے ہتن انچ ربر کے کھنچنے میں پورے ہو جائیں گے تاکہ ایسی حالت میں بھی جبکہ کام نہ لیا جا رہا ہو بھانجہ بالکل تنی رہے۔ گویا اس حساب سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایک موڈل کی طیاری کیلئے ۱/۱۶ انچہ موٹا ربڑ چھبیس ۲۶ سے اٹھائیس ۲۸ گز تک صرف ہوگا۔

چکناہٹ کیلئے گلیسرین کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یا اگر بازہ تارہ استعمال کیا جائے تو واشنگ سوڈے اور پانی کا ایک تیز سالوشن کافی ہوگا۔

معمولی پرواز کیلئے اس موٹر میں پانچسو بل آسانی کے ساتھ دئے جا سکتے ہیں۔ اور جب غیر معمولی لمبی پرواز کے امتحان کی ضرورت ہو تو اس وقت آٹھ سو اور بسا اوقات ایکہزار بل تک بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن آٹھ سو بار ایکہزار بل دینے کے بعد پھر یہہ ربر اچھی طرح کام نہیں دے سکیگا۔ الا اس صورت میں کہ ایک مرتبہ کے استعمال کے بعد اس کو کئی ہفتوں کیلئے اس طرح محفوظ کر دیا جائے کہ اس پر بوجھ دباؤ یا کھچاؤ نہ پڑے۔ اس غرض کیلئے جو ربر استعمال کیا جاتا ہے وہ چوکھونٹا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ چوکھونٹا ربر نسبتاً زیادہ دیرپا اور مستحکم ہوتا ہے۔ اصولاً گول ربر بہت زیادہ بہتر اور مضبوط ہوگا مگر چھوٹے چھوٹے سائز میں گول ربر دستیاب نہیں ہوتا۔

معمولی موڈلس کیلئے ۱/۸ انچ اور بڑے بڑے موڈلس کیلئے جن کا وزن دو یا تین پاونڈ ہو ۱/۴ انچ کی موٹائی بالکل کافی ہے۔ اس موقعہ پر یہہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سائز میں ایریا سیکشن کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے یعنی اگر سیکشن بلندی اور وسعت دوگنی ہو جائیگی تو اس کے یہہ معنی ہون گے ربر چوگنا لینا پڑے گا۔

خالص پارہ تھریڈ (Para Thread) سے بنا ہوا عمدہ ربر اپنی جسامت سے سات گنا لمبا ہو سکتا ہے اور پھر سکڑ کر پہلی جسامت اختیار کر لیتا ہے۔ مگر بہترین ربڑ اسی کو کہہ سکتے ہیں جو اپنی جسامت سے کم از کم دس گنا لمبا ہو سکے۔ ربر موٹر کو محفوظ رکھنے کیلئے اس کو ٹھنڈی اور ہوادار جگہ پر رکھنا چاہئے جہاں ٹمپریچر بالخصوص معتدل ہو اس کو دھوپ اور ہر قسم کی گرمی سے قطعی بچانا چاہئے۔ اور کسی قسم کا دباؤ یا کھچاؤ اس پر نہیں پڑنا چاہئے۔ ورنہ ایک مرتبہ کے استعمال کے بعد یہہ قطعی بیکار ہو جائے گا۔ خراب یا ستارہ ربر موڈل ایروپلین کیلئے بالکل بیکار ہے اور صرف ارزانی کا خیال کرکے اس کو ہرگز نہیں خریدنا چاہئے۔ ورنہ موڈل سازی میں کامیابی ناممکن ہوگی اور محنت ضائع جائے گی۔

ان تمام باتوں کے بعد سب سے زیادہ اہم سوال پروپیلر کے متعلق ہے۔

پروپلر یا اسکرو

پروپیلر کے متعلق آپ سے پہلے دو باتیں بتلائی جا چکی ہیں یعنی (۱) اسکو ماڈل کے پیچھے کی طرف لگانا چاہیئے اور (۲) اس کا قطر وسیع ہونا چاہیئے۔

پروپیلر کے متعلق سب سے زیادہ اہم جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ اس کو کس طرح بنایا جائے۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ پروپیلر خود بنانیکی بجائے بنا بنایا خرید لینا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ جتنا بہتر اور عمدہ پروپیلر ہوگا اسیقدر اچھی اور خوش نما پرواز پیدا ہو سکیگی۔

پروپیلر کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو ہر ماڈل ساز کیلئے ایک علیحدہ نوعیت رکھتا ہے۔ ایک ماہر ہر چیز سے عام اس سے کہ وہ کیسی ہی مشکل اور اس سے کام لینا کیسا ہی دشوار کیوں نہ ہو۔ نہایت عمدہ اور خوبصورت پروپیلر بنا سکتا ہے۔ مگر ایک نوآموز آسان سے آسان چیزوں سے بھی باوجود تمام قسم کی سہولتوں کے موجود ہوتے ہوئے مشکل سے پروپیلر بنا سکے گا۔ اور پھر وہ بھی یہہ یقین نہیں کہ کار آمد اور حسب ضرورت ہو سکیگا یا نہیں؟

گویا یہہ سمجھنا چاہیئے کہ جو شخص جسقدر زیادہ ماہر ہوگا اسیقدر اچھا پروپیلر بنائے گا اور جو شخص جسقدر زیادہ ناتجربہ کار ہوگا اسیقدر اُس کے بنائے ہوئے پروپیلر میں بھی نقص ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی نوآموز پروپیلر بنانا ہی چاہتا ہے تو اس کے لئے یہہ مناسب ہوگا کہ وہ کلارک کے بنائے ہوئے موڈلس میں جنکی قیمت ایک شلنگ چھ پنس ہوتی ہے جو پروپیلر لگے ہوتے ہیں اُنکی نقل کرے اُن کا بنانا نسبتاً زیادہ آسان ہے اور یہہ بلحاظ نتیجہ کار آمد بھی ہوتے ہیں۔

یہہ بالکل ممکن ہے کہ اس قسم کے نہایت نفیس پروپیلر انجیر یا اخروٹ کی نہایت اعلیٰ قسم کی لکڑی سے بنائے جائیں لکڑی بہرحال نہایت عمدہ قسم کی ہونی چاہیئے۔ بعض اقسام انمیں سے قطعی طور پر کمزور ہوتی ہیں اور یہہ نہایت ناموزوں ہیں سب سے پہلے نہایت احتیاط کے ساتھ اوس کا ماڈل ڈالنا چاہیئے اور ہمیشہ یہہ خیال رکھنا چاہیے کہ آپ سخت لکڑی کو ایک خاص قسم کی صورت میں لا رہے ہیں اور اس لئے جسقدر زیادہ لکڑی سخت ہوگی اور اسیقدر زیادہ ہوشیاری کے ساتھ کام کرنا لازمی ہوگا۔ بہرحال اس لکڑی کو نہایت احتیاط کے ساتھ تراشئے یہانتک کہ اس کی سطح بالکل برابر ہو جائے اور یہہ وسط میں سے ½ انچ اور کناروں پر اس سے بھی کم موٹی رہ جائے۔ اس کے بعد اس کو نہایت تیز چاقو یا اور کسی چیز سے پروپیلر کی صورت میں جیسا کہ شکل نمبر ا میں ظاہر کیا گیا ہے لے آنا چاہیئے۔

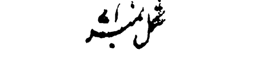

شکل نمبر ۱

اب باریک تانبے یا پیتل کا ایک ٹکڑا جو ¼ انچ سے زیادہ چوڑا نہ ہو۔ اسکرو کے وسطی حصہ پر نہایت مضبوطی سے

ساتھ کس دیا جائے۔ اس ٹکڑے کی لمبائی اتنی ہونی چاہیئے کہ جو صرف برائے نام موڑا بھی جا سکے۔ اور پھر اس کو نہایت احتیاط اور نفاست کے ساتھ جھالا دینا چاہیئے۔ اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جھال جوڑے حصہ کے بیچ میں نہ آئے کیونکہ یہاں اس کو دھرے بیٹھنے کے لئے سوراخ کیا جائے گا۔ اگر جھال اس حصہ میں آگیا تو ممکن ہے کہ سوراخ کرنے کے وقت کھل جائے یا سوراخ اس قدر اچھا نہ ہو سکے جتنا کہ ہونا چاہیئے

جس دھری میں اس پروپیلر کو پرو دیا جائے گا وہ فولاد کے تار کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی لمبائی ڈیڑھ سے دو انچ تک ہوتی ہے پروپیلر میں جو سوراخ کیا جائے اس میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ یہ دھری اس میں بالکل ٹھسی ہوئی ہے۔ اس دھری کا ایک سرا سوراخ میں داخل کریں اور داخل شدہ سرے کو ½ انچہ کے قریب عموداً خم کر دیا جائے اور پھر اس کو باہر کھینچ لیا جائے تاکہ یہ خمیدہ حصہ پیتل کے ٹکڑے سے بالکل متصل ہو جائے اس کے بعد اس کو بھی اس ٹکڑے کے ساتھ جھالا دیا جائے

پروپیلر کی دونوں پتیوں کو اب بل دینا چاہیئے جس کے بغیر پروپیلر محض بیکار ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ نہایت گرم اور ابلتی ہوئی کیتلی کی بھاپ میں پروپیلر کو تھوڑی دیر تک قایم رکھئے۔ اس کے بعد اس کو دونوں کناروں کے قریب دونوں ہاتھوں سے نہایت مضبوطی سے پکڑ کر دونوں کو مختلف سمتوں میں جھکائیں پہلے یہ عمل نہایت آہستہ آہستہ کیجئے اور اس کے بعد پروپیلر کو زیادہ زور کے ساتھ جھکاتے جائیے یہاں تک کہ دونوں بلیڈس مختلف سمتوں میں جھک جائیں اور انہیں وہ بل پیدا ہو جائے جو پروپیلر اور پرواز کیلئے لازمی ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ اس عمل کے دوران میں پروپیلر ہمیشہ بھاپ میں رہے اور بھاپ بھی غیر معمولی اور شدت سے گرم کیتلی میں سے نکل رہی ہو۔ بل پیدا ہو جانے کے بعد یہ دیکھیے کہ دونوں پتیوں میں بل برابر پڑا ہے اور کم زیادہ نہیں ہے غرض یہ ہے کہ اسی طرح ہوشیاری سے عمل کیا گیا تو پروپیلر نہایت خوبصورت اور اچھا بنجائیگا اور کام بھی نسبتاً بہت عمدہ دیگا

بل پڑ جانیکے بعد پروپیلر کو "Former" سے باندھنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کو اسی طرح ایک یا دو روز تک بندھا ہوا چھوڑ دیا جائے۔ پروپیلر کے ایک پتہ (Blade) کو لکڑی کی سطح لکڑے سے متوازی صورت میں چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے بلیڈ کو سرے پر پہلے سے اس طرح ہلا دیا جائے کہ دونوں مل کر پچانوے یا سو ڈگری کا زاویہ بنائیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں سرے قریب قریب عمودی شکل میں ایک دوسرے سے ملجائیں گے۔

اب فولادی تار کی دھری کے اس سرے کو جو بالکل علیحدہ ہے جھکا کر ہک کی صورت میں لے آنا چاہیئیں اور پھر اس پر دالو ہیٹو بنگ لگا دینے چاہیئں۔

باقی آیندہ

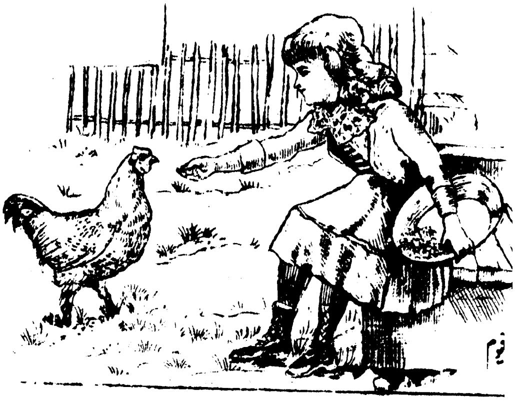

مرغیوں کی پرورش

(پیوستہ)

اور ایک ڈربے کے پٹھوں کا دوسرے ڈربے
کے مرغیوں سے جوڑا لگایا جاتا ہے۔

ایک ہی نسل کے تین ڈربوں کی موجودگی میں ایک باقاعدہ
اور باضابطہ آدمی کو نیا خون یا نئی نسل لینے کی غرض سے
کسی دوسری جگہ جانیکی ضرورت نہیں ہے۔ سالہاے
دراز تک اس کو مرغ اور مرغیاں اپنی حسب مرضی نہایت
کامیاب افزائش نسل کے واسطے مل سکتے ہیں۔

اور قریب رشتہ کے ذریعہ نسل لینے کے بڑے اثرات روکے
جا سکتے ہیں۔

یہ طریقہ قابل اعتبار اور عمدہ جانوروں کے ذخیرہ کی
موجودگی پر کامل یقین دلاتا ہے۔

ایک باقاعدہ انتظام سے احاطہ میں نصف ذخیرہ
جانوروں کا نسل لینے کے قابل ہر سال رہا کریگا۔ اور تیسرا
حصہ پرانے ذخیرہ کا یا ذبحہ کر ڈالا جائے یا فروخت کر دیا جائے
ضرورت سے زاید چند جانور بھی اس غرض سے رکھنے
لازمی ہیں کہ جو جانور کسی عیب کی وجہ سے ڈربے سے خارج
کر دیا جائے اس کی جگہ اس جانور کو دیں۔ اگر ایسا نہ کیا
گیا تو ذخیرہ کے کمی کی تکمیل ہمیشہ ناممکن ہو جائیگی۔ جس مرغ
سے نسل لیجائے وہ ہمیشہ عمدہ اور خالص نسل کا ہونا چاہیے
دوغلی نسل کے مرغ سے کبھی نسل نہ لینی چاہیے۔

فصل دوم

مرغوں اور مرغیوں کا تناسب

بہت بڑا مرغ چھوٹی مرغیوں سے کبھی نہ ملانا چاہیے
اسی طرح بہت چھوٹے مرغوں کو بڑی مرغیوں کے ساتھ
نہیں ملانا چاہیے۔ جوڑے کے دونوں جانوروں میں
کامل مناسبت ہونی چاہیے۔ اور بڑے جانوروں کو جہاں
تک ممکن ہو بڑے جانور ہوں۔ اور چھوٹے جانوروں میں
بینٹم ہوں۔ اگر جوڑے میں ایک جانور بہت بڑا اور
دوسرا بہت چھوٹا ہوا تو انڈے ناقابل تولید ہوں گے
اور چھوٹی مرغیوں کو بڑے مرغوں سے سخت نقصان ہوگا۔
ایک مرغ کے واسطے مرغیوں کی تعداد۔ برہما اور کوچین مرغ
کو تین مرغیوں سے چار تک۔ پلیماؤتھ راک اور لنگشان۔
گیم۔ وائیں ڈاٹ سے چھ تک وبانڈوٹ اور لیگہارن مرغ
کو چھ سے آٹھ تک سے زیادہ تعداد میں دینی چاہئیں
لیکن ہوڈان۔ مینارکا۔ لیگہارن۔ ہامبرگ۔ انڈلوشین کو

مرغوں کو فی مرغ سات سے دس مرغیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس وقت مرغیاں انڈے دیکر فارغ ہوجائیں اور دوڑ کے میدان کو چھوڑ دیں تو انکی جگہ دوسری مرغیاں چھوڑ دیجائیں۔ ایک ہی نسل کے بعض مرغ بہ نسبت دوسرے مرغوں کے زیادہ مرغیاں چاہتے ہیں۔ اور بعض مرغ اپنی معمولی تعداد مرغیوں کے واسطے بکار آمد نہیں ہوتا ہے۔

ایک مرغ کے واسطے مرغیوں کی تعداد کا انحصار کے قوت جسمانی اور سال کے موسم پر ہوتا ہے عام طور پر مرغیاں زادہ ماہ جولائی اور اگست سے کریز شروع کرتی ہیں اور ماہ جولائی اگست ستمبر بلکہ اکتوبر میں بھی مرغ ایسے تیز اور چالاک نہیں ہوتے جیسے کہ ماہ نومبر اور اپریل میں ہوتے ہیں۔ ماہ مئی اور جون میں شدید گرمی نہایت بُرا اثر اور مضمحل بلکہ کمزور کرنے والی ہوتی ہے مرغ اور مرغیاں ماہ جولائی سے ستمبر تک زمانہ کریز میں بدا کردیجائیں۔

نسل لینے کے ذخیرہ کے واسطے مضبوط اور بکار آمد جوڑوں کی پرورش کا دار و مدار انکے والدین پر منحصر ہو جاتا ہے خصوصاً نر جانور بہت ہی خاص طریقے پر قابل توجہ ہے جانور پورے توانا ہوں اور تندرستی اور حالت کے پورے درجہ پر ہوں نہ بہت موٹے ہوں نہ بہت دبلے ہوں۔ نسل لینے والے مرغوں کو ختم موسم پر مرغیوں سے علیٰحدہ رکھنے اور اچھی طرح اس وقت کھلانے سے جب تک کہ وہ دوبارہ کام پر لائے جائیں بہترین نتیجہ حاصل ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ بھی کافی نہیں ہے۔ نسل لینے کے موسم میں بھی مرغ ایک غیر محدود زمانہ تک بغیر تبدیل کے مرغیوں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔ بعض مرغباز اپنے ایک ایسے ڈربے کے واسطے جس میں چھ سے بارہ تک مرغیاں ہوتی ہیں دو مرغ رکھا کرتے ہیں اور ہر ہفتہ یا تیسرے چوتھے روز بدلا کرتے ہیں مرغیوں کی کمی تعداد بھی ایسی ہی ناقص انڈوں کے تولید کا باعث ہوتی ہیں جس طرح انکی کثرت ہے اور مرغیوں پر بھی انکے اثرات ایسے مضر ثابت ہوتے ہیں کہ ان کا معاوضہ نہیں ہو سکتا

نر بیٹھوں کا انتظام۔ اصولی طور پر ابھی اسوقت سے پہلے بیٹھی مرغیوں کے ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کردیتے ہیں جس وقت سے کہ ان کو دوڑنا چاہیئے۔ اگر نر بیٹھے ایک سال کی عمر کے قبل مرغیوں کے ساتھ چھوڑ دیئے گئے تو وہ بہت ناطاقت ہوجائیں گے۔ انکی اولاد بڑی اور زبردست نہ ہوگی۔ نر بیٹھے ہمیشہ مرغیوں سے اور مادہ بیٹھیوں سے بہت دور ایک علیحدہ ڈربہ میں اور سائبان میں اور مکان میں رکھے جائیں اور اچھی طرح ان کو دانا پانی دیا جائے اور انکی بخوبی حفاظت کیجائے اس کے بعد منتخب مرغیوں کے ساتھ انکے جوڑے لگا دیے جائیں۔

علیٰحدہ رکھنا۔ اگر ایک سے زیادہ نسل رکھی گئی ہے تو ہر نسل علیٰحدہ علیٰحدہ رکھنی چاہیئے کسی حالت میں ان کو ایک جگہ دوڑنا پھرنا نہیں چاہیئے۔ ان کے

مکان سائبان و دوڑ کا میدان علیحدہ علیحدہ ہونا بہت ضروری ہے جبکہ مختلف نسلیں ایک ساتھ دوڑنے پھرنے کو چھوڑ دی گئیں تو تمام جانور خراب ہو جائیں گے اور انکی اولاد کی کوئی قیمت نہ رہے گی۔

اگر کسی شخص کا ڈربہ اور زمین بالکل محدود ہے تو اس کو صرف ایک ہی اور وہ بھی بالکل خالص نسل رکھنی چاہیے ایک مرغ اور چار سے دس مرغیوں تک نسل کے جانور رکھیں جائیں تھوڑی مرغیوں کا بآسانی انتظام ہو سکتا ہے اور بہت تفریح اور نفع حاصل ہوگا۔

اگر زمین وسیع ہے اور کوئی شخص اس زمین کو اس کام کیلئے دے سکتا ہے تو اس کو علیحدہ علیحدہ اسی ایک ہی نسل کے دو تین ڈربے بنانے چاہئیں میں نہایت زور کے ساتھ لوگوں کو نصیحت کروں گا کہ ایک سے زیادہ نسل ہرگز نہ رکھیں جب دو یا زیادہ ڈربے ایک ہی نسل کے بنائے گئے ہیں اور علیحدہ علیحدہ ڈربوں کے بچے بھی آپس میں قریبی رشتہ کے نہیں ہیں تو ایک جھول کے مرغ دوسرے جھول کے مادہ چھینوں سے ملائے بھی جا سکتے ہیں اور یہ بدنسلی اس طرح روکی جا سکتی ہے۔ اگر سب جانور ایک ہی جگہ ساتھ دوڑنے کو چھوڑ دیے گئے تو مرغ کہیں اور سے پیدا کرنا چاہیے۔

مرغیوں کے ایک غول کے رہنے کا مقام: لوہے کے تاروں سے محدود ایک وسیع میدان میں اکیس سے تینتیس تک جانوروں کا ایک غول بہت عمدہ نتیجوں کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ تاروں سے محدود میدان تین سو سے چار سو فیٹ تک لمبا اور سو فیٹ سے ڈیڑھ سو فیٹ تک چوڑا ہونا چاہیے۔ جس کے وسط میں ایک مکان دس فیٹ چوڑا اور پندرہ فیٹ لمبا تیار ہوا ہو۔

اور اس کے گرد متعدد درخت سایہ کے واسطے لگائے جائیں۔ ایسے محدود میدان اور مکانمیں تین مرغ اور اٹھارہ سوتیس مرغیاں نہایت اطمینان سے رہ سکتی ہیں۔ اس تعداد کے جانور ایک چھوٹے سے میدان میں نہیں رکھے جا سکتے ہیں۔ اگر دو مرغ ایسے چھوٹے سے محدود میدان میں مرغیوں کے ساتھ رکھے گئے تو مرغیوں کو پریشان کریں گے۔ اور آپس میں لڑا کریں گے مگر جب ایک کھلے ہوئے میدان میں یا ایسے بڑے میدان کے کسی حصہ میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رکھے گئے تو مرغیوں کے ساتھ میں مرغے رکھے جا سکتے ہیں۔

اگر زمین وسیع ہو تو اصولاً جانوروں کا گروہ اتنے حلقوں میں منقسم ہو جائے گا جتنے کہ اس میں نر ہوں گے اور ہر غول ان کا میدان کا ایک ایک حصہ لے لیگا اور آپس میں صلح کے ساتھ زندگی بسر کریں گے قبل اس کے مرغ ایک ڈربے میں بند کئے جائیں ان کو تنہا ایک چھوٹے ڈربے میں الگ الگ بند کر دینا چاہیے اور پھر دوستی پیدا کر دینے کے واسطے چھوڑ دینا چاہیے ان کو ہرگز لڑنے نہ دینا چاہیے۔

فصل سوم

رنگ کی غرض سے جوڑا لگانا

اس مضمون پر بحث کرنا نہایت مشکل ہے اس نے اس قدر وسیع میدان گھیرا ہے کہ اس میں پوری طرح جانا بالکل ناممکن ہے مثلاً بف ایک مشہور رنگ معلوم ہوتا ہے۔ میں ایک دو لفظ اس عام پسند رنگ کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں اس نے بہت کچھ عمل عجائب و دائرہ نمائش میں مچا رکھا ہے ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ اس رنگ کے نسلوں کی پرورش میں بہت بڑا اندیشہ ناک خیال جانوروں کی دم میں سیاہ پر کے ظاہر ہونے کا لازم ہے۔ ہم ایسے جانوروں سے بھی نسل لے سکتے ہیں جو اپنے رنگ میں کامل ہیں۔

اگر میں اپنے دربے میں اس رنگ کے واسطے جوڑے لگاتا تو فوراً ایک عمدہ منتخب گہرے رنگ کے جوان پٹھے مرغ کا انتخاب کرتا۔ گو اس کی دم میں سیاہی بھی ظاہر ہوتی (میں اس پر بھی استقلال کے ساتھ قائم رہتا اگر سیاہ پروں میں سے ایک پر بف کا رنگ آجاتا) بہ نسبت اپنے رنگ میں مکمل رنگ کے جانور کے جو دبلا اور کمزور ہو۔ میں ہمیشہ اس رنگ میں اسی خیال کے مطابق اس امر کو کامل نصیحت یقین کرتا ہوں کہ نر جانور بہ نسبت مادہ نہایت گہرے رنگ اور شیڈ کا ہونا چاہیئے۔

خالص نسل میں ترکیب یا میل کرنا۔ دیکھئے خالص نسل کو دوغلہ بنانا خالص نسل کی ترکیب ہنر دانت اور مختلف نسلوں کے علم خاصیت کی بہت ضرورت ہے جملہ دوغلی نسلیں عمدہ نہیں ہوتی ہیں۔ میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ کون کون سی نسلیں باہم ترکیب سے بہترین دوغلی نسلیں پیدا ہوتی ہیں۔ دوغلے جانوروں سے کبھی نسل نہ لینی چاہیئے۔ ان کو نہ صرف کھانے کے اور انڈے لینے کے کام میں لانا چاہیے۔ اگر ان سے نسل لی گئی تو انکی اولاد کی خرابی کا کامل یقین ہے۔ پہلا میل بہت اچھا ہوتا ہے۔ پہلے میل سے میری مراد یہ ہے کہ ایک نسل کا نر اور دوسرے خالص نسل کی مرغی کا جوڑا لگایا جائے۔ اگر پہلے میل کے مرغوں سے نسل لیجائے تو ان کا جوڑا اُسی نسل کے دوسری خالص النسل مرغیوں سے لگانا چاہیئے جیسا کہ ان کا باپ ہے دوغلی نر پٹھے یا مرغیوں سے کبھی نسل نہ لینی چاہیے۔

دوسری نسلوں کا لینا درحقیقت بالکل عقلمندی نہیں ہے۔ خالص نسلیں دونوں اعتبارات سے یعنے جیسے کہ زیادہ انڈے دینے والے اور کھانے کے قابل ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل اطمینان ہوتی ہیں۔ اسی طرح نمائش کے اعتبار سے بھی قابل یقین ہوتی ہیں۔ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں نمائشی خالص النسل جانور نہیں چاہتا اور میں تجیس روپیہ فی نگری صرف انڈے کے اور کھانے کے واسطے جانور چاہتا ہوں تو یہی سہی۔ خالص نسل کے جانور یہ پہلے دوغلے جانوروں سے بہت زیادہ کفایت شعاری نتیجہ آخر ثابت کریں گی۔

باقی آئندہ

دنیا سے جہاز رانی کی ایک بڑے خطرے سے نجات

ماہرین فن کا خیال ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ٹی ٹینک نامی جہاز پر جو مصیبت اور بلا نازل ہوئی تھی اب آیندہ اس قسم کی بلائیں اور مصیبتیں کبھی نازل نہ ہو سکیں گی۔

ہر بہار کے ابتدائی موسم میں بڑے بڑے میدانہائے برف اور آہستہ آہستہ حرکت کرنیوالے برف کے ٹھوس دریا گرین لینڈ کے مغربی کوہستانی ڈھلوان سے اتر کر خلیج بافین میں گرتے ہیں اور گرنے میں جو صدمہ پہنچتا ہے اس کی وجہ سے برف کے ان میدانوں اور دریاؤں کے کئی کئی ٹکڑے ہو جاتے ہیں جنکو انگریزی میں آئیس برگ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا آئیس برگ بسا اوقات بڑے سے بڑے پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ یہ ٹکڑے ٹوٹ کر سمندر میں اس طرح گرتے ہیں کہ ان کا اوپر کا حصہ پانی میں چلا جاتا ہے اور نیچے کا حصہ پانی کی سطح سے اوپر رہتا ہے۔ برف کے میدانوں کو اصطلاحی زبان میں (Calving) کا تجزیا کہتے ہیں اور ان ٹکڑوں کو (Berg) برگ کہا جاتا ہے۔

یہ خوبصورت مگر خطرناک عظیم الجثہ "بجلے برف" خلیج بافین میں بہہ کر بھنور میں پڑ جاتے ہیں اور پھر وہاں سے مغربی ساحل سے ملے ہوئے نہایت آہستہ آہستہ جنوب کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہانتک کہ ان کا یہ لامتناہی سلسلہ دھیرے دھیرے پگھلتا ہوا اور مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا لیبراڈار اور وہاں سے نیو فاؤنڈ لینڈ پہنچتا ہے۔

نیو فاؤنڈ لینڈ پر یہ اس خط کو عبور کرتے ہیں جو امریکہ اور انگلستان اور دوسرے شمالی یورپ کے بندرگاہوں تک پہنچنے کا جہازی راستہ ہے۔ لیبراڈار کی سمندری موجیں انھیں گلف اسٹریم میں دھکیل دیتی ہیں اور وہاں سے یہ رفتہ رفتہ وسط سمندر گرم پانی میں

پہنچ کر بالآخر پگھل کر پانی ہو جاتے ہیں۔

جہازوں کو ان برف کے متحرک تودوں سے صرف اسی وقت خطرہ ہوتا ہے جبکہ وہ ان کے راستہ کو عبور کرتے ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کا یہ طریقہ ہے کہ بین الاقوامی نگھبان برف جہازات نیوفاؤنڈلینڈ کے سواحل پر شمال کی طرف بڑھتے ہوئے تیار کھڑے رہتے ہیں اور ان تودوں کے جہازی راستہ میں داخل ہونے سے پہلے انھیں دیکھ لیتے ہیں۔ چونکہ یہ امر بالکل ناممکن ہے کہ ان کا راستہ بدل دیا جائے۔ یا انھیں پگھلا دیا جائے یا ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دئیے جائیں۔ اس لئے یہ نگھبان جہاز ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہوئے تمام جہازوں کو ان کے بہاؤ کی سمت موجودہ مقام اور رفتار کی برابر اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ یہ جہاز اسوقت تک برف کے ان تودوں کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں جب تک کہ وہ جہازی راستہ سے نکل کر وسط بحر میں نہ پہونچ جائیں جہاں پہنچنے کے بعد ان سے پھر کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

زیادہ تر حفاظت کی غرض سے ان نگھبان جہازوں میں تجربہ کیلئے حال میں ایجاد کیا ہوا ایک آلہ لگایا گیا ہے جس کو (Iceberg Alarm) (اطلاع خطرہ برف) کہتے ہیں اصل میں یہ آلہ سمندر کی گہرائی معلوم کرنے کے آلہ کی ایک ترمیم یا ترقی یافتہ صورت ہے۔ سمندر کی گہرائی معلوم کرنے کا آلہ اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک ایسی موج برقی سمندر کی تھ کی طرف بھیجی جاتی ہے جس کے تہ پر پہنچنے کے بعد آواز پیدا ہوتی ہے اور اسی موج کے توسط سے یہ آواز صدائے بازگشت کے طور پر پھر جہاز میں واپس آجاتی ہے آواز کی آمد و رفت میں جو عرصہ لگتا ہے اس سے جہاز کی تہ سے سمندر کی تھ تک کا فاصلہ دریافت کر لیا جاتا ہے پانی میں چونکہ آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ تک نہایت آہستہ یعنی فی سکنڈ ایک ہزار ایک سو فیٹ کی رفتار سے جاتی ہے اس لئے فاصلہ دریافت کرنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔

موسم صاف ہونیکی حالت میں یا دن کے وقت اسمیں شک نہیں کہ آئیس برگ دور سے باوجود اپنی خطرہ آمیزی کے افق میں ایک عجیب خوبصورتی پیدا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن رات کے وقت یا کہر کی حالت میں اس وقت تک اس کی موجودگی محسوس نہیں ہو سکتی جبتک کہ جہاز بالکل اس کے پہلو بہ پہلو نہ پہونچ جائے۔ اس کے علاوہ چونکہ آئیس برگ کا بیشتر حصہ پانی کے اندر ہوتا ہے اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ جو حصہ پانی کے اندر ہے وہ باہر والے حصہ سے بہت زیادہ پھیلا ہوا ہو اور برف کے پگھلنے کی وجہ سے اس کی سطح ہموار نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہو کہ جہاز والے صرف اوپری حصہ کا خیال کر کے مطمئن رہیں اور اندرونی حصہ جہاز کو یکایک تباہ کر دے۔

یہ امید کیجاتی ہے کہ آئیس برگ الارم کے ذریعہ سے جہاز کے قرب وجوار میں آجانے والے برف کے تودوں کا پتہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے اور لاسلکی پیامات کے ذریعہ سے حفاظتی اطلاعات مسلسل طور پر بھیجی جاسکتی ہیں اگرچہ نگہبان جہازوں میں اس کے نتیجے نہایت امید افزا صورت میں برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن عام طور پر اس جدید آلہ کی کامیابی کا سوال ابتک باقی ہے چھوٹے چھوٹے جہازوں میں جو برقی قوت کے ذریعہ سے چلتے ہیں نسبتاً دوسرے جہازوں کے مقابلہ میں کلوں وغیرہ کا شور بہت کم ہوتا ہے اور اس لئے صدائے بازگشت آسانی سے سنی جاسکتی ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کیا ان جہازوں میں بھی یہ آلہ کامیاب ہوسکتا ہے جو انجنوں کے ذریعہ سے چلتے ہیں اور جن میں ایسا شور وشغب رہتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اگر ان جہازوں میں بھی یہ آلہ کامیاب رہا تو پھر اس میں شک نہیں کہ شمالی بحر اٹلانٹک کے سلسلہ جہاز رانی کی صورت میں ایک بڑی سہولت کا اضافہ ہوجائیگا اور ایک نہایت شدید النوعیت خطرے سے نجات حاصل ہوجائیگی۔

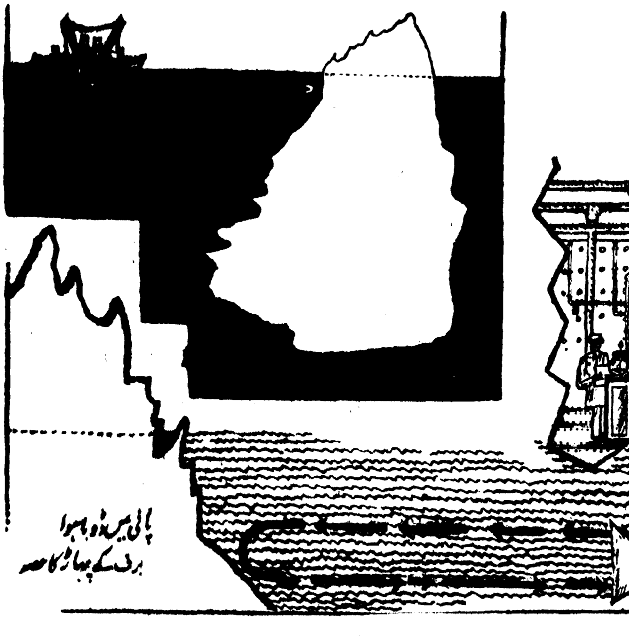
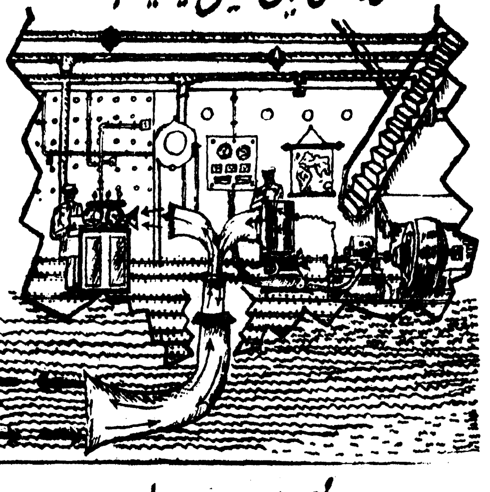

بوسہ پیما

ایک سائنس دان نے حال ہی میں یہ دریافت کیا ہے کہ بوسہ لینے کا اثر مرد پر بہت پڑتا ہے اور عورت پر کچھ نہیں۔

انگلستان کے شہرہ آفاق ڈرامانویس نے ایک جگہ ظاہر کیا ہے کہ جب کلیوپیٹرا کے لب انٹونی کے ہونٹوں سے وصل ہوئے تو اس حسین دیوی پر ایک عجیب مذبذب کی حالت طاری ہوگئی تھی

روم کے جید مصنف ہومر نے یونانی قصوں کے دوران میں لکھا ہے کہ جب شہر ٹرائے کی خوبصورت ترین عورت ہیلن نے اپنے عاشق پیرس پر اپنی محبت کا اظہار اس طریقہ سے کیا تو اس نازک بدن کا دل دھڑکنے لگا اور تمام جسم میں نہایت محظوظ تھرتھری سی پڑ گئی۔ ان دو کے علاوہ بھی اکثر ایسے مصنفین نے جو سائنس کے دلدادہ نہ تھے بوسہ کے متعلق اسی قسم کے نقشے کھینچے ہیں۔ لیکن سٹراسبرگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایموئیل شناک (Dr. Emmanuel Schmak) نے اپنے خونی داب (Blood pressure) کے آلہ کی مدد سے اس قسم کے نسوانی جذبہ کو غلط ثابت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

"عورت جس وقت پیار کرتی ہے تو قطب شمالی کی طرح سرد رہتی ہے اس کی "خونی داب" جو میں نے قطعی اور ناقابل اعتراض تجربوں سے ثابت کی ہے کبھی محسوس درجہ تک نہیں بڑھتی گو وہ کتنے ہی ظاہر جوش سے اپنے دلدارے کا بوسہ کیوں نہ لے۔ اس کی "خونی داب" کبھی ایک سو انیس درجہ سے نہیں بڑھی اور اس میں بھی شبہ کی گنجائش ہے کیونکہ عموماً وہ ۔۔۔ کے قریب ہوتی ہے"

عورتیں عموماً بہت بے پروائی سے بوسہ کا استعمال کرتی ہیں تمام گھریلو جانور (سوائے ایک کے) اس نشان محبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ یوروپ والیاں اپنے کتوں اور گھوڑوں کو پیار کئے بغیر نہیں رہ سکتیں تو انکی ہندوستانی بہنوں کو اپنی گلہریوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے بغیر چارہ نہیں۔ بہنوں بچوں اور ماؤں کو پیار کرنا تو ہر عورت کے ساتھ فرض کی طرح لگا ہوا ہے۔ غرضکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ بس پیار کئے جائیں۔

اب تک عام طور پر اس صفت کی تعریف ہوتی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب تیقن کے ساتھ کہتے ہیں "کہ اس کا کوئی مقصد اور اثر ہی نہیں۔ برتن دھونے، کپڑے بدلنے سے بھی ان کے دل پر اتنا ہی اثر ہوگا جتنا کہ کسی کو پیار کے ساتھ۔ روتے وقت بھی اس سے قلب کو تحریک ہوگی۔ اور یاد رہے کہ یہ صرف میرا زبانی جمع وخرچ ہی نہیں ہے"

ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ فیصلہ اور بھی ظلم کی حد تک پہنچ جاتا ہے جیسا وہ کہتے ہیں کہ صرف صنف نازک ہی کی یہ حالت ہے۔ مرد کی حالت بالکل جداگانہ ہے وہ نہایت جلد اس طریقہ سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے اکثر پُر جوشی کے ساتھ بوسہ لینا نقصان دہ ہے کیونکہ اس کا ان کی صحت پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد مجسم جذبہ ہے۔

"مرد کی بوسہ کے اشارے پر عجیب حالت ہو جاتی ہے معشوق کے لبوں سے ہونٹ ملتے ہی اس کی نبض اچھلنے لگتی ہے۔ اس کی "خونی داب" ۱۳۰ درجہ پر ہو جاتی ہے مگر اس بوسہ سے مراد نہایت معمولی

مطلب کیوں نہ ہو اگر اس پیار کا مطلب ذرا زیادہ گہرا ہو تو میرا آلہ ۱۳۵ درجے بتاتا ہے اور اگر قلبی تحریک بہت بڑی ہو تو ۱۴۰ درجہ ظاہر کرنے لگتا ہے مجھے ایسے لوگوں کا بھی تجربہ ہے جنکی پاک محبت نے خونی داب کو ۱۶۰ درجہ تک بڑھا دیا ہے وہ حکما جو "خونی داب" کی اصلیت پہچانتے ہیں سمجھ سکتے ہیں کہ یہ درجہ کتنا بڑھا ہوا ہے!" ڈاکٹر شماک کا یہ دعویٰ پرانے مسئلوں پر عجیب دلچسپ روشنی ڈالتا ہے مثلاً یہ کہ بعض حکما کا قول ہے کہ بوسہ بازی برقی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے خیال یا تحریک برقی کرنٹ ہو وے جو دماغ سے جاری ہوے اور رگ اور پٹھوں کے تاروں کی مدد سے دل اور پھیپڑوں تک پہنچ گئے اور ان میں ایک صحت بخش حرکت پیدا کر دی۔ دوسرے رگ پٹھوں نے یہ تحریک جسم کے مختلف حصوں میں پہنچائی۔ سر کی بعض نسوں نے ہونٹوں کو جنبش کا حکم جاری کر دیا۔ جب ہونٹوں کے دو جوڑے آپس میں ملے تو رد عمل اسی طرح ہوا جس طرح دو برقی تار ملانے پر ہوتا ہے۔

چونکہ جسم انسانی کا خون اور نسیں ہر بوسہ کے موقع پر موجود رہتی ہیں اس لئے اس وقت یہ بتانا مشکل ہے کہ ڈاکٹر شماک کا عقیدہ برقی شعلہ کی تکذیب کرتا ہے یا ایک دوسرے کی تائید۔

لیکن مختلف اصول والوں میں اختلاف ہونا ضرور ہے کیونکہ برقی اصول والوں کا خیال ہے کہ بوسہ لینے سے صحت بخش حرکت پیدا ہوتی ہے اور ڈاکٹر شماک کا عقیدہ ہے کہ زیادہ یا لمبی بوسہ بازی مرد کے لئے نہایت خطرناک ہے کیونکہ ڈر یہ ہے کہ دل کا انجن گرم ہو کر کہیں ایکدم ٹھنڈا نہ پڑ جاوے۔

یہ پرانی قسم کا بوسہ پیما ہے لیکن اب خونی داب کے اختناقی آلہ نے اس کی جگہ لے رکھی ہے چونکہ وہ ابھی معمل کے باہر نہیں نکلا ہے اس لئے اس کی تصویر مہیا نہ ہو سکی۔

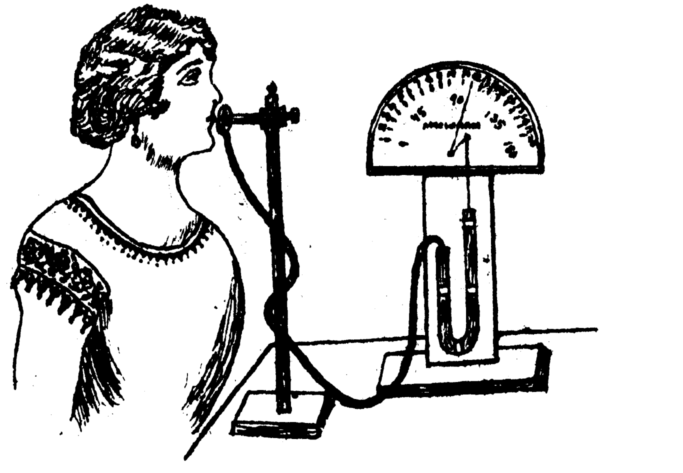

ایم - ایم - بیگ

ایک عجیب کڑھائی

کسی چیز کو تلنے کیلئے اسمیں شک نہیں کہ چکنائی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ مگر بد قسمتی سے تلجانے کے بعد یہ دیکھا جاتا ہے کہ گھی کا تو بہت کم حصہ تلی ہوئی چیز میں آیا ہے۔ البتہ چربی ڈھیروں موجود ہے۔ ایک مدت سے یہ کوشش کیجارہی تھی کہ کوئی ایسی ترکیب کیجائے جس سے چربی وغیرہ اور اسی قسم کے دوسری چیزیں جو خالص گھی وغیرہ میں ملا دیجاتی ہیں کھانے میں نہ آنے پائیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک ایسی کڑھائی ایجاد کیگئی ہے جس میں یہ صفت ہے کہ گھی کا جتنا خالص حصہ ہوتا ہے وہ تو اس چیز میں شریک ہوجاتا ہے جو تلی جاتی ہے اور جسقدر چربی وغیرہ ہوتی ہے وہ ان خانوں میں بیٹھ جاتی ہے جو اس کڑھائی میں بنائے گئے ہیں۔ اس ایجاد کا سہرا مسٹر ایم ایس ہیوز آف آلسٹن ماس Mr. M. S. Hughes of Allston, Mass., کے سر ہے

بقیہ مضمون صفحہ (۸۰) سامان تفریح

ایک تو آپکی نیند چلی جائیگی دوسرے آپ کو انکی صورت دیکھنے کا بھی اچھی طرح موقع ملے گا اس میں شک نہیں کہ وہ نہایت کریہ الصورت ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ سب سے کہتے پھرتے ہیں کہ آپ بالکل انکی صورت ہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ انکی صورت میں کچھ تبدیلی کردیں۔ سب سے پہلے یہ کوشش کیجیے کہ ناک آپکے ہاتھ میں آجائے۔ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچیے۔ اس میں اگر ناکامی ہو تو چپکے سے نظر بچا کے آنکھ میں انگلی بھونک دیجئے اور پھر تماشہ دیکھئے۔ آپ کی ایک انگلی سے تمام صورت بدل جاتی ہے۔ اور ایسی خوبصورت ہوجاتی ہے کہ بس دیکھتے ہی چلے جائیں۔

اس کے بعد بھی بستر پر پڑے رہنے دیجئے۔ بھئی مجھے تو اس میں بڑا لطف آتا ہے کہ وہ گھبرا گھبرا کر اپنے سر کے بال مٹھیاں بھر بھر کے نوچتے ہیں۔ یہ کام وہ آپ سے زیادہ اچھی طرح کر سکتے ہیں اس لئے کہ انکے ہاتھ آپ کے ہاتھوں سے کہیں بڑے ہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جیسے ہی ابا جان گھر میں قدم رکھیں تمام چیخنا چلانا فوراً موقوف کردیجئے اور نہایت متین صورت بنا کر بیٹھ جائیے ورنہ اس سے پہلے کہ آپ کو خبر ہو کہ ابا جان کا کیا ارادہ ہے گھی کا ایک بڑا چمچہ آپ کے حلق کے اندر ہوگا۔ اور پھر اس میں ابا جان کیلئے ہنسی بھی ہے۔ اماں جان کہیں گی کہ ذرا سی دیر کیلئے بچہ کو چپ نہیں رکھا گیا

جیسے جیسے ابا جان کی عمر بڑھتی جاتی ہے وہ سست اور بھاری بھر کم ہونا شروع کر دیتے ہیں اسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ وہ رات کو زیادہ تر سوتے ہیں۔ مگر اس کا علاج بھی آپ کے پاس ہے اپنے بستر سے چپکے سے اٹھ کر ان کے کان کے قریب منہ رکھکر ایک چیخ اور دو دھاڑیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ اماں جان کو نہ معلوم ہو جائے کہ آپ بستر سے کھسک کر ڈھیر ڈھیر کر رہے ہیں۔ ورنہ تمام محنت اکارت جائیگی۔ اور آپ کو دبوچ دباچ کر پھر سلا دیا جائیگا۔ اور ایک تھپکی کی آزمائش کی جائیگی کہ آپ پھر نہ جگیں

اگر کبھی ابا جان آپ کو اپنے ساتھ لیے دوستوں میں۔ یعنی مہمان دوستوں کے ساتھ آپ کو بیٹھنا پسند ہو تو اسکی بڑی آسان ترکیب میں آپکو بتائے دیتا ہوں انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا منہ کھولنا شروع کر دیجئے۔ وہ سمجھیں گے کہ آپ چیخنے والے ہیں اور تھوڑی دیر میں دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آپ اپنے گھر واپس آرہے ہونگے۔ اگر منہ کھولنا کافی نہ ہو تو اس کی ایک ترکیب اور بھی ہے جو کسی صورت میں ناکامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہے کہ اول دو ایک گہری سانسیں لیجئے اور پھر وہی پرانا حربہ "چیخنا اور رونا"

کبھی کبھی ابا جان کو خوش بھی کرنا چاہیے۔ اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ اپنے کھلونے خصوصیت کے ساتھ وہ کھلونے جو اچھی طرح چبھ سکتے ہوں۔ نوکیں اوپر کر کے ابا جان کے بستر پر چادر کے نیچے یا کرسی پر اس طرح چھوڑ دیجئے کہ ان کے بیٹھتے ہی کھلونے انہیں تمام کمرے میں مارے خوشی کے نچا نچا دیں گے

اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے ابا جان پہلے کی نسبت کس قدر زیادہ آپ کے لیے کار آمد ہوگئے ہیں"

ہمارا نقطۂ نظر

نیرنگ خیال

ہر انگریزی مہینے کی بیس تاریخ کو حکیم محمد یوسف حسن صاحب کی زیر ادارت لاہور سے نکلتا ہے۔ علمی مضامین عام طور پر اچھے ہوتے ہیں۔ ادبی مضامین میں خاص طور پر سلاست کا لحاظ رکھا جاتا ہے نظم کے انتخاب میں بھی بہ حیثیت مجموعی سمجھداری سے کام لیا جاتا ہے۔ لکھائی چھپائی کی طرف بھی کافی لحاظ رکھا جاتا ہے شروع میں ایک تصویر بھی ہوتی ہے رسالہ کی ضخامت ۵۰ صفحے کی ہے کاغذ بھی چکنا اور باریک ہے۔ بلحاظ صورت ظاہری و حسن معنوی من حیث المجموع رسالہ اچھا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپئے نمونہ کا پرچہ ۸ ؍ منیجر رسالہ نیرنگ خیال بارود خانہ لاہور سے مل سکتا ہے۔

تحفہ

انجمن ارباب اردو سرور نگر حیدرآباد دکن کے زیر ترتیب ہر ہلالی مہینہ کی پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے۔ مضامین بلا استثنا سب کے سب نہایت اچھے ہوتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مضمون نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ علمی مضامین خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند پایہ اور اعلیٰ ہوتے ہیں ادبی اور تاریخی مضامین تمام بہتر اور مضمون نگاروں کے مطالعہ اور مہارت فن کا کافی ثبوت دیتے ہیں لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے۔ کاغذ بھی دبیز اور چکنا ہے سرورق بھی خاصا دیدہ زیب ہے۔ ضخامت ۵۰ صفحے ہے۔ اور رسالہ کی مجموعی حیثیت اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ رسالہ کی ترتیب و تہذیب جن ہاتھوں میں ہے وہ اس قسم کے ادبی کاموں کے شدت سے اہل ہیں

رسالہ کے آخر میں غزلیات بھی درج ہوتی ہیں مگر اس حصہ کی طرف خاص طور پر توجہ اور زیادہ بے مروتی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ کی موجودہ صورت حال پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مستقبل اس کے لئے اس کی ابتدا سے بھی زیادہ شاندار رہے۔ سالانہ قیمت پانچ روپیہ ہے نمونہ کا پرچہ آٹھ آنے میں مل سکتا ہے۔ جملہ خط و کتابت معتمد اعزازی انجمن ارباب اردو (سرور نگر حیدرآباد دکن) سے ہونی چاہئے۔

تبصرۃ الاطباء

انجمن خادم الحکمت شاہدرہ کا ہندرہ روزہ طبی رسالہ ہے جو "بانی انجمن" "حکیم احمد الدین صاحب

"موجد طب جدید" کی زیر ادارت لاہور سے نکلتا ہے عام طور پر طبی مضامین شائع ہوتے ہیں اور طبی مسائل پر بحث کیجاتی ہے۔ طباعت و کتابت من حیث المجموع خاصی ہے۔ مجربات۔ اور سوالات و جوابات کیلئے بھی ایک حصہ وقف کیا گیا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس وقت دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء کا رسالہ ہے اس کے بعض حصے حقیقت یہ ہے کہ بلحاظ متانت گرے ہوئے ہیں جو طبی رسالوں کیلئے خصوصیت کے ساتھ لازمی ہے۔

ایک طبی رسالہ کیلئے جس سنجیدگی اور وقار کی ضرورت ہے وہ کم از کم اس پرچہ کی حد تک مفقود ہے قیمت سالانہ تین روپیہ ہے ضخامت ۴۲ صفحے۔ مینیجر تبصرۃ الاطباء انجمن خادم الحکمت۔ شاہدرہ لاہور سے ملسکتا ہے۔

کشاف

امام محمد الدین صاحب غریب کی زیر ادارت

امرتسر سے ہر انگریزی مہینے کی بائیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ علاوہ علمی اور ادبی مضامین کے علوم جفر۔ رمل۔ نجوم۔ ہندسہ اور کیمیا کے متعلق بھی کافی طور پر بحث کیجاتی ہے زبان میں کہیں کہیں پنجابی چٹخارے بھی ہوتے ہیں مثلاً نومبر سنہ ۱۹۲۴ء کے رسالہ میں ایک افسانہ "مسرت کا راز" کے نام سے درج کیا گیا ہے جو دراصل ٹالسٹائی کا ترجمہ ہے اس میں "جو لباس اس نے زیب تن کیا ہوا تھا" "ستر برس کی عمر میں اس نے اپنی تمام پشتم ...... حتی کہ کل مویشی فروخت کر ڈالے" "مہمان پردہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اماں صاحبہ" "اس پر مہمانان کی ہنسی ختم ہوئی" وغیرہ وغیرہ نہایت کشادہ دلی کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ دوسرے مضامین میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ مگر اس مضمون میں بالخصوص کثرت سے اس قسم کے جملے استعمال کئے گئے ہیں ایک مقام پر مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں: "الیاس نے اپنے پڑوسی کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنی بیوی سمیت اس کا نوکر ہو کر رہنے لگا" اور پھر اس پر ستم ظریفی یہ کہ پہلے پہل انھیں یہ کام مشکل معلوم ہوا" معلوم نہیں ہوتا کہ بیوی سمیت نوکری سے کیا مطلب ہے اور وہ کون سا خاص کام تھا جس کو اسقدر پردہ خفا میں رکھنا مناسب سمجھا گیا ہے نظم کے انتخاب میں بہت ہی فیاضی سے کام لیا جاتا ہے۔ نجوم وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے کافی معلومات کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور ان علوم سے واقفیت نہ رکھنے والے حضرات کو ان مسائل کے اچھی طرح سمجھانے کی کوشش کیگئی ہے۔ تقطیع بہت چھوٹی کاغذ۔ طباعت و کتابت خاصی۔ سالانہ قیمت عہ (ایک روپیہ بارہ آنے) ضخامت ۴۸ صفحے مینیجر رسالہ کشاف امرتسر سے مل سکتا ہے۔

سالگرہ نمبر فروری کا رسالہ سالگرہ نمبر ہوگا۔ امید ہے کہ آپ حضرات قصیدے یا قطعات اشاعت کیلئے بھیجینگے اختصار کا لحاظ رہے جو قصیدے یا قطع بہتر ہونگے صرف وہی شائع کئے جائینگے

ایڈیٹر

ادبیات

اخوت

چند ماہ میں ہی رسالہ پنجاب کے مشہور تجارتی شہر امرتسر سے عنقریب نکلنے والا ہے اس میں علمی، ادبی، اخلاقی، صنعتی، حرفتی، تجارتی، طبی، تمدنی، معاشرتی، مضامین نظم و نثر میں شائع ہوا کریں گے نیز طرحی غزلیات دلچسپ فسانے اور حیرت انگیز ناول ہونگے۔ چندہ سالانہ تین روپے نمونہ (۶؍) (حوالہ ضروری)

مینیجر اخوت امرتسر پنجاب

سرخ عقیق کے متبرک نگینے

ہمارے ہاں اعلیٰ درجہ کے اصلی سرخ عقیق کے نہایت ہی خوشنما چمکدار چھوٹے سے قیمتی نگینہ پر پوری سورۃ قل ہو اللہ یا کلمہ طیبہ یا آیۃ کریمہ یا آیۃ نظر بد یا لا الہ الا انت الملک الحق المبین یا چھوٹی سی کوئی اور عربی دعا سید کاری گری اور صفائی سے نہایت ہی خوشنما کھودی جاتی ہے لکھے ہوئے حروف بالکل سفید ہوتے ہیں ان حرفوں کا روشن چمکدار سفید رنگ ہمیشہ قائم رہتا ہے اگر کبھی بھی مٹ جاوے بلکہ ہلکا یا مدھم یا کبھی میلا بھی ہو جائے تو اپنی قیمت واپس منگا لیں۔ قیمت فی نگینہ صرف ۲ روپے۔ اگر سورۃ یا دعا کے نیچے اپنا نام بھی کھدوانا منظور ہو تو نام والے نگینے کے لئے ۲ روپے ۸ آنے بھیجیں۔ ہمیشہ دو ورقوں پر پورا لکھا ہوا عجیب حیرت انگیز قرآن شریف ہدیہ کر دیا۔ مفت کلمہ طیبہ لکھا ہوا پاول ایک آنہ کے ٹکٹ محصول کیلئے بھیجکر مفت منگالیں

پتہ مینیجر کارخانہ تبرکات انگوٹھی۔ پانی پت پنجاب

اردو زبان کا شاندار علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، طبی، اصلاحی، تفریحی، ملکی، سیاسی مضامین کا ماہوار مجموعہ

رسالۂ

سوز و ساز

دہلی

جو بفضل حمایت مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ملک کلام بیک وقت علمی منزل درگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی سے شائع ہوتا ہے رئیس القلم ملک کلام

قومی ترجمان ماہوار۔ سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر۔ نمونہ یا کسی ایک نمبر کی قیمت

[illegible] قیمت بذریعہ منی آرڈر [illegible] سالانہ قیمت بذریعہ وی پی [illegible] ششماہی قیمت بذریعہ وی پی [illegible]

طبی رسالہ — **المعالج** — طبی رسالہ

(ماہوار)

طب یونانی، ویدک، اور ڈاکٹری مضامین کا ایک بہترین مقبول طبی پرچہ ہے جو عرصہ ۸ سال سے زیر ادارت حکیم علیم الدین صاحب مجددی امرتسر سے باب و تاب شائع ہو رہا ہے۔ اس میں حفظان صحت کے قوانین متفرق امراض پر خاص خاص مضامین۔ مفرد بوٹیوں کے خواص و منافع کشتہ جات۔ نامی گرامی حکما کے صدری مجربات اور خریداران رسالہ کے سوال و جواب درج کئے جانے کے علاوہ۔ کمزوری، سستی۔ نامردی جیسی خطرناک بیماری کی نسبت خصوصیت سے بحث کیجاتی ہے۔ ہر حصہ ملک کے مشہور و معروف اطبا اس کی علمی امداد فرما رہے ہیں طبی دنیا کے لئے خاص و عام نے بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اگر آپ نے اسے ابھی تک نہ دیکھا ہو تو ایک پرچہ نمونتاً ضرور منگوا کر ملاحظہ فرمائیے قیمت سالانہ صرف عہ نمونہ مفت۔ خوشا دور پیشہ سالانہ چندہ دینے والے احباب کو۔ رموز صنعت کتاب قیمتی کو مفت دیجاتی ہے۔

مینیجر رسالۂ المعالج امرتسر پنجاب

ہندوستان بھر کا واحد تعلیمی ہفتہ وار اخبار

اخبار تعلیم لاہور

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی ملک کی زندگی اور حکومت کا انحصار محض اس کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیمی حالت نہایت ہی گری ہوئی ہے۔ چنانچہ تعلیم سے بے اعتنائی کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ ملک بھر میں اخبار ہذا کے اجراء سے پہلے کوئی بھی خالص تعلیمی اخبار نہ تھا۔ پس یہ اخبار تعلیمی معاملات کے دو ماہرین کامل کی ایڈیٹری میں ۱۵ اپریل سے محض تعلیمی معاملات پر بحث اور رائے زنی کرنے اشاعت تعلیم کی تجاویز سوچنے سررشتہ تعلیم کے جو اہلکاران اور بالخصوص کم مشاہرہ مدرسین کی زبردست وکالت اور ترجمانی کرنے۔ اور ہر قسم کے علمی عملی اور اخلاقی مضامین اور نیز تازہ بتازہ معلومات اور خبروں کے شائع کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ جسے سرکار کلکم و غیر سرکاری طور پر کثرت سے سکولوں میں بہم پہنچایا گیا ہے پس ہر مدرس ہر طالب علم اور دیگر بھی خواہ قوم و ملک کو اس کا خریدار بنکر خود مستفید ہونے کے علاوہ اپنے ملک و قوم کو بام عروج پر پہنچانا چاہیے لکھائی چھپائی۔ کاغذ دیدہ زیب اور قیمت صرف سالانہ للعہ ششماہی عہ نمونہ ملنے کا پتہ

مینیجر اخبار تعلیم لاہور احاطہ امام بخش متصل زنانہ گلی لاہور

دلکش

ادبی دلفریبیوں اور رنگینیوں کا مخزن تھکے ہوئے دماغوں کیلئے تفریحی علاج رنگین مزاجوں کے لئے ظرافت کا چشمہ کشتگان محبت کے لئے خضر راہ شاعری کے وجد آفرین نغمات کا مجموعہ دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہے چونکہ پہلا پرچہ تین ہزار شائع ہوگا اس لئے مشتہرین کیلئے یہ سنہری موقع ہوگا کہ پہلا پرچہ ماہ جولائی ۱۹۲۶ء میں شائع ہوگا قیمت سالانہ ڈیڑھ روپیہ نمونہ مفت مضامین اور خط و کتابت پتہ ذیل پر ارسال کریں

مینیجر رسالہ دلکش لاہور

سامانِ تفریح

وحید کو خدا نے کئی درجن لڑکیوں کے بعد ایک لڑکا بھی حال ہی میں "عنایت فرمایا ہے" مگر یہ شخص کسقدر ناشکرا واقع ہوا ہے جب دیکھو "نصر اللہ میاں! آفت آگئی ہے۔ جب دیکھو روتا رہتا ہے۔ نہ دن کو کوئی کام کر سکتے ہیں نہ رات کو نیند بھر سو سکتے ہیں"

ان نوجوان باپوں کو جب میں اپنے شیر خوار بچوں کو معاملات میں شیخیاں بگھارتے ہوئے سنتا ہوں تو مجھ پر لرزہ چڑھ جاتا ہے۔ مگر ایک بات کیلئے تو میں شرط بدنے کیلئے تیار ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب دو شیر خوار بچوں میں لڑائی ہوتی ہے تو انکی وجہ نزاع یہ نہیں ہوتی کہ "میرا باپ تیرے باپ سے خوبصورت ہے" میں نے جہاں تک یہ بچکانی زبان سمجھنے کی کوشش کی ہے میرے سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ جب ان گوشت کے دو زندہ لوتھڑوں میں بہت زیادہ میل جول ہو جاتا ہے تو وہ اکثر یہی کہتے ہیں۔ "یہ دیکھو جی۔ وہ ہیں نا وہ ہمارے باپ۔ ارے میاں وہ بغیر سہارے کی اکیلے چلتے پھرتے ہیں۔ اور ابھی انکی عمر کل تیس برس کی ہے۔ ان کو تمام شہر کی خبریں معلوم ہیں اور وہ سگریٹ کا دھواں اپنے کانوں سے نکال سکتے ہیں"

کل عجب اتفاق ہوا۔ حلیم صاحب اور وحید صاحب اپنے اپنے شیر خوار بچوں کے معاملہ میں ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے۔ حلیم صاحب فرماتے تھے کہ میری لڑکی تصویریں بنا سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کی بجائے پنسل آپ اپنے ہاتھ میں لیں اور کاغذ کو بھی خود ہی دوسرے ہاتھ سے پھراتے جائیں۔ وحید نے جواب دیا۔ "جی۔ میرا لڑکا ایسے ایسے مضمون لکھ سکتا ہے کہ آپ کو کبھی سوجھ بھی نہیں سکتے۔" بالآخر یہ طے پایا کہ اس مرتبہ وحید کے بچہ سے مضمون لکھوایا جائے۔ اور آئندہ حلیم صاحب کی بچی تصویریں بنا سکے بد قسمتی سے یہ خدمت میرے سپرد کی گئی کہ وحید کا بچہ جو کچھ کہے وہ میں لکھتا جاؤں۔

شیر خوار بچا ہو۔ ایک شیر خوار بچہ کیلئے سب سے زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ باپ کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تندرست اور شہ زور انسان ہو۔ بالخصوص اس لئے کہ جو باپ جسقدر زیادہ شہ زور ہوگا اسیقدر زیادہ وہ کما سکے گا۔ اور جسقدر وہ زیادہ کمائے گا اسی قدر زیادہ میٹھی میٹھی چیزیں کھانے کو ملیں گی۔

باپ کا وزن پیدائش کے وقت۔ آپکی پیدائش کے وقت۔ اوسطاً ڈیڑھ من ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ہی اس میں کمی ہونے لگتی ہے۔ مگر یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے اس لئے کہ جب آپکے دانت نکل آتے ہیں تو اس کا وزن پھر وہی ڈیڑھ من ڈیڑھ من ہو جاتا ہے۔

میری یہ رائے ہے کہ گھر بھر میں اگر کوئی چیز بیکار ہوتی

ہت تو دو؟ آپکی ذات ہے۔ سب سے بڑی افسوس کی بات یہ ہے
کہ بلی کی طرح آپ کے دم نہیں ہوتی جس سے آپ کھیل سکیں
اور پھر وہ یہ کرتے ہیں کہ جب گھر میں گھستے آپکو گود میں لے لیا
اور اچھالنا شروع کر دیا۔ اور جب وہ تمام دودھ جو آپ نے
بڑی مشکل کے ساتھ پیا تھا پیٹ میں سے نکل جاتا ہے
تو الٹا آپ ہی پر الزام رکھتے ہیں کہ بدہضمی ہوگئی ہے۔ دودھ
ڈال رہا ہے۔ کیا ناک میں دم ہے۔

سب سے بڑی تکلیف کا وقت وہ ہوتا ہے جب باپ
آپ کو پیار کرتا ہے۔ منہ میں سے سگریٹ کی بو آتی ہے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ گیس کا چولہا پیار کر رہا ہے۔ اور پھر
ان کے تمام ٹھوڑی کے کانٹے اُگے ہوتے ہیں۔ جنھیں آپ
چاہتے ہیں کہ توڑ کے پھینک دیں مگر وہ نہیں ٹوٹتے۔

مگر ایک دوسرے لحاظ سے باپ، ماں سے زیادہ
اچھے ہوتے ہیں۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ اماں جان
آپکو اباجان کے سپرد کر کے کہیں چلی گئی ہوں تو
ان کے گھر کے باہر قدم رکھتے ہی ۔ اباجان پہ لرزہ چڑھ
جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے
اس وقت تک بالکل چپ رہنا چاہئے جب تک کہ اباجان
اپنی دانست میں تمام کام ختم کر کے بالآخر کوئی کتاب
پڑھنے بیٹھ گئے ہوں۔ بس کتاب شروع کرتے ہی ۔ ایک
چیخ اور مسلسل رونا۔ اگر ایسے موقعہ پر کچھ قسمت کی مدد بھی
شامل حال ہوئی تو آپ دیکھ لینا کہ اباجان کتاب چھوڑ کر
کچھ اس قدر گھبرا کر اٹھیں گے کہ سامنے والے پلنگ سے
تو گھٹنے میں چوٹ آئے گی دروازہ میں گھستے گھستے
سر ٹکرائے گا اور آپ تک پہونچتے پہونچتے ٹھوکر کھا کر دھڑام
سے چاروں خانے چت۔ اور پھر جو چیزیں ان کے سامنے آئیں گی
وہ جلدی جلدی گھبرا گھبرا کر کھیلنے کیلئے آپ کے سامنے رکھتے
جائیں گے۔ آپ تھوڑی دیر تک اطمینان سے بیٹھے ہوئے
ایک ایک چیز توڑ توڑ کر تفریح حاصل کر سکتے ہیں۔ ہاں
یہ یاد رہے کہ ایسے موقعہ پر اباجان گھبراہٹ میں تمام
کانچ کی چیزیں ہی کھیلنے کیلئے آپ کے سامنے جمع کر دیتے
ہیں۔ اور ان کے توڑنے میں کوئی زیادہ وقت نہیں
ہوتی ان تمام چیزوں کے ایک ایک کر کے ٹوٹ جانیکے بعد
پھر ایک چیخ۔ اس مرتبہ اباجان آپ کے کپڑے اتارنیکی
کوشش کریں گے اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ رکھے
اماں جان ان سے کسقدر ہوشیار ہیں۔

اس کے بعد جب آپ رونا شروع کریں گے تو اباجان
فوراً اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ آپ بھوکے ہیں۔ اور یہی وہ
بات ہے جو انھیں اماں جان سے کہیں زیادہ ممتاز
کرتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ کوئلے۔ لکڑیاں۔ مٹی
اور سیاہی۔ زیادہ پسند کرتے ہیں اور اس لئے فوراً یہ تمام
چیزیں آپکے سامنے لاکر رکھدیں گے۔

اب اتنی دیر میں آپ کو تھکن کی وجہ سے نیند
آنے لگے گی۔ مگر یہ یاد رہے کہ ابھی آپ کو بہت کچھ کرنا ہے
اگر آپ سو گئے تو ممکن ہے کہ اباجان کوئی ایسا کام
کر بیٹھیں جس کا اثر ہماری "میٹھی میٹھی چیزوں" پر پڑے
اس لئے ایک اور چیخ۔ اس دفعہ وہ آپ کو گود میں
لیکر۔ اچھالنا شروع کریں گے۔ اس میں دو فائدے ہیں ۱

حکمت کا تم نے ایسا سبق پڑھا ہے کہ اس قسم کے خفیف اور رکیک احساسات سے تم کہیں بلند ہو۔ مجھے تمہارے کسی طرح ناراض ہونے کا شبہ تک نہیں اس لئے صاف دلی کیساتھ میری یہ استدعا ہے کہ اس معاملہ میں تم بھی میری طرفداری کرو۔ کلتا ندر کے پیام پر زور دو اور اس طرح تائید کرو کہ شادی کی خوشیوں والی گھڑی جلدی آجائے۔ میں یہ ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں اور اس مدعا کے لئے ....

ار۔ تمہارا ننھا سا خالی خولی ذہن اپنے زعم میں طعن تروز کے مزے لے رہا ہے۔ ایک ٹھکرایا ہوا دل کہہ اٹھا گیا کہ تم اپنے آپے سے باہر ہوئی جاتی ہو۔

آن۔ ٹھکرایا ہوا سہی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی کچھ بہت زیادہ اُسے ناپسند نہیں کرتی ہو۔ اگر تم اسے مجھ سے پہلے چھین سکتیں تو اس حرکت سے چوکتیں نہیں۔

ارے تم جیسی کے منہ لگنا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔ ایسی بیہودہ باتوں کا جواب خاموشی ہے۔

آن۔ یہ آپ کی بیحد نیکی ہے آپ نے ہمارے ساتھ رواداری اور چشم پوشی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

سین تیسرا
کلتانند اور آن ریت

آن۔ تمہارے صاف صاف کہہ دینے سے تمہاری بہن کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

کل۔ وہ اسی کی سزاوار ہے کہ اسے دندان شکن جواب دیا جائے۔ اس کے احمقانہ غرور اور اکڑ پر نظر کی جائے تو میری صاف گوئی بالکل حق بجانب تھی۔ ہاں۔ اب تم تو اجازت دے ہی چکی ہو میں تمہارے اباجان سے ملتا ہوں۔

آن۔ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ میری امّاں جان کو پہلے ہموار کر لیا جائے۔ اباجان بڑے ہی نرم طبیعت کے ہیں لیکن یہ بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس بات پر زبان دیدیں اس کو بھی پورا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی سرشت ایسی نیک اور ملائم بنائی ہے کہ وہ اپنی بیوی کی مرضی کے تابع ہیں۔ اماجان دراصل حکمران ہیں اور جب وہ ایک بات اپنے دل میں ٹھان لیتی ہیں تو پھر ان کا حکم اٹل ہوتا ہے۔ سچ پوچھو تو یہ اچھا ہوتا کہ تم اماجان اور میری بھولی سے ذرا زیادہ گھلو مِلو کرتے اس سے وہ پھول جاتیں اور تم پر نظر عنایت زیادہ ہو جاتی۔

کل میری سرشت میں ضرورت سے زیادہ کھرا پن ہے میں نے تمہاری بہن کی ان باتوں کی بھی کبھی تعریف نہیں کی جو تمہاری اماں اور بھولی سے ملتی جلتی ہیں علمدوست خواتین کچھ میرے مذاق کے مطابق نہیں یہ ضرور ہے کہ میں ایسی عورت کو پسند کرتا ہوں کہ ہر مسئلہ کے متعلق اسے کچھ نہ کچھ واقفیت ہو۔ لیکن مجھے ایسے علم و فضل کے شوق کی تاب نہیں جس کا مقصد صرف یہ ہو کہ ہمیں لوگ صاحب علم و فضل سمجھیں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ عورت بعض موقعوں پر اپنے آپ کو ایسی باتوں میں جنکو وہ جانتی بھی ہے جھوٹ موٹ جاہل بنالے یعنی وہ اپنے

علم کو چھپائے۔ صاحب علم ہو لیکن دل میں یہ خبط نہ ہو کہ لوگوں پر اپنی علمیت جتائے۔ بات بات میں بڑے بڑے مصنفوں کے جملے نہ دہرائے۔ موٹے موٹے لغت اور بھاری بھرکم فقرے نہ چھانٹے اور ذرا سا بہانہ پاکر اپنی ذہانت دکھلانے پر نہ تل جائے۔ میں تمہاری امّاں جان کا بہت احترام کرتا ہوں۔ مگر اُن کے تخیلات کو پسند نہیں کرتا اور نہ انکے ساتھ حال کھیل سکتا ہوں جب وہ اپنے علم و ذہانت کے دیوتا کے آگے بھجن گاتی ہوں۔ انکی موسو ترسوتین کی متعلقہ باتیں سہہ نہیں سکتا اور میرا ناک میں دم آجاتا ہے۔ وہ جب ایسے آدمی کا احترام کرتی ہیں تو مجھے غصہ آجاتا ہے اس کو بڑے مشاہیر ادب میں شمار کرتی ہیں

۱۴ حالانکہ وہ گدھا ہے اور اس کی اناپ شناپ تحریروں کا لوگ مضحکہ اڑاتے ہیں۔ وہ ایک جھوٹ موٹ کا عالم اور فاضل ہے اور اس کے قلم کے رشحات اس کام آتے ہیں کہ دکاندار ان کے پڑے باندھیں۔

آن۔ میرا اور تمہارا مذاق اس معاملے میں ایک ہے مجھے خود موسو ترسوتین کی تحریر اور گفتگو اجیرن سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اُس کا اثر اماجان پر بہت ہے ایسی صورت میں ذرا اس شخص کا زیادہ خیال رکھنا مناسب ہے۔ عاشق کو ان لوگوں کی بھی خاطر کرنی پڑتی ہے جو اُس کی محبوبہ کے اردگرد ہوں۔ ان سبھوں کو خوش کرنا پڑتا ہے تاکہ کوئی مخالفت نہ کرنے پائے۔ یہانتک کہ گھر میں جاہیتا کتا بھی ہو تو اُسے بھی ہلا لینا پڑتا ہے۔

کل۔ ہاں کہتی تو سچ ہو پر میں کیا کروں اس ترسوتین کی صورت کی دیکھتے ہی میرے دل کے اندر ایسی نفرت پیدا ہوتی ہے کہ میں بے آپے ہوجاتا ہوں یہ تو کبھی نہ ہوگا کہ اپنی نظروں میں اپنے کو ذلیل کروں محض اس لئے کہ اس کی تصنیفات کو سراہوں اور اسے اپنا طرفدار بناؤں۔ اس کی ایک آدھ تحریر پڑھ کر پہلی وفعہ ہی مجھے اس کی جانب توجہ ہوئی۔ میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی مگر اس کی تصنیفات نے مجھے اس سے بخوبی روشناس کردیا اس کی بیہودہ تحریریں میں ساری وہی خرافات ہے جو وہ ہر جگہ اپنی علمی نمود کے شوق میں دکھلاتا پھرتا ہے۔ خودبینی اور ہر وقت کی بڑائی۔ تنگ خیالی اور خودستائی۔ وہ انتہائی خوداعتمادی کی شان جو بے تکلف منہہ سے اپنی ستایش کے پھول جھڑواتی ہے اور جس کی وجہ سے ہر اپنی تصنیف کے بارے میں وہ اعلیٰ رائے قایم کرلیتا ہے اور جس کے باعث اس کو ایک طرح کی شہرت ضرور حاصل ہوگئی ہے۔ اس شہرت پر وہ اسقدر جان دیتا ہے کہ ایک کامیاب جرنیل کے اعزاز اور ناموری سے بھی اس کو نہ بدلے۔

آن۔ تمہاری نظر بہت تیز ہے کہ ان باتوں کو پالیا

کل۔ میں نے اس کی کتابیں پڑھ کر اپنے دل میں اس کی صورت شکل قرار دے لی ہے وہ جن اشعار سے لوگوں کی تواضع کرتا تھا ان کو پڑھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ شاعر کس قسم کی مٹی سے بنایا گیا ہے۔ میں نے اس کے خدوخال ٹھیک ٹھیک قیاس کئے ایک دن

باغ میں جو میں خود بدولت سے دوچار ہوا تو میں نے
فوراً اسے پہچان لیا میں شرط بد کر کہہ سکتا تھا کہ یہ حضرت
ترسوتین ہیں اور بعد کو معلوم ہوا کہ اگر کوئی مجھ سے شرط
بدتا تو میں جیت جاتا۔

آن۔ یہ بھی خوب لطیفہ ہے۔

کل۔ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ خیر۔ لو وہ تمہاری
پھوپی اماں آ رہی ہیں۔ اجازت ہو تو ان سے ہی پہل
کروں اور تمہاری اماں جان کو خوش کرنے سے پہلے ان
کو اپنا طرفدار بنالوں

سین چوتھا

کلتا نسدر ...... بلیس

کل۔ میڈم۔ بڑی عنایت ہوگی اگر آپ دو ایک باتیں
میری سن لیں اور ایک چاہنے والے دل کو موقع دیں
کہ وہ آپ سے اظہار کرے اپنی خالص دلبستگی ......

بلیس۔ اے ہے ذرا دھیرے دھیرے۔ اپنے
دل کا حال میرے سامنے یوں نہ بیان کیجئے۔
اگر میں نے تم کو اپنے حسن کے پرستاروں میں شامل
کیا ہے تو بس اسے ہی کافی سمجھئے کہ آپ کی آنکھوں
سے عشق ٹپکا کرے۔ اس آنکھوں والی زبان کے
علاوہ اور الفاظ میں ایسی خواہشات اور جذبات کی
وضاحت نہ کیجئے جن کو مجھ سے متعلق کرنا میں اپنی ذلت
اور اہانت سمجھتی ہوں۔ آپ مجھ سے عشق کیجئے
میرے لئے آہ و نالہ کیجئے اپنے روح کو میری دلفریبیوں
کے پیچھے تڑپائیے لیکن مجھے اس کی کانوں کان خبر نہ
ہونے پائے۔ میں تمہارے اندرونی جذبات سے
چشم پوشی کرسکتی ہوں اسوقت تک کہ آپ فطرتی زبان
یعنے خاموش اظہار الفت کی حد تک ہی رہیں۔ اگر لب
گویا اس معاملہ میں دخل دینے پر آمادہ ہو جائیں گے
تو پھر تمہیں اپنی نظروں سے دور کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی

کلتا۔ میرے دلی جذبات سے آپ گھبرائیں نہیں وہ
میرے دل کو جس نے موہ لیا ہے وہ آزیت کا حسن ہے
آپ سے میں صرف اس بات کا متمنی ہوں کہ اس کے حسن نے
میرے دل میں جو عشق پیدا کردیا ہے آپ اس کی تائید
اور طرفداری کریں۔

بل۔ اوہو میں مانتی ہوں کہ اس وقت کس چالاکی سے
بات بنائی ہے۔ ایسی نزاکت سے پیترا بدلا ہے کہ ۱۵
آفرین ہے۔ میں نے بھی بیسیوں ہی ناول پڑھے
ہیں لیکن ایسی انوکھی چال کہیں نظر سے نہیں گزری۔

کلتا۔ میڈم اس میں کوئی فریب داؤ پیچ کی بات نہیں میں نے
اپنے اصلی احساسات کا اظہار کیا ہے غضب ہے میرا دل
آزیت کی دلربائیوں میں اس طرح گرفتار ہو گیا ہے کہ اب
اس جال سے نکلنا ممکن نہیں آزیت میرے دل کی ٹھہر چکی
ملکہ ہے اور میری بڑی آرزو یہ ہے کہ آزیت سے بیاہ
ہو جائے۔ آپ اس نیک کام میں بہت مدد دے سکتی ہیں
اور میری آپ سے صرف یہ درخواست ہے کہ آپ میرے
پیام کی تائید کریں۔

بل۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کی درخواست کا کنایہ کس جانب
ہے میں جان گئی کہ آپ کی اس نام کے پردے میں در اصل

کیا مراد ہے۔ یہ استعارہ آپکی ذہانت کا پتہ دیتا ہے۔ میں اس استعارہ کی آڑ ہی میں اپنے دل کی بات آپ سے کہے دیتی ہوں۔ میرا جواب یہ ہے کہ آزیت تعلق زن و شو سے نفرت کرتی ہے۔ اگر تمہارا دل اس خواہش میں جل کر راکھ بھی ہو جائے تو بھی اس سے منہ موڑ رکھو کہ اس کی جانب سے تمہیں کوئی اچھا صلہ مل سکے

کلتا۔ میڈم۔ آخر باتوں کے اس طرح توڑنے مروڑنے سے کیا حاصل۔ کیوں آپ کو اس بات کے ماننے پر اصرار ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔

جل۔ خدا کے لئے۔ اب تکلف سے کام نہ لیجئے۔ اور ان باتوں سے انکار نہ کیجئے جو آپ کی نگاہیں مجھسے

۱۶ کہہ چکی ہیں۔ بس یہ کافی ہے کہ میں اس حال سے جو تمہارے عشق نے بڑے کمال کے ساتھ تمہیں سکھائی ناواقف نہیں ہوں۔ احترام نے تمہیں اس پر مجبور کیا کہ استعارہ کے پردے میں بات چیت کیجائے اور میں اس حد تک آمادہ ہوں کہ تمہارے اظہار عشق کو سمجھ لوں مگر ایک شرط ہے کہ یہ تمہاری فرط محبت کی بے تابی شرافت پر مبنی ہو اور تم میرے حسن کی دیوی پر اپنے روحانی جذبات کا نذرانہ چڑھایا کرو۔

کلتا۔ لیکن ....

جل۔ خدا حافظ۔ فی الحال اتنی باتیں ہی بہت ہیں میں اتنا بھی کہنا نہیں چاہتی تھی مگر خیر بات میں بات نکل آتی ہے۔

کلتا۔ لیکن تمہاری غلط فہمی ....

بل۔ بس اب ختم کیجئے۔ میرے چہرے سے شرم پڑی جھلک رہی ہے۔ میری حیاداری نے اتنا بھی جو سنا دہی بہت ہے۔

کلتا۔ جہنم میں جاؤں جو تم سے شمہ برابر بھی محبت میرے دل میں ہو۔ سمجھ دار می ....

بل۔ نہیں نہیں میں اب کچھ سننا نہیں چاہتی۔

کلتا۔ یہ ناسمجھ عورت اور اس کے خیالی پلاؤ سے شیطان سمجھے۔ اس درجہ حماقت۔ کسی نے کبھی دیکھی نہ سنی ہوگی میں اپنے معاملہ کو کسی اور سمجھ دار آدمی کے سپرد کردوں تو بہتر ہوگا! اور اسی کے مشورے پر کاربند رہوں۔

ایکٹ دوسرا

سین پہلا

(اریست ہکلتا نندر سے رخصت ہوتے ہوئے)

اریس۔ ہاں ہاں۔ میں جہاں تک ممکن ہوگا جلدی ہی جواب لاؤنگا۔ میں رو دونگا۔ میں اصرار کردن گا جو کچھ مجھ سے ممکن ہوگا کر گذروں گا۔ جن پر عشق کا بھوت سوار ہو جاتا ہے وہ صرف ایک لفظ "ہاں" کے لئے کتنی اور کیا کیا باتیں بگھارتے ہیں! اور پھر اپنے مقصد کے لئے ان کی بے صبری دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ہر گز ....

باقی آیندہ

حصۂ نظم

حمد

از جناب مولوی حکیم سید محمد صاحب شہید مرحوم و مغفور

تجھے یاں اگر جلوہ آرا نہ دیکھا | برا ہے سب اپنا دیکھا نہ دیکھا
ہمیں بیخودی سے گلہ ہے تو یہ ہے | کہ خود ہم نے اپنا تماشا نہ دیکھا
ہوئی تیری موسیٰ پہ کیا کیا عنایت | مگر اس نے تجھ کو نہ دیکھا نہ دیکھا
فروغ تجلی سے خیرہ نظر تھی | جو دیکھا بھی تجھ کو تو گویا نہ دیکھا
نہ چشم حقیقت نہ چشم بصیرت | ہمارا ہے کیا تجھ کو دیکھا نہ دیکھا
مکاں لامکاں کس جگہ تو نہیں ہے | تجھے کس جگہ جلوہ آرا نہ دیکھا
لیا کام ہر ایک سے جو اس نے چاہا | اشارہ شہید آنکھ تک کا نہ دیکھا

نعت

از جناب مولوی سید حمید الدین احمد صاحب رعنا (فیضی)

مقصد کن بیکوں شمع شبستان نیاز | مظہر شان خدا مرجع مردان نیاز
فخر ہر جن و ملک نازش نسل آدم | وجہ ایجاد جہاں۔ صاحب فرمان نیاز
کعبہ جود و سخا۔ مامن ارباب ہمم | قبلہ ہر دو جہاں۔ مقصد فیضان نیاز
رہبر راہ جناں۔ مالک حوض کوثر | حامی اسیاں۔ ساقی مستان نیاز
مطلع نور خدا۔ بدر جہان عرفان | شمع سینائے رضا۔ مہر درخشان نیاز
فخر سر خیل عرب ہاشمی و مطلبی | قوت پیر و صبی پناہ جوانان نیاز
طوطی گلشن مازاغ۔ بہار وحدت | قمری باغ دنیٰ۔ بلبل بستان نیاز
اے تری چشم کرم باعث امید نجات | اے ترا نقش قدم خضر بیابان نیاز
ہاں ادھر بھی ہو کرم اے شہ یثرب بطحا | میں بھی پھیلا ہوئے بیٹھا ہوں دامان نیاز
ایک میں ہی نہیں گم کردہ راہ طاعت | ایک میں ہی نہیں کچھ مرثیہ گویان نیاز
ہو گئی امت مرحومہ کی محفل برہم | اٹھ چکے جتنے کبھی تھے قدر شناسان نیاز
پیر میخانہ توحید نگاہ ہمت!! | باندھ لیں پھر ترے مانوس پیمان نیاز
ہم پہ ہو جائے اگر اب بھی توجہ تیری | ایک لمحہ میں اٹھا دیں کئی طوفان نیاز
ماسوا اللہ سے ہو جائیں سراسر نافر | پھر وہی ہم ہوں خراب مئے عرفان نیاز
پھر وہی ہم ہوں ترے حکم پہ مٹنے والے | پھر وہی دشت و جبل ہوں وہی سایان نیاز

❊

از جناب مولوی سید قمر حسن صاحب ام۔ اے۔ ال ال بی (علیگ)

لالۂ داغ عذار کی صورت | ہے خزاں میں بہار کی صورت
آمد یار ہے بہار کے ساتھ | نغمہ زن ہوں ہزار کی صورت
بیکسوں پر ہے دل مرا جلتا | سوز شمع مزار کی صورت
اس کی آنکھوں کو دیکھا تو نہیں | دیکھنی ہے خمار کی صورت
اس کے ہونٹوں پر اک تبسم ہے | غنچۂ نو بہار کی صورت
اس کے آتے ہی مٹ گئی کیسی | خود بہزرہ کار کی صورت
اس کے جاتے ہی ہو گئی کیسی | میرے صبر و قرار کی صورت
نقش معنی کہاں زمانے میں | دیکھتے ہیں نگار کی صورت
یہ فسون تغافل عجبا | ہائے رے بیقرار کی صورت
اٹھ رہی ہے نقاب چہرے سے | دیکھ رہی ہے بہار کی صورت
داستان عشق کی قمر سن کے | جل بجھے ہم شرار کی صورت

عہ ماشاء اللہ

ازجناب مولوی سید حسن صاحب حیرت (بدایونی)

حسن کا منہ تکا کیے ہو کر رہ گئے قائل سے ہم
ورنہ اے ظالم نہ دیتے دعوی باطل سے ہم

زندہ تیرے ڈوبے صبا غم کی آبرو
کس قدر شرمندہ ہیں اس ترجمان دل سے ہم

آؤ مل کر روئیں باہم اے اسیران قفس
تم ہمارے دل سے واقف ہو تمہارے دل سے ہم

موت آئی جان جائے حشر اٹھے دنیا مٹے
پر نہ اٹھنا ہے نہ اٹھیں گے تری محفل سے ہم

خوب گلزار دہر کی ہوائیں کھائیں گے
رستگاری پائیں گے جب قید آب و گل سے ہم

جب نہ تھا دل جلوہ گاہ یار ہم بھی کچھ نہ تھے
اب تو سب کچھ ہو گئے اس جوہر قابل سے ہم

المدد اے ہمت مردانہ راہ طلب
تھک کے بیٹھا چاہتے ہیں دوری منزل سے ہم

عشق ایک سوز دروں کی دوسری تعبیر ہے
صاف سنتے ہیں زبان شمع آتش دل سے ہم

غیر کی منت پذیری کی ضرورت ہی نہیں
فیض پاتا ہی خدا سے دل ہمارا دل سے ہم

کوہکن شیریں کو چاہے قیس لیلیٰ پر مرے
دل لگا بیٹھے ہیں حیرت مرشد کامل سے ہم

ازجناب سید اعجاز احمد صاحب اعجاز (ٹونکی)

یہ جس نے بھی شبیہ نازنیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
ہماری جان اس نے بالیقیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

ہوائے سینہ کوبی سے یہ آتش اور بھی بھڑکی
شب ماتم میں آہ آتشیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

جنوں اب سے نہیں طفلی ہی سے ہوں ننگ پیراہن
ہمیشہ میں نے اپنی آستیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

تمہارے ہاتھ چوموں میں ادھر تو آؤ ستمگارو
کہ تم نے تیغ کی ڈاڑھی انہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

تصور اس کا بھی اللہ اکبر طور سا ہی تھا
تری تصویر جس نے مہ جبیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

تری تصویر اے اعجاز اس کو کیوں نہ ہو پیاری
کہ اس نے خامہ اپنے نازنیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

ازجناب مولوی سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی مرحوم

تری تلاش میں جب سے ہوا مکان برباد
مکین خانۂ دل ہوں میں خانمان برباد

رہیں گی چرخ کی بے مہریاں نصیب عدو
ہمیں کریں گے ہمارے ہی مہربان برباد

رہے گا کون بھلا اس جہاں میں آسودہ
زمین خاک بسر اور آسمان برباد

غبار قافلہ باقی رہا نہ نقش قدم (ق)
ہوئے شکستہ مزاروں کے بھی نشان برباد

نہ پوچھ بیکسی رہروان ملک عدم
عجب طرح سے ہوا ہے یہ کاروان برباد

فراق یوسف میں کہتے تھے یعقوب
کیا ہے پیر فلک نے اوسے جوان برباد

نہ پوچھ شوکت وارفتہ حال کی ہم سے
کسے خبر کہ پھرا کرتا ہے کہاں برباد

—(۵)—

عالم بیخودی

ازجناب مولوی ابوظفر عبدالواحد صاحب ایم۔ اے

سخت حیران ہوں کچھ نہیں کھلتا
میری ہستی کا مدعا کیا ہے؟

پھر لگاؤ ہے زندگی کیوں ہے؟
موت کیا چیز ہے بقا کیا ہے؟

فکر فردا ہے کچھ نہ ہے غم دوش
یا الٰہی مجھے ہوا کیا ہے؟

دل میں ہے آرزو نہ ذوق طلب
ایسے جینے کا مدعا کیا ہے؟

بزم عالم سے کیوں تنفر ہے؟
ہائے "ناداں تجھے ہوا کیا ہے"؟

دیکھ کیفیت بہار جہاں
بھول جا خود کو نہ سوچتا کیا ہے؟

لطف ہے بیخودی میں خود کو دیکھ
خود کو نظروں میں تو لٹا کیا ہے؟

تجھ کو خود بینیاں تو فرصت دیں!
خاک دیکھے گا تو خدا کیا ہے؟

اے گرفتار علت و معلول
دیکھ اس پردے میں دھرا کیا ہے؟

دیکھ گلشن میں حسن شاخ و شجر
سوچ قدرت کا فلسفہ کیا ہے

رقص طاؤس کیوں ہے صحرا میں
جلوۂ حسن خود نما کیا ہے

شبنم اڑتی ہے کیوں بہ رنگ ہوا
بوئے گل ہائے فتنہ زا کیا ہے

ظلمت شب میں کون پنہاں ہے
جلوۂ صبح جانفزا کیا ہے

کیوں شفق کا لباس خونیں ہے
گل کی بے رنگی قبا کیا ہے

چٹکیاں دل میں کون لیتا ہے
حسن خوبان دلربا کیا ہے

کیوں ہے دنیا طلسم حسن جمال
مقصد صنع کبریا کیا ہے

اس میں مضمر ہے راز دہر تمام
سیکھ لے یہ سبق برا کیا ہے

دیکھ بے خودی میں حال جہاں
اور جام جہاں نما کیا ہے

تجھ پہ کھلجائے باب راز بقا
خود کو کردے فنا خدا ہوجا

حضرت آدم کی ناخلف اولاد

از جناب مولوی سید علی شبیر صاحب مترجم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

رغبت ہے آدمی کو برے واقعات سے
ہوتا ہے خوش جو پہنچ کسی کو ضرر گیا

اچھی خبر سنی تو چلی کان پر نہ جوں
سنتے ہیں قصے کہنے کو یہ دربدر گیا

لطف آ گیا سنے کہ فلاں پر ہوا عتاب
جاگیر اس کی ضبط ہوئی اس کا گھر گیا

باچھیں کھلیں جو شہر بدر ہو گیا کوئی
خوش ہو گیا جو عہدہ سے کوئی اتر گیا

دل ہو گیا بحال جو بگڑا کسی کا حال
جان آ گئی اگر کوئی نواب مر گیا

طوفان و زلزلے کی جو پڑھ لی کوئی خبر
بگڑا ہوا مزاج بھی دم میں سنور گیا

ریلیں کہیں لڑیں تو طبیعت ادھر لڑی
بلوہ کہیں ہوا تو دل اس کا ادھر گیا

آتش فشاں پہاڑ پھٹا اس کو لو لگی
پھر لینے یہ خوشی جو ملی اسکی خبر گیا

جب جنگ چھڑ گئی تو اسے عید ہو گئی
پھر ذکر ہے وہی جہاں بیٹھا جدھر گیا

بغلیں بجائیں اس نے کہ اس ملک میں بھی آ
لشکر وہ شادیانے بجاتا گزر گیا

باہر ہے جامے سے کہ ہوا فتح وہ بھی سا
مال غنیمت اتنا ادھر سے ادھر گیا

دل اس کا جمع ہے کہ فلاں شہر کو غنیم
کل گولے مار مار کے مسمار کر گیا

پھولے نہیں سمایا جو ٹوٹا محاصرہ
جب قتل عام کی سنی گویا نکھر گیا

دل باغ باغ ہے کہ رہے دس ہزار کھیت
جی بھر گیا جو لاشوں سے میدان بھر گیا

خوں ریز معرکہ نہ ہوا اب ہے یہ اداس
مارا گیا نہ کوئی تو دل اس کا مر گیا

تار التوائے جنگ کا پڑھ کر ہوا ملال
سن لی جو صلح کی وہیں چہرہ اتر گیا

القصہ الانس اب نہیں انسانیت کا جزو
ہو گا کبھی یہ پر اب وہ زمانہ گزر گیا

بالطبع آدمی کو تنفر ہے خیر سے
فی الواقعی بشر تھا جو یہ سوچ کر گیا

نقش قدم کو والد ماجد کے چھوڑ کر
یہ ناخلف شریر کسی اور پر گیا

انتخاب مولوی غلام پنجتن صاحب نقابی بی اے ایل ایل بی

وہ چھپ چھپ کے راتوں کو آنا کسی کا
مجھے چٹکی لیکر جگانا کسی کا

یہ نیچی نگاہیں تو کچھ کہہ رہی ہیں
اور ڈرا بیٹھیں گی بہشک نشانہ کسی کا

تسلی کی باتیں نہ کر مجھ سے واعظ
کہ معلوم ہے مجھ کو آنا کسی کا

وہ انداز اظہار الفت کے پیچھے
وہ شرم و حیا سے لجانا کسی کا

ہماری بھی بگڑی بنے زلف جاناں
مبارک تجھے سر چڑھانا کسی کا

غضب کر رہی ہیں یہ بانکی ادائیں
ستم ڈھا رہا ہے زمانہ کسی کا

سراپا ہوں ایک داستان محبت
سناؤں تمہیں کیا فسانہ کسی کا

وہ باہیں گلے میں مرے ڈال دینا
وہ آغوش الفت میں آنا کسی کا

رقیبوں پہ کیسا ستم کر گیا ہے
سر بزم مجھ کو بٹھانا کسی کا

شکایت ہے شمشاد کو کیوں تمہاری
یہ اچھا نہیں دل دکھانا کسی کا

رباعی

دانش ہے کہاں آئی جو بہر مرس میں لہر
کیوں بڑے بنجاتے ہیں علامہ دہر

کہنے لگی اک کشتہ سیماب بے علم
پکا ہو تو اکسیر ہے۔ کچا ہو تو زہر

از جناب وحشت کلکتوی مدظلہ[1]

عبث تھی یہ مدعا طرازی نہ تھا جو مقصد و جستجو کا
سوا ہوں محو نا امیدی خراب ہونا نہ آرزو کا

نگاہ گستی ہے بیکسانہ ٹپک رہی ہے بلا کی حسرت
صدا ہے گویا مری خموشی شہید ہوں شوق گفتگو کا

دل و جگر خون کر رہی ہے سرور عشرت کی ناتمامی
شراب خانے میں تیرے ساقی ہے کام کیا ساغر و سبو کا

کبھی میں گستاخ تھا تپش میں کبھی ہیں و نے میں بے محابا
نہ ڈھنگ آیا نماز ہی کا نہ کچھ سلیقہ مجھے وضو کا

بنے گا ذوق عطا خود اس کا محرک آشنا نوازی
طلب کی خاطر دراز کرنا ضرور کیا دست آرزو کا

دماغ میخانہ بے خودی کا نگاہ آئینہ تحیر
عجب کیفیتیں ہیں وحشت فریب خوردہ ہوں رنگ و بو کا

[1] یہ غزل حضرت [illegible]

از جناب مولوی محمد عباس صاحب حبیب اقدس

تجھے پردہ سے باہر آشنا لا ہی نہیں سکتے
تری گمنامیوں کا راز سمجھا ہی نہیں سکتے

نہاں رگ رگ میں ہے جو کیف سے ایکبار ظاہر کر
متاع درد وہ ہے کہ دکھلا ہی نہیں سکتے

اٹھیں فتنے قیامت آ ٹوٹے آسمان سر پر
مصیبت کے جو خوگر ہیں وہ گھبرا ہی نہیں سکتے

رہیں مت تو نہ جو قید ہستی کی کشاکش میں
ہجوم یاس یا وہ دل تجھ سے گھبرا ہی نہیں سکتے

گل داغ تمنا آسمان غم کے تارے ہیں
خزاں آئے اٹھے آندھی یہ مرجھا ہی نہیں سکتے

غلط انداز نظروں سے اگر دیکھا تو کیا دیکھا
کلیجے کو تو ایسے تیر برما ہی نہیں سکتے

قیامت تک تر و تازہ رہیں گے باغ عالم میں
مرے نخل امل کے پھول مرجھا ہی نہیں سکتے

نظر آتے نہیں جب نقش ہائے رہگذار ہم کو
کدھر یہ قافلہ جاتا ہے بتلا ہی نہیں سکتے

سراسیمہ خضر کے ساتھ کیوں پھرتا ہے اے اقدس
یہ میدان عمل کی راہ بتلا ہی نہیں سکتے

از جناب مولوی محمد علی صاحب نشتر

امتحاں ہم کر چکے سو بار رہنے دیجئے
آپ اپنے وصل کا اقرار رہنے دیجئے

ہاتھ نازک ہیں نہ کیجئے قصد میرے قتل کا
آپ سے اور اٹھ سکے تلوار رہنے دیجئے

قتل کی حسرت میں ہونے دیجئے عالم کا خون
اور دم بھر میان میں تلوار رہنے دیجئے

حکم ہو جلاد کو مجھ سخت جاں کے قتل کا
دست نازک کیوں تھکیں بیکار رہنے دیجئے

تربت نشتر کو ٹھکرایا تو بولی بیکسی
کچھ نشانِ کشتۂ رفتار رہنے دیجئے

شعر منثور

تمہارا خط مجھے ملا۔ کیا تمہیں بھی معلوم کرنیکی خواہش ہے کہ میری اسوقت کیا حالت ہوئی؟

رات بھر کی تاریکی کے بعد۔ آفتاب کی پہلی شعاع دنیا میں جو انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ میری دنیائے حیات میں بھی تمہارے خط نے وہی اور ویسا ہی انقلاب پیدا کر دیا۔ مگر جس طرح آفتاب ایک معین مدت تک اپنی جھلک دکھا کر ایک معین مدت کیلئے پھر دنیا کو تاریک اور اپنے دوبارہ آنے کا متمنی چھوڑ جاتا ہے۔ اسی طرح میرے جہان حیات کا انقلاب بھی عارضی تھا اور اب پھر وہی تاریکی طاری ہے اور تمہارے دوسرے خط کی آرزو لباس دل و دماغ پر مصروف ہنگامہ آرائی ہے۔ — رعنا۔

سرابِ مغرب

از جناب ابوظفر عبدالواحد صاحب ایم۔ اے

مغربی ممالک میں روسی ادب کی اشاعت روس کی تین نادر الکلام ہستیوں —— ٹرجنیف۔ طالسطائی اور دوستائی وسکائی —— کی تصانیف کی وجہ سے ہوئی ان کے ناولوں میں روس کی سچی رزمیہ زندگانی اور خیالات اور مقاصد کا پتہ چلتا ہے اور یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر روسی اہل قلم مدعائے وجود اور راستی کی تلاش و جستجو میں متفرق مشاہدات سے کام لے رہے ہیں۔ روس ایک بہت وسیع ملک ہے۔ اس میں یورپ کے دوسری ریاستوں سے زیادہ مختلف شکل و شباہت۔ احساسات اور خیالات کے لوگ آباد ہیں۔ روس نسبتاً "جوان" ملک ہے علم و تمدن کی راہ میں اس نے بہت دیر سے قدم اٹھایا لیکن جب وہ راہِ راست پر پڑ گیا تو اس نے دوسروں کے برابر پہنچ جانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ گو اس کی رفتار میں کہیں کہیں جلد بازی کے آثار پوشیدہ نظر آتے ہیں تاہم وہ بعض باتوں میں دوسروں کے برابر ہی نہیں بلکہ بڑھ بھی گیا

روسی زندگانی میں قرونِ وسطیٰ کے بہت سے حالات اور خیالات کئی صدیوں سے پائے جاتے ہیں اور اُن کے ساتھ ساتھ روسی اہل دماغ کی نفسیاتی و تخیلی قابلیتیں اور عوام کی آزادانہ روحانی دلچسپیاں مغربی یورپ سے بہت بڑھی چڑھی ہیں۔ روسی ادب میں جو شئے پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ان حالات زندگانی کا کھوج ملتا ہے جو اس نے صدہا پریشان کن تجربوں کے بعد اپنے صبر کے صلہ میں حاصل کئے ہیں۔ روسی مصنفوں میں اعلیٰ درجہ کے تخیل و تصور کے ہمراہ اصلیت اور انسانیت کے جوہر ہر جگہ روشن نظر آتے ہیں انکی تصانیف سے اس داخلی زندگانی کا پتہ چلتا ہے جو عملی صورت اختیار کرنے کیلئے بیتاب نظر آتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ روسی ناولیں ہر ملک میں اپنی دلچسپی کا سامان خود فراہم کر لیتی ہیں

مجھے قوی امید ہے کہ طالسطائی کی ناول (Kreutzer Sonata) جس کو جناب ابوظفر صاحب نے "سرابِ مغرب" کا نام دیا ہے ہندوستان اور اردو ادب میں ایک بہترین چیز ہوگی۔

کاونٹ لیو نکولیوچ طالسطائی (Count Leo Nicholaievitch Tolstoy) نامی شہرۂ آفاق روسی ناول نویس، شاعر اور سماجی ریفارمر ایک اعلیٰ خاندان میں بہ مقام یاسنیا پولینا (Yasnaya Poliana) سنہ ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوا۔ نو برس کی عمر میں ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اس کی دیکھ بھال اور پرورش ایک خالہ کے ذمہ رہی۔ سنہ ۱۸۴۳ء تک ایک فرانسیسی استاد کے زیر تعلیم رہنے کے بعد وہ کازن یونیورسٹی میں داخل ہوا

طالب علمی کے زمانہ میں اس نے کوئی علمی یا ادبی نمایاں کام نہیں کیا۔ کالج چھوڑنیکے بعد وہ چند سال تک لہو لعب اور مشاغل جوانی میں مصروف رہا۔ سنہ ۱۸۵۱ء میں طالسطائی، کوہ قاف کی روسی آرٹیلری میں شریک ہوا اور جنگ کریمیا چھڑ جانیکے بعد پرنس گورچکاف کے زیر کمان بمقام سلسٹریا (سنہ ۱۸۵۴ء) اور سیباسٹوپول (سنہ ۱۸۵۵ء) شریک جنگ رہا۔ اسی شد و مد کے زمانہ میں اس نے بہت سے پر لطف جنگی قصے لکھے جن کی وجہ سے سینٹ پیٹرسبرگ کے ادبی حلقوں میں اس کی بہت عزت ہونے لگی اس سے پیشتر بھی اس نے کئی کتابیں اور بہت سے مضامین لکھے تھے مگر اس کو یہ شہرت اور ہر دلعزیزی میسر ہوئی تھی جو ان چند قصوں کی وجہ سے حاصل ہوئی جب وہ جنگ کے بعد سینٹ پیٹرسبرگ واپس آیا تو سماجی اور ادبی حلقوں نے اس کا نہایت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا اسوقت روس میں سماجی ریفارم کی بہت کوشش ہو رہی تھی طالسطائی نے اس سے متاثر ہو کر اپنے تمام کسانوں کو جنکی حالت غلاموں سے بھی بدتر تھی آزاد کر دیا۔ اس کی اکثر کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسانوں کی ناگفتہ بہ حالت پر بہت ترس کھاتا تھا۔

سنہ ۱۸۶۲ء میں اُس نے سوفیا بھرس سے شادی کی اور اپنی عمر کا بقیہ حصہ حصول علم اور امداد غربا میں صرف کر دیا اس کے بعد کی تصانیف میں ( ) شریک ہے یہ تمام کتابیں اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر جس کے لئے اس نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی نصیحتانہ رنگ میں لکھی گئی ہیں۔

سنہ ۱۸۹۵ء میں وہ اپنی تمام جائداد سے دست بردار ہو گیا دنیاوی مال و دولت کو چھوڑ کر معمولی کسانوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا اور سنہ ۱۹۱۰ء میں وہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا

مرزا محی الدین بیگ

"**لیکن** میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اسکے ساتھ زنا کر چکا"

انجیل۔ (متی۔ باب ۵ - ۲۸)

شاگردوں نے اس سے کہا کہ اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے، تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں ٥ اس نے ان سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کر سکتے۔ مگر وہی جنہیں یہ قدرت دی گئی ہے ٥ کیونکہ بعض خوجے ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے۔ اور بعض خوجے ایسے ہیں جنہیں آدمیوں نے خوجہ بنایا۔ اور بعض خوجے ایسے ہیں جنھوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے!"

انجیل۔ (متی۔ باب ۱۹۔ ۱۰-۱۱-۱۲)

(۱)

موسم بہار کا آغاز تھا۔ دو دن اور ایک رات ہم نے بہ ہزار آفت ریل ہی میں گذارے تھوڑی تھوڑی دور جانیوالے مسافروں کی آمد و رفت کا تانتا برابر بندھا ہوا تھا۔ لیکن میرے علاوہ اور تین مسافر جب سے ٹرین روانہ ہوئی تھی، برابر جمے ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک ایک لیڈی تھی۔ جس کا شباب اور نسوانی حسن رخصت ہو چکا تھا۔ اس کے جسم پر ایک لانبا مردانہ اوورکوٹ تھا۔ سر پر فلٹ کیپ تھی۔ چہرے سے اندوہ و الم کے گہرے آثار نمایاں تھے۔

دوسرا شخص اس کا دوست تھا جس کا سن چالیس یا اسی کے لگ بھگ ہوگا، نئی پوشاک میں جگمگاتا ہوا بیٹھا تھا۔ تیسرا، ایک پستہ قد آدمی تھا جو بے چینی اور اضطراب کے عالم میں لڑکھڑاتا ہوا نظر آتا تھا۔ وہ سن رسیدہ تو نہ تھا گو اس کے بیشتر بال قبل از وقت سفید ہو چلے تھے۔ وہ مسافروں کی ریل پیل سے تھا تو دور مگر اس کی متجسس نگاہیں گرد و پیش کی اشیاء پر برابر پڑتی رہتی تھیں۔

وہ ایک پرانا اوورکوٹ پہنے تھا جس کی تراش خراش کسی سلیقہ شعار ہاتھوں کی کاریگری کا ثبوت دے رہی تھی۔ پھر اس پر استر خوانی کالر اور ٹوپی کی بہار مستزاد تھی۔ اوورکوٹ کے نیچے، بٹن کے کھلنے پر صدری اور کامدار قمیص کی صفائی بھی لطف سے خالی نہ تھی۔ اس شخص کا ایک یہ بھی خاصہ تھا کہ ذرا ذرا سے وقفہ کے بعد ایک عجیب آواز نکالتا تھا جو ہو بہو مشابہ ہوا کرتی تھی ایسی کھنکار یا ہنسی سے جو شروع ہوتے ہی یکایک بند ہو جائے۔ وہ مسافروں سے حالت سفر میں ارتباط بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ ہمراہیوں کی خواہش پر وہ کسی بات کا یوں ہی سا جواب دیدیا کرتا تھا۔ اور پھر پڑھنے، یا سگریٹ پینے، یا کھڑکی کے باہر دیکھنے میں مصروف ہو جاتا تھا جب۔ اس سے بھی تھک جاتا تو بجھ کر تا کہ ایک پرانے تھیلے سے کچھ چیزیں نکال کر چار بنانے میں مشغول ہو جاتا اور منھ چلانے لگتا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ اپنی تنہائی پر پریشان ہے اور میں نے کئی بار اس کو باتوں میں لگانے کی کوشش کی لیکن جوں ہی ہماری نظریں دوچار ہوتیں۔ اور حسن اتفاق سے یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا کیونکہ وہ ہمارے مقابل ہی کی جگہ پر ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنا منھ پھیر لیتا اور یا تو کتب بینی میں منہمک ہو جاتا یا کھڑکی کے باہر دیکھنے لگتا۔ ۳

دوسرے دن شام میں جب گاڑی ایک بڑے اسٹیشن پر ٹھہری تو یہ عجیب آدمی چائے بنانے کیلئے گرم پانی کی جستجو میں باہر نکلا۔ وکیل بھی نئی پوشاک میں اکڑتا ہوا اپنے ہمسفر دوست یعنی اسی لیڈی کو جو مردانہ لباس پہنے تھی، ساتھ لئے ہوئے چائے خوری کی غرض سے ریفرشمنٹ روم کی جانب بڑھا۔ ان لوگوں کے ہٹتے ہی کچھ اور تازہ مسافر گاڑی میں داخل ہوئے ان میں ایک داڑھی مونچھ منڈا بڈھا بھی تھا۔ اس کے چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں جسم پر

امریکن وضع کا ایک ادنی اور کوٹ تھا۔ سر پر کچھ عجیب سی ٹوپی تھی جس میں ایک لانبا طرہ لگا ہوا تھا۔ قیافہ سے کوئی سوداگر معلوم ہوتا تھا۔ غرض یہ شخص بھی آن کر اس جگہ کے مقابل جہاں وکیل اور لیڈی بیٹھی ہوئے تھے جم گیا۔ اور پھر ایک نوجوان آدمی سے جو ابھی داخل ہوا تھا اور اسی کا منشی معلوم ہوتا تھا باتیں کرنی شروع کر دیں۔

میں ان کے مقابل دور ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور چونکہ گاڑی کھڑی تھی، اس لئے جب کوئی راستہ پر چلتا نہ ہوتا تو ان کی باہمی گفتگو کا کچھ پتہ بھی لگا سکتا تھا۔ سوداگر نے خود ہی ابتدا کی

۴ کہ وہ اپنی جاگیر کو جا رہا ہے جو دوسرے اسٹیشن کے قریب ہی کچھ فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر جیسا تاجروں کا دستور ہوا کرتا ہے، بھاؤ، بیوپار، نرخ ماسکو کی کاروباری زندگی پر بحث ہوتی رہی۔ اور ہوتے ہوتے۔ نذنی نوگورڈ ( ) کے بازار کا ذکر چھڑا۔

اس پر منشی نے بازار ندکور میں ایک مشہور سوداگر کی .. کاری اور شراب کاریوں کا قصہ شروع کیا۔ ابھی اس گفتگو کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ بڈھے سوداگر نے کونیون ( ) کے میلے کی بدکاریوں کے پرانے تذکرے جن میں کبھی وہ خود بھی شریک تھا، دہرانے شروع کئے۔ وہ کھلے الفاظ میں نہایت فخر کے ساتھ رندانہ جلسوں کی شرکت کا حال بیان کرنے لگا۔ اور نہایت بشاشت کے ساتھ ایک امر اتفاقی

کا اظہار کرنے لگا جبکہ پھر اس نے خود اور سوداگر مذکور نے کونیون کے میلے میں ایک ایسی اوباشانہ حرکت کی تھی جس کے صاف اظہار سے تہذیب مانع ہے اس فقرے کے سنتے ہی ہنستے ہنستے منشی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ اور اس کی آواز گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچی۔ نوبت بانجا رسید کہ بڈھا سوداگر بھی ہنسی سے بے قابو ہو گیا۔ اور اس کی ہچکیاں نظر آنے لگیں۔

بہرحال انکی باتوں میں چونکہ دلچسپی کا سامان نہ تھا میں اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کے قریب اس غرض سے پہنچا کہ ٹرین کے روانہ ہونے تک کچھ دیر ٹہل کر دل بہلاؤں۔ میں نے ابھی دروازے کے باہر قدم رکھا بھی نہ تھا کہ وکیل اور لیڈی سے جب وہ لوگ واپس آ رہے تھے مڈبھیڑ ہو گئی اور اب کی بار وہ پرجوش گفتگو میں مصروف تھے۔

وکیل۔ (گھبراہٹ اور عجلت کے ساتھ) اب وقت نہیں ملنے کا۔ دوسری گھنٹی بجا ہی چاہتی ہے۔

اس کا خیال درست تھا۔ میں بدقت گاڑی کے سرے تک پہنچا ہوں گا کہ دوسری گھنٹی ہوئی۔ میں لوٹا۔ اور ان دونوں کو اسی طرح سرگرم بحث پایا۔ بڈھا سوداگر بھی انھیں کی طرف رخ کئے ہوئے ہمہ تن متوجہ تھا

اور کبھی ہونٹوں کی جنبش سے اظہار ناراضگی کئے جاتا تھا۔

میں سامنے سے گزر رہا تھا کہ وکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسنے اپنے شوہر سے صاف صاف کہدیا کہ اب وہ کسی صورت سے اس کی شریک حال اور غمخوار نہیں رہ سکتی۔ اور آیندہ اس قسم کی توقع بے سود ہوگی کیونکہ ....

قصہ کا تسلسل میں قایم نہ رکھ سکا۔ کیونکہ میں اپنی جگہ پر اچھی طرح بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ چند مسافر گاڑی میں گھس آے۔ ان کے پیچھے ہی ریلوے گارڈ، اور ایک قلی اسباب کی گٹھڑی سنبھالے آن پہنچا اور بڑی دیر تک ایسی ہلچل رہی کہ میں انکی باہمی ردوقدح کا کوئی اندازہ نہ کر سکا۔

شور جب کچھ کم ہوا تو وکیل کی آواز پھر میرے کانوں تک آنے لگی۔ لیکن اب میں نے محسوس کیا کہ گفتگو خانگی معاملات سے ہوتی ہوئی عام مبحث پر پہنچ گئی ہے۔ وکیل کہنے لگا کہ طلاق کے مسئلہ پر تمام یورپ سرگرم غور ہے۔ اور ہر خاص وعام کی توجہ اسی طرف ہے۔ اس سے قطع نظر ممالک روس میں ایسی رعیتیں جن میں طلاق دی گئی ہے عام ہوتی جاتی ہیں۔ پھر یکبارگی جب اُسے اس امر کا احساس ہوا کہ اس کی آواز کے سوا اور کسی کی آواز گاڑی میں سنائی نہیں دیتی وہ کچھ رکا اور پھر بڈھے سوداگر کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔

"زمانہ ماضی میں ایسے واقعات کبھی پیش آتے نہیں سنا، کہئے! میرا یہ دعوی صحیح نہیں؟"

سوداگر جواب میں کچھ کہنے ہی کو تھا۔ لیکن معاً ٹرین روانہ ہوگئی۔ ٹوپی اتار کر اس نے اشاروں سے فرضی صلیب بنایا اور کچھ گنگنانا شروع کیا۔ سوداگر کے وظائف اور اوراد سے فارغ ہونے تک وکیل منتظر اخلاق منتظر رہا۔ وظایف و ادعیہ سے فراغت پا کر اس نے پھر تین مرتبہ انگلیوں سے صلیبی نشان بنایا بعد ازاں ٹوپی کو خوب جھکا کر سر پر رکھ لیا۔ مڑ کے سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور پھر گفتگو شروع کی۔

"زمانہ ماضی میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے تھے۔ لیکن نہ اسقدر بہ کثرت جیسا آج کل۔ اور پھر ایسا ہونا کون سے تعجب کی بات ہے۔ خصوصاً ایسے زمانہ میں جب لوگ بلا کے روشن خیال ہوگئے ہیں"

جب گاڑی کی رفتار تیز ہوئی تو کھڑکھڑاہٹ کے باعث کچھ سنائی نہ دینے لگا۔ لیکن گفتگو چونکہ لطف سے خالی نہ تھی میں اور قریب کھسکا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ عجیب الخلقت چمکیلی آنکھوں والا آدمی بھی گفتگو کے مزے لینے لگا۔ اور اپنی جگہ سے ہٹنے یا ہلنے کے بغیر باتیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔

لیڈی۔ (نہایت سنجیدگی کے ساتھ) تعلیم کس معنی میں بُری ہے؟ وہ کون سو رہا ہے جو یہ کہے کہ شادی کا وہ پرانا اور فرسودہ طریقہ جبکہ دلہن اور دولہا

دونوں میں سے کسی کو ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہ ہوتا تھا، بہتر ہے۔" اور پھر عورتوں کے عام دستور کے مطابق معترض کا یوں ہی جواب دیکر، اپنی کہی رام کہانی شروع کی۔

"ان بیچاروں کو اس کا بھی علم نہ ہوتا تھا کہ دونوں میں محبت ہے بھی، یا آئندہ لگاؤ کی کوئی توقع بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر تمام شرایط انسانیت نظر انداز کر دی جاتی تھیں اور اسی بھونڈے طریقے سے ایجاب و قبول کرنا پڑتا تھا اور اس ناعاقبت اندیشی کا تمام عمر خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا سچ کہئے! کیا یہ صورت حال آپکی نظر میں بہتر ہے"

لیڈی کا روئے سخن زیادہ تر منیری اور وکیل کی جانب تھا، اور شاید ہی سوداگر کی طرف رہا ہو جس سے وہ بظاہر مخاطب تھی۔

بندے سوداگر نے لیڈی کو تنفر کی نظر سے دیکھکر سوال کا تو کوئی جواب نہ دیا لیکن پھر وہی الفاظ دہرائے:-

"ہاں!! آجکل لوگ بلا کے روشن خیال ہوگئے ہیں۔"

وکیل۔ (کسی قدر مسکراتے ہوئے) "موجودہ تعلیم اور زن و شوہر کی کشیدگی تعلقات میں جو ربط آپ بتلاتے ہیں، میں اسکے سننے کے لئے بخوشی آمادہ ہوں"

سوداگر کچھ کہنے ہی کو تھا کہ لیڈی نے قطع کلام کیا اور کہا۔

"نہیں نہیں! وہ پرانا زمانہ ہمیشہ کے لئے نیاسے رخصت ہوچکا"

بہرحال وکیل نے لیڈی کو کسی طرح روک تھام کر کہا "خدا کے لئے، ذرا ان حضرت کو تو کچھ کہنے دو"

سوداگر (ڈاکٹر کر) "تعلیم سے بیسیوں قباحتیں پیدا ہوتی ہیں"

لیڈی نے منیری، وکیل اور سوداگر کے منشی کی جانب جو مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ کر یہ مباحثہ سن رہا تھا، پھر بے ساختگی کی ادا میں مڑ کر قطع کلام کیا اور کہا:-

"لوگ مرد اور عورت کی گردنمیں بیاہ کا پھندا ڈالدیتے ہیں۔ خواہ دونوںمیں محبت ہو یا نہ ہو اور لطف یہ ہے کہ ایسے میاں بیوی ہونگی ان جن کو دیکھکر اظہار تعجب کرتے ہیں۔ اور پھر قصداً سوداگر کو چھیڑنے کی غرض سے کہنے لگی:-

"البتہ حیوانوں کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ جائز ہو سکتا ہے۔ آقا جس طرح چاہے انھیں جوت دیتا ہے۔ لیکن مرد اور عورت پہلو میں آزاد دل اور حوصلے رکھتے ہیں"

سوداگر۔ "آپ کا یہ انداز گفتگو درست نہیں۔ حیوان حیوان ہی ہے لیکن انسان کے لئے رسوم وقیود کی پابندی لازم ہے۔"

لیڈی۔ (عجلت کے ساتھ، اس لئے کہ وہ اور بھی خیالات جن کو وہ اپنی دانست میں بالکل اچھوتے جانتی تھی بیان کرنا چاہتی تھی۔)

"ہاں! لیکن عورت کا مرد کے ساتھ ایسی حالتمیں جبکہ کوئی محبت ہی نہ ہو کیسے نباہ ممکن ہے"

سوداگر (نہایت متانت کے ساتھ) "دو پہلے زمانہ میں ان باتوں کا کوئی لحاظ ہی نہیں کیا جاتا تھا۔

(باقی)

پروازِ خیال

زعفرجن ہوا میں اُڑتا اپنے پر و بازو پر ناز کرتا۔ اپنی قوت پرواز پر گھمنڈ کرتا ہوا آفتاب سے آنکھ لڑائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے زعم میں زمین و آسمان کچھ نہ سماتے تھے وہ جانتا تھا کہ دنیا والے اُسے صد سالہ ہونیکی وجہ سے مُسِن سمجھیں گے اور آسمان والے ناکردہ کار۔ لیکن رگوں میں گرم خون کا سیلان۔ طبیعت میں اُمنگ اور دل میں پریونکی تلاش کی خواہش ایسی نہ تھی جو اُسے یہ نہ بتا دیتی کہ اس کا عین عنفوانِ شباب تھا۔

پوری ایک صدی گزر گئی تھی لیکن اس جنوں کے شہزادے کو صنفِ مخالف سے ربط روحی نہ ہوا تھا۔ آج دفعتًا اس کے دل نے پھریری لی اور ایک خاص کیفیت اس پر طاری ہوئی۔ وہ مروارید کے محل میں بیٹھا ہوا ہیرے کے فوارے میں سے پانی کا گرنا اور گرتے گرتے موتیوں کی لڑی بنتا دیکھ رہا تھا کہ جسم تھرتھرایا۔ رونگٹے کھڑے ہوئے اور اسے اپنے میں ایک خاص قسم کی مسرت محسوس ہوئی اور وہ بیساختہ گاتا ہوا ہوا میں اُڑنے لگا۔

وہ اسی انوکھی کیفیت پر غور کرتا ہوا کبھی تھمتا۔ کبھی ابر کے شہروں سے اسے کا ٹتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اس کی نظر ابر کے ایک ٹکڑے پر پڑی جس کے سپید چمکتے ہوئے روئی کے پہل کے ڈھیر کو شعاعوں کی پہلی سنہری۔ دیویاں طرح طرح کے رنگوں سے رنگ رہی تھیں۔

زعفر کی آتش و باد کے بنی ہوئی آنکھیں۔ آفتاب کے سامنے نہ جھکنے والی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ اُسنے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اپنے میں طرح طرح کے جذبات محسوس کئے کچھ گھبراہٹ۔ کچھ اضطراب۔ کچھ استعجاب اور تھوڑا سا ڈر۔ ابکی گہن سے آہستہ آہستہ چھوٹنے والے ماہتاب کی طرح جو بند آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ سنہری پری ایک مخملی بادل پر سے سر لانبے بال جھٹکائے سانچے میں ڈھلی ٹانگیں پھیلائے پہلی پری کو بیٹھی چھیڑ رہی ہے۔ ہنستی ہے تو بجلی چمکتی ہے ابرو اُٹھتے ہیں تو قوسِ قزح بنتی ہے۔ ہاتھ ہلاتی ہے تو دنیا کا ذرّہ ذرہ چمک اُٹھتا ہے۔

زعفر نے آنکھوں سے اس تصویر کو پینا چاہا۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اور ہر بن مُو میں روح آکر پھڑپھڑانے لگی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں بند کرلیں اور دا ہنا بازو بڑھا کر چہرے کا آڑ کر لیا۔

کیوپڈ نے عرش کے جھروکے سے جھانک کر دیکھا اس جوانِ رعنا کی سادہ لوحی پر ہنسا اور کمان میں تیر جوڑ کر شست باندھی۔

زعفر ابھی تک ایک بازو سامنے کئے دوسرے کے ذریعہ ہوا پر قائم تھا۔ کہ دل مچلا نوجوان خون سرعت سے دماغ کی طرف چلا۔ گردن اور کنپٹی کی رگیں پھولیں۔ اور اُسنے ڈرتے ڈرتے پری پر حریص نگاہیں ڈالیں۔ تقاضائے شوق نے اُن مستی و مدھوشی کے سمندوں کو بھی ادہر پھیرا۔

بحرالکاہل و بحر منجمد ملے!

ؔ یونانیوں کا خدائے عشق۔ اُن کے خیال میں اس کے پاس دو طرح کے تیر ہیں ایک سنہرا۔ اور دوسرا جستہ کا۔ سنہرے تیر کا گھائل عاشق اور جستہ کے تیر کا زخمی حاسد ہوتا ہے۔ سائک کیوپڈ کی معشوقہ ہے۔

کیوپڈ کے قہقہے میں جیتی ترنم کی لہر آئی۔ کمان سے تیر چھوٹا۔ ہوا میں باب بار بدی کی صدائیں پھیلیں اور تیر کیوپڈ کا سنہرا تیر زعفر کا بایاں بازو توڑتا پہلو چھیدتا پر افشاں نکل گیا!

زعفر ہوا میں لڑکھڑایا اور ایک جگر سوز آہ کے ساتھ زمین، خس و خاشاک سے بھری زمین کیطرف چلا! گلابوں کی شاخیں جھکیں لالے نے آغوش محبت پھیلائی۔ لیکن وہ تیر عشق کا زخمی خون میں نہایا۔ خار مغیلاں میں آکر اٹک رہا!!

اس کا ٹوٹا ہوا بازو لٹک رہا تھا۔ اس کے دل سے خون کے فوارے نکل رہے تھے اس کا منکا ڈھلا ہوا تھا۔

سنہری پری ابھی تک اٹھکھیلیوں میں مشغول تھی کہ دفعتاً سائیک[1] کیوپڈ کی دوسری تصویر یا دوسرے رخ نے اپنے کھلے ہوئے جوڑے سے ریشم سے زیادہ نرم ایک بال کھینچا۔ اور اس کے دونوں سروں پر دو پھندے دیکر ہوا کے سپرد کر دیا ایک تو زعفر کے ڈھلے ہوئے سر میں جا کر اٹکا اور دوسرا غالباً سنہری پری کے گلے کی ہیکل بنا۔ اس لئے کہ دفعتاً پری نے پلٹ کر اپنے بسمل کو دم توڑتے دیکھا۔ اور پر جوڑ کر بھری کی طرح ٹوٹی اور زعفر کے پھول سے جسم پر شبنم کی طرح گری اور بلبل کی طرح فریاد کرنے لگی۔

اس تیر عشق کے گھائل نے جو روح کو ایک خاص طرف کھنچتے پایا گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ دفعتاً پھر صاعقہ طور سی چمک دکھلائی دی اور وہ بیہوش ہو گیا۔ اور اس کا آغوش محبت میں رہنے والا سر ببول کے کانٹوں پر بے بسی سے ڈھلک کر آ رہا۔

زعفر کی تشنجی بے چینی نے ہلتی ہوئی شاخوں کو اور جنبش دی اور اس کا بیجان جسم انکی گود سے پھسلتے ہوئے بچے کی طرح چھوٹ کر زمین کی طرف چلا۔ پری تڑپ کر اٹھی اور قبل اس کے کہ وہ گل اندام خودرو سبزے کے مخملی گدے پر پہنچ سکے اس نے جھپٹ کر زعفر کو بغل میں دبایا اور آسمان پر لے اڑی۔

علی عباس الحسینی ایم۔ اے

جی چاہتا ہے کہ میں اپنی ہستی کو تجھ میں فنا کر دوں اور پھر صرف تو ہی تو رہ جائے مگر ایک سراپا کثیف شئے ایک ہمہ تن لطیف چیز میں کس طرح جذب ہو سکتی ہے؟

کیا یہ ممکن نہیں کہ تو اپنی لطافت، اپنی قدوسیت اور اپنی الوہیت کی ایک موج ادھر بھی بھیج دے اور وہ اپنے بہاؤ کے ساتھ میری کثافت، میری معصیت اور میری عبدیت اپنے ساتھ بہا لیجائے اور پھر میں ان تمام چیزوں سے پاک اور صاف ہو کر اس قابل ہو جاؤں کہ تجھ میں جذب ہو سکوں۔

(رعنا)

معزز ناظرین نمائش

کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ باوجود متعدد بار تاکید کے جب کبھی آپ لوگ خط و کتابت فرماتے ہیں۔ چٹ نمبر کا حوالہ نہیں دیتے اس سے کارکنان رسالہ کا کسقدر وقت ضائع ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ لوگ نہیں کر سکتے۔ امید کہ آئندہ سے ضرور خیال رکھا جائے گا۔ منیجر

[1] کیوپڈ کی معشوقہ۔

خوفناک خون

(پیوستہ)

دونوں نے بگھی سے نیچے اتر کر حواس درست ہونے پر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنیکو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک ہونہار خوش رو نوجوان فوجی افسر اُنسے مخاطب ہو کر پوچھ رہا ہے۔ خدانخواستہ آپ لوگوں کو کوئی صدمہ تو نہیں پہنچا۔

مسز کرافرڈ۔ نہیں نہیں جناب خدا کا فضل ہو گیا آپکی عنایت سے ہم بالکل محفوظ رہے ہیں آپکی اس خالص ہمدردی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

نوجوان۔ واہ میں بھلا شکریہ ادا کرنیکی کیا بات ہے میں اتفاقاً اسوقت یہاں موجود تھا اس لئے آپکی مدد کو اپنا فرض سمجھا بلکہ میرے لئے خوش قسمتی کا باعث ہے کہ آپ لوگوں سے مجھے نیاز حاصل ہو گیا۔

مسز کرافرڈ۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ ہم نیازمند ہیں۔

نوجوان۔ اچھا اب بہتر یہ ہوگا کہ آپ سرائے کے ایک کمرے میں تھوڑی دیر سستالیں اس عرصہ میں گاڑی بھی درست ہو جائیگی مگر میرا خیال ہے کہ گاڑی معمولی طور پر درست ہو جانیکے قابل نہیں رہی ہے اچھا تشریف لے چلئے۔

مسز کرافرڈ۔ کیتھرائن اور نوجوان تینوں سرائے کے کمرے میں پہونچے تو نوجوان نے کہا کہ آپ تھوڑی دیر یہیں تشریف رکھیں میں گاڑی کی بابتہ تصفیہ کرکے حاضر ہوتا ہوں کہ آیا وہ کتنی دیر میں تیار ہو سکتی ہے اس لئے کہ اگر اس میں زیادہ عرصہ ہو جانے کا خوف ہوا تو کچھ دوسرا انتظام کیا جائیگا۔ آپ لوگوں کو کہاں تشریف لیجانا ہے۔

مسز کرافرڈ۔ ہم بیگشاٹ اپنے گھر جا رہے ہیں۔

نوجوان۔ اوہ بیگشاٹ تو یہاں سے قریب ہے اگر آپکی گاڑی میں زیادہ خرابی پائی گئی تو آپ کو کوئی فکر کرنیکی ضرورت نہیں ہے میری گاڑی آپ کیلئے حاضر ہے۔

مسز کرافرڈ۔ نہیں جناب آپ کیوں ناحق زحمت فرماتے ہیں۔ ہماری گاڑی تھوڑی دیر میں درست ہو جائیگی۔

نوجوان (باہر چلا گیا اور پھر واپس آکر کہنے لگا) آپکی گاڑی شام سے قبل درست نہیں ہو سکتی اور چونکہ شام تک آپ لوگوں کا یہاں ٹھہرنا تکلیف سے خالی نہیں ہے میں نے اپنی گاڑی حاضر کرنے کا حکم دیدیا ہے آپ اسمیں بآرام تشریف لیجائیں۔

مسز کرافرڈ۔ میں کن الفاظ میں آپکی اس سچی ہمدردی اور حقیقی خلق کا اعتراف کروں آپ نے ہمیں زیر بار احسان کر دیا۔

نوجوان۔ آپ کو اس کا مطلق خیال بھی نہ کرنا چاہئے بھلا یہ بھی کوئی بات ہے انسان ہی انسان کے کام آتا ہے وہ انسان ہی کیا جو کسیکی ضرورت اور وقت پر کام نہ آئے

ملازم (کمرے میں داخل ہو کر) جناب کپتان اسٹورٹ صاحب کی بگھی حاضر ہے۔

نوجوان۔ (ملازم سے) اچھا دیکھو۔ اس بگھی کا سامان

آمادگی اس بات کی رکھتے ہیں کہ خواتین سے مخاطب ہو کر آپ لوگوں کو یہ گاڑی نہایت آرام سے منزل مقصود پر پہونچا دیگی۔ آپ اسے بالکل اپنی سواری سمجھیں۔

مسز کرافرڈ۔ خدا آپ کو اس حسن سلوک کا اجر دے میں نہیں بیان کر سکتی کہ میں کسقدر آپکی عنایتوں کی مشکور ہوں۔

نوجوان۔ آپ کیوں ناحق مجھے شرمندہ کرتی ہیں۔ میں کس قابل ہوں۔ خدا حافظ اگر خدا کو منظور ہے پھر کبھی نیازمندی حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ آپ لوگ گوارا فرمائیں۔

مسز کرافرڈ۔ ہم کو اگر ایسا موقع ملے گا تو اس کو ہم اپنی خوش قسمتی سمجھینگے خدا حافظ ......

ناظرین گاڑی تو روانہ ہو گئی مگر اس نے نوبیلے نوجوان کے سینہ پر سانپ لوٹتا چھوڑ گئی۔ کیتھرائین کے حسن جہانسوز نے اس کے خرمن دل پر وہ زبردست بجلی گرائی تھی جس نے نہ صرف نوجوان کا دل راکھ ہو گیا تھا بلکہ خود کیتھرائین بھی اس ناگہانی ملاقات سے بیحد متاثر تھی گو ناظرین نے خود غور فرمایا ہوگا کہ اس ملاقات میں کسی موقع پر نہ جوان نے اس سے مخاطبت کی اور نہ خود کیتھرائین ہی نے کوئی مداخلت کی حتیٰ کہ دونوں میں معانقہ بھی جو ہوا وہ نہایت اجنبی حالت رکھتا تھا مگر آنکھوں آنکھوں میں ٹیلیفون ضرور ہو گیا تھا اور اس ذریعہ سے دونوں دلوں میں ضرور کچھ کچھ وعدے ہو گئے تھے۔ اب ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ اس نوجوان کا پورا پورا فوٹو سو ٹو کے بھی ہم پیش کر دیں گویا ناظرین سے اس کا پورا تعارف کرا دیں۔ کیونکہ آئندہ ہمارے قصہ سے اس کو خاص تعلق ہوگا۔

یہ شریف نوجوان لندن کے مشہور و معروف امیر سر ہنری فیلکس جولین استورٹ لارڈ فینن مور کا پسر ثانی آنریبل کپتان ولیم اسٹورٹ آف فینمور تھا۔ اس کی عمر کم و بیش بائیس سال کی ہوگی یہ نہایت حسین جامہ زیب خوش خلق جوانمرد نوجوان صالح تھا اس کے باپ نے اسے خاص جائداد ہبہ کر دی تھی جس کی بدولت وہ اپنی ملازمت کی آمدنی کے علاوہ بھی ایک معقول ذریعہ رکھتا تھا اس نوجوان کا چال چلن اس عمر میں اپنی آپ ہی نظیر تھا اس کے خلق نے اس کے ہمعصر عہدہ داروں اور دوستوں میں اسکو ہردلعزیز اور ماتحتوں میں سچا محب بنا دیا تھا۔ ان تمام اوصاف کے علاوہ اس میں صلاح جوئی کی بھی ایک خاص صفت موجود تھی۔ اور ان سب پر طرہ یہ تھا کہ وہ کسی حاجت مند ہستی کے لئے پہلے درجہ کا مخیر کہا جا سکتا تھا گو کپتان اسٹورٹ کے ان تمام صفات اور عادات و حالات سے مسز کرافرڈ اور کیتھرائین دونوں بالکل بیخبر تھیں مگر اس کے ظاہر شدہ خلق و مروت اور خدمت نے اب ان دونوں کو اس درجہ تسخیر کر لیا تھا کہ گھر پہنچنے تک بار بار دونوں ماں بیٹی آپس میں ایک ایک بات پر اس کی تعریف ہی کرتی رہیں اور اپنے دلوں میں اس کی اس بے لاگ ہمدردی کی بے حد مشکور تھیں

ساتواں باب

ڈیوک آف گلوسٹر کے باغ سے پرے افتادہ زمین پر ایک جھونپڑا واقع تھا جس کے رہنے والے دو میاں بی بی اور ایک ان کا جوان بیٹا تھا ان لوگوں کا طرز زندگی

وہاں سے الگ تھلگ تھا بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان بڈھا بڈھی کا بیٹا کہیں سے کچھ کما لاتا ہے تو ان کی بسر ہو جاتی ہے ورنہ اس سنسان اور ویران مقام میں یہ اور کیا کر سکتے ہیں۔ یا شاید بعض اوقات انکی سیر تیتی ریونگٹن ایسے آزاد منش بھی کر دیا کرتے ہونگے چنانچہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے کسی باب میں ریونگٹن نے ظاہر کیا ہے کہ میں اکثر خوف کے موقع پر اسی جھونپڑی میں پناہ لیا کرتا ہوں اب تو ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ انہی حضرت ڈمک کی جھونپڑی ہے جس سے آرنالڈ کی پارٹی بہت بڑا پارٹ لینے والی ہے۔ اس وقت ہم مسٹر ریونگٹن کو اس جھونپڑی کی طرف جاتا ہوا پاتے ہیں۔ آیئے دیکھیں اس ملاقات میں کیا راز کھلتے ہیں۔

مسز ڈمک۔ (ریونگٹن کو آتا دیکھکر قریب پہنچ جانے پر) آہا مسٹر ریونگٹن ایک مدت کے بعد راستہ بھول نکلے۔ آیئے آیئے۔ کہئے زمانہ کا کیا رنگ ڈھنگ ہے۔ میرے خیال میں آجکل تو کچھ معاملہ بند سا ہو گیا ہے شریف آدمیوں کی تو یوں کہئے بڑی کٹھن زندگی کٹ رہی ہے۔

ریونگٹن۔ جی اور کیا بڑی مشکل کے دن آگئے ہیں اچھا یہ تو بتلائے مسٹر ڈمک بخیریت ہیں اور گھر پر ہیں نہیں یا کہیں سیر شکار کو گئے ہوئے ہیں۔

مسز ڈمک۔ اجی جناب کہاں کی سیر اور کیسا شکار وہ منحوس کاہل الوجود بڈھا اپنے بستر پر پڑا مکھیاں مار رہا ہے اسے اور کام ہی کیا ہے۔ اس کمبخت نے تین مہینے ہوگئے کہ گھر کی چوکھٹ نہیں دیکھی وہ تو کہو میں مجبور ہو کر اپنے لڑکے کو بیگستان کی سڑک پر کچھ نوچ کھسوٹ کرنے بھیجدیا کرتی ہوں جس سے کام بھی چل رہا ہے ورنہ یہاں فاقہ پر فاقہ اڑیں اور اسے پروا نہ ہو۔

ریونگٹن۔ (ہنس کر) ہاں تو اب اس بیچارے بڈھے کی عمر کا یہی تقاضہ ہے اور خدا رکھے یہ آپ کے صاحبزادے ہی کے کما کر کھلانے کے دن ہیں

مسز ڈمک۔ مگر جناب پولیس بھی تو بلا کی پیچھے پڑی رہتی ہے اب کل ہی کا واقعہ ہے کہ وہ بال بال بچگیا ورنہ سمجھو کہ پہنچ ہی گیا تھا بڑے گھر۔

ریونگٹن۔ ارے کیا حقیقت میں وہ پھنس گیا تھا۔

مسز ڈمک۔ جی اور کیا مگر وہ تو یہ سمجھئے ہیں کچھ ایسے ہی موقعوں کیلئے چار پیسے لگائے رکھتی ہوں۔ جو کام آجاتے ہیں اور یہی کل بھی ہوا کہ کوتوالی والوں کو کچھ نذرانہ دیکے دلا کر جان چھڑائی۔ مگر اس نذرانہ کی کسر نکالنے آج پھر وہ چلا گیا ہے دیکھئے کیا ہو۔

ریونگٹن۔ اچھا اب میں مسٹر ڈمک سے ملنا چاہتا ہوں کیا وہ مل سکیں گے۔

مسز ڈمک۔ کیوں نہیں۔ آپ ٹھیریں میں اسے ابھی بلائے لاتی ہوں۔

ریونگٹن وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور مسز ڈمک اپنی زبردست توند ہلاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ جس کمرے میں ریونگٹن بیٹھا ہوا تھا اس کی موجودہ حالت بہت پاک و صاف تھی الماریوں پر چینی کے طلائی کام والے برتن نہایت خوبصورتی سے سجے ہوئے تھے۔ فرش

بھی اس کمرے کا سرخ نیٹون کا تھا بہر حال کمرے کے دیکھنے سے یہہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں کوئی مفلس اور قلاش خاندان زندگی بسر کرتا ہے گو مسٹر ڈمک کا طرز کلام کسی قدر ثقیل تھا مگر وہ بالکل پاک وصاف رہنے کی عادی تھی اور ایک ساٹھ سالہ خانہ دار عورت تھی

اتنے میں ایک بڈھا ساٹھ سالہ اس کمرے میں داخل ہوا جس کی حلقوں میں دھنسی ہوئی چمکدار آنکھیں اس کی ریاکاریوں اور چالاکیوں کا ثبوت دے رہی تھیں اور یہہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص کسی بدنیتی کے کام میں خاص مدد دے سکیگا - اس کی سوانح عمری مختصراً یہہ ہے کہ اوائل عمری میں یہہ ایک سپاہی تھا اور اس کے بعد نہ معلوم کن ذرائع سے کچھ تجارت کرنے لگا تھا مگر کچھ چلی نہیں جس کی وجہ سے وہ بڑے خسارے میں آ گیا اس کے بعد سے اس نے ویران مقامات میں بسیرا لیکر کچھ چھوٹے موٹے لوٹ مار کے کام شروع کر دئے - اسکی بیوی چونکہ نہایت چالاک اور ہوشیار عورت تھی اور ایک معمولی درجہ کے خاندان کی لڑکی تھی اس لئے کچھ ایسے ذرائع اختیار کئے جس کی بدولت ایک عرصہ سے بڈھے کو بغیر کسی مزید محنت و مشقت کے گھر بیٹھے روٹی ملنے لگی چونکہ ڈمک کاہل اور آرام پسند تھا اس نے اس سلسلہ پر اپنے آرام کے مقابلہ میں کبھی غور بھی نہیں کیا کہ میرا گھر کا کس رنگ میں ہے اور کیا کیا کرتا ہے اور اس کے چال چلن کا کیا حال ہے غرض یہہ شخص تھا جو اس کمرے میں داخل ہو کر ریونگٹن کی طرف نہایت عقیدت سے اپنی گردن جھکا دی گویا اس طرح اس کی تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسم سلام ادا کی۔

ریونگٹن - (بڈھے کو سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے) مسٹر ڈمک میں آپ سے آج ایک نہایت اہم اور ضروری معاملہ میں گفتگو کرنے کیلئے آیا ہوں۔ ہماری پارٹی نے ایک تجویز سوچی ہے جس کی بدولت تم کو بھی معتدبہ مالی منافع حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ تم مقررہ خدمات کی ادائی کیلئے کمربستہ ہو جاؤ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کا بھی وعدہ کرلو۔ ہمارے اس چال کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ مہاجنوں کی تھیلیوں کے منہہ ہمارے لئے بے دریغ کھل جائیں گے۔ یہودیونکو آرزو ہوگی کہ ہم ان سے معاملت کریں اور اس طرح لندن کی اعلیٰ سے اعلیٰ کمپنی سے ہم بیدریغ قرض حاصل کرسکیں گے اور نتیجہ یہہ ہوگا کہ ہماری پارٹی کے ایک نوجوان شخص کی شادی ہماری ظاہر داری کی بدولت کسی اعلیٰ خاندان اور دولتمند لڑکی سے ہو جائیگی۔

مسٹر ڈمک - بھئی واللہ آپ نے تو مجھے حیران ہی کر دیا کیا حقیقت میں میں اس ضعیفی میں بھی کسی ایسی خدمت کے قابل ثابت ہو سکتا ہوں جس کے نتائج ایسے شاندار اور زرین ہوں۔

ریونگٹن - یقیناً بشرطیکہ تم اپنی کاہلیت اور سستی کو اکدم دور کرکے نہایت پھرتی اور چالاکی سے اپنے پارٹ کی انجام دہی پر تیار ہو جاؤ۔

مسٹر ڈمک - آپ اس سے تو بالکل بے فکر رہیں۔

(باقی)

رسالۂ نمائش

اسفندار ۱۳۳۴ فصلی | جنوری ۱۹۲۴ عیسوی | نمبر ۳۰

فہرست مضامین

ں کے حصول کا طریقہ	دفتر رسالہ	۱۰۳
بالدینا۔ بیکار ربر کا استعمال	” ”	۱۰۵
	” ”	۱۰۶
رنے کا طریقہ۔ لوہے اور پیتل کو زنگ لگنے کا طریقہ۔ مینشل بنانے کا طریقہ۔	” ”	۱۰۷
روغن میں چمک پیدا کرنے کا طریقہ۔ کاغذی شہد سے	” ”	۱۰۸
بادکی سیر	جناب نواب محمد علیخاں صاحب	۱۱۱
	دفتر رسالہ	۱۱۴
ر	” ”	۱۱۵
ش	جناب مولوی مرزا ساجا بیگ صاحب	۱۱۹
ں حیرت خیز اثرات	دفتر رسالہ	۱۲۱

ادبیات

واتین	جناب مولوی محمد عظمت اللہ خانصاحب بی۔ اے	۱۲۹
ں	” ” وحشت صاحب کلکتوی	۱۳۳
ر	” ” سید محمد صاحب شہید امروہوی مرحوم	۱۳۳
ر	” ” قمر حسن صاحب قمر ایم اے ایل ایل بی (علیگ)	۱۳۳
	” ” سید حمید الدین احمد صاحب (رعنا)	۱۳۳
	” ” قمر الدین احمد صاحب قمر بدایونی بی۔ اے	۱۳۴
	” ” سید حسین صاحب حیرت بدایونی	۱۳۴
غرب	” ” ابوظفر عبد الواحد صاحب ایم اے	۱۳۵
ن	” ” مولوی ضیا حسین صاحب فاروقی	۱۳۶

منافع بحساب پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ

تحت تاریخ ۳۲ جون ۱۹۲۴ء تقسیم کیا گیا

دی انڈسٹریل اینڈ کمپیل کمپنی لمیٹڈ

رجسٹر شدہ ممالک محروسہ سرکار عالی

سرمایہ مجوزہ — ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ

منقسم بہ چار ہزار حصص۔ فی حصہ پچیس روپیہ — اقساط پانچ پانچ روپیہ

(ڈائرکٹران) ڈاکٹر سید محمود علی صاحب۔ مولوی سید محمد علی صاحب

مولوی سید احمد علی صاحب۔ مولوی سید کاظم علی صاحب۔ مولوی سید بشیر علی صاحب

مولوی سید عباس علی صاحب۔ مولوی سید حامد علی صاحب

مشیر قانونی: مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ

آڈیٹر: سالوی۔ ایف سی۔ آر۔ اے۔ پرائیویٹ اکونٹنٹ اینڈ آڈیٹر

بینکرس۔ امپیریل بنک آف انڈیا۔ سنٹرل بنک آف انڈیا لمیٹڈ۔

منیجنگ ایجنٹس۔ مسرس ایس احمد علی اینڈ برادرس۔

رجسٹرڈ آفس۔ دار الشفا۔ حیدرآباد دکن

مفت

مخبر عالم مراد آباد

مخبر عالم (ہفتہ وار) روہیلکھنڈ کا مشہور و معروف ۳۲ سال کا پرانا اخبار ہے جس میں واقعات ونیس۔ علمی و تاریخی مضمون۔ مشاہیر عالم۔ عالم نسواں۔ یاد رکھنے کی باتیں۔ عالم طب۔ تجارت۔ استفسارات۔ شعر و سخن۔ اور ظرافت کے مقررہ عنوان کے علاوہ قابل قدر ملکی سیاسی۔ تمدنی۔ اور معاشرتی مضامین۔ عربی اخبارات کے تراجم۔ اسلامی خبریں خلاصہ گورنمنٹ گزٹ۔ واقعات ممالک غیر۔ ہفتہ بھر کی مختصر خبریں درج ہوتی ہیں جس کی چھ روپیہ سالانہ قیمت ہے۔ ایک سال تک بالکل مفت بشرطیکہ مخبر عالم بک ایجنسی کی فہرست سے صرف دس روپیہ کی کتب خریدی جائیں۔ فہرست کتب اور نمونہ اخبارات مفت طلب فرمائیے۔ ایجنٹوں اور نامہ نگاروں کو خط و کتابت کرنا چاہیے۔

منیجر مخبر عالم مراد آباد (یو۔ پی۔)

تجارت کا فروغ

تجارت کی دنیا میں آرٹ نے جو امداد دی اس کا پایہ اس زمانہ سے جل سکتا ہے جنھوں نے اس کی بدولت تجارتی منڈی میں اپنی ساکھ قایم کر لی ہے یا یہ زرین موقع آپ کو بھی حاصل ہے۔ ہم سے بورڈ تیار کروائیے پھر دیکھئے کہ گاہک پروانہ وار گرتے ہیں جب جنس اچھی ہو اور اس کا اعلان واضح طور پر ہو تو کیا معنے کہ تجارت میں روز افزوں ترقی نہ ہو ایک دفعہ کا آرڈر بہترین کام کی کھلی دلیل ہے۔

محمد عبد القیوم آرٹسٹ تمن افضل گنج

رسالہ نیرنگ خیال باتصویر

خصوصیات

(۱) یہ رسالہ باتصویر ہوتا ہے جسمیں خالص ہندوستانی آرٹ کے ایسے شاہکار پیش کیے جاتے ہیں جنکی تعریف فن کے بہترین نقاد کر چکے ہیں یہ اردو کے کسی اور رسالے کو نصیب نہیں

(۲) یہ معاشرتی رسالہ ہے جس کا ہر مضمون ادبیت کی جان ہوتا ہے قومی اصلاح کے ساتھ ادبی معیار بھی مد نظر ہے معاشرتی اور محققانہ مضامین کے ساتھ اعلیٰ نظمیں مختصر افسانے اور ڈرامے بھی شائع ہوتے ہیں۔

(۳) ملک کے بہترین انشا پرداز عورتوں کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علامہ سر اقبال لکھتے ہیں "نیرنگ خیال کے مضامین میں پختگی اور متانت پائی جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ پنجاب میں صحیح ادبی مذاق پیدا کرنے میں مفید ثابت ہوگا" قیمت سالانہ صرف (۴) روپیہ نمونہ ۵ر

المشتہر منیجر رسالہ نیرنگ خیال بازار داتا گنج بخش لاہور

جب کبھی آپ کو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایک مرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے۔ اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجئے۔ بلکہ لیا ہوا واپس کر دیجئے اس سے زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ آزمائش شرط ہے

ایچ ایف عبد علی اینڈ کو۔ پتھر گھٹی نعل صاحب حیدرآباد دکن

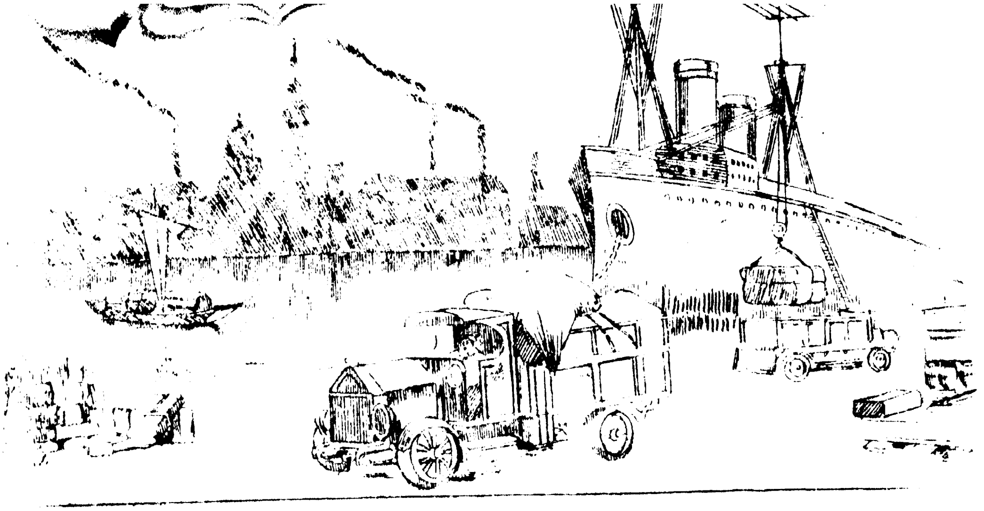

گندھک اور زمین سے اس کو نکالنے کا طریقہ

عام لوگوں کے نزدیک گندھک ایک نہایت معمولی چیز ہے اور ان کے نزدیک زیادہ سے زیادہ اس سے یہ کام لیا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ جلنے والی دیا سلائیاں بنائی جائیں یا متعدی امراض والے مریضوں کے کمرے میں اسکی موم بتیاں روشن کردیجائیں. بڑھیوں کا عام عقیدہ ہے کہ شہنشاہ تحت الثریٰ گندھک پہ بہت پیارا ہے اور اس کو اپنے ورود کی اطلاع اور اپنی ہیبت ناک شخصیت کا اپنی رعایا کے قلوب پر اثر بٹھانے کیلئے اپنی ممالک محروسہ کو غشی آور بخارات سے بھر دینے کا کام لیتا ہے. کچھ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ گندھک بارود کا ایک جزو بھی ہے.

ابتداً تمام گندھک عملی طور پر سسلی کی معدنیات سے حاصل کیجاتی تھی مگر گندھک کی کثرت اور کان کنی کی آسانی نے گندھک کے ہمدست ہونے کے طریقہ میں بہت زیادہ نکما پن پیدا کردیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کان کنی کے ذریعہ سے حاصل کیجانیوالی گندھک بہت زیادہ تعداد میں ضائع ہونے لگی اور جب اس کو صاف کیا جاتا تھا تو ناتجربہ کاری یا صاف کرنے کے طریقے غیر مکمل ہونیکی وجہ سے اکثر اسمیں آگ لگ جاتی تھی اور بہت کچھ نقصان ہوتا تھا. ضرورت ایجاد کی ماں ہے. چنانچہ مختلف طریقہ استعمال کئے گئے اور بالآخر ان کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج امریکہ دنیا کا سب سے پہلا ملک ہے جہاں گندھک بہت زیادہ عمدہ طریقہ پر معدنیات سے برآمد کیجاتی ہے اور نسبتاً بہت زیادہ اچھی ہوتی ہے. سنہ ۱۸۶۸ء میں یہ دریافت کیا گیا کہ گندھک لوزینیہ میں بھی موجود ہے جو دلدل اور ریت کے نیچے دبی ہوئی ہے. یہ معلوم ہونے پر اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ان مقامات سے اس کو کس طرح نکالا جائے. بالآخر ایک کیمسٹ مسمی فراش (Frasch) نے اس مشکل کو بھی حل کیا جس کی بنا پر آج بھی ٹیکساز (Texas) اور لوزینیہ (Louisiana) میں کثیر التعداد گندھک نکالی

جارہی ہے۔ امریکہ کی رقابت تجارتی نے سسلی کی معدنیات میں جو طریقے استعمال کئے جاتے تھے انہیں بھی بہت کچھ ترقی پیدا کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گندھک کی تجارت نے دنیا میں ہر جگہ بہت زیادہ ترقی کرلی۔ امریکہ میں گندھک کی موجودگی نے امریکہ کی صنعت کیمیاوی کو بیرونی ناقابل اطمینان و متزلزل اقتصادی حالات کے اثرات سے آزاد کردیا ہے۔ اور بہ حیثیت مجموعی دنیا کی گندھک کی تجارت میں ایک مستقل صورت پیدا کر دی ہے۔

گندھک ایک مخصوص مادہ ہے۔ اس کی دو بلکہ تین قسمیں اور تین مختلف حالتیں ہیں۔ ہر حالت میں باوجود اختلاف صورت یہ بالکل خالص ہوتی ہے مثلاً اس حالت میں جبکہ کل بلور معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک چمکدار زرد سفوفی مادہ ہوتی ہے۔ اور اس حالت میں جبکہ یہ رقیق اور قابل ہوتی ہے کہ جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکیں۔ اس کی کوئی خاص صورت نہیں ہوتی۔ یہ بعض اوقات ریشہ دار بھی ہوتی ہے اور ربڑ کی طرح گھٹ بڑھ سکتی ہے۔ علاوہ بریں کبھی اس کا رنگ سیاہی مایل ہوتا ہے اور کبھی بالکل سیاہ۔

گندھک کو جس وقت گرم کیا جاتا ہے اس وقت بھی یہ عجیب عجیب تماشے دکھلاتی ہے۔ پہلی مرتبہ یہ بالکل پگھل جاتی ہے۔ اگر زیادہ گرمی پہنچائی جائے تو پھر سخت اور ٹھوس ہوجاتی ہے اور مسلسل طور پر گرمی پہنچاتے رہنے سے پھر دوبارہ پگھل جاتی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر گرمی پہنچائی جائے اس کا عرق نکل آتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ گندھک کی اسی آخر الذکر خاصیت نے معدنیات لوزیانہ Louisiana سے اس کا حاصل کیا جانا ممکن کر دیا ہے سطح زمین سے وہ مقام جہاں گندھک کے ذخیرے پائے جاتے ہیں بہت نیچے ہیں اور پیٹرولیم کی تلاش کے اثنا میں بالکل غیر متوقع طور پر ان کو دریافت کیا گیا ہے۔ کان کنی کا طریقہ نہایت آسان مگر موثر ہے۔ یعنی جس طرح تیل کے کنوئیں کھودے جاتے ہیں اسی طرح اس کے بھی کنوئیں کھود لیتے ہیں اور ان میں دو پائپ ڈالے جاتے ہیں جس میں سے ایک پائپ کے ذریعہ سے گرم پانی پہنچایا جاتا ہے۔ جو گندھک تک پہونچنے کے بعد اس کو دوسری اشیاء سے جو اس میں ملی ہوتی ہیں پگھلا کر علیحدہ کر دیتا ہے۔ یہ پگھلی ہوئی گندھک اس کے بعد ہوا کے دباؤ کے ذریعہ سے دوسرے پائپ کے راستہ سے باہر نکال لی جاتی ہے۔ اور کنوئیں کے اوپر جو لکڑی کے فریم بنے ہوئے تیار رہتے ہیں ان میں ڈال دی جاتی ہے۔ ان فریموں میں پہونچ کر گندھک پھر سخت ہوجاتی ہے اور اس وقت تک اسی طرح رکھی رہتی ہے۔ جب تک کہ اس کو جہازوں میں بار کرکے باہر بھیجنے کی ضرورت نہ واقع ہو۔

گندھک کے کنوئیں کچھ عرصہ کے بعد بالکل خالی ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے ٹیوب وغیرہ نکال کر ان کو بند کر دیا جاتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی قسم کے کنوئیں کھود لئے جاتے ہیں۔ گندھک جو اس طریقہ پر معدنیات سے برآمد کی جاتی ہے وہ ۹ر۹۹ فیصدی خالص ہوتی ہے

جس میں سو کا کئی سواں حصہ منرل آئیل پٹرولیم اور بعض دوسرے اجزا کا بھی شامل ہوتا ہے۔

ایلومنیم میں جھال دینا

اگرچہ ایک عرصہ سے اس امر کی تابڑ توڑ کوشش کی جا رہی ہے کہ الومنیم میں جھال دینے کے لئے کوئی بہترین اور سہل ترین ایسا طریقہ دریافت کیا جائے جو بجائے خود ایک قسم کی تجارت بھی ہو اور جس سے عرصہ تک استعمال کرنیکے بعد خراب اور بیکار ہو جانے والے الومنیم کی اشیا میں جھال دیکر ان کو ازسرنو قابل استعمال اور کارآمد بنا لیا جائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ باوجود انتہائی مساعی کے ابتک اس سلسلہ میں بہت کم کامیابی حاصل ہو سکی تھی۔ مگر انسان کی یہ حیثیت انسان بہترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس چیز کے پیچھے پڑ جاتا ہے بالآخر اسے کر کے ہی رہتا ہے۔ چنانچہ حال میں اس خصوص میں جو ترقی کی گئی ہے اس سے عام طور پر ہر ملک بہت زیادہ دلچسپی لے رہا ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ الومنیم میں جھال دینے کا تازہ ترین طریقہ جو ایجاد کیا گیا ہے وہ ضرورت سے زیادہ آسان اور شدت سے کارآمد و مفید ہے۔ اس طریقہ پر ابتک جو جھال دئے گئے ہیں انھوں نے عام توجہ کو اپنی طرف بہت زیادہ مبذول کر رکھا ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ یہ جھال اسقدر مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے کہ اس کو آسانی کے ساتھ جھکا بھی سکتے ہیں اور پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ آیا یہاں جھال بھی دیا گیا ہے یا نہیں۔ انھیں موجدین نے ایسے ذرایع بھی ایجاد کئے ہیں جن سے الومنیم پر ملمع بھی کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی مشکل جس نے کامیابی سے قطر سے ایک گونہ مایوسی پیدا کر دی تھی یہ ہے کہ بیرونی سطح پر جو تہہ چڑھائی جاتی تھی وہ ایلومنیم پر اچھی طرح قایم نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ان موجدین نے اب اس مشکل کو بھی رفع کر دیا ہے اور مایوسی کو کامیابی بنا دیا ہے۔ موجودہ طریقہ سے ہلکا اور گہرا دونوں قسم کا ملمع ایلومنیم پر اسی آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح چاندی یا دوسری فلزاتی اشیا پر کیا جاتا ہے سب سے بڑی خوبی جو اس طریقہ میں ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح خالص الومنیم سے بنی ہوی اشیا پر اس کے ذریعہ سے ملمع کاری کی جا سکتی ہے اسی طرح اور بالکل ویسی ہی آسانی کے ساتھ ان اشیا پر بھی جن میں الومنیم کی آمیزش ہو یا جو ایلومنیم اور دوسرے دھاتوں سے ملا کر بنائے گئے ہوں۔ ملمع کیا جا سکتا ہے۔

بیکار ربر اور گٹا پرچا کو کارآمد بنایا جا سکتا ہے

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جہاں ربر یا گٹا پرچا بیکار ہوا اور لوگوں نے اسے کوڑے کچرے میں شامل کر دیا۔ درآنحالیکہ یہی بیکار چیزیں ذراسی تکلیف برداشت کرنے پر پھر ایک دوسری حیثیت سے کارآمد ہو سکتی ہیں جس کا طریقہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بیکار ربر یا گٹا پرچا کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیجئے اور یہ کٹا ہوا ربر یا گٹا پرچا بیس پاونڈ کے قریب ایسے برتن میں جس کا منہ ہر طرف سے مضبوطی کے ساتھ بند ہو بیس پاونڈ بائی سلفائیڈ آف کاربن (Bisulphide of Carbon) اور آٹھ اونس خالص الکوہل کے ساتھ خوب جوش دیجئے اور چند گھنٹے تک رہنے دیجئے تاکہ الکوہل وغیرہ اچھی طرح جذب ہو جائے اس کے بعد اس کو پیس کر گوندھ لیا جائے اور جب اس کی صورت لئی کی طرح ہو جائے اس وقت اس کو جس صورت میں چاہیں ڈھال کر سکھایا جا سکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب اس میں الکوہل اور (Bisulphide of Carbon) ضرورت سے زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر یہ گاڑھا سیال بن جاتا ہے جو کسی صورت میں بھی نہیں ڈھالا جا سکتا۔

(۱) م۔ ح۔ تماپور (الف) السی کا وہ تیل بہتر ہوتا ہے جو چند روز رکھا رہنے کے بعد صاف کیا جائے۔ وارنش پکانے کی نہایت سہل ترکیب یہ ہے کہ ایسا برتن مہیا کیا جائے جس پر وقت ضرورت اگر فوراً ڈھکنا ڈھانکا جائے تو ایسا بند ہو کہ اس کے اندر کی گیس حتی الامکان نکل نہ سکے اس برتن میں تیل ڈالکر پکایا جائے جب خوب اچھی طرح پکنے لگے تو ایک جلتی ہوئی لکڑی لے کر تیل کے پاس لے جائیے اگر وہ اپنی پوری قوت سے پک رہا ہوگا تو فوراً تیل میں آگ لگ جائے گی۔ چند سکنڈ آگ لگنے کے بعد اس کو اسی ڈھکنے سے بند کر دیجئے۔ آگ بجھ جائے گی اب اس کا ایک قطرہ کسی کورے مٹی کے برتن پر ڈالکر تار کھینچکر دیکھئے۔ آپ کو جسقدر سخت اور گاڑھے وارنش کی ضرورت ہو۔ یکے بعد دیگرے تیل میں آگ لگا اور بجھا کر سخت کر سکتے ہیں (ب) فاسفورس اور روغن زیتون وغیرہ میسرز عبدالرزاق اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدر آباد دکن سے ملسکتے ہیں۔

(۲) ش۔ د۔ یادگیر۔ خط کے ذریعہ جواب دیدیا گیا ہے

(۳) غ۔ م۔ کراچی خط کے ذریعہ جواب دیدیا گیا ہے۔

(۴) س۔ ا۔ فیروزپور۔ ہوائیات کے مضمون میں جن جن چیزوں کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ بازار خرید لی جا سکتی ہیں، آپ کو غالباً ذیل کے پتہ سے دستیاب ہوسکیں گی

Messrs, A.W. Gamage, Ltd.
Hollorn,
London.

(۵) غ۔ ح۔ امرتسر۔ صابن سازی کیلئے حسب ذیل کتاب آپ کے لئے بہتر ہوگی۔

The Art of Soap Making
By, A. Watt.

(۶) د۔ د۔ کلیان۔ چھوٹے پیمانہ پر گندھک کا تیزاب بنانے کا کارخانہ کم از کم ایک لاکھ روپیہ سے قایم ہوسکتا ہے

(۷) ح۔ خ۔ رائچور۔ ارزاں ترین سرکہ تیزاب سے تیار ہوسکتا ہے جس کے اوزان حسب ذیل ہیں۔

Acetic Acid	4. parts
Pure Water	95. "
Alcohol 94%	1. "

ان سب اجزا کو ملاکر اگر چند ہفتہ تک رکھ چھوڑا جائے۔ تو اس کا مزا بہت اچھا ہوتا ہے۔

(۸) ب۔ ل۔ بھوساول۔ کاسٹک سوڈا اور کاسٹک پوٹاش حسب ذیل پتہ سے مل سکتی ہے۔

Calcutta Chemical Co., Ltd.
35/1, Panditya Road,
Balligunj, Calcutta.

(۹) ع۔ ف۔ ح۔ ہڈی اور سینگ سے بٹن بنانے کی تمام قسم کی مشنری کے واسطے ڈائرکٹر صاحب انڈسٹریز مدراس سے خط و کتابت کیجئے۔ آپ کو ہر قسم کی معلومات مل سکیں گی

(۱۰) پ۔ م۔ جے پور۔ (Sal-Soda) اور (Washing Soda) ایک ہی چیز ہے اسیطرح (Phenol) اور (Carbolic Acid) ایک ہی تیزاب ہے۔

ازال صنعت وحرفت

بوتلوں کا منہ بند کرنے کا طریقہ

چودہ پاؤنڈ جلیٹین (Gelatine) کو بیس اونس گلیسرین (Glycerin) یا ایک سو بیس اونس پانی میں ملائے اور واٹر باتھ پر اس وقت تک گرم کیجئے جبتک کہ حل نہ ہو جائے۔ پھر اس میں جو رنگ مرغوب ہو ملا دیجئے روغنیات بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں اور ہلکے ہلکے رنگ دینے کیلئے مختلف قسم کے ہلکے رنگوں سے بھی کام لیا جا سکتا ہے اس طرح جو مرکب تیار ہو اس کو مرتبان میں حفاظت سے رکھ لینا چاہئے اس کا استعمال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس مرکب کو رقیق کر کے کاگ اور بوتل کے اتنے حصہ کو جس میں کاگ آئے اس میں غوطہ دیدیجئے۔ اس ترکیب سے کاگ بہایت سرعت اور استحکام کے ساتھ بوتل میں جم جاتا ہے۔

لوہے اور پیتل کو رنگنے کا طریقہ

سرور رنگ جس کو گرم کرنیکی کوئی ضرورت نہیں ہوتی

حسب ذیل طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے۔

رال مقشر	-	۱۶ اونس
کافور	-	۸ اونس
سنڈرک تیز شراب	.	۲ کوارٹ
رال	-	۲۴ اونس

ان سب کو حل کر کے چھان لیجئے اور رنگ کو سبز استعمال فرمائے۔ اس کی استقامت الکوہول کی کمی و بیشی سے گھٹ اور بڑھ سکتی ہے۔

مینٹل (Mantle) بنانے کا طریقہ

لین تھینیم آکسائیڈ	(Lanthanum Oxide)	= ۱۵ حصہ
یٹریم آکسائیڈ	(Ythrium Oxide)	= ۱۰ حصہ
برنٹ میگنیشیا	(Bunt Magnesia)	= ۲۵ حصہ
ایسٹک ایسڈ	(Acetic Acid)	= ۲۹ حصہ
ڈسٹلڈ واٹر	(Distilled Water)	= ۵۰ حصہ

نمک جتنے ہیں سب کو پانی میں حل کر لیا جائے اور مرکب میں

جز ۱۵ حصہ ڈسٹلڈ واٹر کے ملاکر فلٹر کر لیا جائے۔ نباتاتی ریشے بنی ہوئی یا جڑی ہوی صورت میں اس خشک شدہ مرکب پر پھیلادئے جائیں اور پھر ان کو پلاٹینیم وائر (Platinum Wire) پر چڑھادیا جائے۔

اسیٹک ایسڈ اگر دستیاب نہ ہو تو اس کی بجائے ڈائی لیوٹ نائٹرک ایسڈ (Dilute Nitric Acid) استعمال کیا جاسکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ موخرالذکر بہ نسبت اول الذکر ایسڈ کے زیادہ بہتر ہے۔

نوٹ مینٹل بنانے کے طریقے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں لیکن سب کا انحصار نباتاتی ریشوں کا بعض معدنی آکسائیڈس کے ساتھ مرکب میں پھلاؤ پر ہے۔

گولڈ کلورائیڈ بنانے کا طریقہ

مونوکلورائیڈ آف گولڈ (Mono-chloride of gold) ایک قسم کا زردی آمیز سپید مادہ ہوتا ہے جو ٹرائی کلورائیڈ آف گولڈ (Tri-chlorid of gold) کو بھاپ کی صورت میں اتنی دیر تک اڑاتے رہنا ہے کہ وہ بالکل خشک ہوجائے۔ ٹرائی کلورائیڈ کے خشک ہونے پر جو کچھ مادہ باقی رہے اس کو تقریبا ۲۴۴ ایف کے ٹمپریچر میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ کلورائن سے بھاپ نکلنی بند ہو جائے۔ یہ پانی میں نہیں مل سکتا۔ بلکہ پانی اس کو سرد ہونیکی حالت میں نہایت آہستہ آہستہ اور گرم ہونیکی حالت میں نہایت سرعت کے ساتھ میٹلک گولڈ (Metalic gold) اور ٹرائی کلورائیڈ میں علیحدہ کر دیتا ہے۔

ٹرائی کلورائیڈ آف گولڈ کیلئے گرمی کی مدد سے نائٹروہائیڈرو کلورک ایسڈ (Nitro-hydrocholeric Acid) میں ایک جزو ملایا جاسکتا ہے اور آخر جزو مع مرکب کے بھاپ کے ذریعہ سے اڑا کر بالکل خشک کر لیا جاتا ہے اور پھر اس کو بلوری حیثیت اختیار کرنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

روغن میں چمک پیدا کرنے کا طریقہ

پوٹیشیم بائی کرومیٹ (Ptassium Bichromate) = ۸ جزو

جیلیٹین (Gelatine) = ۸ جزو

کیلشیم سلفائیڈ (Calcium Sulphide) = ۱۰۰ جزو

ان تمام چیزوں کو اچھی طرح خشک کر لیا جائے اور پیسکر ایک دوسرے سے خوب ملا دیا جائے۔ اس طرح جو سفوف تیار ہوگا اس کے ایک جزو کو دوگنے پانی کے ساتھ گاڑھے رقیق روغن میں ابھال دیا جائے اس کے بعد اس روغن کو ایک یا دو مرتبہ لگانے سے جس چیز پر لگایا جائے گا وہ نہایت چمکدار ہو جائے گی۔

کاغذی شعبدے

ایڈورڈ سمیٹ کیٹ

اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اپنی معمولی معمولی چیزوں کو جنھیں بالکل بے کار سمجھ کر پھینک دیتے ہیں۔ کس طرح کارآمد بنا سکتے ہیں تو جسقدر زیادہ مہارت حاصل ہوگی اسیقدر یہ دیکھ کر ہمارا تعجب بڑھتا جائے گا کہ ذرا سی عقل مندی سے کام لینے سے محض بیکار شئے میں بھی ایک خاص لطف پیدا کیا جاسکتا ہے۔ جو اگر کوئی دوسرا فائدہ نہ دے تو کم از کم اپنے اور اپنے دوست احباب کی

تفریح کا سامان ضرور بن سکتی ہے۔ جو چند باتیں ہم ذیل میں بیان کریں گے اس میں کسی خاص مہارت اور کسی قسم کے خاص آلات کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ذرا سی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس کا امکان بھی ہے کہ اگر اس کام میں اچھی مشق بہم پہونچائی گئی ہے تو یہ مشغلہ محض سامان تفریح کی بجائے اچھا خاصا فن بھی ہو سکتا ہے۔

آپ کی اس تجارت کے فروغ کے لئے جس سرمایہ کی ضرورت ہے وہ صرف یہ ہے کہ کسی پرانے اخبار کے چند ورق لے لیجئے اور ان پر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے کام لیجئے اور بس

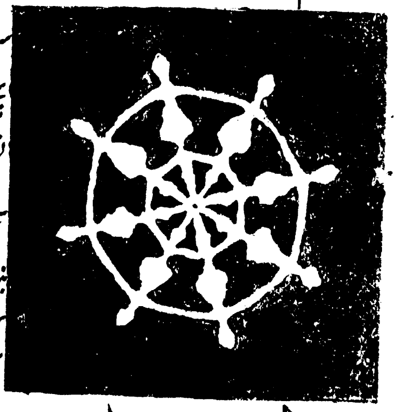

سب سے پہلے اوپر جو تصویر دی گئی ہے ویسا چکر بنانے کی کوشش کیجئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس تصویر کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ محض انگلیوں کی مدد سے بغیر کسی دوسری چیز کے استعمال کئے ہوئے یہ چکر بنالینا بالکل محال ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بالکل آسان ہے جیسا کہ ذیل کے طریقہ سے واضح ہوگا۔

کاغذ کی ایک پورا شیٹ (چار ورق) جو تہ ہو کر تیار کئے ہوئے ہوں تو ان کو چپکا کر چار ورقوں کا ایک پورا شیٹ بنا لیجئے اس کو بیچ میں سے تہ کر لیجئے۔ اس کے بعد اس کو پھر تہ کیجئے۔ اس مرتبہ تہ کرنے سے کاغذ شکل نمبر ا کی طرح ہو جائے گا۔ اب شکل نمبر ا میں جو نقطہ دار لکیر بتائی گئی ہے اس پر کاغذ کو اس طرح تہ کیجئے کہ کاغذ کے کھلے ہوئے سرے نیچے کی طرف رہیں۔ درنہ آپ جو نمونہ تیار کر رہے ہیں وہ درست نہیں تیار ہوگا۔ اس کے بعد شکل نمبر ۲ میں جو نقطہ دار لکیر بتائی گئی ہے اس پر پھر کاغذ کو تہ کیجئے۔ اس مرتبہ کاغذ شکل نمبر ۳ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اگر آپ نے کاغذ کو درست طریقے پر تہ کیا ہے تو کاغذ کو پھاڑنے کے لئے الٹنے پر تمام تہہ کردہ کنارے آپ کے سیدھے ہاتھ

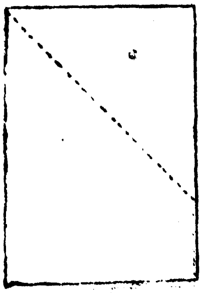
نمبر ۱

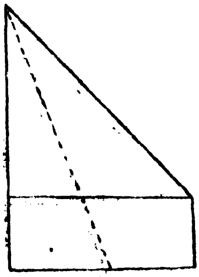
نمبر ۲

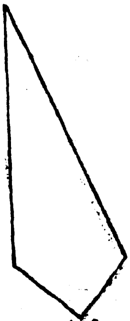
نمبر ۳

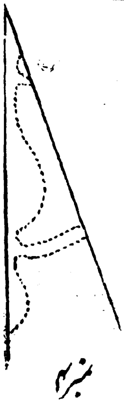
نمبر ۴

نمبر ۵

کی طرف آجائین گے ۔

اب سب سے پہلے اس تہہ شدہ کاغذ کی چوٹی کو پھاڑ کر

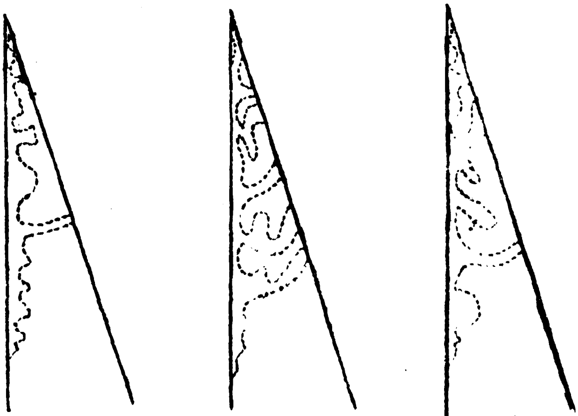

نمبر۴ نمبر۵ نمبر۶

پھینک دیجئے اور اس کے بعد شکل نمبر۲ میں جو نقطہ دار خط ظاہر کیا گیا ہے اس پر سے کاغذ کو پھاڑیئے تاکہ پھٹ جانے پر جو کاغذ آپ کے ہاتھ میں رہ جائے اس کی شکل ۔ شکل نمبر۵ کی طرح ہو ۔ اس کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ کھولیئے آپ کے ہاتھ میں وہ چکر ہوگا جس کی تصویر اوپر دکھائی گئی ہے ۔

تھوڑی سی مشق اور ذکاوت آپ کو اس فن میں ماہر کردے گی ۔

بقیہ مضمون بر صفحہ (۱۲۶)

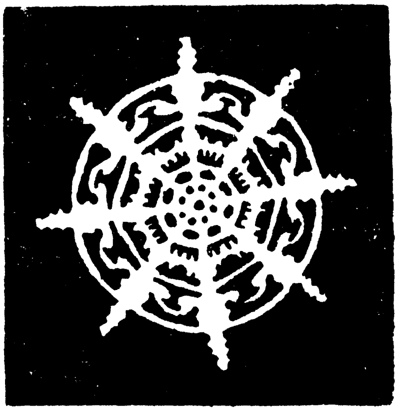

۱۰

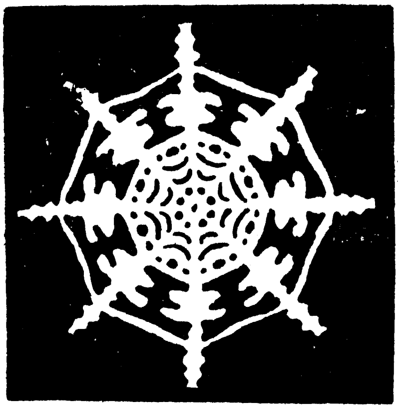

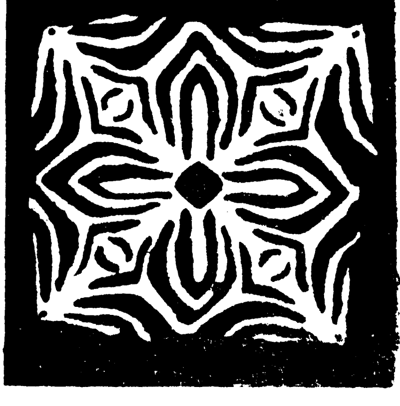

۸

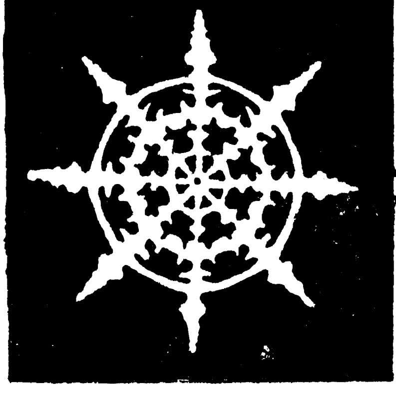

قلعہ ہوشنگ آباد کی سیر

آج سے تقریباً ساڑھے پانچسو برس قبل مسلمانوں کی ایک خود مختار سلطنت مالوہ میں قایم ہوئی تھی۔ اس ریاست کا بانی حسین خاں الملقب بہ دلاور خاں غوری تھا جس کا سلسلہ نسب شہاب الدین سام غوری تک پہنچتا ہے۔ دلاور خاں کے بعد اس کا بیٹا الپ خاں (ہوشنگ شاہ) تخت نشین ہوا جس کا بسایا ہوا شہر ہوشنگ آباد ہے۔ ہمکو اس خاندان کی تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے ناظرین کو ان مرحوم بادشاہوں کی تعمیر کردہ عمارات کی سیر الفاظ میں دکھانا منظور ہے جو حوادث دہر سے مسمار ہو گئی ہیں اور بقیہ منہدم ہوتی جاتی ہیں۔ اور استداد زمانہ ان اولوالعزم بانیوں کے کارناموں کو مٹانے کی ان عمارات رفیعہ کی بربادی کیصورت میں کوشش کر رہا ہے۔ شاید فیصدی دو ایک تاریخ دان اصحاب ایسے ہوں گے جن کو علم ہو کہ مالوہ میں اسلام کی جلوہ گری کتنی زبردست تھی اور شاہان اسلام نے کیسے کیسے رفیع و پر شکوہ قصور بنوائے تھے اور کس کر و فر سے حکمرانی کی تھی انہیں سے بہت سی عمارتیں ضائع ہو گئیں ہیں اور ان کے پتھر اور چونے کے ڈھیر اس طرح پڑے ہیں کہ دیکھنے والا نہیں بتا سکتا کہ یہ کن کن مکانوں کے تودے ہیں البتہ بعض بعض مقامات پر کھنڈر ایسے ملتے ہیں کہ جنسے بانیوں کی فراغ دلی و عالی ہمتی کا ثبوت ملتا ہے ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

ان پتھر و چونے کے تودوں سے باخبر دیکھنے والے عبرت کا سبق حاصل کرتے ہیں یہ امر ضرور قابل افسوس ہے کہ مسلمان سیاح بھول کر بھی ہوشنگ آباد نہیں جاتے ہیں۔ اور اگر جاتے بھی ہیں تو اس کا تذکرہ کسی رسالہ یا اخبار میں نہیں کرتے۔ البتہ شروع موسم سرما میں بعض انگریزی حکام سیر و شکار کیواسطے جا نکلتے ہیں اسلامی مورخین نے عمارات زیر بیاں کا ذکر مختلف تواریخ میں کیا ہے جن کا مطالعہ بھی بہت کم حضرات کرتے ہوں گے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ تاریخ فرشتہ و تزک جہانگیری اور دوسری تاریخوں سے

کچھ حالات فراہم کروں اور ناظرین نمائش کے ملاحظہ میں گزرانوں۔

حصار مانڈو کا نام سلاطین اسلام نے شادی آباد مندو رکھا تھا۔ یہ حصار ایک بلند مسطح پہاڑ پر واقع ہے۔ اس پہاڑ کے اطراف و اکناف ناہموار بلند ٹیلے اور عمیق گھاٹیاں ایسی واقع ہیں کہ سوار کا تو کیا ذکر ابھی پیدل بھی مشکل سے گزر سکتا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں اس پہاڑ کا دور ۲۰ میل بتلایا ہے لیکن حال کی مساحت سے ۳۷ میل ثابت ہوا ہے۔ غالباً فرشتہ نے ان ٹیلوں اور گھاٹیوں کو بھی شامل کیا ہوگا جو قرب و جوار میں واقع ہیں۔ یہ حصار پہلے بجا ماتھا۔ جس کو ہوشنگ شاہ نے ۸۳۵ھ میں توڑ کے چونے اور پتھر سے مستحکم کیا۔ اور خاص اسی زمانے کے یہ قلعہ ۲۰۰ برس تک شاہان غوری و خلجی کا پایۂ تخت رہا۔ اس حصار میں جابجا پانی کے قدرتی چشمے بکثرت موجود ہیں اور زمین قابل کاشت ہے جو محافظین کے واسطے غلہ اور دواب کے واسطے چارہ مہیا کر سکتی ہے۔

اس حصار کے (۱۲) دروازے تھے لیکن شاہان مغلیہ یعنی جہانگیر و عالمگیر نے دو اور دروازے بنوا کے دس کر دئے۔ دہلی دروازہ اورنگ زیب نے بنوایا ہے۔ (۲) تارہ پور دروازہ۔ (۳) لوہانی دروازہ (۴) ہاتھی پول دروازہ۔ (۵) جہانگیر دروازہ۔ (۶) نولی دروازہ (۷) نعلچہ دروازہ (۸) گوجر دروازہ (۹) گاڈری دروازہ (۱۰) رام پول دروازہ۔

اب ہم دہلی دروازہ سے داخل حصار ہوتے ہیں اس دروازے کے محراب پر تین شعر کندہ ہیں۔ ؎

از سر نو گشت بایان این در گردون حصار

در زمان شاہ عالمگیر خاقان زماں

در ہزار و ہشتاد و نہ آغاز ہم انجام یافت

ز اہتمام خان عالیشان محمد بیگ خاں

از جلوس این شہنشاہ جہاں اورنگ زیب

بود سال یازدہ از روئے تحریر و بیاں

یہ دروازہ خلافت سلاطین غوری و خلجی کے قریب بنوایا گیا تھا بہت سی عمارتیں گر گئی ہیں جنکی ڈھیروں پر جنگلی درخت بہت گنجان اوگے ہوئے ہیں اسی تودے میں (۷) منزلہ کندہ محل بھی شریک ہے جس میں ایرانی کاریگروں نے نہایت خوشنما و دلکش گلکاری سے ایسی رنگ آمیزی کی تھی کہ دیکھنے والا بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا کہ نیل کنٹھ کے پروں سے یہ عمارت تیار ہوئی ہے۔ ان ڈھیروں سے آگے بڑھئے تو ایک تالاب ملتا ہے اس تالاب میں ایک مکان بشکل جہاز بنا ہوا ہے اس کا راستہ پل کے ذریعہ سے ہے جو اب جابجا سے ٹوٹ گیا ہے۔ جب ہوا چلتی ہے تو پانی کے تموج سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاز متحرک ہے یہ محل بہت خستہ ہو گیا ہے۔ تاہم گلکاری کے متنوع رنگ دیکھنے والوں کو بتا رہے ہیں کہ رنگ ساز ابھی کام کرکے ہٹا ہے۔ رنگوں کی چمک دمک میں باوجود امتداد زمانہ کے کسی قسم کا فرق نہیں آیا ہے اس کے بعد ہشت محل ہے۔ جس کی شکستہ دیواریں دیکھنے والوں سے کہتی ہیں۔ ایک پتھر اس محل کی تیاری کا سنہ بتانے کو موجود ہے۔ جس پر سنہ ۸۴۹ھ کندہ ہے۔ اس قصر کے چاروں طرف باغ کی روشیں حوض نہریں۔ چبکا ہو۔ اور ٹوٹی پھوٹی آبشاریں سیاحوں کو گزشتہ شان و شوکت اور حال کی تباہی سے عبرت خیز سبق دے رہی ہیں (لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ) اس کے متصل دولہ محل ہے۔ اس مکان کی تعمیر میں یہ صنعت رکھی گئی تھی کہ جس طرف سے دیکھا جائے ترچھا اور جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے اس کے سامنے بھی باغ تھا جس کی روشیں کہیں کہیں باقی ہیں ؎

[illegible]

(کل جہاں پر شگوفہ وگل تھے (۰:۰) آج دیکھا تو خار بالکل تھے)
اس کے بعد جھروکہ محل ہے جو مسمار ہوگیا ہے بعض بعض دیواریں
رفعت ونشان دکھانے کو باقی ہیں ۔ اس کے بعد ایک میدان
ہے (جس میں غالباً جلوس سواری اور فوجیں ٹھہرتی ہوں گی
اس میدان کے کنارے چینی مسجد ہے جس پر کہنگی کا پورا اثر ہوچکا ہے
مگر ایک دیوار شہادت دینے کو موجود ہے کہ بجائے چونے کے اس مصالح
سے استرکاری کی گئی تھی کہ جو چینی کے برتنوں پر چڑھایا جاتا ہے
مسجد کے قریب بادل محل ہے اونچی اونچی دیواریں باقی ہیں کہ
یہ محل بہت بلند تھا ۔ اور لمبے چوڑے ہال سے ثابت ہوتا ہے
کہ دربار عام کے کام میں لایا جاتا ہوگا ۔ اب یہاں سے سلسلہ
کارخانہ جات کا شروع ہوتا ہے ۔ فراش خانہ ۔ توشک خانہ ۔ باورچی خانہ
نقار خانہ ۔ اصطبل جس میں دو ہزار گھوڑے بندھتے تھے فیلخانہ
میں سات سو ہاتھی رہتے تھے ۔ یہاں دو باولیاں ہیں جن کے
چاروں طرف عمارتیں بھی تھیں جو گر گئی ہیں ایک کمرہ باقی ہے
باولیوں کے شمال رخ چار محل کی عمارت بھی تھی (۳) رخ گر گئے
ہیں ۔ صرف ایک رخ (جنوبی جانب) دالان باقی ہے یہاں سے
تھوڑے فاصلہ پر نکی محل ہے ۔ یہ مسافر خانہ حجاز و عراق کے وارد
وصادروں کا تھا ۔ بڑا حصہ گر گیا ہے اس کا بھی صرف ایک
دالان باقی ہے ۔ پھر چمپا باولی ہے یہ باولی کاہے کو ہے
باعتبار وسعت تالاب ہے چاروں طرف سے سنگ بستہ ہے اور
اس پر خوشنما سہ منزلہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں آگے بڑھئے تو کوکا
بقال کا ٹوٹا پھوٹا محل ہے ۔ اس کھنڈر کے محاذی عالیشان
مقبرہ اور وسیع مسجد ہے ۔ یہ مسجد سنگ سرخ سے بنی ہے اور
جا بجا سنگ مرمر لگایا گیا ہے ۔ دروازہ پر بڑا گنبد ہے ۔ مسجد باہر سے

دیکھنے میں مربع معلوم ہوتی ہے اور اندر داخل ہوئیے پر ہشتمن (ہشت پہلو) ۔ مسجد کے جنوب و شمال دالان ہیں جو غالباً خانقاہ کا کام دیتے
ہوں گے وسط مسجد میں بڑا حوض ہے اور مشرق کی طرف مدرسہ
ہے دروازے پر ابیات ذیل کندہ ہیں ۔ جنہیں قابل شاعر نے ابتداء
اختتام تعمیر مسجد بھی نظم کردی ہے ۔

مسجد عالی بنا معبد گردوں مقام
هست بر دکهن حطیمش همسر بیت الحرام
از در تعظیم و قدرش چون کبوتر در حرم
قدسیان اندر طواف او بسر و احترام
بانی این بیت اقدس خسرو غوری هوشنگ
ثانی محمود و مسعود و شهاب الدین سام
زاتفاقِ حادثات و هم ز اوضاع فلک
چون بر آمد آفتاب عمر او بالای بام
گفت با محمود خلجی نور عینین منیست
از ره روشن دلی آن شاه دارا احتشام
در ترقیات عمرانات و دفع دشمنان
میکنم بر تو وصیت من بجهد و اهتمام
هم برای اختتام مسجد جامع که من
طرح آن افگنده ام چون مسجد والا مقام
مظهر انوارِ حق سلطان علاء الدین که هست
مظهر انوار دین مرجعات حاجات انام
کرد در تاریخ سال هشتصد و پنجاه و هشت
هم بحکم این وصیت این عمارت را تمام
باقی آمین

ہمارا نقطۂ نظر

حیدرآباد زنانہ ہائی اسکول میگزین

حیدرآباد زنانہ ہائی اسکول سے نکلتا ہے۔ ضخامت بتیس صفحے کی ہے جس میں سے آدھا حصہ اردو کیلئے وقف کر دیا گیا ہے اور آدھا انگریزی کے لئے انگریزی کا حصہ بنسبت اردو کے بہت زیادہ بہتر اور سنجیدگی کا پہلو لئے ہوئے ہے ہمارے پیش نظر اس وقت دو رسالے ہیں۔ اور دونوں کا انگریزی حصہ واقعی ویسا ہی جیسی کہ ایک ہائی اسکول سے زیادہ سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے۔ جون ۱۹۲۴ء کے رسالہ میں (A.C. Charles) نے (Writing) پر کچھ لکھا ہے خوب لکھا ہے اور اس پر اچھی طرح بحث کی ہے جس طرح کہ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ فن پر کی جانی چاہیے۔ ایڈیٹوریل مضامین میں بھی خاصی سنجیدگی ہوتی ہے (Laughing Gallery) اور (Riddles for wise Heads) کے عنوان سے ناظرین رسالہ کے لئے سامان تفریح اور ان کے دماغوں کیلئے ایک قسم کا جمنازیم بھی تیار کیا جاتا ہے۔

اردو کے حصہ میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ اگر مضمون نگاروں نے زیادہ محنت اور غور سے کام لیا تو ممکن ہے کسی زمانہ میں اردو کا حصہ انگریزی حصہ سے ٹکر کھا سکے ایک خاص کمی جو اس حصہ میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی حصہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب اور مضامین کی تنقید میں معلمات بھی حصہ لیتی ہیں اور بہت کچھ حصہ لیتی ہیں۔ برخلاف اس کے اردو کا حصہ معلمات کی توجہ فرمائی سے بھی بے نیاز ہے۔ بہرحال احسن النساء بیگم صاحبہ کی مساعی سے امید ہے کہ وہ ایڈیٹر کی حیثیت سے مضامین میں ترقی اور خیالات میں بلندی پیدا کرنیکی کوشش کریں گی۔

نظم کے حصہ میں بہت کچھ نقائص ہیں جن کے دور کرنیکی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ طبع ہونے سے پہلے کوئی خاص فن عروض سے واقفیت رکھنے والی معلمہ یا کوئی اور شخص اُن پر تنقیدی نظر ڈال لے۔ مخزن کی سالگرہ کے نام سے جو دو نظمیں لکھی گئی ہیں ان میں سے پہلی نظم میں بہت معمولی قسم کی فروگزاشتیں ہیں جو نظر ثانی میں مصاحب نظم درست کر سکتی تھیں "کہو پپیہا سے" کی بجائے "کہو پپیہے سے" ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح یہ مصرعہ بھی بدلنے کے قابل ہے۔ "الٰہی ایسا ہو مخزن یہ پیارا پایہ آورا" دوسری نظم بلحاظ خیالات پہلے سے بہتر ہے مگر اس میں زیادہ غلطیاں ہیں۔

اسی رسالہ میں تین نظمیں اور بھی ہیں ایک کا عنوان دیہات کی شام کا منظر ہے۔ دوسری کا "ماں کی محبت" اور تیسری کا "دلی دعا" پہلی کے ابتدائی سات شعر خاصے اور عیوب سے پاک ہیں باقی تینوں شعر بحر سے گرے ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ بالکل "بے بحرے" ہیں "ماں کی محبت" سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے معنی کیا ہیں اور کیا خیال ظاہر کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ عروضی غلطیاں اس کے علاوہ ہیں۔

تیسری نظم دلی دعا حافظ بیگم صاحبہ کی لکھی ہوئی اور مجموعی طور پر بہت اچھی ہے۔ اور صرف ایک جگہ دہر کو دہر کو باندھ دیا گیا ہے۔ اور یہ اسی امر کا ثبوت ہے کہ معلمات رسالہ سے کوئی دلچسپی نہیں لیتیں۔ احسن النساء بیگم صاحبہ کی نظم پردہ بھی بہت اچھی ہے اور سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ نے اس میں شدت سے پردہ کی حمایت کی ہے۔

مخزن کے متعلق جو کچھ رائے ظاہر کی گئی ہے اس سے کسی قسم کی منقصت یا برائی منظور نہیں ہے بلکہ ایک مشورہ دیدیا گیا ہے تاکہ موجودہ برائیاں رفع کرنیکی کوشش کیجائے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حیدرآباد زنانہ ہائی اسکول کا مخزن جاری کرنا ہی بجائے خود قابل قدر ہے اور ہم یہ کہنے پر مجبور کہ "عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است"۔

علومِ جدیدہ

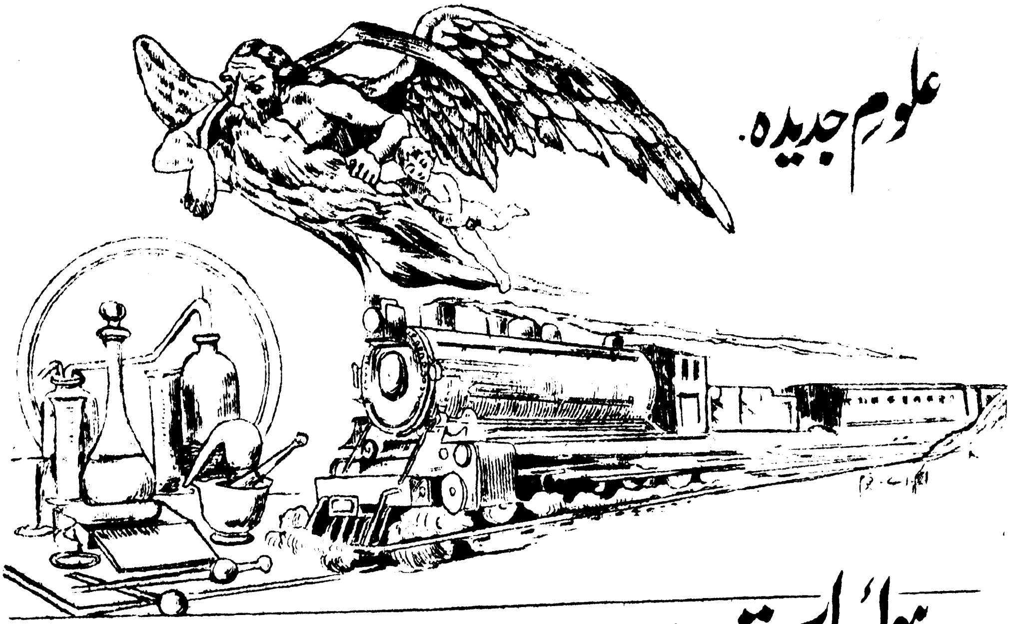

ہوائیات (پیوستہ)

پروپیلر کی اعلیٰ اقسام

اعلیٰ قسم کا پروپیلر وہ ہوتا ہے جو ٹھوس لکڑی سے تراشا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کام نہایت طویل طویل اور تعب خیز ہے لیکن اگر ہوشیاری اور درستی کے ساتھ کام کیا گیا تو تمام مشکلات اور تکالیف کا معاوضہ بھی ادا ہو جائے گا اور جو پروپیلر تیار ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ پھر اس کی کامیابی میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔

ایسے پروپیلر جو ٹھوس لکڑی سے تراشے گئے ہوں ہر ہوائی موڈل ساز کے یہاں سے خرید سے جا سکتے ہیں لیکن اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ ان کا ڈھال (Pitch) نہایت چھوٹا اور خود پروپیلر خصوصاً پھول (Boss) کے مقام پر نہایت بھاری ہوتا ہے۔ اس لئے بنے بنائے پروپیلر خریدتے وقت سب سے پہلے اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ ادن کا وزن (Blance) بھی برابر ہے یا نہیں اگر ایک سرا دوسرے سرے سے ذرا بھی بھاری ہو تو پھر یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ اس کے ذریعہ سے عمدہ پرواز پیدا ہو سکے گی اگر پروپیلر دیکھنے میں یا تجربے پر بہت زیادہ بھاری معلوم ہو یا جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ وزن اس میں پایا جائے تو اس کو ہلکا کرنیکی یہ ترکیب ہے کہ پھول کے قد و قامت کو گھٹا دیجئے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے یا تو اسے کاٹ ڈالا جائے یا اس کی وضع میں میں ترمیم کر دیجائے پتوں (Blades) کی موٹائی کو بھی ریگمال کاغذ کے ذریعہ سے کم کیا جا سکتا ہے۔ اس ترکیب سے اکثر پروپیلر کے وزن کو نصف اور بعض اوقات نصف سے بھی زیادہ کم کر دیا گیا ہے۔

تمام قسم کے پروپیلرس پر عام اس سے کہ وہ ٹھوس لکڑی سے تراش کر بنائے گئے ہوں یا ان کے ہر ہر جزو کو علیحدہ علیحدہ بنا کر ملا دیا گیا ہو۔ اگر وارنش نہیں کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں السی کا تیل بھی اچھی طرح جوش دیکر ان پر ملا جا سکتا ہے۔ جوش دینے کا یہ اثر ہوگا کہ تیل ملنے کے بعد بالکل خشک ہو جائے گا اور چکناہٹ باقی نہیں رہے گی اس کا ہر حال خیال رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کا تیل ان موقعوں پر ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہئیے جہاں چکناہٹ کی ضرورت ہو۔

ربر موٹر کی صورت میں پروپیلر کا ڈھال زیادہ ہونا چاہیے جو کناروں کی طرف کم از کم پینتیس ۳۵ سے چالیس بلکہ پینتالیس ڈگری تک ہو سکتا ہے۔ قطر کو بھی نسبتاً بڑا ہونا چاہیئے تاکہ زیادہ تیز حرکت کو روک سکے۔ بالخصوص اس لئے کہ پروپیلرس میں عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ادھر ان کو متحرک کیا گیا اور ادھر انھوں نے نہایت جلدی جلدی اور تیز چکر لگانے شروع کر دیئے یہ حالت خصوصیت کے ساتھ اس وقت اور بھی زیادہ ہوتی ہے جب کہ ربر موٹر کا دباؤ انتہائی نقطہ پر ہو۔

زیادہ وضاحت کے لئے ہم اسی سلسلہ میں بال بیرنگس (Ball Bearings) کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں

بال بیرنگس (چھروں کا دھرا)

جب ربر موٹر کو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے بل دیا جاتا ہے تو اس میں اچھی خاصی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت تناسب قد و قامت کے موڈلس میں بھی کئی پاؤنڈ کا وزن سہار لیتی ہے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ پروپیلر ایکسل کا وہ خاص مقام جہاں پہیئے کا دھرے سے لگاؤ ہوتا ہے بہت زیادہ عمدہ اور نفیس ہونا چاہئیے اور اس لئے بال بیرنگس کے استعمال کا خیال از خود پیدا ہو جاتا ہے جو بازار میں کثرت سے دستیاب ہو سکتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان میں سے بعض اسقدر عمدگی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں کہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان میں وزن بالکل ہوتا ہی نہیں اور پھر نہایت آسانی کے ساتھ فولادی تار کی دھری کے ساتھ مل بھی جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے بہ لحاظ نتیجہ مخروطی شکل کے فولادی دھرے جو پیتل کے بیرنگس (Bearings) میں پروے جاتے ہیں ان کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوتے ہیں

بال بیرنگس سے ایک یہ صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ انکی وجہ سے پروپیلر ابتدا ہی سے نہایت تیز حرکت شروع کر دیتے ہیں اور اصولاً ان کو جتنا پھرنا چاہیئے اس سے زیادہ پھرنے لگتے ہیں۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہی ہوتا ہے۔

مگر یہ بھی ضرور ہے کہ ہلکے اقسام کے بال بیرنگس یکساں سطح اور مخروطی شکل والے بیرنگس کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہوتے ہیں لیکن موڈل کی لمبائی اگر چھ فٹ ہو تو اس صورت میں وہ موخر الذکر اقسام کے عمدہ اور نفیس بیرنگس سے بہ لحاظ عمل فائق نہیں ہوتے۔

دوہرے پروپیلرس

دو ایسے پروپیلرس کو جن کا ڈھال تو ایک دوسرے سے مخالف ہو لیکن اور حیثیت سے وہ بالکل توام معلوم ہوتے ہوں اور انمیں ذرا بھی فرق نہ ہو۔ استعمال کرنے سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ ہر شخص آسانی سے محسوس کر سکتا ہے ذیل کی مثال سے اس پر اچھی طرح روشنی پڑ سکتی ہے۔

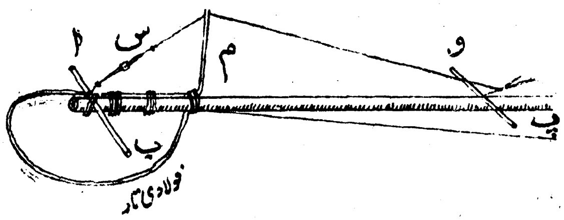

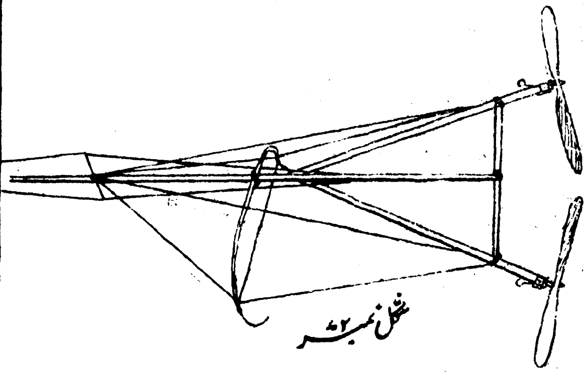

شکل نمبر ۲

یہ ایک مصنف کا بنایا ہوا دوہرے پروپیلر کا نمونہ دونوں حصوں میں بتایا گیا ہے اس میں نہ پلین ہے اور نہ موٹر ربر موٹر وسطی ڈنڈے کے برابر آگے سے پیچھے تک لگے ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کی طرف ایک نیچے کی طرف

شکل نمبر ۲، میں جو موڈل ظاہر کئے گئے ہیں انمیں سے ایک پروپیلر والے موڈل میں بالکل مکمل ہو جانے کے بعد پورے ساڑھے آٹھ اونس وزن تھا۔ اس موڈل میں ذرا سی تبدیلی کر کے جب اس میں دو پروپیلر لگائے گئے جن کا قطر بالکل برابر تھا اور جن کا مجموعی وزن اتنا تھا جتنا کہ عام طور پر ایک پروپیلر کا ہوتا ہے تو اس سے مکمل موڈل کا وزن جسمیں زاید ربڑ بھی تھا کل سوا دس اونس ہو گیا لیکن طاقت میں المضاعف اضافہ ہو گیا۔ اور پھر وزن میں بھی صرف بیس فیصدی اضافہ جو کچھ زیادہ نہیں ہے اسی کے ساتھ قوت مدافعہ میں بھی دس فیصدی کا اضافہ ہو گیا۔ گویا اس طرح اکہرے پروپیلر والے موڈل کی بہ نسبت دوہرے پروپیلر والے موڈل میں کل تیس فیصدی اضافہ ہوا۔ لیکن بہ لحاظ نتیجہ یہ پہلے سے ستر فیصدی زیادہ اچھا اور عمدہ ہو گیا اس صورت میں موڈل صرف ایک وسطی ڈنڈے پر بنایا گیا تھا جیسا کہ شکل نمبر ۲، سے ظاہر ہوتا ہے۔ متساوی الساقین مثلث نما فریم ورک بھی دو پروپیلرس کے جو قاعدہ کے دونوں گوشوں پر نصب کئے گئے ہیں اور ربڑ کی بجائیں جو دونوں سمتوں کے متوازی ہیں اور موڈل کی جو ٹی پر تیم ہوتی ہیں عام طور پر پسند کی جاتی ہے اس میں زیادہ تر سختی اور طاقت ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ یہ ساخت اس قدر ہلکی نہیں ہوتی جتنی کہ اکہرے ڈنڈے والی ساخت عموماً ہوا کرتی ہے فریم ورک کو جسقدر ممکن ہو ہلکا اور فولادی سطول اور فولادی تار کے ساتھ مستحکم رکھنا چاہئے جیسا کہ اکہرے ڈنڈے والے

موڈلس کے بیان میں واضح کردیا گیا ہے ۔

شکل نمبر ۲۷ میں نیتیان کی ایک جدید صورت دکھلائی گئی ہے جس سے یہ مقصد ہے کہ طیارے کے زمین پر اترتے وقت پروپیلر بیس نہ ٹکرائیں اور اونچے رہیں بالخصوص اس

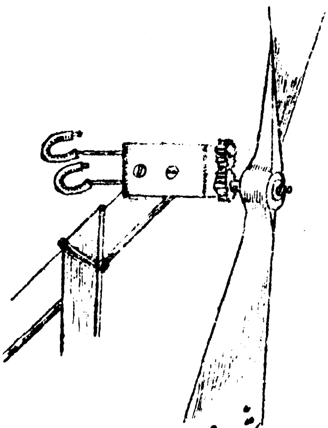

شکل نمبر ۲۷

ذیلی صورت ۱ء۲۷ میں جو گیر وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں ان کو بڑھاکر دکھایا گیا ہے اسپر خاص طور سے نظر ڈالنے کی ضرورت ہے ۔

لئے کہ زمین پر اتر کر طیاروں کا دور تک زمین پر دوڑنا بجائے خود پروپیلرس کے لئے اگر بہت زیادہ مضبوط نہ ہوں تو بہت کچھ ضرر رساں ہے ۔ عموماً نیتیان بے جوڑ بید کی لکڑی سے بنایا جاتا ہے جس کے سروں پر فولادی تار لپیٹ دئے جاتے ہیں اور تمام فریم کی مضبوطی اور استحکام کی غرض سے پیانو میں بالعموم جو فولادی تار استعمال کیا جاتا ہے اس سے کام لیتے ہیں ۔

دوہرے پروپیلرس کا ایک دوسرے کے مقابلہ میں توازن (Balance) بالکل یا جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہو برابر ہونا چاہئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کبھی دو پروپیلر توازن (Balance) کے لحاظ سے ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ انکی پرواز کا رجحان ہمیشہ دائرہ کی طرف ہوتا ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ کبھی سیدھے نہیں اڑ سکتے

کوکنا

اس بیان کے بعد سب سے پہلا سوال کوکنے کا باقی رہ جاتا ہے ۔ دونوں پروپیلرس کو ایک ہی وقت میں اور ایک ساتھ کوکنا چاہئے ۔

یہ اصول لازمی طور پر اس ناگزیر نتیجہ کی طرف رہبری کرتا ہے کہ دونوں پروپیلرس میں ایک ساتھ کوک بھرنے کے لئے کوک بھرنے والی کسی قدر پیچیدہ مشین کی ضرورت ہوگی ۔ معمولی دستی برموں کے ذریعہ سے نہایت عمدہ چابی بھرنے والے آلات بنائے جا سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ معمولی برمے کو استعمال کرنے کے بجائے لوہے کا ایک ٹکڑا لیجئے جس میں چھوٹا سا دستہ بھی (Drill Chuck) میں فٹ ہونے کے لئے لگا ہو اور دو کانٹے بھی ہوں جو ایک دوسرے سے تقریباً دو انچہ علیحدہ ہوں جیسے کہ بالعموم چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں ۔

یہ ترکیب نہ صرف کار آمد اور آسانی پیدا کرنے والی ہی ہے بلکہ بالخصوص اس صورت میں جبکہ دو پروپیلرس میں کم از کم پانچسو مرتبہ کوک بھرنے کی ضرورت ہو قطعی طور پر لازمی بھی ہیں ۔

باقی آئندہ

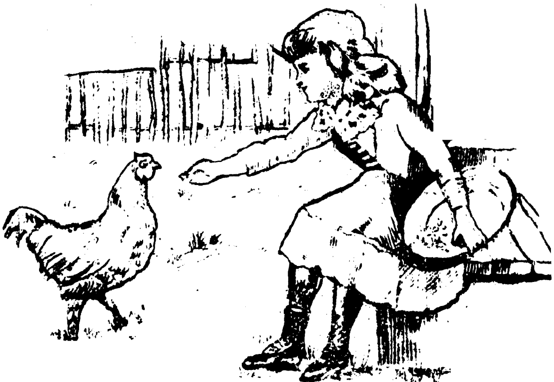

مرغیوں کی پرورش

مثلاً فرض کرو کہ تمہارے پچاس روپیہ ایک ٹکڑی کے واسطے خرچ ہوئے۔ تم کو دو مرغیوں نے تین سو یا ڈھائی سو انڈے دئے ان سے آدھے بٹھا دئے اور آدھے کھانیکے کام میں لائے گئے ایک سو پچپن انڈوں میں سے ساٹھ بچے نکلے۔ سوا سو انڈوں میں سے پچاس بچوں کا پیدا ہونا یقیناً منافع خیز ہے۔ پچاس میں سے اگر دس بچے بھی فروخت کر دئے گئے اور چالیس کھانیکے کام میں آئے تب بھی اس میں بہت بڑا نفع ہے۔ جو عام طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

فصل چہارم: اجتماع: ایک امر نہایت نہایت ضروری توجہ کے قابل یہ ہے کہ جانور ایک دوڑ (میدان) میں یا گھر میں بہ تعداد کثیر جمع نہ کئے جائیں اگر ایسا اجتماع کیا گیا تو انڈے نہ دینگے۔ اگر انڈے بھی دے تو وہ انڈے ناقابل تولید ہوں گے اگر قابل تولید ہوئے تو بچے بیمار اور کمزور ہوں گے اگر یہ بھی نہ ہوا تو یقیناً جانور بہت جلد بیمار ہو کر مر جائینگے۔ یہ جانور، بڑی یا چھوٹی بطوں اور فیل مرغ کے ساتھ ایک مکان یا ایک دوڑ (میدان) میں ہرگز نہ رکھے جائیں ورنہ وہ ان کو خراب کر دینگے۔

فصل پنجم: حفاظت و غذا: پرندوں کی بقا کا بہت کچھ انحصار نگرانی اور حفاظت نیز روزانہ غذا پر ہے۔ بہترین جانوروں سے بھی بہترین بچے لینے کی امید بغیر کامل حفاظت اور نگرانی کے اور بغیر عمدہ غذا دئے نہ رکھنی چاہئیے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نسل بھی حفاظت کی کمی اور غذا کی خرابی کی وجہ سے بہت جلد خراب ہو جاتی ہے۔

فصل ششم: زیادہ انڈے دینے والی مرغیوں کی شناخت: اس کی شناخت مشکل ہے کہ کونسی مرغی زیادہ انڈے دینے والی ہے۔ البتہ جن لوگوں کے پاس تھوڑی سی مرغیاں ہیں۔ وہ ان کو بہ احتیاط ہمیشہ دیکھتے رہنے کی وجہ سے اس قسم کی شناخت میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن جب مرغیوں کی تعداد زیادہ ہو تو یہ شناخت ناممکن ہو جاتی ہے کہ کونسا انڈا کس مرغی نے دیا ہے اور کونسی مرغی کسقدر انڈے دیتی ہے اس لئے یہ بہتر ہے کہ ان مرغیوں کو بالکل جداگانہ رکھا جائے جنکے نسل بطور خاص لینے کی خواہش ہے اس عمل سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسی مرغی زیادہ انڈے دینے والی ہے۔ بظاہر تیز اور چالاک مرغی بہ نسبت بالکل سست اور مجہول مرغی کے زیادہ انڈے دیتی ہے آزمائش کا قابل اطمینان طریقہ خاص قسم کے ڈربے استعمال کرنے کا ہے۔ یہ ڈربے اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ان میں جو دروازے لگائے جائیں ایسے ہوں کہ بند تو از خود

ہوجاتی ہیں مگر بغیر کھولے نکل نہ سکیں تاکہ مرغی جس وقت اندر جائے دروازہ از خود بند ہو کر مرغی کو باہر آنے سے روک دے جب مرغی انڈا دے چکے تو اس کو خود نکال لینا چاہئیے اس طریقہ سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسی مرغی سال میں کتنے انڈے دیتی ہے۔

فصل ہفتم۔ عمر کی شناخت: ایک تجربہ کار شخص پہلی نظر میں جانور کی عمر معلوم کر سکتا ہے۔ گر مبتدی کے ذہن میں اس علم کا بیٹھانا کسیقدر دشوار ہے کیونکہ کوئی علامت یقینی نہیں ہے عام طور سے جوانکی ٹانگیں نازک اور چکنی ہوتی ہیں ان کا تاج ملایم اور تازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بڈھے جانوروں کی ٹانگوں کی بنڈلیاں سخت اور خار دار اور اس کا تاج اور گلپھڑے کسیقدر سخت اور خشک اور زیادہ بھوسی دار ہوتے ہیں اس کی مجموعی صورت پوری بیتن معلوم ہوتی ہے لیکن ان علامتوں میں بہت سے دھوکہ بھی ہوتے ہیں خاص طور سے بیچنے والے بڈھے جانوروں کو جوان کر کے دکھانے کا خاص طریقہ جانتے ہیں۔ مبتدی کو اپنی قوت مدرکہ سے کام لینا چاہئے اور گھر کے بڈھے جانوروں میں جو علامتیں مشترک ہوں ان کو ذہن نشین کر لینا چاہئے

فصل ہشتم۔ موٹی مرغیاں: افزائش نسل کے لئے جو مرغیاں ہوں ان کو کبھی موٹا نہ ہونے دینا چاہئے۔ مرغی جتنی موٹی ہوتی ہے اس کے انڈے اسی مناسبت سے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور بہت زیادہ موٹی مرغی بالکل انڈے نہیں دیتی۔ انڈے دینے والی مرغی اوسط درجہ میں رہنی چاہئے نہ زیادہ موٹی ہو نہ بالکل دبلی۔ اگر مرغی دبلی ہو جائے گی تو بیمار ہو کر انڈے دینا بالکل چھوڑ دیگی۔ انڈے دینے والی مرغی کی جسامت اوسط درجہ کی اور اس کو طاقت ور رکھنے کی کوشش کیجائے۔ اسی طرح اگر مرغ موٹا ہو گیا تو یہ سست ہو جائے گا۔ اور ڈربے میں رہنے کے کام کا رہے گا۔

افزائش نسل کے جانوروں کا بلحاظ موسم امتحان کرتے رہنا چاہئے۔ اگر وہ زیادہ موٹے ہوں تو ان کا دانہ کم کر دینا چاہئے

جانوروں کو ورزش کا عادی اور دانہ کا متلاشی بنانا ضرور ہے۔

فصل نہم۔ سائنس کے طریقہ پر افزائش نسل کے ذخیرہ کا انتخاب۔

نسل لینے کے واسطے انتخاب کرنے میں صورت پسند لوگوں کو خوبصورتی اور منافع دونوں پیش نظر رکھنے چاہئیں اور اس قدر احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ نتیجہ خیز ہوں۔ اس نمونے کے جانوروں کو صورت اور منافع دونوں میں فوقیت رکھنی چاہئے۔ یہ دونوں خاصیتیں ایک دوسرے کی معاون اور ہمدگر معین رہیں۔ ایک ایسا جانور جسمیں یہ دونوں صفتیں کافی اور مناسب حد تک موجود ہوں زیادہ بہتر اور بیش قیمت ہوتا ہے۔ بہ نسبت ایسے جانور کے جس میں صرف ایک صفت بہ نسبت دوسری صفت کے زیادہ واضح اور نمایاں ہو۔ نفع رسانی کی خاصیتیں خاص طور سے انڈوں کی پیدائش قد و قامت اور گوشت کی قسم پر منحصر ہیں صورت دار جانور بہ لحاظ صورت کے اچھے ہوتے ہیں مگر نفع رسانی کے جوہر ان میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

باقی آئندہ

سینما کے بعض حیرت خیز اثرات

آپ کو سینما بارہا تشریف لیجانیکا اتفاق ہوا ہوگا۔

آپ نے سپید پردہ پر متحرک تصاویر بارہا دیکھی ہونگی۔ مگر کبھی آپ نے اس امر پر بھی غور فرمایا کہ جو متحرک تصویریں آپ کے پیش نظر رہیں انکی جسامت کا کونسا خاص حصہ آپ نے دیکھا اور کونسا خاص حصہ آپ نہ دیکھ سکے؟ سنئے آپ اب تک اُن تصاویر کی صرف بلندی اور چوڑائی ہی کو دیکھ سکے ہیں۔ مگر ایک تیسرا ضروری جزو۔ عمق۔ ہمیشہ آپ کی نظروں سے نہاں رہا ہے لیکن اب ایک سائنٹسٹ کی بلیغ کوششوں نے اس مشکل کو بھی حل کردیا ہے اور آیندہ سے آپ متحرک تصویروں کی چوڑائی اور اونچائی کے ساتھ ساتھ انکی گہرائی کو بھی دیکھ سکیں گے۔

یہ تو تمام دنیا جانتی ہے کہ بائیسکوپ یا سینما میں جو تصویریں بالکل جاندار نظر آتی ہیں۔ ان میں حرکت پیدا کرنے کا طریقہ سب سے پہلے اسٹیریوسکوپ (Stereoscope) نے سمجھایا اور بالآخر زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس نے اس حد تک ترقی کی کہ ہمارے اسباب تفریح میں شامل ہوگیا۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ تصویروں میں حرکت تو اسٹیریوسکوپ نے پیدا کی۔ مگر وہ کونسا ذریعہ ہے جو رفعت و وسعت کے ساتھ ساتھ تصویروں کا عمق یا فاصلہ بھی ہم لوگوں کے پیش نظر کرے گا۔ اس سلسلہ میں ایک یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کسی شئے کی صرف رفعت و وسعت دیکھ لینا ہی کیوں کافی نہیں ہے۔ اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کا فاصلہ یا عمق بھی دیکھنے پر مجبور ہوں۔ نیز وہ کونسا طریقہ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی چیز پر محض ایک نگاہ غلط انداز ڈالیں اور فوراً یہ معلوم کرلیں کہ اس چیز کا عمق یا فاصلہ اسقدر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسٹیریوسکوپ سے کام لینے سے پہلے ہی سائنس دان فرقہ نے اس مسئلہ کو جہاں تک قدرت اور فطرت کا تعلق ہے بالکل حل کرلیا تھا۔

اس دلچسپ مبحث پر قلم اُٹھانے کیلئے تاریخ سائنس کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے دو ہزار برس پہلے مشہور و معروف یونانی ماہر فن۔ ریاضی حکیم اقلیدس نے

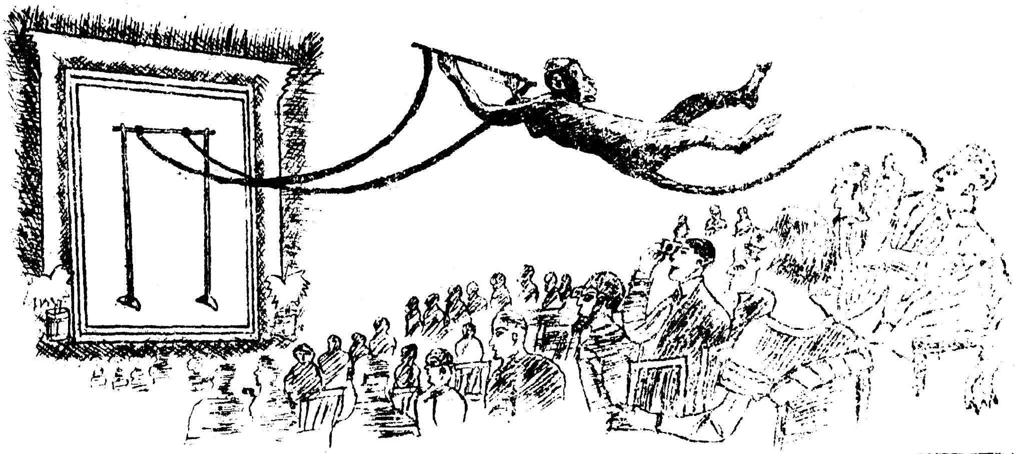

اس قسم کی تصویریں پردے سے صاف
باہر نکل آتی ہیں، یہانتک کہ یہہ معلوم ہوتا
ہے کہ تماشائیوں تک جا پہونچی ہیں اور ہر شخص یہہ
سوچنے لگتا ہے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر انھیں چھو یا پکڑ سکتا ہے

[illegible] کے بعد۔ اب سے ڈیڑھ ہزار برس قبل گلین کو یہہ راز معلوم تھا۔ اور سچ یہہ ہے کہ گلین نے اقلیدس سے بھی زیادہ وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

سائنٹفک تفصیلات کی مشکلات میں پڑنے کے بجائے ہم مختصر صرف اسی اطلاع پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس تیسرے جزو جسامت یعنی گہرائی یا عمق سے کو ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں بصرات دو چشمی (Binocular Visions) کے[1] ذریعہ سے تمیز کرتے ہیں۔

آپ نے کبھی اس امر کو بھی محسوس کیا ہے کہ جس شئے کو آپ دیکھ رہے ہیں وہ دراصل ایک شئے نہیں ہے بلکہ ایک شئے کے دو رخ ہیں جو یکجائی طور پر آپ کے پیش نظر ہیں اور اس شئے کی ایک صورت قائم کرکے آپ کو دکھاتے ہیں۔ یا کبھی آپ نے اس امر پر بھی غور کیا ہے کہ قدرت نے آپ کو دو آنکھیں کیوں دی ہیں اور ایک ہی پر کیوں اکتفا نہیں کیا؟

اگر قدرت نے ہمیں صرف ایک ہی آنکھ عطا کی ہوتی تو اس کا

---

[1] [illegible] سے وہ بصارت مراد ہے جو دونوں آنکھوں کی قوت بینائی یکجائی طور پر [illegible]

سب سے پہلا نتیجہ یہہ ہوتا کہ ہم کبھی یہہ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ کونسی چیز مسطح ہے۔ کونسی مدور ہے اور کونسی تکونیا ہے نہ کبھی ہمیں یہہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسی چیز میں کسقدر فاصلہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیں اپنی روزمرہ کی ضرورتیں پورا کرنے میں کسقدر دقتیں پیش آتیں بصورت موجودہ ہم اپنی ایک آنکھ سے بہ نسبت دوسری کے ہر شے کے ایک ہی خاص حصہ کو زیادہ اچھی طرح اور واضح طور پر دیکھتے ہیں اور ہر آنکھ کے پیش نظر جو ایک خاص رخ ہوتا ہے وہ دونوں ملکر ہمیں اس شے کا عمق یا فاصلہ بتا دیتے ہیں۔

اس نظریہ کو اچھی طرح عملی طور پر ذہن نشین کرنے کی غرض سے آپ ایک کتاب یا کوئی دوسری مسطح چیز ہاتھ میں لیکر اپنی آنکھوں کے سامنے لائیے۔ اب بغیر کتاب کو اپنی جگہ سے ہٹاتے ہوئے اور اسی طرح قایم رکھتے ہوئے اپنی سیدھی آنکھ بند کر لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ باوجودیکہ آپکی دونوں آنکھیں کتاب پر جمی ہوئی تھیں لیکن سیدھی آنکھ بند کر لینے کا یہہ اثر ہوا کہ الٹی آنکھ کے پیش نظر کتاب کا صرف الٹا سرا رہ گیا۔ اب سیدھی آنکھ کھول کر الٹی آنکھ بند کر لیجئے اس مرتبہ آپ کی سیدھی آنکھ کے سامنے کتاب کا صرف سیدھا سرا ہے۔ اب دونوں آنکھیں کھول لیجئے۔ پھر آپکے سامنے پہلے کی طرح پوری کتاب ہے۔

اب کتاب اسی طرح اپنی جگہ پر قایم رکھے ہوئے کسی ایسی چیز پر نظر جمایے جو کتاب کے بالکل پس پشت اور کم سے کم پانچ چھ گز کے فاصلہ پر ہو۔ ابتدا جب آپکی نگاہیں کتاب پر جمی ہوئی تھیں آپ نے اس چیز کو نہیں دیکھا تھا دراں حالیکہ کتاب کو اسی طرح قایم رکھے ہوئے آپ اسے دیکھ سکتے تھے۔

جس طرح کہ اب آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور باوجودیکہ آپ اس کتاب کو نہیں دیکھ رہے ہیں تب بھی کتاب آپ کے پیش نظر ہے اور آپ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکی آنکھوں اور اس چیز کے مابین جب آپکی آنکھیں جمی ہوئی ہیں کتابیں ہیں۔ آپ اپنی نگاہیں اس چیز پر سے ہٹا کر کتاب پر جما دیجئے اور وہ چیز آپکی نظروں سے پھر غایب ہو جائے گی۔

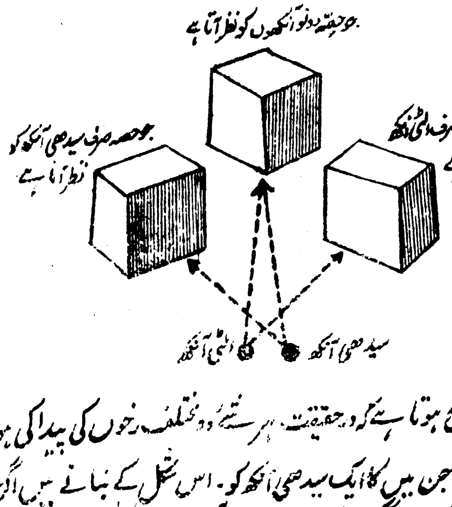

ہر شکل سے واضح ہوتا ہے کہ درحقیقت ہر شئے دو مختلف رخوں کی پیدا کی ہوئی ایک اجتماعی صورت ہے۔ جن میں کا ایک سیدھی آنکھ کو۔ اس شکل کے بنانے میں اگرچہ بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے مگر اس کا مقصد یہہ ہے کہ گویا ذہن نشین کرائی جاتی ہیں وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں

غرض یہ ہے کہ اس طریقہ پر آپکی دونوں آنکھیں آپ کو (Shades) اور سطحات کا فرق بتاتی ہیں ہر آنکھ ایک ہی شئے ایک مختلف زاویہ سے دیکھتی ہے اور ان مبصرات کو اعصاب بصری ایک مشترک صورت میں ہمارے پیش نظر کر دیتی ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم عمق اشیاء کو دریافت کر لیتے ہیں۔

پرانے قسم کے اسٹراسکوپ میں دو کیمروں کے ذریعہ سے یہ نتیجہ حاصل کیا جاتا تھا۔ جو صحیح مگر مختلف بصری زاویوں سے اشیاء کا عکس لیتے تھے۔ یہ دونوں عکس پہلو بہ پہلو چسپاں کر کے اسٹراسکوپ کے ذریعہ سے (Lenses) کے اندر سے دیکھا جاتا تھا اور اس طرح عمق یا فاصلہ ظاہر ہو جاتا تھا۔

حرکت کرنیوالی تصویریں لینے والے لوگ اس امر سے واقف تھے کہ اس اسٹراسکوپک نتیجہ کے حاصل ہو جانے پر کسقدر ترقی کی جا سکتی ہے اور تجربہ کرنے والے افراد سالہا سال اس کے متعلقہ تجربہ حاصل کر رہے تھے۔ مختلف طریقوں سے لوگوں نے اس کے متعلق کامیابی حاصل کرنی چاہی مگر ہر ایک میں بالآخر کچھ نہ کچھ نقص موجود پایا گیا یہاں تک کہ وہ طریقہ روبکار لایا گیا جس کو (Ives - Leventhal) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسٹراسکوپک اثرات رکھنے والی متحرک تصویروں کو عام منظر پر لانیکی تیاریوں میں تقریباً ایک سال سے زیادہ عرصہ لگ گیا لیکن اب بہت ممکن ہے کہ سب سے اول جو تصویریں اصول پر لیگئی ہے وہ عنقریب عام طور پر ہر بائیسکوپ میں دکھلائی جانے لگے۔

یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے کہ اگر سرخ چیز کو سرخ آئینہ (Glass) سے دیکھا جائے تو وہ سرخ چیز غائب ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی اودی چیز کو اودے آئینہ (Glass) کے ذریعہ سے دیکھا جائے تو وہ نظروں سے نہاں ہو جائیگی۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ اگر اودی چیز کو سرخ آئینہ یا سرخ چیز کو اودے آئینہ سے دیکھا جائے تو دونوں صورتوں میں وہ چیز سرخ یا اودی نظر آنیکے بجائے کالی نظر آئے گی۔ یہی وہ اصول فطرت ہیں جن کی بنا پر کہ موجودہ طریقہ بروئے کار لایا گیا ہے۔

تصویریں لینے کا یہ طریقہ ہے کہ خاص طور پر متحرک تصویریں لینے کیلئے بنائے ہوئے کیمرے ہیں۔ ایک ہی وقت میں دو نیگیٹو (Negative) لئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں نگیٹو ایک سے ہوتے ہیں البتہ فرق اسقدر ہوتا ہے کہ مختلف زاویوں سے ان کو لیا جاتا ہے اور یہ زاویہ بالکل اسی ڈگری کے ہوتے ہیں جس ڈگری کا زاویہ انسانکی آنکھیں قائم کرتی ہیں یہ (Negatives) متحرک تصاویر کے فلم پر چھاپ دے جاتے ہیں۔

عمق یا فاصلہ دریافت کرنیکے لئے پہلے یہ عمل کیا گیا کہ موجدین نے اپنے مذکورۂ بالا دونوں (Negatives) میں سے ایک کو سرخ رنگ دیا اور دوسرے کو اودا۔ اور اس کے بعد پردہ پر عکس ڈالا گیا تو معلوم ہوا کہ اودے اور سرخ رنگ کا ایک مجموعہ ہے جو پیش نظر کر دیا گیا ہے۔ اور بس اسقدر کامیابی حاصل کر چکنے کے بعد اب صرف اتنی اور کسر رہ گئی کہ پردہ پر تصاویر کو اصلی شکل و صورت میں نمایاں کیا جائے۔ چنانچہ جب ان تصویروں کو ایک ایسی عینک لگا کر دیکھا گیا جس میں

اودے اور سرخ رنگ کے آئینہ لگے ہوئے تھے تو مطلوبہ اثر فوراً پیش نظر ہوگیا اور یہ معلوم ہونے لگا کہ یہ دراصل زندہ چیزیں ہیں جو حرکت کر رہی ہیں یہاں تک کہ یہ فعل اسقدر مستحکم ہوگیا کہ حرکت جو پردے پر ہوتی تھی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دیکھنے والے ہی کا نتیجہ فعل ہے۔

سب سے پہلے اس قسم کا جو عکس پردے پر ڈالا گیا اس میں ایک آدمی کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ وہ ایک لمبا بانس ایک طرف سے پکڑ کر اس کا دوسرا سرا اپنے سامنے کسی چیز میں بھونک رہا تھا۔ لیکن دیکھنے والوں کو بالکل یہ معلوم ہوا کہ بانس انکی آنکھوں میں بھونکا جا رہا ہے۔ کمزور طبیعت والے انسانوں پر اس کا جو کچھ اثر ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے۔ دوسری تصویر میں ایک بندر کو قلا بازیاں کھاتے ہوئے بتایا گیا۔ اور لوگوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ وہ بالکل ان کے سر پر قلا بازیاں کھا رہا ہے۔ تیسری اور چوتھی تصویر کا نتیجہ اور اثران سب سے زاید تھا۔ ایک شخص نے یکایک جیب میں سے پستول نکال کر ناظرین کی طرف منہ کرکے فیر کردیا ہر شخص کو ایسا معلوم ہوا کہ اس دہکتی ہوئی گولی کا گہوارہ اسی کا دل و جگر ہے۔ بہت سی چیخیں ایک ساتھ منہہ سے نکل پڑیں اور تھوڑی دیر کے بعد تصویر کے غائب ہوجانے پر مارے ہنسی کے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ چوتھی تصویر میں ایک لڑکے کو کیچڑ اچھالتے ہوئے دکھایا گیا۔ صفائی پسند خواتین اس گندے پن کو کس طرح سہہ سکتی تھیں؟ وہ غصہ میں اٹھکر جانے ہی والی تھیں کہ تصویر غائب ہوگئی اور مکان مضحکہ آمیز قہقہوں کی صداؤں سے پھر گونج اٹھا۔

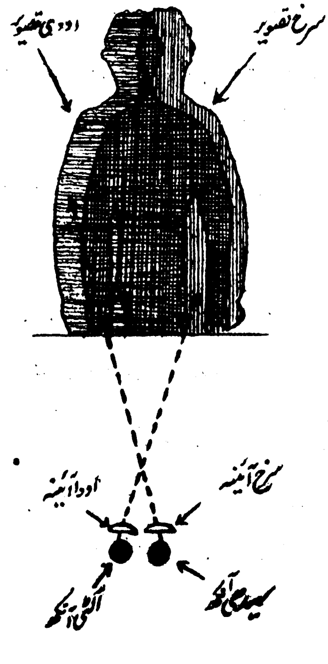

یہ دونوں تصویریں پردہ پر ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں۔ الٹی آنکھ اودے چشمہ میں سے سیدھی طرف والی سرخ تصویر کو دیکھتی ہے اور سیدھی آنکھ سرخ چشمہ میں سے الٹی طرف والی اودی تصویر کو دیکھتی ہے

دونوں شکلیں ملکر عمق یا فاصلہ جس کے متعلق اس مضمون میں بحث کی گئی ہے ظاہر کردیتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس طرح تیار کی ہوئی تصویروں کو ایسی مخصوص عینک جس میں ایک آئینہ سرخ ہو اور ایک اودا لگا کر دیکھنے اور یہ محسوس کرنے سے کہ یہ تمام حرکتیں ہمارے ہی مقابلہ میں کی جا رہی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ تفریح کی غرض سے سینما دیکھنے والوں پر کیا اور کس نوعیت کا اثر پڑ سکتا ہے۔

بقیہ مضمون صفحہ (۱۱۰) اور اگر تہہ کردہ کاغذ پہلے سے تیار رہیں تو آپ ایک سنٹ میں مختلف قسم کے چکر بنا سکتے ہیں۔

دوسرے قسم کے چکر بنانے کیلئے شکل نمبر ۲ (دوسری مشق) میں جو نقطہ دار خط ظاہر کیا گیا ہے اس پر سے کاغذ کو چاک کیجئے (الف) (ب) اور (ج) بن جائیں گے

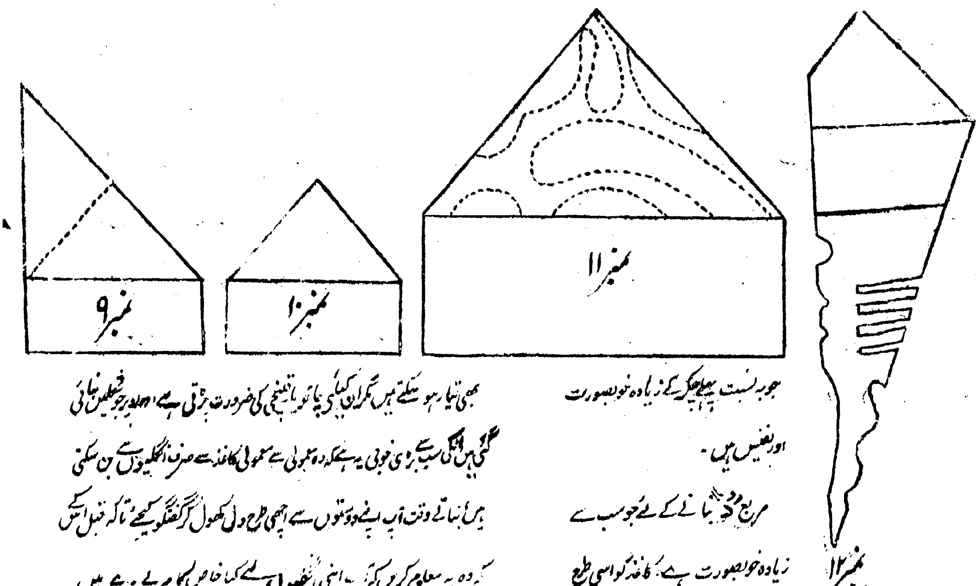

جو بہ نسبت پہلے چکر کے زیادہ خوبصورت اور نفیس ہیں۔

مربع [illegible] بنانے کے لئے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ کاغذ کو اسی طرح تہہ کیجئے جیسا پہلے ظاہر کیا گیا ہے کہ شکل نمبر ۲ کے بعد کاغذ کو شکل نمبر ۳ کی طرح موڑنے کے بجائے۔ شکل نمبر ۹ میں جو نقطہ دار لکیر ہے اس پر موڑیئے جس سے شکل نمبر ۱۰ پیدا ہوگی۔ اب شکل نمبر ۱۱ میں جو نقطہ دار خط بنایا گیا ہے

اس پر سے اس کو چاک کیجئے۔ اختتام پر آپ کے ہاتھ میں جو کاغذ رہ جائے گا اس کی شکل شکل نمبر ۱۲ کی طرح ہوگی۔ جہاں تک ممکن ہو کاغذ کا زیادہ حصہ چاک کروالیئے ورنہ جو شکل بنے گی وہ بجائے سبک اور نازک ہونے کے بھدی ہوگی۔ باریک اور نفیس مگر سخت کاغذ استعمال کرنے سے نہایت عمدہ عمدہ نمونے

بھی تیار ہو سکتے ہیں مگر ان کیلئے یا تو قینچی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور جو شکلیں بنائی گئی ہیں انکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ معمولی سے معمولی کاغذ سے صرف انگلیوں سے بن سکتی ہیں۔ بناتے وقت آپ اپنے دوستوں سے اچھی طرح دل کھول کر گفتگو کیجئے تاکہ قبل اس کے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ آپ اپنی انگلیوں سے کیا خاص کام لے رہے ہیں۔ انکی تفریح طبع کیلئے آپ عجیب عجیب قسم کے بیل بوٹے تیار کر دیں۔

سب سے آخر میں جو شکل بنائی گئی ہے وہ زیادہ تر نفاست اور ہوشیاری سے قطع کی ہوئی شکلوں کا نمونہ ہے۔ ایک مربع کاغذ کو پہلے دوہرا کیجئے۔ پھر چوہرا۔ پھر کناروں کی طرف سے اس کی آٹھ تہہ کیجئے اور پھر سولہ۔ اس عمل سے کاغذ کا کونہ ہو جائے گا۔ اب اس کو اوپر جو طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق قطع کر لیجئے۔ جو شکل سب سے آخر میں بنائی گئی ہے وہ بن جائے گی۔ اسی طرح ذرا سی ذکاوت سے کام لینے پر طرح طرح کی شکلیں بنائی جا سکیں گی۔ دیواروں وغیرہ پر نقش و نگار بنانے میں اس طریقہ سے خاص طور پر کامیاب ہو سکتی ہیں۔ جس قسم کے نقش و نگار بنانے ہوں ویسے کاغذ کاٹ کر دیوار پر چپکا کر اوپر سے رنگ پھیر دینے سے بغیر کسی قسم کے وقت کے نقش و نگار بن سکتے ہیں اس طرح وقت بھی کم صرف ہوگا

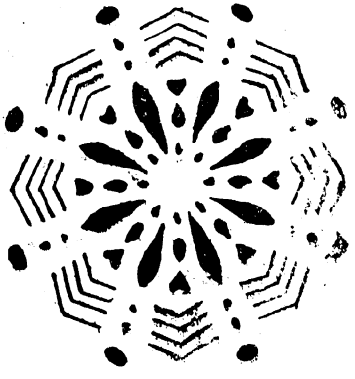

ادبیات

طبی رسالہ **المعالج** طبی رسالہ

(ماہوار)

طب یونانی ۔ ویدک ۔ اور ڈاکٹری مضامین کا ایک بہترین معقول طبی پرچہ ہے جو عرصہ ۸ سال سے زیر ایڈیٹری حکیم علیم الدین صاحب بھاگووالیہ امرتسر سے آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے ۔ اس میں حفظان صحت کے قوانین متفرق امراض پر خاص خاص مضامین مفرد بوٹیوں کے خواص و منافع تشنہ جات ۔ نامی گرامی حکماء کے صدری مجربات اور اخیر ادارۂ رسالہ کے سوال و جواب درج کئے جانے کے علاوہ کمزوری مستی نامردی جیسی خطرناک بیماری کی نسبت خصوصیت سے بحث کی جاتی ہے ہر حصہ ملک کے مشہور و معروف اطباء اس کی علمی امداد فرما رہے ہیں طبی دنیا کے لئے علاوہ ہر شخص عام نے بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے ۔ اگر آپ نے اسے ابھی تک نہ دیکھا ہو تو ایک پرچہ نمونۃً ضرور منگوا کر ملاحظہ فرمائیے قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ آٹھ آنے نمونہ مفت ہے ۔ دو روپیہ سالانہ چندہ دینے والے احباب کو رموز صنعت کتاب قیمتی ۱۲ ؍ مفت دی جاتی ہے ۔ منیجر رسالہ المعالج امرتسر پنجاب

دل کش

ادبی ۔ دلفریبیوں و رنگینیوں کا مخزن تھکے ہوئے دماغوں کیلئے تفریحی علاج رنگین مزاجوں کے نئے طرافت کا چشمہ گشتگان محبت کیلئے خضر راہ شاعری کے وجد آفرین انتخابات کا مجموعہ دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہے چونکہ پہلا پرچہ تین ہزار شائع ہوگا اس لئے مشتہرین کے لئے یہ سنہری موقع ہوگا کہ پہلا پرچہ ماہ جولائی ۱۹۲۴ء میں شائع ہوگا قیمت سالانہ ڈیڑھ روپیہ نمونہ مفت مضامین اور خط و کتابت پتہ ذیل پر ارسال کریں ۔

منیجر رسالہ دل کش لاہور

دل میں کچھ بھی ہو لیکن تقریر ہونی چاہئے ہاں البتہ بات میں تاثیر ہونی چاہئے جیسے ہنر آپ کو **علم مجلسی** کتاب سکھائے گی ۔

اس کتاب میں علم مجلسی نہایت ہی دلچسپ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اس کتاب میں ہر موقع و ہر محل کے پر لطف و برجستہ اشعار مختلف عنوانات کے تحت میں جمع کئے گئے ہیں ناصحانہ عاشقانہ ۔ اخلاقیہ ۔ ظریفانہ ۔ غرض جس قسم کا شعر مطلوب ہو اس قسم کے ہزاروں بیش بہا موتی ہوتے ہیں شعر ایک منٹ میں مل سکتے ہیں جو تقریر و تحریر و گفتگو کو رونق دیتے ہیں

نئے فیشن کی ۔ نو ایجاد نہایت دلچسپ نرالی کتاب ہے قیمت حصہ اول ۸ ؍ حصہ دوم ۸ ؍

ملنے کا پتہ

جنرل نیوز ایجنسی بلیماران دہلی

ہندوستان بھر کا واحد تعلیمی ہفتہ وار اخبار

اخبار تعلیم لاہور

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی ملک کی زندگی اور موت کا انحصار محض اس کی تعلیم پر ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیمی حالت نہایت ہی گری ہوئی ہے ۔ چنانچہ تعلیم سے بے اعتنائی کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ ملک بھر میں اخبار ہذا کے اجراء سے پہلے کوئی ایک بھی خالص تعلیمی اخبار نہ تھا بس اخبار تعلیمی معاملات کے دو ماہرین کامل کی ایڈیٹری میں ۱۵ اپریل ۱۹۲۴ء سے محض تعلیمی معاملات پر بحث اور رائے زنی کرنے اشاعت تعلیم کی تجاویز سوچنے سررشتہ تعلیم کے جو اہلکاران اور بالخصوص کم مشاہرہ مدرسین کی زبردست وکالت اور ترجمانی کرنے ۔ اور ہر قسم کے علمی عملی اور اخلاقی مضامین اور نیز تازہ بتازہ معلومات اور خبروں کے شائع کرنے کیلئے جاری کیا گیا ہے ۔ جسے ہزار اور غیر سرکاری طور پر کثرت سے سکولوں میں بہم پہنچایا گیا ہے پس ہر مدرس ہر طالب علم ہر بہی خواہ قوم و ملک کو اس کا خریدار بن کر خود مستفید ہونے کے علاوہ اپنے ملک و قوم کو بام عروج پر پہنچانا چاہئے ۔ لکھائی چھپائی ۔ کاغذ دیدہ زیب اور قیمت صرف سالانہ للعہ ششماہی نمونہ ملنے کا پتہ

منیجر اخبار تعلیم لاہور احاطہ امام بخش متصل انارکلی لاہور

اردو زبان کا شاندار علمی ، ادبی ، تاریخی ، مذہبی ، اخلاقی ، تمدنی ، معاشرتی ، طبی ، اصلاحی ، تفریحی ، ملکی ، اور سیاسی مضامین کا ماہوار مجموعہ یعنی

رسالہ

سوز و ساز

دہلی

جو بظل حمایت مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ملک الکلام بیگ علی منزل درگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی سے شائع ہوتا ہے

رئیس القلم ملک الکلام (**قوی**) اس کو ہوئی سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر ۔ نمونہ مفت یا کسی ایک نمبر کی قیمت (۸ ؍) ششماہی قیمت بذریعہ منی آرڈر (عہ ۸ ؍) سالانہ قیمت بذریعہ وی پی (للعہ ۱۲ ؍) ششماہی قیمت بذریعہ وی پی (عہ ۱۲ ؍)

ہر شخص پڑھے

کیونکہ ماہوار رسالہ جام جہاں نما میں ہر شخص کی دلچسپی کا سامان ہوتا ہے اور ہر مذاق کا آدمی اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے ۔ جہاں نما میں کئی قسم کے انعامات ماہوار تقسیم ہوتے ہیں ان کی خوبیوں کا اندازہ بغیر دیکھے نہیں ہو سکتا نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے ۔ ہو سکے تو آج ہی خط لکھیں اپنے خط میں اوس پر ستے لکھے تعریف آدمیوں کے پورے پتے بھی اگر آپ لکھ دیں گے تو آپ کو پرچے کے ساتھ ایک نہایت ہی عجیب تحفہ معمولی ہا دل پہ آپکو پیرنا م لکھا ہوا مفت بھیجا جائے گا ۔

منیجر رسالہ جام جہاں نما پانی پت پنجاب

سین دوسرا

کریپال - اریست

اریس - آہا! بھائی - خدا تمہیں اچھا رکھے -

کر - اور تمہیں بھی جیتا رکھے -

اریس - کچھ خبر بھی ہے میں کس مطلب سے آیا ہوں؟

کر - نہیں البتہ میں سننے کا مشتاق ہوں کہئے تو بات کیا ہے -

اریس - آپ کلتاندر کو کمدت سے جانتے ہیں؟

کری - خوب جانتا ہوں - وہ اکثر ہمارے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں -

اریس - بھائی آپکی ان کے متعلق کیا رائے ہے -

کری - ان کے نسبت میرا خیال ہے کہ وہ عزت دار طباع جری اور کھرے آدمی ہیں - میرے جانب کاروں میں شاید ایک آدھ ہی آدمی ان خوبیوں کا نکلے -

اریس - انکی ایک آرزو مجھے یہاں تک لائی ہے اور بڑی خوشی ہوی کہ آپ کا انکی نسبت ایسا عمدہ خیال ہے

کری - میں روم جارہا تھا اثنائے سفر میں ان کے والد مرحوم سے شناسائی ہوئی -

اریس - خوب -

کری - ان کے والد نہایت ہی بھلے آدمی تھے -

اریس - میں نے بھی انکی تعریف سنی ہے -

کری - ہم دونوں کا سن برابر کا تھا بس اٹھائیس سال

اور یقین مانو ہم دونوں کے دونوں مینچلے نوجوان تھے -

اریس - بے شک ہوں گے -

کری - رومی خواتین نے ہم دونوں کے دلوں پر بجلیاں گرائیں اور ہماری ولگیوں کا اس جگہ چرچا ہوگیا تھا - بہت سے دلوں میں ہم نے رقابت کی آگ بھڑکا دی تھی -

اریس - بھلا اس سے زیادہ اور کیا چاہئے - لیکن اب اس معاملہ کی طرف آئیے جس کی وجہ سے میں اسوقت آپ کے پاس آیا ہوں -

---

سین تیسرا

بلیس - کریپال - اریست

اریس - کلتاندر نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے اس کے دل کو آنریت لکے حسن نے گرویدہ کرلیا ہے -

کری - ہائیں - میری بیٹی کے حسن نے!

اریس - جی ہاں - کلتاندر اس کا والہ و شیدا ہوگیا ہے - میں نے ایسا وارفتہ عاشق کبھی نہیں دیکھا -

بل - نہیں نہیں بات یہ نہیں ہے - اب تو میں نے سُن بھی لیا اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اس نسبت کی آپکو خبر ہی نہیں - معاملہ کچھ اور ہے آپ سمجھے ہوئے ہیں کچھ اور -

اریس - بہن یہ کیسے؟

بل - کلتاندر تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال رہا ہے

اس کا دل کسی اور سے لگا ہوا ہے ۔

اریس۔ بہن تم بھی دل لگی کر رہی ہو۔ کیا ازبیت سے اسے الفت نہیں ہے ؟

بل۔ نہیں مجھے اس کا پورا یقین ہے ۔

اریس۔ مگر اس نے تو مجھ سے خود کہا ہے ۔

بل۔ ہاں کہا ہوگا کہنے سے کیا ہوتا ہے ۔

اریس۔ میں یہاں اسی لئے آیا ہوں کہ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ آج ہی میں لڑکی کے والد کو پیام دیدوں

بل۔ ہاں یہ ٹھیک سہی ۔

اریس۔ محبت میں اسقدر بیتاب ہے کہ اس نے بڑے اصرار سے درخواست کی ہے کہ جہانتک ہوسکے اس نیک کام کی جلدی ہی تکمیل ہوجائے ۔

بل۔ بہت بہتر بات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عاشقانہ خیال ہوسکتی تھی۔ بھائی یہ بات بس اپنے ہی تک رکھنا۔ ازبیت کا تو محض ایک بہانہ ہے ایک چالاکی کی ٹٹی ایک فریب ہے۔ اس نام کے پردہ میں تو کسی اور کی لگی ہوئی ہے اور مجھے اس کی خبر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ دونوں کی غلط فہمی دور کردوں ۔

اریس۔ جب تمہیں اتنا کچھ معلوم ہے تو پھر کہہ کیوں نہیں دیتیں کہ وہ اصلی محبوبہ کون ہے ؟

بل۔ کیا واقعی آپ جاننا چاہتے ہیں ؟

اریس۔ ہاں۔ وہ کون ہے ؟

بل۔ وہ میں ہوں ۔

اریس۔ تم ؟

بل۔ ہاں ہیں ۔

اریس۔ توبہ توبہ بہن ۔

بل۔ توبہ توبہ کے کیا معنے ؟ میں نے کون سے اچنبھے کی بات کہی ؟ میری صورت اچھی خاصی ہے اور اسی کی بدولت ایک چھوڑ کئی دل میرے زیر نگین ہیں ؟ دورانت۔ وامیس۔ کلیونت۔ اور لسی واس اس کے گواہ ہیں کہ مجھ میں دلربائیاں موجود ہیں ۔

اریس۔ یہ حضرات کیا تمہیں چاہتے ہیں ؟

بل۔ ہاں تہِ دل سے ۔

اریس۔ انھوں نے تم سے یہ بات ظاہر بھی کی ؟

بل۔ کس کی مجال ہے کہ ایسی جسارت کرسکے ۔ وہ اب تک اسقدر تعظیم و تکریم سے پیش آتے رہے ہیں کہ محبت کا ذکر زبان پر لانے کی جرأت ہی کہاں ہوسکتی ہے ۔ لیکن بے زبان دل کی ترجمانی کرنے کرنے والی علامتوں نے اپنا کام کیا اور ان کے دل میری نذر کردئے ۔ اور ان کی باطنی پرستش کا اقرار کیا

اریس۔ دامیس بیچارہ تو گھر کے اندر کبھی کبھار ہی نظر آتا ہے

بل۔ اس سے انتہائی عجز و احترام دکھانا مقصود ہے

اریس۔ دورانت سدا تمہیں طعن آمیز فقرے کسا کرتا ہے۔

بل۔ یہ اس کی دیوانہ وار رقابت کی ہذیان سرائی ہے ۔

اریس۔ رہے کلیونت اور لسی داس دونوں نے شادی کرلی

بل۔ یہ اس لئے کہ میں نے دونو کی محبت کو ......

مایوسی کی حد تک پہونچا دیا۔

اریس۔ بہن واقعہ یہ ہے کہ یہ محض تمہارے خیالی پلاؤ ہیں۔

کری۔ تم کو اس قسم کے خیالی پلاؤ دل سے نکالدینے چاہئے۔

بل۔ اے ہے۔ تم دونوں ان کو خیالی پلاؤ کہتے ہو۔ کیا واقعات بھی میرے من گھڑت ہو سکتے ہیں واقعات کو خیالی پلاؤ کہنا! کیا خوب! پیارے بھائیو میں اس خیالی پلاؤ کے دل سے مزے لیتی ہوں۔ مجھے ابتک اس کی خبر نہ تھی کہ میں بھی خیالی پلاؤ کھاتی ہوں۔

سین چوتھا

کریسال - اریس

کری۔ ہماری بہن کا یقیناً دل الٹ گیا ہے۔

اریس۔ اور اس میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ خیر۔ بھائی پھر اصل معاملہ پر غور کریں۔ کلتا ندر کی درخواست ہے کہ ازیت سے اس کا عقد کردیا جائے۔ اس کے پیام کا کیا جواب دینا ہوگا؟

کری۔ اس میں بھلا کوئی پوچھنے کی بات ہے میں دل سے راضی ہوں اور اس پیوند کو فخر کی بات سمجھتا ہوں۔

اریس۔ یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ دولت اس کے پاس ضرورت سے زیادہ نہیں ہے کہ.......

کری۔ یہ کوئی قباحت کی بات نہیں۔ اس کی دولت اس کی نیکی اور شرافت ہے۔ اور یہ چیزیں دولت سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کے والد اور میں ایک جان دو قالب ہیں۔

اریس۔ اچھا تو بھائی۔ اب بھاوج سے اس بارے میں بات چیت ہونی چاہئے۔ اور ان کو بھی رضامند کرلینا......

کری۔ بس یہ کافی ہے کہ میں اسے اپنی فرزندی میں لیتا ہوں۔

اریس۔ یہ درست ہے۔ لیکن بھائی تمہاری رضامندی کو تو بھاوج کی پسندیدگی سے اور تقویت ہو جائے گی۔ آؤ چلیں......

کری۔ بھائی تم مذاق کر رہے ہو اس کی ضرورت ہی نہیں میں اپنی بیوی کا ذمہ لئے لیتا ہوں کل معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔

اریس۔ لیکن.........

کری۔ بس مجھ پر چھوڑ دو اور کوئی ڈر کی بات نہیں۔ لو میں ابھی جاتا ہوں اس خوش خبری کو سنائے دیتا ہوں۔

اریس۔ بہت خوب۔ میں تمہاری ازیت کا دل ٹٹولتا ہوں اور پھر تمہارے پاس ہی خبر لینے کو واپس آؤں گا۔

کری۔ اس بات کو تو یوں سمجھو کہ طے ہو چکی میں ابھی اپنی بیوی سے اس بارے میں بات چیت کئے لیتا ہوں۔

سین پانچواں

مارتین ۔ کریسال

مار۔ میرے بھی کیا پھوٹے کرم ہیں۔ ہائے! یہہ کہاوت سچی ہے کتّی کی جان لینی ٹھہری تو دیوانہ مشہور کر دیا۔ نوکری بھی کیا ہی بُری بلا ہے۔

کری۔ کیا ہوا؟ مارتین تجھ کو کیا ہوا؟

مار۔ مجھ کو کیا ہوا؟

کری۔ ہاں اور کیا پوچھتا ہوں؟

مار۔ ہوا کیا۔ مجھے جواب دیدیا

کری۔ تجھے جواب دیدیا۔؟ ۲۰

مار۔ ہاں بیم صاحب نے نکال باہر کیا۔

کری۔ آخر کیوں نکال باہر کیا؟

مار۔ اور یہہ بھی دھمکی دی ہے کہ اگر میں یہاں سے نہیں ٹلونگی تو مجھے مار پٹوائی جائے گی۔

کری۔ نہیں تجھے کون نکال سکتا ہے۔ میں تیرے کام سے خوش ہوں میری بی بی فدا مزاج کی تیز ہیں اور میں نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سین چھٹا

فلامنت۔ بلیس۔ کریسال۔ مارتین

فلا۔ کیوں ری قطامہ! تو ابھی دفعان نہیں ہوئی چلو۔ منہہ کالا کرو۔ جوتی کہیں کی نکلو میرے گھر کے باہر۔ اور خبردار جو کبھی مجھے اپنی صورت دکھلائی۔

کری۔ ہائیں۔ ہائیں۔ اتنی تیز کیوں ہوتی ہو۔

فلا۔ بس۔ میں نے قصہ پاک کر دیا۔

کری۔ ہائیں۔ ہائیں!

فلا۔ میں نے ٹھان لی ہے۔ کہ اب اسے نہیں رکھونگی

کری۔ لیکن اوسکی کوئی تقصیر بھی تو معلوم ہو؟

فلا۔ ہاں تو آپ اس کی حمایت کرتے ہیں؟

کری۔ مطلق نہیں۔

فلا۔ کیا میرے مقابلے میں اس کی طرفداری؟

کری۔ توبہ! طرفداری کون کرتا ہے۔ میں صرف یہہ پوچھتا ہوں کہ اُس نے کیا کیا۔

فلا۔ کیا مجھ سے یہہ ممکن ہے۔ کہ بغیر کسی معقول وجہ کے اس کو نکال دوں۔

کری۔ میں یہ کب کہتا ہوں۔ لیکن ہمارے نوکر بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فلا۔ نہیں۔ اسے کھڑے کھڑے نکالونگی چاہے ادہر کی دنیا اُدہر ہو جائے۔

کری۔ ہاں ہاں نکالو۔ تمہیں منع کون کرتا ہے۔

فلا۔ میرے کام میں کوئی روڑا اٹکے تو اس کی مجھے مطلق برداشت نہیں۔

کری۔ منظور۔

فلا۔ اور تم اگر سمجھ دار شوہر ہوتے تو میرا ساتھ دیتے اور میرے غصہ میں شریک ہوتے۔ (باقی)

غزلیات

جناب وحشت کلکتوی مدظلہ

دل رفتہ رفتہ خوگر آزار ہوگیا
غم تھا مجھے بہت، وہی غمخوار ہوگیا

تھا شوق پائے بوس بھی کیا فتنہ گر
وہ شوخ خواب ناز سے بیدار ہوگیا

جان حزیں نکل ہی گئی کشمکش میں تھا
سختی کش فراق سبکبار ہوگیا

نے چشم التفات ہے نے خنجر عتاب
جینا تمہارے عشق میں دشوار ہوگیا

میں سادہ لوح واقف رسم بتاں نہ تھا
اقرار عشق کرکے گنہگار ہوگیا

وہ دل کہ تھا حریف ستمہائے روزگار
آخر کو پائمال غم یار ہوگیا

وحشت دراز دستی زلف صنم نہ تھی
میں آپ بے خودانہ گرفتار ہوگیا

(*)

جناب مولوی سید محمد صاحب شہید امروہوی مرحوم مغفور

تیر افگنی میں ظالم ماہر ہے تو بلا کا
وہ کب رہا سلامت جس کو کہ تو نے تاکا

تم پر وہ مہرباں ہے۔ ہاں تم بھی شاد ہو لو
اے دشمنو ہمیں بھی ہے آسرا خدا کا

سہمے ہوئے دلوں کو کیوں تھرتھرا رہی ہے
اے برق تجھ پہ ٹوٹے قہر و غضب خدا کا

اقرار و عہد و پیماں سب ہو چکے ہیں
اک رہ گیا ہے باقی پردہ فقط حیا کا

تیرے قدم قدم پر شوخی برس رہی ہے
وہ جارہے ہیں دیکھو! کہتا ہے نقش پا کا

حال شب جدائی اب اور کیا کہوں میں
مرنا ہوا گوارا تھا رنج اس بلا کا

جس کے سبب ہوا ہے نا آشنا زمانہ
کس سے گلہ کروں میں اس یار آشنا کا

معلوم تھا اثر تو۔ لیکن خدا کی قدرت
کیا پاس نے بڑھایا رتبہ مری دعا کا

کب تک شہید آخر یہ ولولے رہیں گے
عشق بتاں کو چھوڑو۔ اب نام لو خدا کا

(*)

جناب مولوی سید قمر حسن صاحب قمر ایم اے۔ ال ال بی (علیگ)

جان لینے کے یہ ساماں کئے جاتے ہیں
آج گیسو بھی پریشاں کئے جاتے ہیں

دل جو اصنام خیالی کے رہے تھے پابند
آج کعبہ میں مسلماں کئے جاتے ہیں

لاش بھگاتے ہیں پامال جفا کی ہنسکر
بعد مرنے کے یہ احساں کئے جاتے ہیں

کچھ جو حامی ہے ابھی مشق جفا میں انکی
سارے عالم کو وہ حیراں کئے جاتے ہیں

آئینہ وہ نئی انداز جفا کی خاطر
آپ ناحق مجھے حیراں کئے جاتے ہیں

کیا ہی وعدہ فردا کی ہے تعبیر قمر
مرنے والوں سے جو پیماں کئے جاتے ہیں

جناب مولوی سید حمید الدین احمد صاحب عنا

پھر طبیعت ہوگئی مائل محبت کی طرف
پھر بہار آئی چلے ہم دشت وحشت کی طرف

پھر چلے ہیں خیر سے ہم کوئے جاناں کی طرف
پھر جنوں رہبر ہوا ہے شام غربت کی طرف

پھر ہوئی حاصل طرب اندوزی سوز دروں ہو ہو

پھر مزاج عشق مائل ہے شرارت کی طرف

پھر جنوں میں خود بخود اک شان پیدا ہوگئی

پھر گریباں بڑھ رہا ہے دست وحشت کی طرف

جم گئی ہے روئے بسمل پر نگاہ ناز پھر

جھک پڑی پھر چشم حیرت چشم حسرت کی طرف

بڑھ رہے ہیں زخم دل تک پھر یہ ناخن دیکھنا

ہو چلا ہے پھر جنوں شوق جراحت کی طرف

پھر ہوئے برپا وہی ہنگامہ ہائے اضطراب

پھر جنوں کھینچے لئے جاتا ہے وحشت کی طرف

پھر مصیبت تازہ سر پر آنے والی ہے کوئی

پھر جھکا پڑتا ہے دل اسباب راحت کی طرف

پھر خیال حاصل عشرت ہوا پیش نظر

پھر طبیعت ہوگئی راغب مصیبت کی طرف

ہوگئی اے وائے پھر فکر مداوائے جگر

پھر مرا دل ہو گیا میری طبیعت کی طرف

چل گیا افسون حسرت ان پہ رعنا دیکھنا

تک رہے ہیں دیر سے وہ میری صورت کی طرف

جناب مولوی سید قمر الدین احمد صاحب قمر بدایونی بی اے

اس... داد و فکر سے اب چارہ گر کیا فائدہ	حال دل ان سے کوئی کہتا ـ مگر کیا فائدہ
عیب... ہے جو موجد ہیں نہ کہیے ہاں کیا کہا	اس کے آگے حرف غم پھر چھیڑ کر کیا فائدہ
... مقصود ہے تو ترک شکست آرزو	پھوڑنے سے سر در بیدادگر کیا فائدہ
... سنے ہو مجھ کو زبان آمد و	آپ کو اس کم نگاہی سے مگر کیا فائدہ
... نظارہ خوباں سد نقصان دل	علم ہے تو ایسی باتوں سے قمر کیا فائدہ

جناب مولوی سید حسین صاحب حیرت (بدایونی)

حیائیں حسن کی صدقے نہ کیوں ہو جائیں تم پر سے

کہ تھرّاتے ہو تم اپنے شباب ناز پرور سے

ترستے ہونے میں احسان مسیحا لے نہیں سکتا

مٹایا ہے نگاہوں سے جلا دے اپنی ٹھوکر سے

بہار آنے تو دو صیاد کو بھی لے اڑوں گا میں

اسی بیکار بازو سے اسی ٹوٹے ہوئے پر سے [1]

ثبوت آوارگی دشت کا اب اور کیا دوں میں

بڑھائے ہوئے سر پا تک لگا خار پا سر سے

وفور ناتوانی نے کچھ ایسا رنگ بدلا ہے

اجل الجھی مرے دھوکے میں آ کر تار بستر سے

کبھی کچھ کرم اے آستان یار ہو جائے

جبین بندگی ٹکرا رہی ہے تیرے پتھر سے

مجھے خورشید محشر کا بھلا خوف و خطر کیا ہو

مرے دل میں ہزاروں داغ ہیں خورشید محشر سے

قفس میں آشیانے سے ہمیں صیاد لایا ہے

خدا جانے کہاں لے جائے گا ظالم اب اس گھر سے

بڑی بیداد کی احسان کے پردے میں دشمن نے

لحد میں بھی ہی ڈالا مجھے پھولوں کی چادر سے

خدا جانے نگاہ یار نے کیا کر دیا جادو

ملاتے ہی نظر آنے لگے مستوں کو چکر سے

خیال خود پرستی ان کو پیدا ہو گیا آخر

نہ کرتا تھا میں اپنی حسرتیں ظاہر اسی ڈر سے

بس اب چلئے بدایوں کا ارادہ کیجئے حیرت

بہت دن ہو گئے ہیں آپ کو آئے ہوئے گھر سے

[1] ترجمہ ہے ع سرگذشت از مین چہ پرسی فقیجہ از من سرگذشتہ ہوئی پائے سرگذشت خار پا از سر گذشت

یہ جو نچلے آجکل نکلے ہیں۔ جہاں کوئی بات ہوئی، عورت ناک بھوں چڑھا لیتی ہے اور جھٹ کہہ اُٹھتی ہے "بس بس! میرا تمہارا نباہ نہیں" حتیٰ کہ گنواروں تک میں یہ وبا عن پھیل گیا ہے اور ان کا بھی آج کل یہی شعار ہے۔

ایک دیہاتی ان پڑھ عورت بھی کہتی ہے "ایلو! تمہارا چوٹھا چکی تمہیں سلامت میں اب رمضانی کا دامن تھامتی ہوں۔ وہ لاکھ درجے تم سے ہاتھ پیر کا مضبوط ہے۔" بتاؤ اب آگے کس کا منہہ ہے کہ دم بھی مار سکے۔ عورت کے لئے سب سے بڑی چیز غیرت اور خوف ہے۔"

سوداگر کے منشی نے وکیل، لیڈی، اور مجھ پر نظر ڈالی۔ لیکن اپنی ہنسی کو اس لئے ضبط کئے بیٹھا تھا کہ ہمارے مجموعی فیصلہ پر سوداگر کے طریقۂ استدلال کی داد دے یا مضحکہ اُڑائے۔ لیڈی نے آخر کار پوچھا۔ "خوف کیسا"

"خوف اسی معنی میں جس کی تلقین انجیل کے الفاظ کرتے ہیں: 'اور وہ اپنے شوہر سے ڈریگی'۔ بس! خوف اسی معنی اور مفہوم میں۔"

لیڈی۔ (کسیقدر تر شرو ہو کر) "بھئی وہ زمانہ کب کا گیا"

سوداگر۔ "نہیں! وہ زمانہ ہرگز جا نہیں سکتا۔ جس طرح حوا آدم کی پسلیوں سے پیدا کی گئی تھیں، ہر عورت مرد کے ساتھ اسی طرح وابستہ رہے گی۔ بڈھے آدمی نے یہ الفاظ نہایت متانت کے ساتھ کہے۔ اور کچھ ایسے فاتحانہ انداز سے سر کو حرکت دی کہ منشی کو یقین کامل ہو گیا کہ بڈھے نے میدان مار لیا۔ بس بے ساختہ کھلکھلا اُٹھا۔

لیڈی نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، لیکن صاف طور پر ہار مان لینا بھی ناگوار تھا۔ لہٰذا پھر کہنا شروع کیا:-

"جی ہاں! مرد جب بُری طرح پھنستے ہیں تو اسی طرح الٹی حجتیں کرتے ہیں۔ واہ! کیا انصاف ہے کہ آپ لوگ تو آزادی کے ساتھ چھیلا بنے ہوئے سر بازار چھم چھم پھرا کریں، اور ہم منہہ لپیٹے ہوئے گھر کی چہار دیواریوں میں پڑی مرجھایا کریں۔ ہر ساعت ہر گھڑی آپ لوگوں کو یہی دُھن لگی رہتی ہے کہ من مانی آزادی ملے۔"

سوداگر۔ "آزادی ملے کیا معنی! آزاد ہیں تو اپنے بل بوتے سے!! یقین مانئے کہ مرد اپنی غلط کاریوں کا دم چھلا گھر میں نہیں لاتا۔ لیکن عورت کا ظرف ایسا نہیں۔ اس کا بھانڈا بہت جلد پھوٹ جاتا ہے!"

سوداگر نے جس متانت اور زور کیساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا، اس کا معقول اثر سامعین پر ہوا۔ خود لیڈی کو اپنی ہار کا احساس ہونے لگا۔ لیکن ترک گفتگو کیلئے آمادہ نہ تھی۔

"خیر آپ کو اس سے تو انکار نہیں کہ عورت بھی انسان ہے؟ اس کے بھی پہلو میں دل اور دل میں جذبات ہیں؟

اچھا! تو پھر بتلائیے ایسی حالت میں جبکہ اُسے مرد سے اُنس نہ ہو تو بیچاری کیا کرے؟

چشم و ابرو کو یکبارگی حرکت دیکر، سوداگر نے غضبناک ہو کر کہا۔ "اگر اس کو شوہر سے محبت نہ ہو؟ کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ وہ محبت نہ کریگی۔ کیونکہ لازم نہ ہوگی۔"

اس خلاف توقع بحث کا منشی پر عجیب اثر ہوا۔ اور اس نے ایک مہمل سی آواز میں اظہار کا ثبوت دیا۔

لیڈی۔ "ہائے غضب! اگر یہ ایک سرے سے ناممکن ہی ہو تب؟ اور جب محبت کی بو تک نہ ہو تو پھر محبت کون دل میں ڈال سکتا ہے"!

وکیل۔ اگر عورت مرد کی قسمت سے۔ بیوفا ثابت ہوئی پھر؟

سوداگر۔ اس کا لحاظ ہی نہ کیا جائے۔ مرد کو چاہئے کہ ابتدا ہی سے وہ اس کے انسداد کی تدبیر کرے۔

"اچھا اس کے باوجود بھی اگر ایسا ہو۔ اور یہ ایک امر واقعی ہے کہ ایسا ہوا کرتا ہے۔ تو پھر کیا ہو؟"

سوداگر۔ اور کہیں شاید ایسا ہوتا ہو تو ہو! لیکن ہمارے حلقے میں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا" اس کے بعد سب کے سب خاموش ہوگئے۔ منشی اپنی جگہ سے ہٹا۔ اور یہ خیال کرکے کہ وہ بھی بحث میں کسی سے کیوں ہیٹا رہے اور قریب کھسکا۔ پھر مسکرا کر کہنے لگا۔

"اس شرمناک واقعہ کو کیا کہئے گا جو ہمارے ہی حلقہ میں پیش آیا! اس کی تاویل کچھ آسان کام نہیں۔ ایک عورت کا ذکر ہے جو بڑی بدچلن تھی۔ اس نے اچھی طرح سے آوارگی اختیار کرلی اور کھلم کھلا شروع کیا۔ اس کا شوہر بڑا ہی شریف۔ وضع دار۔ اور محتاط آدمی تھا۔ بہرحال اس نے ایک دوکاندار کے لڑکے سے تاک جھانک شروع کی۔ شوہر نے اس کو روکنے اور صلح و آشتی کے ساتھ راہ پر لانے کی ہزار کوشش کی پر وہ راہ پر نہ آئی اور دن بدن اور بے جھجک ہونے لگی۔ اس نے اب روپیہ پیسہ بھی چرانے میں تامل نہ کیا۔ مرد نے اس بات پر اُسے خوب پیٹا۔ اور آپ جانتے ہیں اس کا کیا حشر ہوا؟ اس کی حالت بد سے بدتر ہوگئی اور وہ ایک بے دین یعنے یہودی کے ساتھ بھاگ نکلی۔ کہئے۔ ؟ اب شوہر بیچارہ کیا کرے۔ آخرکار وہ اس سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھا۔ اور اب تنہائی کی تلخ زندگی بسر کر رہا ہے۔ بیوی بے کس بازار شوہر کا نام اچھالتی پھرتی ہے"۔

سوداگر۔ (غصہ سے سرخ ہو کر) "یہ اس لئے ہوا کہ شوہر پورا احمق تھا۔ اگر ابتدا ہی سے موثر پیرایہ میں وہ اپنی بیوی کی روک تھام کرتا! اور اچھی طرح سے عورت پر اپنا سکہ جما دیتا تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج یہ روز بد اُسے نہ دیکھنا پڑتا۔ شروع ہی سے اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ عورت مطلق العنان نہ ہونے پائے۔ مثل مشہور ہے کہ گھوڑے کو میدان جنگ میں اور عورت کو گھر میں کبھی تپانا نہ چاہئے"!

گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ گارڈ آئندہ اسٹیشن پر اترنے والے مسافروں کا ٹکٹ لینے کیلئے ڈبے میں داخل ہوا۔ بڈھے سوداگر نے بھی اپنا ٹکٹ اس کے حوالے کیا۔ اور پھر اپنی سی ہانکنے لگا۔

"ہاں صاحب! عورتوں کو مطیع کرنے کا بھی زمانہ ہوتا ہے اور یہ موقع اگر ہاتھ سے چلا گیا تو پھر کچھ نہیں"!

میں نے بھی آخرکار خاموشی سے اکتا کر سوال کیا۔ "لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ موجودہ خیال کی اس بیان سے جو کچھ دیر قبل آپنے کونیو (KUNQUIN) کے میلے میں مردوں کی حرکات کے متعلق فرمایا تھا کس طرح مطابقت کریں گے"؟

"آہا! وہ کچھ اور ہی چیز ہے" یہ کہکر وہ خاموش ہو رہا۔

استنے میں انجن کی ناگوار سیٹی کی آواز کانوں میں پڑی
وہ اُٹھا، سیٹ کے نیچے سے ایک تھیلا نکالا، اوورکوٹ جسم
پر ڈال، ٹوپی کو اُٹھا، ڈبے کے باہر نکلا۔ اور ہر یک کے
قریب پلیٹ فارم پر بیٹھ گیا۔

(۲)

اس کا جانا ہی تھا کہ گفتگو کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ اور وقت واحد
میں کئی لوگ بات چیت کرنے لگے۔

منشی۔ شکر ہے کہ اس بڈھے سے پیچھا چھوٹا۔

لیڈی۔ نہ جانے نسوانی آزادی سے اس کو کیوں بغض تھی
ہے۔ عورتوں اور شادی کے متعلق معاذ اللہ ایسا دقیانوسی خیال!!"

وکیل۔ مگر نہیں یہ تو ماننا پڑے گا کہ ہم بیاہ کے مسئلہ میں مغربی
طرز خیال سے ابھی کوسوں دور ہیں۔

لیڈی۔ بڑے اچنبھے کی بات تو یہ ہے کہ اس قماش کے لوگ
سمجھتے ہی نہیں کہ بغیر محبت کی شادی بھی کوئی شادی ہے۔ کاش
وہ سمجھیں کہ محبت ہی ایسی چیز ہے جو شادی کو بامراد بناتی ہے
اور سچی شادی وہی ہے جو محبت کی برکت سے گل بدامن ہو۔

منشی مسکراتا ہوا بغور یہ باتیں سن رہا تھا تاکہ یہ عالمانہ مقولے
آئندہ کسی وقت کام آئیں۔ لیڈی کے دوران گفتگو میں
ایک عجیب آواز کانوں میں پڑی جو بعینہ ایسی تھی جیسے کوئی ہنستا
یا روتا ہوا یکبارگی آواز کو روک لے۔ مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ
وہی ہمارا چمکتی آنکھوں اور سپید بالوں والا ہمسفر ہے جو ہماری
باتیں سننے کے لئے چپکے سے قریب کھسک آیا تھا۔
اپنے دونوں ہاتھوں کو بنچ کی پشت پر جمائے کھڑا تھا۔ اور بہت
پریشان نظر آتا تھا۔ غصہ سے بھبوکا بنا ہوا تھا اور چہرے کی
رگوں سے تشنجی کیفیت ظاہر تھی۔ پھر آخرکار اس نے بھرائی ہوئی
آواز میں کہا۔

"محبت!..... ایسی محبت جو شادی کو بامراد بنائے، اس
کی آپ کے نزدیک کیا تعریف ہو سکتی ہے؟"

سایل کے انتشار کو دیکھ کر لیڈی نے اپنے جواب کو حتی الوسع
نہایت واضح اور ہمدردانہ انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی۔

لیڈی۔ دلی اور سچی محبت! اگر مرد و زن میں اس قسم کی محبت ہے
تو البتہ شادی کا نباہ ممکن ہے۔"

چمکیلی آنکھوں والے آدمی نے تبسم کے ساتھ جس میں تکلف اور
بودا پن صاف نمایاں تھا، دوبارہ مصر ہو کر پوچھا کہ۔

"ہاں! ہاں! لیکن یہ تو فرمائیے کہ دلی اور سچی محبت سے
کیا مطلب لیا جائے؟" ۹

لیڈی۔ یہ تو ہر ایک انسان بخوبی جانتا ہے کہ محبت کیا
چیز ہے۔

—"میں نہیں جانتا آپ ہی بتلائیے کہ آپ کے نزدیک
اس کی کیا تعریف......."

لیڈی۔ کیوں؟ اس کی تعریف تو بہت آسان ہے
...... (پھر کچھ دیر فکرمند اور خاموش ہو کر، یوں کہنے لگی۔)

محبت کیا ہے؟...... بھئی یہ تو بالکل صاف بات ہے
محبت وہ شے ہے جو ایک انسان کی الفت کے سوا کسی دوسرے
انسان کے خیال کو بھی **دل میں جگہ نہ لینے دے**"

— ہنس کر" اس الفت کی کوئی میعاد..... کوئی مدت بھی ہے؟
...... ایک ماہ کیلئے؟ چند دن کے لئے؟ یا صرف چند گھنٹوں
کیلئے؟"

لیڈی ۔ "اچھا! تو اب میں جان گئی! تمہارے ذہن میں کوئی اور بات بسی ہوئی ہے۔"

"نہیں! نہیں! میں بھی اُسی چیز کے متعلق کہتا ہوں، جس کا ذکر آپ سب کر رہے تھے۔"

وکیل سے آخر کار نہ رہا گیا اور یوں کہنے لگا۔

"بھئی! لیڈی صاحبہ کا کہنا یہ ہے کہ شادی تو اولاً محبت کا نتیجہ ہو۔ اور ایسی ہی صورت میں جبکہ دو دل ہمیں رہ ہو شادی بامراد ہو سکتی ہے! ورنہ پھر خیر ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی شادی جس کا انحصار محبت یا یوں کہئے کہ عشق پر نہ ہو، اس میں ایسے عنصر کی کمی ہے جو فی الحقیقت استحکام تعلقات کی جڑ ہے۔"

..... (پھر لیڈی کی طرف مڑ کر) "کیا میں نے صحیح طور سے آپ کی ترجمانی نہیں کی؟ ......"

10 سر کی جنبش سے لیڈی نے وکیل کو اس امر کا ثبوت دیا کہ وہ اس کی ترجمانی کو بہ نظر تحسین دیکھتی ہے۔ "ہاں ٹھیک ہی ہے ......"

وکیل سلسلہ قایم نہ رکھ سکا کیونکہ اس متلون مزاج آدمی کی چمکتی ہوئی آنکھیں بہ حالت غضب دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح چمکنے لگیں، اور آپے سے باہر ہو کر اس نے یوں قطع کلام کیا۔

"نہیں صاحب! میں بھی اسی عشق .... اسی اشتیاق سے متعلق کہہ رہا ہوں ...... ایسا اشتیاق جو ایک انسان کو دوسرے کا دیوانہ بنا دے۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ یہ کیفیت تا بہ کے؟"

لیڈی ۔ (شانوں کو جنبش دیکر) "تا بکے؟ یہ خوب! ..... مدتوں، بلکہ تا حیات!"

"ہاں! ایسا تو افسانوں اور ناولوں میں ہوا کرتا ہے۔ واقعات زندگی میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ زندگی میں تو انسانی اشتیاق کی پرواز شاذ ہی چند سال تک قایم رہتی ہے۔ اور عام طور سے چند مہینوں، دنوں، ہفتوں کے بعد تو پھر کچھ بھی نہیں وہی بیگانگی، وہی بے مہری۔" یہ الفاظ اس نے کچھ ایسے انداز سے کہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہم سب کو متحیر کرنا چاہتا تھا۔ اور مگن ہو کر بیٹھ گیا۔

ہم تینوں چونک اُٹھے — "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ... نہیں! مگر ...... معاف فرمائے۔

مگر ......" اور اس موقع پر منشی نے بھی نارضامندی کا اظہار کیا۔

آخر کار اس نے بآواز بلند کہا۔

"ہاں! میں خوب جانتا ہوں آپ لوگ ممکنات سے بحث کر رہے ہیں، اور میں واقعات اور مشاہدات سے۔ ہر ایک مرد کا دل ہی خوب جانتا ہے کہ ایک حسین عورت سے محبت رکھنے کے کیا معنی ہیں۔"

لیڈی ۔ ایسا کہنا بڑا ظلم ہے۔ اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ انسانی دل میں ایک ایسی چیز ہے جسے محبت کہتے ہیں ...... ایسی محبت جو مہینوں اور برسوں میں جواب نہیں دیتی، بلکہ تمام عمر ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیں کہ ایک مرد کا اشتیاق عورت کے ساتھ مدت العمر قایم رہنے والا ہے، تب بھی یہ ماننا ہی پڑے گا کہ عورت کی نظر انتخاب کسی دوسرے مرد پر پڑے گی۔ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا سگریٹ بکس نکالا۔ اور سگریٹ پینا شروع کیا۔

باقی آئندہ

میری عادت یہہ ہے کہ جب مجھے کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو میں تنہائی اور خاموشی ہی کو زیادہ پسند کرتا ہوں مگر جب کسی کام کے کرلینے کا ارادہ کرلیتا ہوں تو پھر نہایت چستی اور چالاکی سے اس کو انجام دیسکتا ہوں ۔

مسز ڈمک (جو ساری باتیں سُن رہی تھی) مسٹر ریونگٹن اس کی تو میں بھی گواہی دونگی کہ یہہ بڈھا شراب نہیں پیتا ہے

ریونگٹن ۔ (اس بے معنی دخل در معقولات کی پرواہ نہ کرکے بڈھے سے سلسلہ کلام جاری رکھتا ہوا) ۔ مگر دیکھو یہہ خوب سمجھ لو کہ یہہ کام ذرا نازک ہے ۔ اس میں احتیاط کی بڑی سخت ضرورت ہوگی ۔ جہاں ذراسی بھی غفلت یا کوئی معمولی سی بھی فروگذاشت ہوئی اور کام بگڑا ۔ اس کام میں خاطر جمعی ذہن کی تیزی اور ظاہرداری کی سخت ضرورت ہے کیونکہ تمہیں یقیناً ہر طبقے کے ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں کے سامنے اپنا پارٹ اداکرنا پڑے گا ۔ واللہ ہماری تجویز نہایت شاندار اور بہترین سازش کہی جاسکتی ہے مگر ساتھ ہی اس درجہ خطرناک بھی ہے کہ کبھی نہ سنی ۔

مسٹر ڈمک ۔ اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی نوعیت کیسی ہوگی اور اس کے انجام میں مجھے سزا ہوجائیگی یا میں پکڑا جاؤں گا ۔ کیونکہ ایک بڈھے فرتوت کو اب آخری عمر میں اُن باتوں کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے مگر اس کا یقین رکھئے کہ میں اپنی متعلقہ ہر خدمت کو نہایت خیر و خوبی سے انجام دینے کا ذمہ دار ہوں ۔ مگر یہہ تو بتائے کہ آخر معاملہ کی اصلیت کیا ہے ۔

ریونگٹن ۔ اس سے اسوقت بحث نہ کرو کیونکہ میں ابھی تم کو تفصیلاً اس سے آگاہ نہیں کرسکتا مگر بس اتنا سمجھ لو کہ تم کو ایک زبردست دولت مند کا پارٹ دنیا کے اسٹیج پر اداکرنا پڑے گا جو نہایت درجہ بخیل ہوگا ۔ بس اب یہہ بتاؤ کہ تم اپنے آپ کو ایسا ثابت کرسکتے ہو یا نہیں ۔ کیونکہ ایسے پارٹ میں ہر ہر بات سے نہایت شان و شوکت ٹپکنی چاہئے ۔

مسٹر ڈمک ۔ اُوہ ۔ یہہ تو کچھ بھی نہیں ۔ آپ دیکھیں گے کہ میں کس خوبی سے اپنے ٹھاٹ اور کر وفر کو نباہوں گا ۔ واقعہ یہ تجویز تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی کامیابی کی بھی مجھے تو بڑی امید ہورہی ہے ۔

ریونگٹن ۔ بس تو اب تم ہر وقت اپنے کو تیار رکھو میں آج ہی لندن واپس جاتا ہوں ۔ اور دو سرے ضروری کام کا جو انجام دیکر تم سے ملونگا ۔ بس تم میرے منتظر رہو ۔ [illegible] دیکھا کہ ریونگٹن یہاں سے رخصت ہوکر ہیگنیٹ کی بستی میں پہونچا جہاں سے اس کا خیال تھا کہ ڈاک گاڑی میں سوار ہوکر لندن چلا جائے گا ۔ مگر جب وہ بازار میں پہونچا تو اس نے دیکھا کہ گاڑی کے آنے میں ابھی دو گھنٹے کا وقفہ ہے اور چونکہ بہت تیزی میں آنیکی وجہ سے پیاسا ہوگیا تھا ایک ہوٹل میں گھس گیا تاکہ کچھ پانی پئے اور کچھ ناشتہ کرلے ۔ ہوٹل کے آدمی کو ناشتہ لانے کا حکم دیکر اس نے پانی کی بھری ہوئی بوتل اٹھائی اور منھ سے لگالی اس آبنوشی نے اس پر نہایت مضر اثر کیا حتی کہ اس کو چکر آگیا دھوپ میں آنے سے اُسے پسینہ آگیا تھا اور اس پسینہ کی حالت میں پانی پی لینے سے اس کی یہہ کیفیت ہوگئی ۔ اس چکر نے بیہوشی کا عالم طاری کردیا جس کی وجہ سے فوراً ڈاکٹر بلایا گیا اور اس نے دیکھکر مریض کو مشورہ دیا کہ

ایک ہفتہ تک کم و بیش آپ کو سفر کرنا چاہیئے ورنہ آپکی جان کا دھوکہ ہے۔ مجبوراً ریونگٹن کو ایک ہفتہ بیگستان میں رہنا پڑا جس کی وجہ سے اوس کے دونوں ساتھی آرنالڈ اور جیمس اس کی اس غیر متوقع دیر حاضری کی بابتہ طرح طرح کے خیالات پکار رہے تھے اور بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے ریونگٹن آٹھ روز کے بعد اس وقت لندن پہنچا جبکہ آرنالڈ اور جیمس دونوں کھانے سے فارغ ہوکر شراب نوشی میں مصروف تھے۔

آرنالڈ۔ (ریونگٹن کو آتا دیکھ کر) شکر ہے کہ آپ آئے تو۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آیا تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔ واللہ ہم تو بیٹھے یہ خیالی پلاؤ پکا رہے تھے کہ غریب ریونگٹن کہیں دھر لیا گیا۔

ریونگٹن۔ پھر آپکی بلا سے آپ تو اپنے مزے سے بیٹھے جام پر جام اڑا رہے ہیں نا۔ مرد آدمی ہیں تمام ضروری کام کر آیا۔ بڑے ڈھنگ سے ملکر تمام معاملہ طئے کر لیا آپ اور کیا چاہتے ہیں۔

آرنالڈ۔ چلو اچھا ہوا مبارک۔ بس اب یہ کرنا چاہئیے کہ اس بڈھے کو وہیں روپیہ پہنچا دینا چاہیئے کیونکہ اگر اس نے فی الحال لندن میں قدم رکھا تو بہت ممکن ہے کہ آیندہ کوئی شخص اس کو پہچان لے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اس پر تم کو پورا اعتماد ہے۔

ریونگٹن۔ ہاں میں اس کا ذمہ دار ہوں کیونکہ وہ آیندہ ہونیوالے بڑے فائدے کے مقابلہ میں فی الوقت بے ایمانی نہیں کرسکتا۔

آرنالڈ۔ چلو بس تو ہم چھٹی ہے مگر اب یہ طے کرو کہ وہ کہاں جائے گا اور کس جگہ سے ہمارے اس کام کا آغاز ہوگا۔ باتھ سے یا چیلٹنہم یا برٹن آخر کہاں سے۔

جیمس۔ کیا برمنگھم یا لیورپول سے اس کا آغاز مناسب نہ ہوگا۔

آرنالڈ۔ نہیں نہیں چیلٹنہم سب سے زیادہ اس کام کے لئے موزوں ہے کیونکہ وہاں کی مخلوق بہ مقابلہ ان دوسرے تجارتی مقامات کے بہت جلد دھوکے میں آجائے گی۔

ریونگٹن (شراب کا ایک جام اڑا کر) ہاں ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔ اچھا پھر آگے کیا ہوگا۔

آرنالڈ۔ بس یہی کہ ہم اس کو اتنا کافی روپیہ دینگے کہ وہ چیلٹنہم جاکر ایک دوسرے درجہ کے عمدہ ہوٹل میں اپنا قیام کرے کیونکہ ایک بخیل مالدار کے لئے درجہ دوم کا ہوٹل ہی موزوں ہوسکتا ہے۔ بس اس کو چاہیئے کہ اپنی بچت کے ساتھ ساتھ وہ کبھی کبھی فیاضی کا اظہار بھی کردیا کرے اور چونکہ وہ بالکل تنہا وہاں پہنچیگا اور رہے گا نہ گھوڑا نہ گاڑی نہ نوکر نہ چاکر تو یہ بھی ایک اس کی بخل کی علامت شمار کیجائے گی۔ اور گاہے ماہے فیاضی کا اظہار لوگوں کے دلوں میں کافی وقعت پیدا کرتا رہے گا۔ اس کو یہ چاہیئے کہ وہ یہ مشہور کرے کہ میں سیدھا بنگال سے آرہا ہوں۔

ریونگٹن۔ بس بس۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہاں پھر۔

باقی آیندہ

سالگرہ نمبر

علیکم بالتجارۃ فان فیہا تسعۃ اعشار الرزق

سائنس

زراعت

صنعت

تجارت

AGRICULTURE

LITERATURE

SCIEN

ART

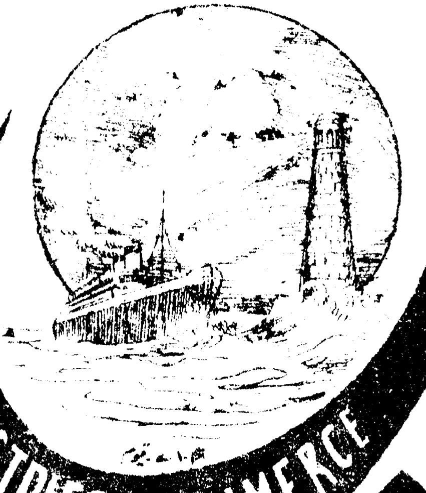

INDUSTRES & COMMERCE

ادبیات

ایجادات

مدیر۔ مرزا رفیق بیگ

قواعد وضوابط

(۱) "نمائش" بالعموم ہر ماہ آلہی کے اول ہفتہ میں شایع ہوا کریگا۔ اس کا سال ماہ آذر (اکتوبر) سے ہوگا۔

(۲) نمائش کا حجم علاوہ ٹائٹیل کے کم از کم (۴۰) صفحے کا ہوگا۔

(۳) نمائش میں علوم جدیدہ، صنعت وحرفت، تجارت اور زراعت کی تعلیم دیجائیگی۔ ادبی، اخلاقی، نظم ونثر بطور ضمیمہ شریک ہونگے۔

(۴) نمائش میں علمی معلومات بہترین ذرایع اور تجربہ کار اشخاص سے حاصل کرکے درج ہوا کریں گے۔

(۵) تمام استفسارات کا جواب بذریعہ رسالہ عموماً دیا جایا کرے گا۔ جو صاحب رست جواب کے طلبگار ہوں وہ ۴ر کے ٹکٹ ارسال فرمائیں۔

(۶) نمائش کا چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک الیاں ملک امراے (عہ) سرکار سے (لے) عوام سے (ہے) طلبا (عہ) فی پرچہ (۵) مقرر ہے طلبا درخواست خریداری صدر مدرس متعلقہ سے تصدیق کراکر بھیجیں ورنہ رعایت ناممکن ہے۔

(۷) نمائش ایک سال سے کم کیلئے جاری نہ ہوگا۔ خریداری کا حساب اسوقت سے شروع نہ ہوگا جسوقت درخواست خریداری وصول ہو بلکہ ہر حالتمیں خریداری ماہ آذر (اکتوبر) سے خیال کیجائیگی درمیان سال کی روانہ شدہ وی پی کیساتھ سال رواں کے گزشتہ پرچے بھی ہونگے۔

(۸) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ایک ماہ کے اندر وصول ہونی چاہیئے۔ ورنہ لاقیمت رسالہ نہ دیا جائیگا۔

(۹) ایک دو ماہ کے لئے اگر تبدیل پتہ کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دینی چاہیے اگر مستقل تبدیل پتہ درکار ہو تو دفتر رسالہ کو اطلاع دیجائے۔

(۱۰) ہر وصول شدہ مضمون کا رسالہ میں شایع ہونا ضروری نہیں اندراج مضامین وانتخاب ایڈیٹر پر منحصر ہے۔

ایڈیٹر کو مضامین میں کمی وبیشی کا اختیار ہوگا وہ مضامین جو ناقابل طبع متصور ہونگے خرچ ڈاک وصول ہونے پر واپس کئے جاسکینگے

(۱۱) خط وکتابت بحوالہ چٹ نمبر ہونی چاہیے جواب طلب امور کے لئے کافی ٹکٹ آنی چاہئیں ورنہ تعمیل سے معاف خیال کیا جائے

(۱۲) مضمون نگار اصحاب کے نام اس کا پرچہ جسمیں انکا مضمون شایع ہوگا مفت نذر ہوگا۔

(۱۳) پولیٹکل یا خلاف تہذیب اشتہارات طبع نہ ہونگے اشتہارات کی اجرت ہر صورت میں پیشگی وصول ہونی چاہیے اشتہار میں اگر تصویر وغیرہ ہوالی ہو تو اسکی اجرت علحدہ ہوگی۔ نمونہ روانہ کرکے دریافت فرمالیں

(۱۴) اجرت اشتہارات صرف ایک مرتبہ کیلئے حسب ذیل ہوگی

نام صفحہ	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
معمولی درمیانی صفحہ	۸	للعہ	عہ
ٹائٹیل کا بیرونی صفحہ	لعہ	صمہ	عہ
ٹائٹیل کا اندرونی صفحہ	۶	صمہ	عہ

(۱۵) چھوٹے اشتہارات کے لئے فی سطر کالم ۴ر اجرت ہوگی تقسیم ضمیمہ

(۱۶) زاید مدت کے اشتہارات کے لئے حسب ذیل رعایت ہوگی۔ تین ماہ کیلئے (لے) چھ ماہ کیلئے (عہ) اور ایکسال کیلئے (عہ) فیصدی مندرجہ بالا نرخ میں سے کم کردیئے جائیں گے۔

(نوٹ) وی پی طلب کرنیوالے اصحاب پر ۴ر کا بار پڑیگا۔ بہتر ہوگا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں جملہ خط وکتابت بنام

منیجر رسالہ نمائش کاچیگوڑہ حیدرآباد دکن سے ہونی چاہیے

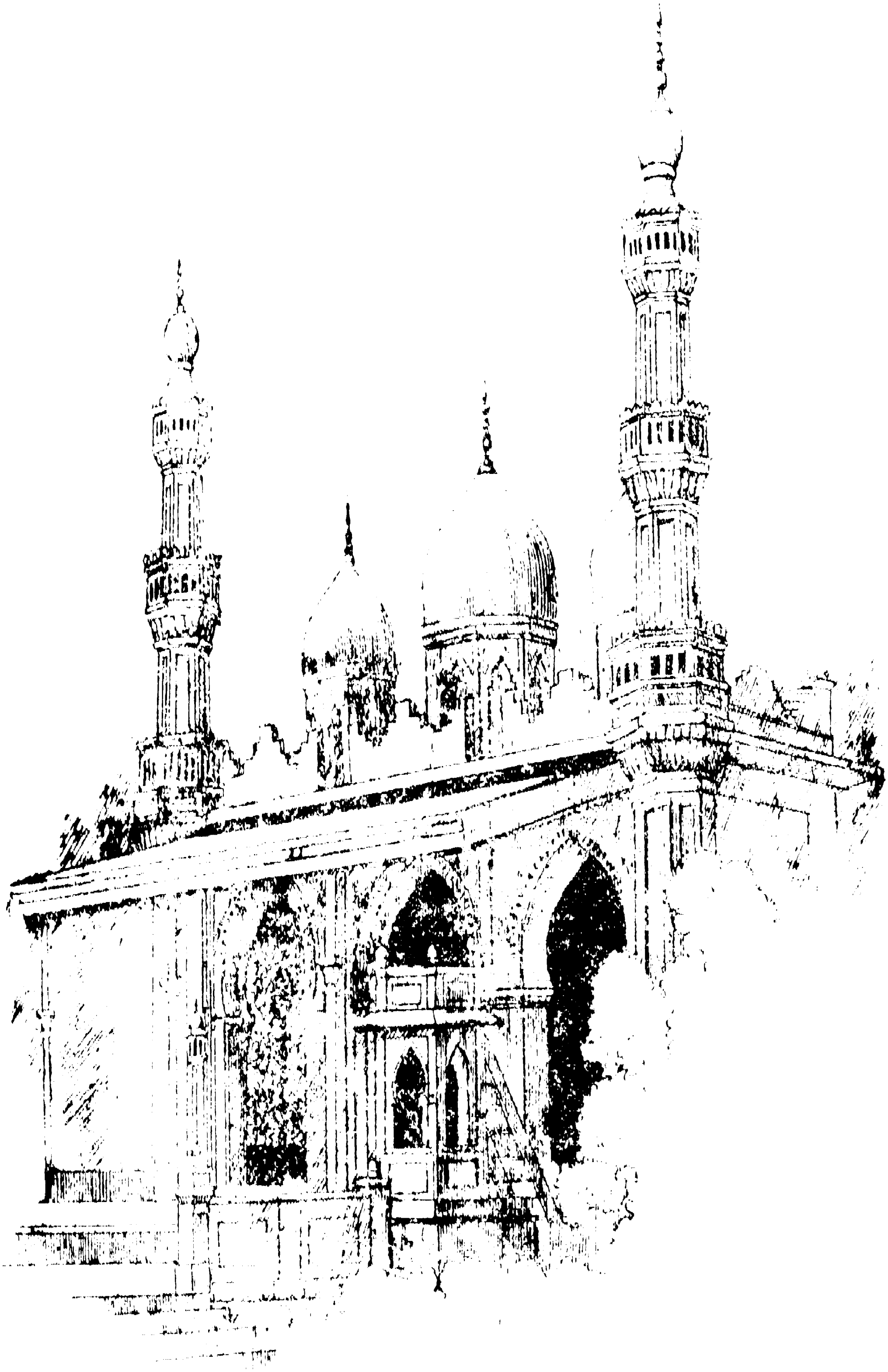

العظمة لله

بتقریب سالگره حضرت ... آصفجاه مظفر الممالک والی ممالک نظام الملک نظام الدوله نواب میر عثمان علیخان بهادر ... خلد الله ملکه وسلطنته

تبقریب سالگرهٔ همایونی

دوش در میکده آمد صنم باده فروش / نغز لذات از مستی او یکسره مدهوش
مستی باده عیان در قدح چشم نگار / بر کفش ساغر وشه کاسه پر باده بدوش
چه قدر جنبش نشاط آمده از زال یارب / محتسب هم شده میناکش سجاده فروش
زاهدان نیز به خمخانه فرود آمده اند / دقت آنست که میخوار بنوشند بجوش
جام زرین شده گلها و عنادل میکش / باغ یکسر شده یک میکده نوشا نوش
آخر از بهر که این جشن بپا شد بچمن / که کند اهل دکن از طرب هم آغوش
من درین حال سراسیمه و حیران بودم / گفت رندی ز خرابات که ای مست خموش
تو که در کشف حقیقت شدی مصروف و سعی / هیچ دانی که چه گفت است من پیک سروش
یعنی امروز نوید است پی سالگره / همه عالم شده در فرح و مسرت مدهوش
وه که در باغ شده بلبل و گل محو نشاط / چرخ را نیز به رقص آورد این ذکر و خروش
نیر و سر گرم عمل شهره عیش و نشاط / تا توانی به در و طرب و عشرت و کوش
پس ازین دو قدح داد مرا قدح شراب / وانگهان خنده زنان گفت بنوشید و بنوش
زین سبب ما همه مصروف مسرت هستیم / هان بیا مست خرابات تو هم زود بنوش"

این ندا چون بشنیدیم سبک از جا جستم
بدویدم بدر میکده سجاده بدوش

آن قدر باده نخوردم که حریفان گفتند / "تا بکی باده خوری ای توبه شکن زود بنوش
تا بکی هرزه درایانی و هم مست و خراب / تا بکی لاف زنی مدعی مدح خموش
زود هان زود تر از جوشش مستی بگذر / فیضی هرزه سرا گوش کن ای تو بهوش"
آخر الامر بهوش آمده زیشان گفتم / [illegible] نیز مباش بیهوش

و تا دنیا [illegible] فلک [illegible] نشاطات [illegible]
و تا ابد باش به اکرام خداوند [illegible] بدوش

هان ترا جاه و حشم باد همیشه حاصل / هان ترا نعمت اقبال دوام بر دوش
و میر عثمان علیخان [illegible] ملک و ملت [illegible]
[illegible] تا ابد تاج مسرت [illegible]

سید حمید الدین احمد [illegible] (دعا)

قصیدۂ ثانی

آج کیا ہے کہ چلے آتے ہیں اُمڈے بادل
کچھ نئی طرز کا بادل سے ہوا بھی ہے نئی
جس طرف دیکھو خوشی کی ہے ہرا دل چھائی
پھولا جاتا ہے ہر اک غنچہ خوشی کے مارے
سرو و شمشاد گلستاں میں ہے نئے البیلے
آسماں پر بھی عجب طرح سے پھولی ہے شفق
باد صرصر میں ہوئی آج یہ شوخی پیدا
خود بتوں پر بھی ہے کچھ طرفہ مسرت چھائی
مجھکو حیرت ہے یہ ہوئی آج خوشی کے سامان
کیا نئی بات ہے کچھ آج خوشی کی ایسی
علیہ سالگرہ شاہ کا مژدہ ہے سنا
میر عثمان علیخاں کی یہ ہے سالگرہ
ہے دعا ہاشم خستہ کی یہ ہر شام و پگاہ
جب تلک سایہ فگن فرق زمیں پر ہو فلک
سبز و شاداب رہے باغ نظام آصف
میر عثمان علیخاں ہیں شاد و خرم
تا قیامت رہے اقبال کا دریا مواج
سایہ میں شاہ کے آباد رہے ملک مدام

آج کیا ہے کہ جو یوں نغمہ سرا ہے کوئل
اور ہر قطرۂ بارش میں ہے دریا کا عمل
سبز ہے کوچہ و بازار ہرا ہے جنگل
بلبلو تمہیں بھی پڑی آ کے بلا کی ہلچل
سبز ہر نخل ہے اور گل کی عجب ہے جھلبل
سرخ بادل ہے تو کر دو سکے سنہری جدول
اُلٹے دیتی ہے حسینوں کے بھی منہ سے آنچل
جھومتے پھرتے ہیں بازاروں میں لات و ہبل
کس لئے جمع ہوئے جاتے ہیں ہر ساعت دل
سرخ چہرہ ہے ہر اک مالی کا زیر کمبل
ہوگیا سننے سے اوسکے یہ معما بھی حل
اس لئے جمع ہیں سامان مسرت اکمل
کر قبول اس کو تو اے جل و علی عز و جل
زیر افلاک پھریں جھومتے جب تک بادل
پھولتی پھلتی رہے اسکی سدا ہر کونپل
شاہزادوں کو رکھے شاد سدا عز و جل
عیش و عشرت میں نہ واقع ہو کسی طرح خلل
سب دعا گو رہیں شاداب مثال سنبل

(مرزا ہاشم علیخاں ہاشم)

قصیدہ ثالث

حبذا اے خسرو اقلیم و سلطان دکن
ایک اشارے پر ترے اے شاہ اعیان دکن
صاحب جود و عطا مالک شمشیر و علم جیسا
وارث ملک خدا و حامی دین مبین
اے شہ ہمنام ذی النورین تیرے نور سے
دین و دنیا کی ولایت حق نے بخشی ہے تجھے
دل میں عشق مصطفےٰ ہے لب پہ نعت مصطفےٰ
صاف کہتی ہے فصاحت تو ہے سلطان العلوم
نثر ہوں سعدی نویسی در زبان فارسی
ابتدا کی تھی ولی نے انتہا والی نے کی
وہ ترقی پر ترے ملک کو دی ہے کہ آج
اور ہی کچھ ہو گیا اب رنگ بزم ملک
صنعت و حرفت بھی ہے قانون کی تعلیم بھی
کر رہے ہیں تیری ہمت کی نمایاں رفعتیں
چار سو پھیلی ہوئی ہے روشنی تعلیم کی
قرطبہ۔ غرناطہ۔ و بغداد بھی مشہور ہیں
مصر میں بھی کچھ چلا ہے اب تو از سر کا چراغ
سینکڑوں رازی۔ غزالی ملک میں بن جائیں گے
ہم تو ہم آیندہ نسلیں بھی دعا دیں گی تجھے
خطہ ہائے ایشیا کی جان ہے ہندوستان

مرحبا اے میر عثمان علی خان دکن
سر کٹانے ہیں ہزاروں سر فروشان دکن
جامع اوراق ملت شاہ عثمان دکن
منحصر ہے تجھ پہ تحفظ جان و ایمان دکن
صبح عشرت بن گئی ہے شام ہجران دکن
ہم ہیں مور ناتواں تو ہے سلیمان دکن
ہم اسی باعث تجھے کہتے ہیں حسان دکن
اور یہ باعث خاص ہے تجھ کو سحبان دکن
ہیچ خاقانی نویسی نظم خاقان دکن!
یہ بھی اردو نظم پر ہے ایک احسان دکن
غیرت مغرب بنا ہے مشرقستان دکن
اور ہی کچھ ہو گیا اب ساز و سامان دکن
الغرض ہر بات میں ممتاز ہے شان دکن
اپنی اپنی شوکتوں سے قصر و ایوان دکن
بن گیا ہے وادئ ایمن شبستان دکن
آج ہے تعلیم میں سب سے سوا شان دکن
ہے مگر عثمانیہ شمع فروزان دکن
کیا سے کیا ہو جائیں گے یارب یہ طفلان دکن
وہ بڑا احسان ہے اے فخر شاہان دکن
جان ہندوستان دکن ہے اور تو جان دکن

ہاں برار از دست ہمت جو ہر ملک برار
آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے تاریخ میں
یعنے تجھ سے شاہ کار و زولادت آج ہے
دم قدم تیرے خدا آباد رکھے حشر تک
تو خدائے پاک کے فضل و کرم کی راہ دیکھ
تجھ پہ سایہ ہو خدا کا ملک پر سایہ تیرا
فصل گل بنکر رہیں سرکار اس گلزار میں
نغمہ زن ہے آج بلبل اپنے گل کے سامنے
شاہ علیجاہ مستغنی ہے تیری مدح سے
شعرت از کذب و تصنع پاک و تو ہو ستودہ

ہاں مکن از پنجۂ تدبیر خود کان دکن
جسمیں چمکایا خدا نے بخت سکان دکن
پھر نہ کیوں خوشیاں منائیں ملک ارکان دکن
دم قدم سے ہے تیرے آباد بستان دکن
راہ تیری دیکھتے ہیں بے نوایان دکن
حق رہے تیرا نگہباں تو نگہبان دکن
حشر تک پھولے پھلے یارب گلستان دکن
زمزمہ سنج ہیں کہاں ہیں ہمصفیران دکن
ختم کر اے حسرت شوریدہ مہمان دکن
مرنا اے ... مدح سلطان دکن

گو بہ حل در عقدۂ تاریخ اے حسرت ...
زندہ باد اے شاہ عثمان علیخان دکن
(۱۹۲۵) = ۱۸۸۷ + ۳۸

سید حسین حسرت بدایونی

قصیدۂ رابع

ذات تو بادشاہا زیب سریر شاہی
مملو شدہ چو ذاتت با حسن خلق و ادراک
چوں سکہ را فزودہ زینت بنام عثمان
زینت بہ بخش یارب ایں ملک ایں ملک را
قایم مدار دایم در تخت ایں ملک را
محفوظ دار دایم ذات تو از بلا ہا
ہر سال عمر سلطاں باشد ہزار سالہ

بر فرق تو مبارک ایں تاج بادشاہی
زیبد بایں ... ذاتت واللہ جہاں پناہی
غرقاب گشتہ باشد در بحر جود ماہی
با شوکت ... از رحمت الٰہی
یاور ہمو ... مرغ و ماہی
دشمن شود بہ غارت از رحمت الٰہی
ہاشم دعا ہمیشہ ... ہر گاہی

میر ہاشم علیخاں ہاشم

*

ایک کامیاب بادشاہ

بنی نوع انسان کی بحیثیت اجتماعی اگر ان تمام ضروریات کو علیحدہ کر لیا جائے جو بلا استثنا ہر تمام اقوام میں پائی جاتی ہیں تو جسطرح کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ ہنسنا اور اسی قسم کی دوسری باتیں سب میں موجود پائی جائنگی اسیطرح ایک حکومت ایک انتظام اور ایک اقتدار کے ماتحت رہنے کی خواہش بھی آخر ضرور موجود پائی جائیگی۔ جسطرح ایک مہذب سے مہذب ملک کو جو زندگی کے تمام شعبوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کر چکا ہے ایک حکومت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اسیطرح ایک وحشی جنگلی قوم کو بھی جسکی انسانیت کا مقتضیٰ صرف جنگلی جانوروں کا شکار۔ آدم خوری اور اسی قسم کی پست سے پست خصوصیتیں ہوں حکومت کی ضرورت ہوتی ہے گویا جسطرح انسان کے تصور میں یہ خیال بھی داخل ہے کہ وہ ایک ہنسنے والا یا رونے والا یا بولنے والا ذی روح ہے اسیطرح اسکی یہ تعریف بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک ایسا ذی روح ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں کسی حکومت کے ماتحت رہتا ہے

جسطرح زمانہ انقلاب پذیر رہتا ہے اسیطرح حکومت بھی اپنی نوعیتیں اور حیثیتیں ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہے حکمائے یونان نے حکومت کے چھ دور قرار دیے تھے۔ انکا خیال تھا کہ سب سے پہلے شخصی حکومت قائم ہوتی ہے۔ اسکے بعد امرائی سلطنت پیدا ہوتی ہے اسکے بعد جمہوری سلطنت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ پھر طوائفی سلطنت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور پھر جابری سلطنت۔ جابری سلطنت کے بعد پھر شخصی حکومت از سر نو قائم ہو جاتی ہے اور حکومت مختلف منازل سے گزر کر پھر اسی منزل پر آجاتی ہے جہاں سے اسنے اپنی گردش شروع کی تھی۔

یہ مسلمہ ہے کہ حکومت میں چاہے وہ شخصی ہو یا امرائی۔ جمہوری ہو یا طوائفی۔ جابری ہو یا کوئی اور ہمیشہ اور ہر حالت میں ایک ایسی ہستی اور ایک ایسی شخصیت کا وجود قطعی طور پر لازمی ہوتا ہے جو سب کے لئے واجب التعظیم اور جس کے احکام تمام رعایا کے لئے واجب التعمیل ہوں۔ اس شخصیت اور اسکی

ہستی کو کہیں شہنشاہ و سلطان کے نام سے پکارا جاتا ہے کہیں اسے پارلیمنٹ کہتے ہیں کہیں اس کا نام پریسیڈنٹ ہوتا ہے اور کہیں یہ سینٹ کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی خصوصیت اور وہ کونسا امتیاز ہے جو کسی شخصیت یا ہستی کو چاہے وہ کسی عنوان سے ہو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ ایک قوم ایک ملک اور دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنے احکام اور اپنے انتظام کا پابند بنائے رکھے۔

اس امتیاز اور اس خصوصیت کو ایک معیاری حیثیت میں معین کرنے کے لئے بظاہر بہترین اور سہل ترین ترکیب یہ ہوسکتی ہے کہ تاریخ کی ورق گردانی کی جائے اور جس خصوصیت کو اکثریت حاصل رہی ہو اسے ایک اصول اور ایک معیار قرار دیا جائے مگر سوء اتفاق سے جسقدر زیادہ تاریخ کی ورق گردانی کیجاتی ہے اسیقدر یہ مسئلہ پیچیدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کہیں اس ہستی اور اس شخصیت میں شوکت و عزت پائی جاتی ہے کہیں عظمت و جبروت سب سے نمایاں ہوتا ہے کہیں جاہ و جلال وجہ حکومت قرار پاتا ہے کہیں رعب و دبدبہ اسکے احکام کو واجب التعمیل قرار دیتا ہے کہیں تحکم و ادعائے حکمرانی و فرمانروائی معیار ملوکی قرار پاتا ہے کہیں ہر دلعزیزی اسکے کام آتی ہے کہیں قانون آفرینی اور قوت و طاقت پر اسکا دار و مدار ہوتا ہے کہیں شخصیت و خاندانیت اسے واجب التعظیم ٹھہراتی ہے غرض یہ ہے کہ مختلف زمانوں میں مختلف مقتضیات تاریخ کی بنا پر یہ بادشاہ کی تعریف مشخص نہیں کی جاسکتی اور اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ واقعات سے قطع نظر کرکے اصولی حیثیت سے اس امر پر روشنی ڈالی جائے کہ کونسی خصوصیت معیار ملوکی قرار دی جاسکتی ہے اور کونسی حکومت کامیاب حکومت کہلائے جانے کی مستحق ہوسکتی ہے۔

جسطرح بنی نوع انسان کے لئے ہر حیثیت اور ہر حالت میں ایک انتظام اور ایک سیاست کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے لئے ایک مذہب کی بھی ضرورت ہے چنانچہ بنی نوع انسان میں مذہب کو بھی ایک عنصر مشترک کی نوعیت حاصل ہے۔ انسان کی تمام خصوصیات مشترک کو علیحدہ کرکے اگر ان پر ایک تنقیدی نظر یہ معلوم کرنے کے لئے ڈالی جائے کہ ان خصوصیات مشترک میں وہ کونسی خاص باتیں ہیں جن میں ایک تنظیمی عنصر شامل ہے اور جو بجائے خود کسی قوم کے منتشر افراد کو ایک اجتماعی حیثیت میں لاسکتی ہیں اور ان میں ایک تنظیمی صورت پیدا کرسکتی ہیں تو یقیناً سیاست اور مذہب ہی دو ایسی خصوصیتیں نکلیں گی جو مختلف افراد انسانی کو ایک دوسرے کا شریک اور بلا لحاظ قومیت و نسلیت ایک کو دوسرے سے وابستہ کرسکتی ہیں۔ جب یہ مسلمہ ہے کہ مذہب اور سیاست ہی دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو ایک دوسرے کا شریک و معین بناسکتی ہیں تو پھر اصولی حیثیت سے ایک بادشاہ میں انہیں دو خصوصیتوں کو سب سے زیادہ نمایاں اور واضح ہونا چاہئے۔ گویا اس اصول کی بنا پر یہ مفہوم مترادف مذہب پرستی اور سیاست پروری قرار پاتی ہیں۔

اصولیات سے قطع نظر کرکے اب تاریخ کا بھی بہ نظر غائر مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ آیا وہ بادشاہ اور وہ شخصیتیں جن کی سب سے بڑی خصوصیت ان کی مذہب پرستی اور سیاست پروری تھی۔ کامیاب رہی ہیں۔ اگر تاریخ سے بھی یہ ثابت ہوجائے کہ ایسے لوگ واقعی کامیاب رہے ہیں تو پھر ہمارا یہ معیار ملوکی نہ صرف اصولی معیار ملوکی ہی ہوگا۔ بلکہ یہ حقیقی اور عملی معیار ملوکی بھی کہلائے گا۔

روما اور یونان۔ روس اور انگلستان کی تاریخ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صرف اسلامی تاریخ کے چند مشہور نام یہاں لکھکر یہ ثابت کئے دیتے ہیں کہ مذہب پرستی اور سیاست پروری کو اختیار کرلینے کے بعد کامیابی بادشاہوں کے گھر کی لونڈی بن جاتی ہے۔ ابن خطابؓ کی تاریخ خلافت پڑھیئے۔ ہارون و مامون کے واقعات دیکھیئے سلاطین قسطنطنیہ کے کارنامے ملاحظہ فرمائیے۔ بلبن اور اورنگ زیب کے عہد کے حالات کا مطالعہ کیجیئے اور حقیقت یہ ہے کہ حکومت اسلام کے اسلاف میں سے ہر ہر شخص کی تاریخ پڑھ جائیے اور پھر فرمائیے کہ کیا ان تمام تاریخوں میں کوئی واقعہ ایسا آپ کی نظر سے گزرا جس میں ان لوگوں نے مذہب پرستی اور سیاست پروری سے کام نہ لیا ہو۔ یا یہ کہ ان کی سیاست اور ان کی حکومت کامیاب نہ رہی ہو۔ ان تمام تاریخوں کو پڑھ لینے کے بعد

علم بردار قوت اسلامیہ حامی لوائے ملت محمدیہ

اعلیحضرت سپہر رفعت آسمان شوکت دارا درایت ہز اگزالٹیڈ ہائی نس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصف جاہ مظفر الملک و الممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ جی سی ایس آئی۔ جی بی ای آصف سابع فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کے عہد ہمایونی کے واقعات دیکھیئے اور پڑھیئے اور پھر یہ فیصلہ کیجیئے کہ کیا حکومت عثمانی سیاست پروری اور مذہب پرستی کے جذبات و احساسات پر قائم نہیں ہے اور کیا نظام سابع اپنی مذہب پرستی اور سیاست پروری کی بناء پر کامیاب بادشاہ نہیں ہیں۔

اس عہد ہمایونی میں جو کچھ ترقیاں ہر ہر شعبہ میں ہوئی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں ہم انکا یہاں اعادہ کرنا نہیں چاہتے البتہ حال کے صرف دو واقعات کا اظہار کرکے یہ بتادینگے کہ اگر حضور نظام کے ایک ہاتھ میں مذہب ہے تو دوسرے ہاتھ میں سیاست۔ سال حال کے تازہ ترین واقعات میں باغ عام کی

مسجد اور نمائش گاہ کی تعمیر ہے۔ نمائش گاہ اور مسجد کی ایک ساتھ تعمیر اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فرماں روائے دکن جب کوئی مذہبی کام کرتا ہے تو ریاست کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور جب سیاست سے کام لیتا ہے تو مذہب کو نظر انداز نہیں کرتا۔

باغ عام کی نمائش کو محض ایک تفرج گاہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کے قیام میں یہ مصلحت مضمر ہے کہ ملک کے ایک صوبہ کی مصنوعات دوسرے صوبہ کے سامنے پیش کی جائیں تاکہ اوس کو بھی صنعت و حرفت سے شوق ہو اور اسیطرح ملک کی تعلیمی انتظامی اقتصادی اور معاشرتی ترقیات کے ساتھ جسکی داغ بیل پہلے سے پڑ چکی ہے ملک کی تجارت کو بھی فروغ حاصل ہو اور تاریخ میں مملکت دکن کو بھی وہی مرتبہ حاصل ہو جائے جو کسی بڑی سے بڑی حکومت کو حاصل ہے۔ کیا یہ اعلیٰ قسم کا تدبر اور سیاست نہیں ہے؟

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اس مبارک سالگرہ کیساتھ ملک کے سارے شعبوں میں اصلاحات کی بنیاد پڑ چکی ہے اور آیندہ انشاء اللہ اس میں صرف ترقی پر ترقی دینے کی ضرورت باقی رہے گی ؎

مسند علم از وجودت منبع آداب باد
آستانت قبلۂ جان اولی الالباب باد

سید حمید الدین احمد (رعنا فیضی)

مدح ظل اللہ

کیوں نہ سب مانگیں دعا تیرے لئے اللہ سے — سب کی وابستہ ہیں لاکھوں ہی میرے شاہ سے
کرتے ہیں حسن صفات کی تعبیر ظل اللہ سے — اسکے نقش پا کی ٹھوکر سے گرے مہر و ماہ سے
ذات والا سے شہ عثماں کو سچا عشق ہے — عرض کر دے اے صبا جا کر رسول اللہ سے
شاہ عثماں کی نظیر آفاق میں ملتی نہیں — کیا نہیں اسکو ملا یارب تری درگاہ سے
میں نے دیکھا ہی نہیں دنیا میں ایسا تاجدار — آسماں حیراں ہے تیرے جلال و جاہ سے
تیرے اس روشن زمانہ کے ہیں ایسے واقعات — پوچھتے ہیں ساکنان چرخ مہر و ماہ سے
آرزومند ایک عالم ہے ترے الطاف کا — سرفراز اے شاہ تو ہے بخشش اللہ سے

شاہ حسن یہ میرا ہو جا وہ ہی خوش نصیب — کیوں ڈرے پھر وہ کسی بدگو سے بدخواہ سے
نام حاتم کا کوئی بھولے سے بھی لیتا نہیں — اک جہاں ہے بہرہ اندوز آستان شاہ سے
گو رہا جن نیک بد میں کر نہیں سکتا تمیز — پوچھئے اوصاف نیک اسکے دل آگاہ سے
اے فلک تو سوچ لے کیا حال ہوگا پھر ترا — ہم شکایت تیری کر دینگے جو ظل اللہ سے
عزم و ہمت میں ہے اسکی غیب سے تائید حق — کوہ کا رتبہ یہاں افزوں نہیں ہے کاہ سے
آستان فیض اس کا ہی ملاذ خاص و عام — جبہ سائی کر یہاں صدق و صفا کی راہ سے
بارگہ تک ہو رسائی جب اے حرماں نصیب — ہو رہائی کس طرح رنج و غم جانکاہ سے

تیری ہر اک آرزو ہو جائے گی پوری امین
مانگنا جو ہو تجھے وہ مانگ اپنے شاہ سے

(سید غلام مصطفیٰ ذہین)

رسالہ نمائش

جلد ۴ | فروردی و اردی بہشت ۱۳۳۴ف | فروری و مارچ ۱۹۲۵ء | نمبر ۱ و ۲

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ	نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	تصویر		۱۴۱	۱۱	کرۂ ارض	دفتر رسالہ نمائش	۱۶۳
۲	قصیدہ فارسی	جناب مولوی حمید الدین احمد صاحب فیضی	۱۴۲	۱۲	فوٹوگراف ماسکو وغیرہ	"	۱۶۶
۳	" اردو	" " مرزا ہاشم علیخاں صاحب ہاشم	۱۴۴	۱۳	قلعہ ہونگ کانگ بادکی [illegible]	جناب نواب سید محمد علیخاں صاحب	۱۶۷
۴	" "	" سید حسین صاحب حیرت بدایونی	۱۴۵	۱۴	رنگکاری قوم	اقتباس از رسالہ نگار	۱۷۰
۵	" "	" مرزا ہاشم علیخاں صاحب ہاشم	۱۴۶	۱۵	ہوائیات	دفتر رسالہ نمائش	۱۷۳
۶	ایک کامیاب بادشاہ	" سید حمید الدین احمد صاحب فیضی	۱۴۷	۱۶	مرغیوں کی پرورش	جناب مولوی مرزا ساجد بیگ صاحب	۱۸۹
۷	قصیدہ (اردو)	" سید غلام مصطفےٰ صاحب [illegible]	۱۵۰	۱۷	پرندے جو تولنے کی [illegible]	دفتر رسالہ	۱۸۳
۸	سب سے بڑا زپلین	دفتر رسالہ نمائش	۱۵۳	۱۸	نئی قسم کے جوتے وغیرہ	"	۱۸۴
۹	جوابات	"	۱۵۷	۱۹	بجلی سے بجھنے والا [illegible]	"	۱۸۵
۱۰	ہمارا نقطۂ نظر	"	۱۵۹	۲۰	سائیکل کی سواری [illegible]	"	۱۸۶

ادبیات

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ	نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۲۱	استاد کے استاد	جناب مولوی مرزا محی الدین بیگ صاحب	۱۸۹	۲۸	عملیات و خواتین [illegible]	جناب مولوی عظمت اللہ خاں صاحب [illegible]	۱۹۷
۲۲	غزل	" نذیر حسین صاحب [illegible] صدیقی	۱۹۲	۲۹	غزل	جناب سید حسین صاحب حیرت بدایونی	۲۰۱
۲۳	بیوی سے ناموافقت کا نسخہ	دفتر رسالہ	۱۹۳	۳۰	"	" سید حمید الدین احمد صاحب [illegible]	
۲۴	غزل	جناب وحشت صاحب کلکتوی	۱۹۵	۳۱	غزل	جناب ریاض صاحب خیرآبادی	۲۰۲
۲۵	"	" " حسرت صاحب موہانی	"	۳۲	"	" ایس ایم اے احمد صاحب	۲۰۲
۲۶	"	" " شہید صاحب [illegible] مرحوم	"	۳۳	[illegible] مغرب [illegible]	جناب ابو [illegible] عبد [illegible] صاحب	۲۰۳
۲۷	"	" مولوی قمر [illegible] صاحب ایم اے ایل ایل بی علیگ	۱۹۶	۳۴	خوفناک خون "	" ضیا حسین صاحب فاروقی	۲۰۷

تجارت کا فروغ

تجارت کی دنیا میں آرٹ نے جو امداد دی اس کا پتہ ان تجار سے مل سکتا ہے جنھوں نے اسکی بدولت تجارتی منڈی میں اپنی ساکھ قائم کرلی ہے۔ یہ زریں موقع آپ کو بھی حاصل ہے ہم سے بورڈ تیار کرائیے، پھر دیکھئے کہ گاہک کیونکر پروانہ وار گرتے ہیں جب جنس اچھی ہو اور اس کا اعلان واضح طور پر ہو تو کیا معنے کہ تجارت میں روز افزوں ترقی نہ ہو ایک دفعہ کا آرڈر بہترین کام کی کھلی دلیل ہے

محمد عبد القیوم آرٹسٹ حسینی افضل گنج

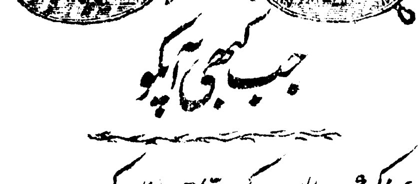

جب کبھی آپکو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایک مرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے۔ اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجئے۔ بلکہ لیا ہوا واپس کردیجئے اس سے زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے آزمائش شرط ہے

ایچ ایف عبد علی اینڈ کو پتھر گٹی نعل صاحب حیدرآباد دکن

رسالہ نیرنگ خیال بالتصویر

خصوصیات

(۱) یہ رسالہ بالتصویر ہوتا ہے جسمیں خالص ہندوستانی آرٹ کے ایسے شاہکار پیش کئے جاتے ہیں جنکی تعریف فن کے بہترین نقاد کرچکے ہیں یہ اردو کے کسی اور رسالہ کو نصیب نہیں۔

(۲) یہ معاشرتی رسالہ ہے جس کا مضمون ادبیت کی جان ہوتا قومی اصلاح کے ساتھ ادبی احیا بھی مد نظر ہے معاشرتی اور محققانہ مضامین کے ساتھ اعلیٰ نظمیں مختصر افسانے اور ڈرامے بھی شایع ہوتے ہیں۔

(۳) ملک کے بہترین انشاپرداز عورتوں کے مضامین شایع ہوتے ہیں علامہ سر اقبال لکھتے ہیں نیرنگ خیال کے مضامین میں پختگی اور متانت پائی جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ پنجاب میں صحیح ادبی مذاق پیدا کرنے میں مفید ثابت ہوگا قیمت سالانہ صرف (عہ) روپیہ نمونہ ۵/

المشتہر منیجر رسالہ نیرنگ خیال بازار بارود خانہ لاہور

ارتقا

اردو ادب کا ماہواری رسالہ علمی و ادبی، اخلاقی، تاریخی، تجارتی مضامین کا گلدستہ نوتعلیمیافتوں کی ضرورت ہے شندہ کئے ہو ما نند وید آزمائیے چندہ سالانہ (للعہ روپیہ)

منیجر رسالہ ارتقا بوئین پلی سکندرآباد دکن

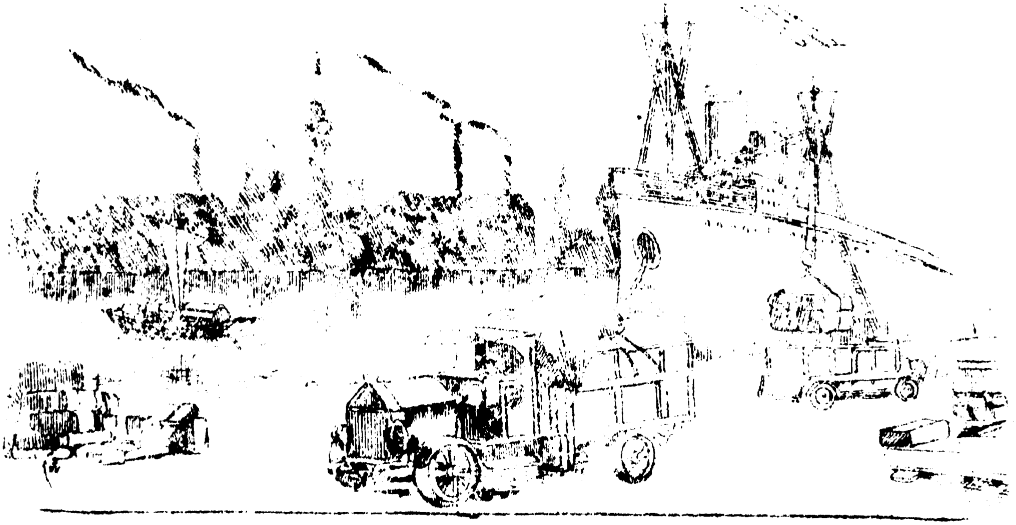

دنیا میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ تیز رو زپلین

فریڈرک شیفن (FRIEDRICH SNAFEN) کی زیپلین کمپنی نے ایک جہاز تیار کیا ہے۔ جس کا نام فی الحال "ایل۔ زیڈ۔ ۱۲۶" (L-Z-126) رکھا گیا ہے اور جو تاوانات جنگ کی ادائی کے سلسلہ میں تیاری کے بعد امریکہ کو دیدیا جائیگا۔ اس جہاز کی رفعت و وسعت متحدین کی مقرر کردہ حدود کے مطابق رکھی گئی ہے۔ یعنے بالفاظ دیگر باوجودیکہ یہ جہاز دنیا کا سب سے بڑا ہوائی جہاز سمجھا جاتا ہے لیکن اسمیں یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس کا قد و قامت دوران جنگ میں جو جہاز تیار کیا گیا تھا اس سے بڑھنے نہ پائے اگرچہ یہ جہاز اوسی نمونہ پر تیار کیا گیا ہے جس کے دوران جنگ میں سب سے اخیر میں جنگی جہاز تیار کئے گئے تھے لیکن اسمیں بعض ترمیمات بھی کر دی گئی ہیں جو در اصل بوڈنسی (BODENSEE) اور نارڈاسٹرن (NORDSTERN) کی نقل ہے جو صلح کے بعد جرمنی میں تیار کئے گئے تھے ان تمام ترمیمات اور تغیرات کو پیش نظر رکھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جہاز موجودہ دنیا کا سب سے بڑا جہاز ہے۔ اسمیں ۲۴۷۲۰۰۰ مکعب فٹ گیس آتا ہے۔ اس کی کل لمبائی ۶۵۶ فٹ ہے اور اندر کی طرف سے اسکا قطر ۹۰ فٹ ہے جس زمانہ میں کہ یہ جہاز تیار کیا جا رہا تھا متحدین نے اسکے متعلق یہ شرط بھی عائد کر دی تھی کہ امریکہ اسے جنگی اغراض کے کام میں نہ لائے چنانچہ یہ جہاز امریکہ میں محض تجارتی اغراض کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اور ہوائی جہاز کی تعمیر اور ہوائی جہاز رانی کی تکمیل و ترقی کے لئے اس سے تجربے حاصل کئے جائینگے۔

قارئین کرام کو مذکورہ بالا دو جہازوں کے قد و قامت

کا فرق ذہن نشین کرانے کے لئے ہم ذیل میں ایک نقشہ درج کرتے ہیں۔ جس میں ایک جہاز کو دوسرے جہاز پر رکھکر بتلایا گیا ہے۔ یہ دوسرا جہاز جو اثنائے جنگ میں تیار کیا گیا تھا۔ شین دواہ (SHENENDORH) ہے اور اوسکو اس نقشہ میں خط منقوط سے ظاہر کیا گیا ہے ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ نیا جہاز (ZR-3) بہ نسبت شین دواہ کے کچھ زیادہ مدور سا ہے اور اسکے تکنوں میں کوئی نمایاں حصہ نہیں ہے جس میں گولائی نہ ہو۔ شین دواہ سے طول میں یہ جو بیس فٹ چھوٹا ہے مگر عرض میں سوا گیارہ فٹ زیادہ ہے۔ عمودی پتوار اسی مناسبت سے آگے کیطرف کسی قدر ہٹے ہوئے ہیں اور اونکی تعمیر خاص طور پر نہایت موزوں و مناسب کی گئی ہے

جس سے کہ شین دواہ بنایا گیا ہے کیٹر لز وایا فریمون میں چوبیس زاوئے ہیں اور تمام ڈھانچہ خاص خاص متبادل فریمون پر مشتمل ہے جنکے بیچ بیچ میں چھوٹے چھوٹے فریم بھی تیار کیے گئے ہیں۔ خاص فریم تار کی زنجیروں سے مستحکم کئے گئے ہیں اور طول میں معمولی شہتیر دیکر سکو آپس میں مضبوط کر دیا گیا ہے پیندے (HULL) کی بیرونی پوشش سوتی کپڑے سے بنائی گئی ہے جسکی بابت کھنچاؤ اور دباؤ کے لحاظ سے مختلف مقامات پر گھٹا بڑھا دی گئی ہے اسی کے ساتھ ساتھ چکنی سطح پیدا کرنے کی غرض سے اسپر تہ بہ تہ روغن چڑھا دیا گیا ہے۔ جسمیں الومنیم کے سفوف کا کچھ حصہ بھی شامل ہے جسکی وجہ سے ایک خاص قسم کی ہلکی ہلکی چمک پیدا ہوگئی ہے جب جہاز پرواز کرتا ہے اور فضا میں اونچا ہو جاتا ہے

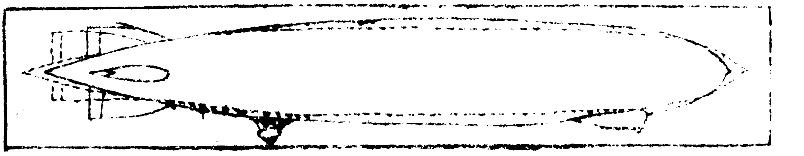

مقابلہ
شین دواہ (خط منقوط) اور نئے آر ۳ (خط غیر منقوط) کا طول اور قطر کا تناسب ۶۸۰ × ۷۸ فٹ ہے
اور ثانی الذکر کا ۹۰ × ۶۶۰

اس وقت آفتاب کی شعاعوں میں یہ چمک دیکھنے والوں کے لئے ایک عجیب و دلکش نظارہ پیش کر دیتی ہے۔

اس جہاز میں سب سے زیادہ قابل لحاظ جدت طرازی کم از کم اہل امریکہ کے لئے جو جنگی ہوائی جہازات آر ۳۴ (R34) اور شین دواہ کو بھی دیکھ چکے ہیں یہ ہے کہ سر میں قوس (BOW) کے انتہائی نقطہ کی

اس نئے جہاز کا فریم شین دواہ کے مطابق بنایا گیا ہے اور سامان ساخت اوسکے نقشہ سے تیار کیا گیا ہے جو کسی قدر دوسرے نقشے سے مشابہ ہے

نوے فیٹ کے فاصلہ پر وسیع اور کشادہ پسنجر اور نیویگیٹنگ کار (PASSENGER NAVIGATOR CAR) جہاز کے زیرین حصہ میں لگائی گئی ہیں۔

مذکورۂ بالا دونوں جہازوں کی گاڑیوں اور اس جہاز کی گاڑی میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر میں ان گاڑیونکو تاروں کی زنجیروں اور (رسیوں) کے ذریعہ جہازوں کے ڈھانچوں کے ساتھ معلق کیا گیا ہے درآنحالیکہ موخر الذکر جدید جہاز کی گاڑی جہاز کے ڈھانچہ سے بالکل ملصق اور اسکے فریم کا ایک جزو لاینفک ہے۔

ہم ذیل میں اس گاڑی کے پلین درج کرتے ہیں۔ یہ طول میں ۷۵ فٹ ہے اور وسیع ترین قطر کے مقام پر اسکا عرض ۱۷ فٹ ہے

یہ خاص طور پر تیار کی ہوئی الومینم کے شہتیروں سے بنایا گیا ہے جو طول ( ) اُنکے گشت تیروں سے بالکل مشابہ ہیں اور اونکو جہاز کے خاص اور ( ) انحتت نرمیوں کے ساتھ نہایت مضبوطی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔ آگے کی طرف کار کی کمان میں کپتان کا کمرہ ہے جسکو (NAVIGATING ROOM) کہتے ہیں اس کمرہ کا اندرونی ساز و سامان اور اندرونی ساخت قنین دواہ کے کنٹرول کار (CONTROL CAR) سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ سب سے آگے سٹیرنگ وھیل (STEERING WHEEL) ہے جس کے سامنے کمپاس نصب کیا گیا ہے اسکے بائیں طرف ایلیویٹر کنٹرول واقع ہے جسکے بالمقابل چارٹ ٹیبل نصب کی گئی ہے۔ اس کمپارٹمنٹ کے عقبی دروازہ سے گزر کر ایک وسطی گزرگاہ ملتی ہے جو کار کی ایڑی سے چوٹی تک برابر چلی گئی ہے داہنی طرف سب سے پہلا کمپارٹمنٹ ریڈیو روم ہے جسمیں ایک ایسے دروازہ سے داخل ہوتے ہیں جو نیویگیٹنگ روم میں بھی کھلتا ہے وسطی گزرگاہ کے دونوں جانب مسافروں کے لئے نشست گاہیں بنائی

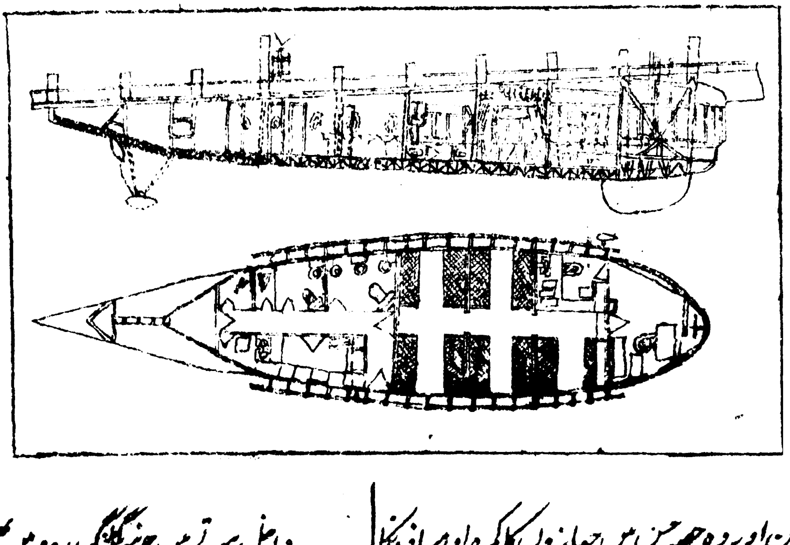

پلین اور وہ حصہ جس میں جہازوں کا کمرہ اور مسافروں کا مقام رہائش واقع ہے۔

گئی ہیں جو پلمین کار (PULLMAN CAR) کی نشستوں سے بالکل مشابہ ہیں۔ ان نشست گاہوں کو اسطرح بنایا گیا ہے کہ ہر ایک نشست میں ایک سوو رپیتھ ہوتی ہے اور ایک ایسے ساتھ ہی ایسے پردہ بھی لگائے گئے ہیں جنکو تان لینے کے بعد ہر نشست بجائے خود ایک کمرہ بن جاتی ہے اور یہ پردہ بیٹھنے والونکو ہر قسم کی بے پردگی اور تاک جھانک سے اسی طرح بے پردہ کر دیتے ہے جسطرح کہ مکانوں کے کمرہ دروازہ بند کر دینے کے بعد اندر بیٹھنے والونکو بالکل مطمئن کر دیتے ہیں۔ اس سیکشن سے علیحدہ اور ایک دروازہ دار گذرگاہ کے ذریعہ سے اس سے بالکل چھپے ہوئے چند آرائش خانہ اور گذرگاہ کے مقابل باورچیخانہ وغیرہ ہیں۔ اس کار کو ایک ایسی ڈائنمو (DYNAMO) سے گرم کیا جاتا ہے جسکو پرویلر کے ذریعہ سے استعمال کرتے ہیں یہ ایک (قلابہ دار کمانی) پر واقع ہے اور ضرورت کے وقت اسکو جھکا لیتے ہیں اسیطرح جب گرمی کی ضرورت نہ رہے اسے بالکل علیحدہ کر دیا جاتا ہے اس نئے جہاز کی قوت محرکہ اسقدر زبردست ہے کہ آجتک کسی ہوائی جہاز میں نہیں استعمال کیگئی۔ اس میں میبک (MAYBACH) کے بارہ سلنڈر والے پانچ انجن ہیں جو خاص ہوائی جہازوں کے لئے تیار کئے گئے ہیں ہر ایک انجن علیحدہ کمرہ میں نصب کیا گیا ہے ہر منٹ میں یہ انجن چودہ سو چکر لگاتے ہیں اور چار سو گھوڑوں کی طاقت پیدا کرتے ہیں گویا پانچ انجنوں کی مجموعی طاقت دو ہزار گھوڑوں کے برابر ہے۔

میبک کے انجنوں نے دوران جنگ میں بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ اسی بناء پر انکو اس جہاز میں بعض ترمیمات کیساتھ استعمال کیا گیا ہے اسمیں تمام آلات محرک راست پر و پیلر سے ملے ہوئے ہیں اور جنگی طرز والے انجنوں میں اور اس جہاز کے انجنوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ انکے بارہ سلنڈروں کو اسطرح ترتیب دیا گیا ہے کہ انکی مجموعی صورت انگریزی کے حرف وی (V) کی طرح ہے یہ انجن کمپریسڈ ایر کے ذریعہ سے چالو کئے جاتے ہیں اور انکے بنانے والونکا یہ دعویٰ ہے کہ ہوا کی ذراسی زیادتی سے حرکت محرکہ بہت زیادہ حاصل کی جا سکتی ہے

ٹیرول ٹنکیاں دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک حصہ میں استعمال میں آنے والا پیٹرول جمع رہتا ہے اور دوسرے میں محفوظ پیٹرول کا ذخیرہ۔ ذخیرہ والی ٹنکیوں میں سترہ ٹن پیٹرول آتا ہے جرمنی سے بحر اٹلانٹک کو عبور کر کے امریکہ پہونچنے کیلئے تیس زائد ٹنکیاں اسمیں اور نصب کیگئی ہیں۔

افسروں اور انکے ماتحتوں کی رہائش کیلئے اسمیں انتظام کیا گیا ہے کمانڈر کیلئے ایک علیحدہ کیبن ہے افسرونکے لئے دو استراحت کے کمرہ ہیں اور ایک سیلون ہے جسمیں طعام گاہ بھی بنی ہوئی ہے عملہ کیلئے چھ کمرہ ہائے استراحت دو سیلون اور چار پیخانہ۔ مسافروں اور افسروں وغیرہ کے لئے کھانا بجلی کے ذریعہ سے پکایا جاتا ہے اور ان تمام رہائش گاہوں کے علاوہ اس جہاز میں مسافروں کے سامان ڈاک اور تجارتی مال رکھنے کیلئے بھی بیس کمپارٹمنٹ بنے ہوئے ہیں

اس جہاز کی مختلف استعدادیں حسب ذیل ہیں

اصلی (۶۲ کروڑ ۹۸) ٹن۔ وزن ۵ ۵ ۲۴ ۵ ٹن۔ یوزفل لفٹ ۴۱ ۴۴ ٹن۔ رفتار کامل ۷۵ ۵ ۷ میل فی گھنٹہ رفتار معتدل ۴۴ (۵ انجن) ۶۷ میل فی گھنٹہ رفتار (۴ انجن) ۶۲ میل فی گھنٹہ رفتار (۳ انجن) ۵۶ میل فی گھنٹہ پانچ انجنوں کی پوری رفتار ۳۴۰۰ میل چالیس گھنٹہ کیلئے اور ۷۵ گھنٹہ کی رفتار سے ۱۲۱۵ میل۔

جوابات

(۱) ع۔ ا۔ مٹھواڑہ الف۔ آرد گندم کو پہلے پانی میں ایسا گوندھیں۔ جیسے عمدہ چپاتی پکانے کا آٹا گوندھا جاتا ہے۔ اوسکے بعد اوسپر پانی ڈالتے اور ہتھیلی سے اوسکو ملتے جاویں کہ وہ خوب دھلتا جاوے۔ دھلتے دھلتے تمام آٹا بہہ جائے گا۔ اور آخر میں اوسکی ایک خاص چیز جو ربڑ یا سریش کے مثل ہوگا وہ آٹے کا گوند ہے۔

اوسمیں قلعی کا عمدہ چونہ اگر پان کھانے والے مدد کر کے بھی چیاتا رہتے ہیں وہ اور تھوڑا گڑ اور تھوڑا اوسکا آٹا ملادیں مقدار۔ ایک کی عقل پر منحصر ہے اون اجزا کو ملاتے ہوئے انگلی سے خوب ملاتے جاویں اور دیکھتے رہیں کہ وہ خوب چپکنے لگے اور جس وقت انگلی ملاکر ذرہ اوپر کو اٹھائی جائے تو اوسکے ساتھ وہ اٹھتا چلا آوے غرض اس طرح کا ہو جاوے تو اوسکو شیشے یا چینی کے شکستہ دو ٹکڑوں پر باریک اور پتلا لگاکر دونو ٹکڑے ملادیئے جائیں خشک ہونے کے بعد کام میں لاویں۔ رقیق اشیاء ایسی جیسے پینے کے واسطے پانی یا دودھ جو فوری ڈالکر خرچ ہو جائے اوسمیں ڈال سکتے ہیں اور کام میں لاسکتے ہیں لیکن چاء چونکہ گرم ہوتی ہے اس وجہ سے وہ برتن چاء کے کام میں نہ لائیں مگر خشک گرم اشیاء خشکہ پلاؤ وغیرہ خواہ کتنا ہی گرم ہو وہ بھی اوس برتن میں رکھہ سکتے ہیں سوکھے سالن بھی رکھہ سکتے ہیں گرم اور شوربے دار سالن یا چمچی وغیرہ کے کام نہ دیگی۔ البتہ لیمپ کا ٹرا گلوب جو بتی کی لو سے دور رہتا ہے وہ کام دے سکے گا (ب) پلاسٹر پیرس بہت ارزاں اور معمولی چیز ہے۔ ایک پونڈ کا ڈبہ آپ ذیل کے پتہ سے طلب فرما سکتے ہیں حیدرآباد بازار سدی عنبر دوکان حاجی بدرالدین غلام حسین صاحب

(۲) س۔ ذ۔ ا۔ بھوپال۔ ہر قسم کے پٹینٹ (Patents) اور رجسٹری وغیرہ کے متعلق (P. Lodge and Co. P.B. No. 5772 Calcutta) سے خط و کتابت کیجئے۔

(۳) ع۔ ا۔ حیدرآباد صابن سازی کے متعلق ہر قسم کی مشین اور ڈبے وغیرہ (L.B. Varma Cawnpore.) سے مل سکتے ہیں لیبل اور ٹین کے چھپے ہوئے ڈبوں کے لئے Imperial Litho and Tin Printing Works. 1/2. Machua Bazar, Calcutta. کو لکھئے۔ بہتر ہے کہ صابن سازی کسی ماہر فن سے سیکھیے۔ ورنہ کتابیں بہت ہیں۔ آپ اون سے مدد لے سکتے ہیں۔

(۴) س۔ ا۔ کھڑکہ رہبر مزارعین کے علاوہ زراعت کے متعلق ممالک محروسہ میں کوئی دوسرا رسالہ نہیں ہے۔ البتہ اگر اردو رسالوں میں زراعت کے متعلق رسالہ چاہتے ہیں تو زراعت لاہور بہت اچھا رسالہ ہے پتہ یہ ہے منیجر صاحب رسالہ "زراعت"

کوٹھی نمبر ۲۴-۲۵ میکلوڈ روڈ۔ لاہور۔

(۵) ک۔ ل۔ بہرام پور۔ Logwood Extract آپ کو ذیل کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

Dinanath Datta & Co.,
5, Pollock Street, Calcutta

(۶) ب۔ ج۔ الہ باد۔ رسالہ نمائش کے پہلے سال کے شروع چھ نمبر (۱ تا ۶) چاہتے ہیں۔ کیا کوئی صاحب فروخت کرنا چاہتے ہیں۔

(۷) ع۔ م۔ گوالیار۔ جہاں تک ہم کو علم ہے مقوائی کیس بنانے کے متعلق کوئی خاص کتاب نہیں ہے یہ فن ایک معمولی کام ہے جو تھوڑی سی مشق سے آسکتا ہے۔ جرمنی سے اسکی مشین منگوانے کا یہ پتہ ہے

Chu. Masfele.,
Leipzig, Germany

(۸) م۔ د۔ س۔ اندور۔ (الف) جبتک کہ آپ کی واقفیت اور سرمایہ کی حالت نہ معلوم ہو کس طرح آپ کو کسی کام کے کرنے کا مشورہ دیا جاسکتا ہے آپ مقامی حالات، مانگ اور بیوپار کا مطالعہ کیجئے اور کسی کام کو اپنے لئے خود ہی پسند کر لیجئے یا ہمارے ارزاں صنعت و حرفت کے مضامین میں سے کوئی کام تلاش کر لیجئے۔ (ب) دیاسلائی کے متعدد کارخانوں کی اجازت حیدرآباد میں دی گئی ہے لیکن افسوس کہ اسوقت تک کسی کارخانہ کا مال بازار میں نہیں دکھائی دیا نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ اسٹریا۔ سوئڈن اور جاپان کے مقابلہ میں ابتک اس ایک چھوٹی سی صنعت میں ہندوستان کو کیوں کامیابی نہیں ہو رہی ہے ہندوستان میں متعدد جگہ اسکی مشین تیار ہو رہی ہیں جن میں سے ایک پتہ ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔

Ghatak Iron Works,,
Behala, Calcutta

(۹) ش۔ ل۔ بریلی۔ جواب نمبر ۳ ملاحظہ کیجئے

(۱۰) م۔ ح۔ مارواڑ۔ خط کے ذریعہ جواب دیا گیا ہے۔

(۱۱) ا۔ م۔ و۔ امروہہ (الف) آپکا آخری نسخہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے (ب) الومنیم کی چادریں ذیل کے پتہ سے طلب کیجئے۔

Bombay Aluminium Mart
20, Church Gate Street, Bombay.

(۱۲) س۔ اج۔ ڈک۔ کلکتہ کے پرانی کتابیں فروخت کرنے والوں کے پتے ہیں

Mr. Khalil Ahmed
18, Shyama Charan Dey Street Calcutta

اور

Messrs. S. C. Audy & co.,
Wellington Street,
Calcutta

(۱۳) ر۔ د۔ ل۔ لائل پور۔ ربر کی مہریں بنانا ٹائپ سے کچھ مشکل نہیں ہے۔ کھدائی مشکل کام ہے اس کے متعلق نمائش میں عنقریب مضمون نکلنے والا ہے۔

ہمارا نقطۂ نظر

مسئلہ اتحاد

تاریخ شاہد ہے کہ نفاق نے لاکھوں انسانوں کی گردنیں مروڑیں، ہزاروں خاندانوں کو تباہ اور سینکڑوں قوموں کو نیست و نابود کردیا۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان اپنی صنعت و حرفت علم و عمل کی خاطر دنیا کے دور دراز ممالک میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسکے مال و دولت اور لامحدود ذرایع آمدنی پر ہر ایک مہذب قوم کی ریجھی ہوئی نظریں پڑتی تھیں۔ ہر جگہ ہندوستانی کی قدر و منزلت ہوتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ اب "ہندی" غیر وقیع انسان کا مترادف ہے۔ ہندوستان اپنی ترقی کی راہ میں مختلف دور دیکھ چکا ہے۔ ہندوستانی ترقی کی آہستہ خرامی امید افزا ضرور ہے مگر ہندو مسلم نفاق اسکی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والا ایک بڑا زبردست عنصر ہے ہندو مسلم اتحاد کیلئے ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں نے سر مارا مگر مکمل اتحاد نہ قائم ہونا تھا نہ ہوا۔ اگر ہندوستان کا مطمح نظر "سوراج" ہے تو اسکے لئے ہندو مسلم اتحاد ایک لازمی شے ہے۔ جہاں ان دونوں میں اتحادی خون کی لہریں دوڑیں اور سچی ہمدردی کے بیج بوئے جانے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہندوستان اپنا آپ مالک ہوگیا۔

جناب مرزا یار جنگ بہادر (سمیع اللہ بیگ صاحب) چیف جسٹس حیدرآباد دکن نے ۱۶۲ صفحوں کا ایک رسالہ روانہ فرمایا ہے جو دس ابواب پر منقسم ہے باب اول میں تمہید اور باب دوم سے باب نہم تک دور مغلیہ خصوصاً عہد اورنگ زیب کی تعلیمی حالت، مذہبی رواداری، انصاف و امن، تجارت و محصول، صنعت و حرفت، مہمان نوازی، یورپین تجار سے برتاؤ، یوروپین اقوام کی پالیسی اور اخلاق، اورنگ زیب کی منکسر المزاجی اور رحمدلی، قوانین کی پابندی، محصول کی کمی، نو آبادیوں کی زیادتی وغیرہ سے بحث کی ہے اور کپتان الگزینڈر ہملٹن نامی ایک انگریز سیاح و تاجر کے سفرنامہ سے استدلال کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ مورخوں نے تاریخ ہند لکھنے میں نہایت بخل سے کام لیا ہے۔ ان تاریخوں میں کہیں تعصب کی جھلک نظر آتی ہے کہیں خود ستائی کی لہریں دوڑتی دکھائی دیتی ہیں کہیں اخفائے حقیقت ہے، کہیں بھلائی کی بدنمائی، اس قبیح طریق تاریخ نویسی نے ہندو برادران وطن کے خیالات خراب کئے اور کینہ و فساد کا بیج بودیا۔ مسٹر جے آر۔ رائے کا وہ مضمون جو مارچ و اپریل ۱۹۲۲ء کے رسالہ زمانہ میں "ہندوستان عہد مغلیہ میں" کے عنوان سے چھپا ہے، اس خیال کی تائید کرتا ہے۔ اورنگ زیب کی انسانی کمزوریوں کو لیکر رائی کا پربت بنایا جاتا ہے کاش! اسکی خوبیوں پر اخفا کا پردہ نہ ڈالا جاتا اور ملک کی آیندہ نسلوں کے لئے صحیح اور سچا مواد جمع کیا جاتا۔

ہمیں امید ہے کہ مورخین اس رسالہ کے مواد سے مدد لیکر موجودہ تاریخ ہند کی کمزوریاں دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور ایک زریں بد نمائی کا دھبہ دور کرنا اپنا نصب العین سمجھیں گے۔

باب دھم میں جناب مرزا یار جنگ بہادر نے ہندو اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر اور مستقل ہندو مسلم اتحاد سے بحث کی ہے۔ اور یہی اس رسالہ کا اصل مقصد ہے آپ نے ہندو مسلمانوں میں رابطہ محبت و اتحاد قائم نہ ہونیکے حسب ذیل اسباب قرار دیئے ہیں:۔

(۱) نصاب تعلیم میں صحیح تواریخ کا نہ ہونا۔
(۲) ہندوؤں کا مسلمانوں کو غیر سمجھنا
(۳) پین اسلام ازم اور خلافت کا غلط مفہوم عام ہوجانا
(۴) باہمی مطالبات

اور ان برائیوں کو دور کرنے اور مستقل اتحاد قائم کرنے کی مندرجہ ذیل تدابیر پیش کی ہیں:۔

(۱) تاریخ ہند، فلسفہ تاریخ کے بموجب لکھوا کر نصاب میں داخل کی جائے۔
(۲) کانگریس کمیٹیوں کے دستور العمل میں اتحاد قائم کرنے کی تدابیر لازمی قرار دی جائیں۔
(۳) اتحادی مضامین مختلف اخبار اور رسائل میں بکثرت نکلیں۔
(۴) کانگریس کی رکنیت کے لئے یہ ایک شرط رکھی جائے کہ ہر امیدوار اتحاد پر ایک مضمون لکھ کر شائع کرے
(۵) ہندو اور مسلمان بچوں کو یکجا تعلیم دیجائے۔
(۶) کلب اور دیگر تفریحی مقامات پر ہندو اور مسلمانوں کا میل جول زیادہ ہو۔
(۷) ہندو مسلم سیاسی مرکز ایک ہو

بچوں کی نصاب تعلیم میں ایسی تواریخ کا داخل ہونا جو اکثر ضروری واقعات سے مبرا ہوں یقیناً نقصان دہ ہے اب چونکہ تعلیم ہند، ہندوستانی قبضہ میں آگئی ہے مقتدر اصحاب کا فرض ہے کہ ایسی زہر آلود کتابوں کو نصاب تعلیم سے خارج کرکے صحیح تواریخ داخل نصاب کریں کہ آئندہ نسلوں میں اس غلط فہمی کی بیخ کنی ہو جائے۔ ہندوستان اسوقت جسطرح ہندوؤں کا وطن ہے اسیطرح مسلمانوں کا بھی ہے انصاف پسند کبھی دور مغلیہ کی نسبت یہ نہ کہیں گے کہ اس زمانے کی حکومت ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لئے باعث فخر نہ تھی اور اس کا مقصد ہندی مفاد نہ تھا۔ بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندو مسلم اتحاد کی عملی کوشش کی ابتدا اس زمانہ سے ہوی اور اب تک ان دونوں اقوام میں جو کچھ ملاپ باقی رہ گیا ہے وہ اسی زمانے کا اثر ہے گزشتہ سالوں میں چند فتنہ پردازیوں کی حکمت عملی نے زور پکڑا اور ہم میں اختلاف کی ہوا چلنی شروع ہوگئی جسکا فرو کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے ہر دو اقوام کا اپنے اپنے خیالات اور احتیاجات کو صحیح راہ پر ڈالنا لازم ہے مسلمانوں نے ہند کی خاطر وہ مصیبتیں جھیلیں ہیں کہ اب انکا ہندوستان سے ایک ایسا لاتناہی رشتہ قائم ہوگیا ہے کہ ایک دوسرے کی علحدگی ممکن نہیں اگر ہندو ازراہ تعصب وطن انہیں غیر سمجھیں تو یہ انکی غلط فہمی ہے اور ہندوستانی

ترقی کے لئے ایک نہایت اہم رکاوٹ ہے ہمیں جناب مرزا یار جنگ بہادر کی مجوزہ تدابیر سے اختلاف نہیں مگر ہمیں ممدوح سے اس جگہ اختلاف کرنیکا ضرور افسوس ہے جہاں آپ نے مسلمانوں کو اخوت اسلامی کے جوش کو دبا رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ ہمارے خیال میں اخوت اسلامی کا اثر ہندی سیاسیات پر نہیں پڑتا مسلمان بحیثیت مذہب مسلم ہیں اور سیاسی نقطہ نظر سے ہندوؤں کی طرح ہندی سیاسیات میں دونوں کا یقیناً نقطہ نظر ایک ہونا چاہئے مگر اسکے ہرگز یہ معنے نہیں کہ مسلمان اپنے اسلامی جذبات کو دبا رکھیں اگر وہ اپنے جذبات کو چھپائیں تو ممکن ہے کہ آپس میں اور زیادہ غلط فہمیاں ہو جائیں۔ مذہب اور سیاست دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ اخوت اسلامی یا خلافت کے مسئلوں سے ہندوستانی سیاست کو کسی قسم کا خوف نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ بالکل مذہبی مسائل ہیں جنہیں مسلمانوں کے احساسات سے عادتاً تعلق ہے فتنہ پرداز اگر میل کا بیل بنا کر دکھائیں اور ہندوستان انکی مان لے تو یہ اسکی بد قسمتی ہے۔

بحیثیت مجموعی جناب مرزا یار جنگ بہادر کی تدابیر سیاسی نقطہ نظر سے ضرور مفید ہونی چاہئیں اگر ہندوستان ان پر کار بند ہو جائے تو بہت جلد ہندو مسلم سیاسی اتحاد قائم ہو جائیگا جو ممکن ہے کہ آگے چلکر کمل اتحاد کی شکل قائم کرلے۔

تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی کاغذ اچھا ہے قیمت درج

نہیں ہے۔ صاحب کتاب سے مل سکتا ہے۔

نوید

"رسالہ برآری" کے اس طوفان بے تمیزی میں جبکہ ہر شخص اپنے کو شبلی و اقبال سمجھتا ہو ہے اور اس دھن میں ہے کہ اپنے ہذیانات ادبی سے ملک و قوم کی خدمت کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے اخبار اور اچھے رسالے بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ نوید جب پہلے پہل ہمارے ہاتھوں میں آیا تو ہمنے اسے بھی یہی سمجھکر کہ یہ بھی کوئی اردو کی خدمت کرنے والا ارگن ہے ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے لئے آنکھیں بند کرکے ایک مقام سے کھولا مگر جب اس کے مضامین پر نظر ڈالی تو یہ دیکھکر ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ روز جاری ہونے والے اور روز بند ہو جانے والے رسالوں سے اسے کوئی نسبت نہیں ہے اور یہ گویا دلیل ہے اس امر کی کہ ابھی ایسا ذوق سلیم رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو اہل ملک کی تفریحات دماغی کیلئے بہترین سامان بہم پہونچا سکتی ہیں۔

نوید بہار سے نکلتا ہے جہاں کی زبان ٹکسال والوں کے نزدیک غیر معتبر ہے لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ نوید کی زبان اگر ٹکسالی نہیں ہے تو علمی ضرور ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ہماری زبان میں بہت کم پائی جاتی ہے ہمارے پیش نظر اسوقت نومبر ۱۹۲۴ء کا رسالہ ہے۔ اسکے مضامین اور اسکی نظمیں بلا استثنا سب کی سب نہایت عمدہ ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ قابل

دماغوں کا نتیجہ فکر ہیں۔ علمی مضامین میں اخلاقیات اجتماعی و انفرادی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اسیطرح تاریخی مضامین ہیں معتقدات عجم کو خاص مرتبہ حاصل ہے غرض یہ ہے کہ رسالہ بحیثیت مجموعی نہایت بہتر ہے کاغذ باریک اور چکنا ہے طباعت اور کتابت بھی خاصی ہے ضخامت ۵۰ صفحے کی ہے قیمت للعہ سالانہ۔ منیجر نوید، برقی پریس ڈاکخانہ مرادپور (پٹنہ) سے مل سکتا ہے۔

مشیر طبی

یہ ایک طبی رسالہ ہے جو لاہور سے ایک ڈاکٹر صاحب کی زیر ادارت شایع ہوتا ہے عام طور پر طبی مضامین شایع ہوتے ہیں اشیا کی مضرت و منفعت پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کاغذ معمولی۔ لکھائی چھپائی بھی علیٰ ہذالقیاس۔ منیجر رسالہ مشیر طبی۔ ریلوے روڈ لاہور سے عہ سالانہ پر مل سکتا ہے۔

اتالیق

کمسن بچوں کی ترقی اور اخلاقی نشوونما میں مدد دینے کا اچھا ذریعہ ہے مضامین میں خاص طور پر اس امر کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ بچوں کی سمجھ میں آسکیں نظموں میں بھی یہی خصوصیت ہے اور ہر مضمون اور ہر نظم میں بچوں کے لئے کوئی نہ کوئی سبق ضرور ہوتا ہے قیمت رسالہ میں ظاہر نہیں کیگئی ہے۔ دفتر رسالہ اتالیق مقام معظم گنڈہ محبوب نگر (حیدرآباد دکن) سے مل سکتا ہے

المومن

یہ ایک ماہوار مذہبی رسالہ ہے جسمیں ایک نہایت لطیف پیرائے میں سیاسی جز و بھی شامل کیا گیا ہے عام طور پر اسلامی روایات اور اسلامی اعتقادات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور ان سے کوئی نہ کوئی سبق حاصل کرنے کی کوشش بھی کیجاتی ہے۔ سرورق دیدہ زیب ہے کاغذ نہایت عمدہ ہے۔ طباعت و کتابت بھی بہت نفیس ہے ضخامت ۳۶ صفحے قیمت سالانہ سے رمونہ ۶ پتہ منیجر المومن ع ۳۳ بنیاپوکھر روڈ۔ انٹالی۔ کلکتہ

پروین

ہر انگریزی مہینہ کے پہلے ہفتہ میں اکبرآباد سے شایع ہوتا ہے۔ ادبیات کے بہترین جواہر پاروں کا خزینہ ہے علمی و اخلاقی مضامین بھی کافی غور و خوض کے بعد لکھے جاتے ہیں۔ نثر کا حصہ بھی خاص طور پر اچھا ہوتا ہے ہمارے سامنے اسوقت جنوری سنہ ۱۹۲۵ع کا پرچہ ہے اسمیں عقد پروین۔ برق تمنا۔ حسن معصوم۔ نفس حقیقت چاند سے خمار دوشینہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں قابل مضمون نگاروں نے جس خاص چیز کو ظاہر کرنا چاہا ہے حقیقت یہ ہے کہ بہترین پیرائے میں کامیابی کیساتھ ظاہر کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا پروین کو ہمیشہ صنوفشاں رکھے تقطیع بہت چھوٹی ہے کاغذ طباعت و کتابت نہایت اعلیٰ ہے قیمت سالانہ علاوہ محصول عہ نمونہ ۳ر (ایڈیٹر پروین ایچ ع ۳۱۲۴ سیب بازار آگرہ سے ملسکتا ہے)

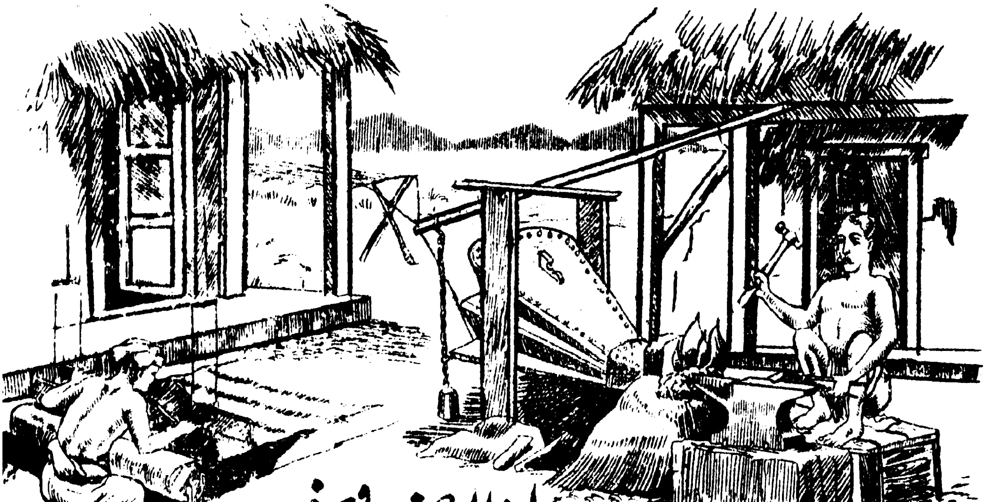

ارزانِ صنعت و حرفت

کرۂ ارض

عام طور پر مدارس میں آجکل گلوب (یعنے کرۂ ارض کے موڈل) کو آلات تعلیمی کا ایک ضروری جزو تصور کیا جاتا ہے اور اس کے وساطت سے جغرافیائی اسباق طلبہ کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ممالک محروسہ میں پرائمری تعلیم کی اشاعت کی وجہہ سے قدرتی طور پر ملکی زبانوں میں گلوب کی آیندہ سالوں میں سخت ضرورت محسوس کی جائے گی لہذا ایسی صورت میں اس اصول پر کہ ہر اس چیز کی تجارت میں زیادہ تر فروغ ہوتا ہے جسکی ملک کو فوری ضرورت ہو یہ کیا جاسکتا ہے کہ گلوب کی ساخت بجائے خود ایک اچھی خاصی تجارت ہوسکتی ہے جس کے لئے زیادہ سرمایہ کی بھی ضرورت نہیں ہے البتہ مبتدیوں میں یہ بات موجود ہونی چاہیے کہ ان کے ہاتھ ان قابو میں ہوں اور ڈرینگ اور پینٹنگ میں ان کو خاصی مہارت حاصل ہو اسی کے ساتھ جمالیات کے صحیح مذاق اور حسن مشترک کی موجودگی کے علاوہ انکو نقشہ کشی کے علم سے بھی واقف ہونے کی ضرورت ہے

گلوب کاغذ اور پلاسٹر سے نرم مٹی کے سانچہ پر بنایا جاتا ہے۔ اس سانچہ کو ایک لکڑی کے ٹکڑے سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور محور کیلئے اسکے دونوں کناروں پر فولادی تار کا ایک ٹکڑا نصب کر دیا جاتا ہے کسی مضبوط سے کاغذ کی دھجیاں پہلے سے بھگو رکھتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت فوراً استعمال کی جاسکیں موڈل کو سب سے پہلے کاغذ کی بھگوئی ہوی دھجیوں کو چپکا کر بالکل ڈھانک دیتے ہیں۔ چپکانے میں موڈل کی سطح پر جو ناہمواری پیدا ہوجاتی ہے اس کا کوئی لحاظ نہیں کرنا چاہیے بھیگے ہوے کاغذ کی ایک تہہ موڈل پر چڑھا دینے کے بعد فوراً ہی گوندار کاغذ (Pasted Paper)

کی ایک اور تہ اسپر چڑھا دینی چاہیئے۔ ایک کاغذ کی باریک باریک دھجیاں بھی پہلے ہی کتر کر تیار رکھنی چاہییں۔ موخر الذکر کاغذ کی تقریباً چھ یا سات تہیں ایک دوسری پر چڑھانی چاہیئیں مگر اس ترکیب کیساتھ کہ ایک مرتبہ بادامی کاغذ کی تہ چڑھائی جائے اور ایک مرتبہ سفید کاغذ کی۔ ایک متوسط قد وقامت کے گلوب کیلئے یہ عمل کافی ہوگا۔ لیکن اگر بڑے قد وقامت کے گلوب تیار کرنے ہوں تو گونڈر کاغذ کی اور بھی کئی تہیں چڑھانی چاہیئیں مگر اسی التزام کے ساتھ کہ ایک تہ سفید کاغذ کی ہو اور دوسری بادامی کاغذ کی اس عمل کے بعد سفیدی کی بنی ہوئی ایک گیلی گیند صورت پذیر ہوگی اسے اب خشک کرلینا چاہیئے خشک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکو اسکے محور پر نصب کرکے الماری میں رکھدینا چاہیئے۔

نرم مٹی کا جو سانچہ اس گیند کے اندر بند ہوگیا ہے اب ضرورت ہے کہ اسکو باہر نکالا جائے۔ اس غرض کے لئے چوبی موڈل کو معہ اسکے ٹھوس کاغذی تہ بہ تہ سطح کے محور پر قائم کردینا چاہیئے۔ اور پھر ایک تیز قاطع آلہ کسی پیچ پر نصب کرکے اس کرہ کے سطح کے متصل لانا چاہیئے۔ اور کرہ کو اسکے محور پر پھراتے رہنا چاہیئے مقوہ کی بنی ہوئی گیند اس طریقہ پر عمل کرنے دو حصوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ جنکی صورت نصف الکرہ نما پیالوں کی سی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک پیالے میں لکڑی کے دو ایسے ٹکڑے موجود پائے جائینگے۔ جو اسکی سطح کے بالکل برابر اور اس سے بالکل ملحق ہونگے۔ اس لکڑی کے اندر سے ایک موٹا تار نکلتا ہے جو بعض اوقات دونوں کناروں کی طرف دو سے تین انچ تک ابھرا ہوا بھی ہوتا ہے۔ اس چوبی رولر کو بالکل عموداً قائم کردیا جاتا ہے اور ان دونوں ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے کو اب رولر کے اوپری سرے پر کیلا جاتا ہے۔ جہاں یہ قائم رہتا ہے اور تار اس کے وسط میں سے پار ہوجاتا ہے۔ رولر کو اب الٹ دیتے ہیں اور قائم ٹکڑے کے دو [illegible] کو مضبوطی سے [illegible] لیتے ہیں۔ اس عمل کے بعد دوسرے ٹکڑے کو بھی اسی طرح رولر کے اوپر کے سرے پر کیلا جاتا ہے اور تار کا اگلا سرا پہلے کی طرح اس کے وسط سے بھی گذر [illegible] جاتا ہے سب سے زیادہ ہوشیاری اور احتیاط کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ دونوں ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے

ملحق کیا جائے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے نہایت مضبوطی اور استحکام کے ساتھ چسپاں ہو جائیں۔

اس تمام عمل کے بعد ایک ایسا کاغذی گلوب تیار ہو جائیگا جو اپنے محور پر آپ ہی قائم ہو۔

اب اس کو ایک فریم میں جس کے ایک سرے پر ایک نصف دائرہ کی شکل کا کسی دھات کا ٹکڑا لگا ہو اسکے محور پر رکھا جاتا ہے اور سطح پر سفید سریش اور تیل کی ایک اور تہہ چڑھا دیجاتی ہے۔ اسی طرح کم از کم چھ تہیں اتنے اتنے وقفہ سے چڑھائی جاتی ہیں کہ پہلی تہہ خشک ہو جائے۔ اس عمل سے گلوب ایک کاغذی کرہ کی صورت اختیار کریگا جو بجائے خود پلاسٹر کے بنے ہوئے ایک دوسرے کرہ میں ملفوف ہوگا اگر آزمائش پر یہ معلوم ہو کہ گلوب اپنے محور پر مساویانہ حرکت نہیں کرسکتا ہے تو ایسی صورت میں توازن کو قائم کرنے کیلئے ان مقامات پر جو بہت زیادہ ہلکے معلوم ہوتے ہوں چند چھرے استعمال کرنے چاہئیں۔

یہ تمام کام مقابلتاً نہایت آسان اور سہل ہے اور ابھی اس سے کہیں زیادہ نازک اور نفیس کام کیا جاتا باقی ہے۔ پالش شدہ گلوب پر اب نہایت اطمینان کے ساتھ خطوط عرض البلد و طول البلد بنائے جاسکتے ہیں جس کو آخر میں لیتھو گرافک روشنیوں سے روشن تک دینا چاہیے۔ ٹیم کمپاس کو استعمال کرنے سے یہ خطوط نہایت سانی اور سرعت نیز نہایت درستی اور صحت کیساتھ بن جاتے اور پھر نسبتاً قیمت بھی کم صرف ہوتا ہے ان تمام باتوں کے بعد کرہ بالکل تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسمیں صرف یہ کمی باقی رہتی ہے کہ پر نقشہ چڑھا دیا جائے نقشہ کے بھی کم از کم چودہ صاف اور علحدہ لیتھو گرافی پر نکالے ہوئے ٹکڑے ہونے چاہئیں جنمیں آرکٹک اور انٹارکٹک پولس بجائے خود کہ مدور ٹکڑے ہوتے ہیں جس سے تمام خطوط طول البلد عکس انگیں ہوتے ہیں۔ ان دونوں ٹکڑوں کو اپنی اپنی جگہ پر چپکا دیا جاتا ہے۔

اسکے بعد بقیہ ایک درجن ٹکڑوں کو ایک ایک کرکے سلسلہ وار ایک دوسرے کے قریب قریب چسپاں کر دیتے ہیں اس امر کا ضرور خیال رکھنا پڑتا ہے کہ آیا ہر ٹکڑا اسی جگہ پر نصب کیا گیا جو کرہ پر اسکیلئے مخصوص ہے اور یہ کہ آیا اسکے خطوط عرض البلد اور طول البلد ان خطوط کے مطابق ہیں جو پہلے سے سطح پر کھینچے جاچکے ہیں۔ سطح ارض کے یہ قطعات جس کاغذ پر لیتھو گراف میں طبع کئے جائیں۔ اسکو نہایت باریک اور مضبوط ہونا چاہیے اور اسکو نہایت ہی ہوشیاری کیساتھ جب تک کہ چسپاں کرنیکا عمل جاری ہی رہنا چاہیے۔

اس تمام عمل کی تکمیل کے بعد ایک ایسا گلوب تیار ہو جائیگا (بشرطیکہ نہایت ہوشیاری سے کام لیا جائے) جسپر نہایت صاف نقشہ موجود ہوگا جسکا ہر ہر خط ہر ہر لفظ اور ہر ہر نقطہ ایسی عمدگی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا کہ دیکھنے والوں کو یہی معلوم ہوگا کہ ان کو ایک ہی ٹکڑے پر بنایا گیا ہے

اس سلسلہ میں واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ نقشہ کے جو دہ علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کو ایک دوسرے کیساتھ اسطرح چسپاں کرنے میں کے وہ سب ملکر ایک ہی نقشہ معلوم ہوں۔ طویل تجربہ اور مشق کی ضرورت ہوگی اور اسکے بعد کہیں جاکر یہ معلوم ہوگا مختلف حدود کو کسطرح ممتاز کیا جائے اور نیلے جزائر سبز سمندر۔ سیاہ پہاڑ اور خطوط عبور و مرور کو کسی طریقہ پر نقشہ میں واضح اور نمایاں کیا جائے۔

فٹنگ اور پینٹنگ کے بعد گلوب پر وہ خاص وارنش چڑھایا جاتا ہے۔ جسے عالم تجارت میں وائٹ ہارڈ کہتے ہیں۔ البتہ اسمیں اتنی ترمیم ضرور کردیجاتی ہے کہ تڑقنے سے باز رکھنے کیلئے اسمیں کوئی ایسی چیز ملادیجاتی ہے جس سے نرماہٹ پیدا ہوجائے وارنش کا عمل اس وقت ختم ہوجاتا ہے۔ جب یکے بعد دیگرے خشک ہوجانے کی بعد چار تہہ چڑھادی جائیں۔ اب صرف گھیر میں ماؤنٹنگ باقی رہ جاتا ہے پیتل کے حلقہ نصف النہار کو پہلے ہی سے نہایت درستی اور صحت کے ساتھ تیار کرلینا چاہئے اس پر گلوب کا محور گردش کرتا ہے یہ بھی نہایت اور لازمی شے ہے کہ قطب بالکل ایک دوسرے کے متوازی ہوں بہتر ہے کہ گلوب کو کسی ہوشیار کیبنٹ میکر کے ذریعہ سے ماؤنٹ کرادیا جائے۔

ع۲ قطب شمالی و قطب جنوبی (رضا)

فونوگراف MASSES

یہ
Stearic Acid
Carnauba Wax
Montan Wax and
Ceresin

وغیرہ کے مرکب سے بنتا ہے۔ جس میں رنگ پیدا کرنیکی غرض سے لیمپ کی کالونچ یا اسی قسم کی دوسری چیز بھی شامل کردیجاتی ہے۔ اس مرکب میں ایلومینیم STEARATE کے اضافہ کو پیٹنٹ کرلیا گیا ہے اور اسے مرکب بھی پیٹنٹ کرلئے گئے ہیں جنمیں ASPHALT یا ROSIN شامل کیا گیا ہو۔

دھات کا پالش

جاپانی موم Wax ۲۰۰ جزو
Raw Oleic Acid ۱۰۰ جزو

دونوں کو ملاکر پگھلا لیا جائے اور
پھر اسمیں Infusorial Earth ۲۰۰ جزو
اور Mirbane Oil ۲ جزو ملادے جائیں

موڈلنگ ویکس یہ عام طور پر شہد موم یا شہد اور جاپانی موم سے ملکر تیار کیا جاتا ہے جس میں Copal بھی شامل ہوتا ہے اور میں تاشیرا Tal-cum ابھرا جاتا ہے اور کبھی کبھی ارنڈی کے تیل اور گلسرین کا بھی اضافہ کردیا جاتا ہے یہ بھی ہوتا ہے کہ (TALCUM) کی بجائے

مقالات واقتباسات

قلعہ ہوشنگ آباد کی سیر

پیوستہ

ناظرین آپ نے مسجد کی گزشتہ تیاری کا حال تو ملاحظہ فرمالیا سنہ ١٢٩٨ ہجری کی حالت تاریخ دلچسپ سے پیش کرتا ہوں۔ بیرونی دیوار سے مسجد گرگئی ہے ١٦٥ استول اور ٩٤ گنبد متوسط اور ٢٦٤ گنبد چھوٹے باقی ہیں مسجد کا طول ٨٣ فٹ ١٢ انچہ اور عرض ٦٧ فیٹ ١١ انچ ہے زمین سے ١٥ فیٹ ١٦ انچہ کی کرسی دے کر مسجد کا صحن قایم کیا گیا تھا (١) اسیڑھیاں چھت پر جانے کے واسطے موجود ہیں۔ دو معلوم نہیں کہ اب ٥٤ سال کے عرصہ میں کتنی نقصانات زدہ ہوگئی ہونگی۔

خداوند عالم ریاست حیدرآباد کو دائم و قائم رکھے

ہمارے ہر دل عزیز ولی نعمت خسرو دکن کی عمر و دولت و اقبال و اولاد میں ترقی دے کہ جنکے حکم سے علاوہ عمارت عالیہ رفیعہ جدیدہ کے عمارات قدیمہ کی مرمت و بقا کا خاص انتظام ہے۔ ایک دفتر آثار قدیمہ خاص انہیں اغراض کیواسطے قایم ہے بلا امتیاز مذہب وملت کے گنبدوں و معابدوں کی ترمیم بصرف خطیر کیجاتی ہے۔

"مانڈو" راجہ صاحب دھار کی عملداری میں ہے اگر ریاست سے ان عمارات کی ترمیم پر توجہ کیجائے تو اس کار خیر کے صلہ میں اونکی نیک نامی باقی رہے گی ؎

نام نیک رفتگاں ضایع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

اس مسجد کے قریب عبداللہ شطار کا مزار ہے اور ہزارہا مسلمانوں کی قبریں ہیں بقول شاعر ؎

روے زمیں پرست و ہم زیر زمیں
ایں صفحۂ خاک ہر دو رو تصویر است

تھوڑے فاصلہ پر سلطان محمود خلجی کی تعمیر کردہ دارالشفا ہے جس میں صدہا مریض رہتے تھے اور حکیم افضل حکیم الحکما افلاطون دوراں اس شفاخانہ کا مہتمم تھا پھر اشرفی محل کا تودہ ملیگا۔ اس مکان میں در و دیوار اور چھتوں پر ہزارہا اشرفی جڑی ہوئی تھی کبھی کبھی بارش کے بعد ہر دو کو اشرفی ملجاتی ہے جسپر کلمہ طیبہ مسکوک ہوتا ہے۔ ۳۰ ماشہ وزنی ہوتی ہے۔ جامع مسجد کے عقب میں ہوشنگ شاہ کا مقبرہ ہے ۸۳۸ھ میں ہوشنگ شاہ فوت ہوا اور محمود شاہ خلجی نے ۸۴۳ھ ہجری میں بصرف زر خطیر بنوایا یہ عمارت بلحاظ اپنی خوبیوں اور صنعتوں کے قابل دید ہے بلند کرسی دیگر سنگ مرمر کا مشین در رفیع گنبد بنایا ہے سنگ سرخ کے دروازے (چوکھٹ و بازو) قائم کیے گئے ہیں دیوار کا آثار چوڑا رکھا گیا ہے اور دیواریں جابجا ایسے بنا کر حجرے تیار کئے ہیں کہ اونکے ذریعہ سے زوردار ہوا کی مار عمارت پر نہ پڑے اور وہ حجرے بھول بھلیاں کا کام دیتے ہیں جس سے سیاح چکر میں پڑ جاتا ہے اس گنبد میں آہستہ سے بھی بات کیجائے تو گونج بہت ہوتی ہے سب سے عمدہ صنعت یہ ہے کہ ایک ایک قطرہ پانی کا گنبد کی چھت سے ہر فصل و موسم میں ہوشنگ شاہ کی قبر پر ٹپکا کرتا ہے۔ وہاں کے عوام الناس اسکو ہوشنگ شاہ کی کرامت سمجھتے ہیں بقول صاحب تاریخ دلچسپ اس گنبد میں یہ صنعت ہے کہ باریک باریک سوراخ اس حساب سے رکھے گئے ہیں کہ ہوا داخل ہو کے پانی بن کر قبر پر ٹپکا کرتی ہے اس گنبد کے قریب لنگر خانہ تھا جسمیں صدہا غربا کو کھانا کھلایا جاتا تھا جو اب بالکل مسمار ہو گیا ہے۔ پھر لالہ باغ تھا جسکی روشیں حوض اور نہروں کی تعمیر کا پتہ بتاتی ہیں لالہ باغ کے دوسرے جانب اعظم ہمایوں کی سرائے مقبرہ اور مسجد ہے۔

مسجد پر یہ ابیات کندہ ہیں۔

بفال خوب و وقت سعد و فرخ سال و مہ انور
چہارم ماہ شہر اللہ روز جمعہ سعد اکبر
سنین سی و پنج و ہشتصد و سال از ہجرت
شمردہ بود روز و ماہ در حکم عرب یکسر
کہ شد این مسجد سلام ابنیا در عالم
کہ سقف و گنبد او شد و سر یہ گنبد اخضر
بنا کے مسجد عالی مغیث الدین و الدنیا
الغ اعظم ہمایوں آنکہ ہفت اقلیم و کشور
ز دست ہمت او شد مرتب ایں چنیں مسجد
کہ کس دارالامان خوانند کعبہ کند اندر
مرتب شد بسلخ ماہ شوال این بنا و خیر
کہ یاد این خیر اندر نامہ اعمال بعالم بحشر
مزین کرد شاں خلیفہ محمود شہ والا
بود این سرزمین کو تا ماند بحر و بحر اخضر

اس کے جانب غرب ساگر تال اور دو مقبرے قبیل بالوں میں جانب مشرق عظیم الشان امام باڑہ تھا جو گر گیا ہے صرف ایک سہ دری سبیل باقی ہے جسپر کندہ ہے **دم آبے بخور بیاد حسین** یہاں سے نشیب میں ایک سنگ بستہ مکان دکھائی دیتا ہے جب ہم اوسمیں داخل ہوتے ہیں تو عجب پر لطف نظارہ ہے جسکے دیوار اور چھت سے برابر

پانی جہر کے حوض میں جمع ہوتا ہے اسطرح کے مکان کو ساون بہادوں کہتے ہیں یعنے اپنے بزرگوں سے سنا ہے ایسا مکان لکھنو میں بھی بنا ہوا تھا جو غدر میں غارت ہوگیا اس مکان کا لطف دفعتاً موسم گرما میں ہے اس مکان کے ایک جانب یہ شعر کندہ ہے۔

تواں کردن تمامی عمر را مصروف آب و گل
کہ شاید یکدمے صاحب دلے اینجا کند منزل

اس بیت کے تحت میں مظفر خاں ۹۸۲ سنہ کندہ ہے دوسرے جانب پر ۹۸۴ سنہ موافق شتہ ہجری۔
اعلیحضرت جہاں پناہ مملکت بارگاہ ظل اللہ اکبر شاہ موجب فتح دکن بود ند بایں عبور افتاد۔ رباعی

تا کے گودی بچرخ سند جائے ما
خندہ بہ باد بر دل دیوانہ ما
زافسانہ دیگراں بیا عبرت گیر
زاں پیش کہ بشنوند افسانہ ما

دوسرے پتھر پر یہ عبارت منقوش ہے ۹ سنہ حضرت اکبر شاہ فتح خاندیس نمودہ مراجعت فرمودند۔ رباعی

دیدیم جغد جغد نشستہ در وقت پگاہ
بر کنگرہ مقبرہ نوشیرواں شاہ
فریاد کناں زروئے عبرت میگفت
کو آں ہمہ حشمت و متال واں ہمہ جاہ

دربار اکبر میں محمد معصوم متخلص بہ نامی کے علاوہ اور اشخاص اس خدمت پر مقرر تھے کہ جہاں سواری شہنشاہ جائے پہنچے وہ اور اپنا کوئی شعر مع سنہ عمارت پر کندہ کردیں یہ عملدرآمد دیگر شاہان مغلیہ کے زمانے میں بھی جاری رہا ہے المختصر شاہان غوری کے محلات سے کچھ فاصلہ پر سلطان ناصر الدین کا محل ہے اس عمارت کا بڑا حصہ ٹوٹ گیا ہے جسکے وجہ سے کتابہ کے اول سطر بھی ضائع ہوگئے ہے آخری حصہ بانی کا نام بتلانے کو باقی ہے۔ السلطان الاعدل الاعظم والخاقان الافضل الاعلی ناصر الدین ۹۱۱ سنہ ان باشوکت الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمارت بھی نہایت وسیع اور رفیع ہوگی یا غیر درباری دا ہدار۔ ایک ٹیلہ پر دو منزلہ مکان بنا ہے جس کی چھت پر چڑھنے سے دریائے نربدا دکھائے دیتا ہے ناصر الدین بڑا شکاری بادشاہ تھا۔ اپنے محل کے پاس بہت سے شکارگاہ بنوائے تھے جسمیں مختلف قسم کے جانور پرورش پاتے تھے اور بادشاہ معہ محلات کے شکار کیا کرتا تھا شکارگاہ کے بعد غنی شاہ کی قبر و مسجد ہے تھوڑے فاصلہ پر مغیث الدین کی مسجد ہے جسپر یہ اشعار کندہ ہیں۔

سپہر مجد و معالی و شمس دولت و دیں
الغ سپہ کش دوراں ملک مغیث الدیں
وزیر عرصہ گیتی پناہ ملک و ملک
بزم خسرو رستم بگاہ جستن کیں
بعلم و عقل بماند آصف است و خضر
بخیر و طاعت توفیق حق یقین مومن
بوقت سعد نہادہ بنائے ایں مسجد
کہ ہست رونق او رونق سپہر بریں
سال ہشتصد و سی و دو گشت از ہجرت
تمام از کرم خالق زمان و زمیں

احمد سعید علی

زنگاری یا جپسی جماعت کے دلچسپ حالات

اور

اس کا تعلق سرزمین ہند سے

جن لوگوں نے انگریزی افسانوں کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اکثر جگہ لفظ جپسی کا استعمال دیکھا ہوگا اور انکے واقعات کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ لیکن غالباً اس کا اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ کہ مورخانہ نظر سے اس جماعت کا حال معلوم کیا جائے چونکہ اس گروہ کی زندگی بالکل راز ہے اور راز کی جستجو فطرت انسانی کے لئے بہترین لذت ہے اس لئے ہم آجکی صحبت میں بتانا چاہتے ہیں کہ اس گروہ کے متعلق علماء مشرق و مغرب نے جس قدر تحقیق کی ہے اس کا ماحصل کیا ہے

نسلی تحقیق یہ جماعت ایک خانہ بدوش جماعت ہے جو ایشیا یوروپ اور افریقہ میں ہر جگہ پائی جاتی ہے اور ہر ملک میں ایک جداگانہ نام سے یاد کی جاتی ہے شام میں اس جماعت کو نوری کہتے ہیں اور مصر میں غجر، اور جرمنی میں اسے زیگونر (ZIGEU - NER) کے نام سے پکارتے ہیں اور اٹلی میں زیگارو (ZIGARO) کے لقب سے انگلستان میں انکا نام جپسی (یعنے مصری) ہے اور قدیم اسپینی زبان میں اجپسیانو (AEGYPCIANO) ہنگری زبان میں انہیں (PHORAS NAPE) یعنے اہل فرعون کہتے ہیں اور بلاد فارس و ترکستان میں زنگاری۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ یہ لوگ اصل باشندہ کہاں کے ہیں اور ان کا تعلق کس نسل سے ہے۔ اس مسئلہ پر اہل تحقیق نے بہت اختلاف کیا ہے، صاحب قاموس نے لفظ نوری کی تحقیق میں لکھا ہے کہ یہ نار سے مشتق ہے، چونکہ یہ لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے اسلئے ان کا یہ نام ہو گیا۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ اصل میں نوری تھا جو اس وقت ایک ہندوستانی قبیلہ کا نام تھا اور جس نے یزدجرد کے زمانہ میں ایران کی طرف ہجرت کر کے عرصہ تک وہاں قیام رکھا۔ بعد کو کچھ تحریف کیساتھ انھیں نوری کہنے لگے۔ ممکن ہے کہ حافظ شیرازی نے اپنے دیوان میں جن ناچنے گانے والوں کو لفظ لولی سے یاد کیا ہے وہ یہی لوگ ہوں جو اسوقت ایران میں پائے جاتے تھے اور رقص و غنا کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔

چونکہ ان کا ایک نام زنگاری بھی ہے جو تاریخی حیثیت سے نہایت اہمیت رکھتا ہے اور زنگاری قوم کے لوگ اپنے مرد کو برہ وم اور عورت کو برہ ومنی کہتے ہیں اسلئے بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ لفظ قبطی زبان کا ہے اور یہ قوم اصل میں مصر کی رہنے والی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر زنگاری اپنے تئیں وادی نیل سے آنا بیان کرتے ہیں انکے مصری الاصل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی بیان کیجاتی ہے کہ جرمنی کے مشہور شاعر (HAFMAN SWALDON) نے ایک جپسی کے لوح مزار پر یہ شعر لکھے ہوئے دیکھے تھے:۔

"میں نے تکلیف دہ سیاحتوں میں اپنی عمر بسر کی، یہ دو سطریں

بتا دیکھی کہ میں کون ہوں۔
مصر، ہنگری، سوئٹزرلینڈ، الپس، حبشی
(ان مقامات میں میرا نام رکھا گیا۔ میں نے دودھ پیا، میں توانا ہوا، میرا پیٹ چیرا گیا۔ میں دفن کیا گیا“

بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ اصل میں سنجادہ کے رہنے والے ہیں جو میسوپوٹیمیا کا ایک مقام ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ قدیم ٹیونس کے رہنے والے ہیں، جسٹنجر (JUS - TINGER) نے سوئٹزرلینڈ کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ”مصر کی سرزمین سے سیاہ رنگ کے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ یہاں آئے۔

(BONAVENTURA NULCANINS) جس نے ۱۵۹۷ء میں اس قوم کے متعلق تحقیقات کی ہے، لکھتا ہے کہ یہ لوگ اصل میں نیوبیا کے باشندے ہیں پہلے مصر میں آکر وہاں کے اسقف کی حمایت میں آباد ہوئے پھر انہیں ترکوں نے وہاں سے نکال دیا۔ اور وہ فلسطین کی راہ سے یورپ میں پہونچے“

ہندی الاصل ہونیکا ثبوت الغرض اکثر محققین کا خیال یہی تھا کہ یہ لوگ اصل باشندے مصر کے ہیں لیکن اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ اس قوم کا اصل وطن ہندوستان ہے اور ان کی زبان کی اصل ہندی ہے اس تحقیق کا سارا امتیاز مسٹر ویز لوکی لرنڈ اور جارج بورڈ کو حاصل ہے انہوں نے عرصہ تک ان کے ساتھ زندگی بسر کی اور انکے آداب و اخلاق ان کی موسیقی ان کی زبان اور انکی نسل کے متعلق بہت سے تاریک واقعات پر روشنی ڈالی۔

جارج بورو نے ان کی زبان کے متعلق متعدد کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے ایک کتاب کا نام زنگالی ہے جو ۱۸۴۱ء میں شایع ہوئی تھی اس نے ایک لغت بھی انکی زبان کا مرتب کیا ہے اس فاضل کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اصل میں شمالی ہند کے باشندے ہیں اور سب تقریباً ایک ہی زبان بولتے ہیں جسمیں بہت سے پرانے الفاظ ہندی کے پائے جاتے ہیں پوٹ نے جو کتاب غجری زبان کی نحو پر لکھی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس زبان کے اکثر الفاظ ہندی ہیں اور یہ زبان اردو سے قریب تر ہے لیکن چونکہ غجری لوگ یونان وغیرہ سے ہوکر گزرے ہیں اسلئے انکی زبان میں یونانی، ہنگری اور سلافی زبان کے الفاظ بڑی حد تک شامل ہوگئے ہیں غجری زبان کو جو تعلق اردو سے ہے وہ ذیل کے الفاظ سے ثابت ہو سکتا ہے۔

اردو	غجری	اردو	غجری
بال	بال	منہ	موئی
ناک	ناک	جیب (زبان)	شیب
بجنت	بجنت	پرانا	پورو
بڑا	بارو	کالا	کالو
اچھا	نشو	میں	می
تو	تو	ہم	میں
بھلا	بھروہی	تم	تماروی
میں ہوں	می ہوم	ایک	یک

اردو	عجزی	اردو	عجزی
دو	دوئی	تین	ترین
چار	شتار	پانچ	پنش
ہزار	اکزاردس	برس	برش
مہینہ	منیت	رات	راتی
آگ	یاگ	سونا	سونائی
مچھلی	ماشو	گھر	کر
بھیڑا	بھرا	سانپ	ساپ
بہن	بین	بیاہ	بیاؤ

زنگاریوں کے متعلق ایک قدیم روایت فردوسی نے شاہنامہ میں بھی لکھی ہے اور اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اصل میں ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ شاہ ایران بہرام گور نے ایک ہندوستانی امیر شنگال سے دس ہزار آدمی قبیلہ لوری کے طلب کئے تاکہ وہ اور اسکی رعایا ان کے موسیقی سے لطف اٹھائیں بہرام گور نے ہر لوری کو ایک گدہا، ایک گائے اور کچھ گیہوں کاشت کے لئے دئیے لیکن یہ عطیہ بہت جلد ختم ہوگیا اب بادشاہ نے اُنکو اپنے ملک سے نکال دیا فردوسی لکھتا ہے کہ اب تک یہ قوم دنیا میں جابجا پھرتی ہے اور اپنے کتوں اور لومڑیوں کے ذریعہ سے معاش حاصل کرتی ہے۔ آجکل بھی ایران میں زنگاریوں کو لوریکے نام سے یاد کرتے ہیں۔

علاوہ اسکے ایک اور ثبوت ان کے ہندوستانی ہونیکا یہ بھی ہے کہ بعض عجزی یا حبشی اپنے کو کالو کہتے ہیں جس کے معنے سیاہ کے ہیں اور اونکا نام سنڈ بھی ہے جو سندھی یا سندھ کی بگڑی ہوئی صورت ہے اب بھی سندھی زبان میں ایک قبیلہ کو جنجر کہتے ہیں جو پنجاب و ایران کے درمیان آوارہ پھرتا رہتا ہے۔

ہندوستان سے یورپ کیطرف ہجرت

غالباً گمان یہی ہے کہ یہ لوگ پانچویں صدی میں ہندوستان سے ایران پہونچے اور یہاں سے وہ جن جن راستوں سے یورپ پہونچے اس کا حال بھی ان کی زبان سے معلوم ہو سکتا ہے چونکہ علاوہ فارسی کے ارمنی زبان کے بہت سے لفظ انکے زبان میں شامل ہیں اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایران سے پہلے آرمینیا گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک گروہ شام و مصر کے راستے سے گیا ہو اور دوسرے گروہ نے درۂ دانیال کو عبور کرکے سرزمین یوروپ میں قدم رکھا ہو لیکن یہ یقینی ہے کہ ایران کے بعد سب سے پہلے وہ یونان گئے اور پھر یہیں سے تمام یورپ میں منتشر ہوئے اسکی تائید میں متعدد دلائل پیش کئے جاتے منجملہ انکے ایک دلیل وینس کے حاکم اوتادیانو کے وہ احکام ہیں جو قبیلہ زنگاری کے سردار یوحنا کے نام ۱۳۸۶ء میں بھیجے تھے اسکے علاوہ یونان میں بہت سے کھنڈر مصریوں اور زنگاریوں کے حملہ کے نام سے مشہور ہیں جنسے پتہ چلتا ہے کہ وہیں کبھی انکی ایک نوآبادی تھی، لیکن جب مسلمانوں نے اسے فتح کیا تو تمام قبائل منتشر ہوکر دریائے ڈینوب تک پہونچ گئے۔

(باقی آیندہ)

(اذنگار)

علوم جدیدہ

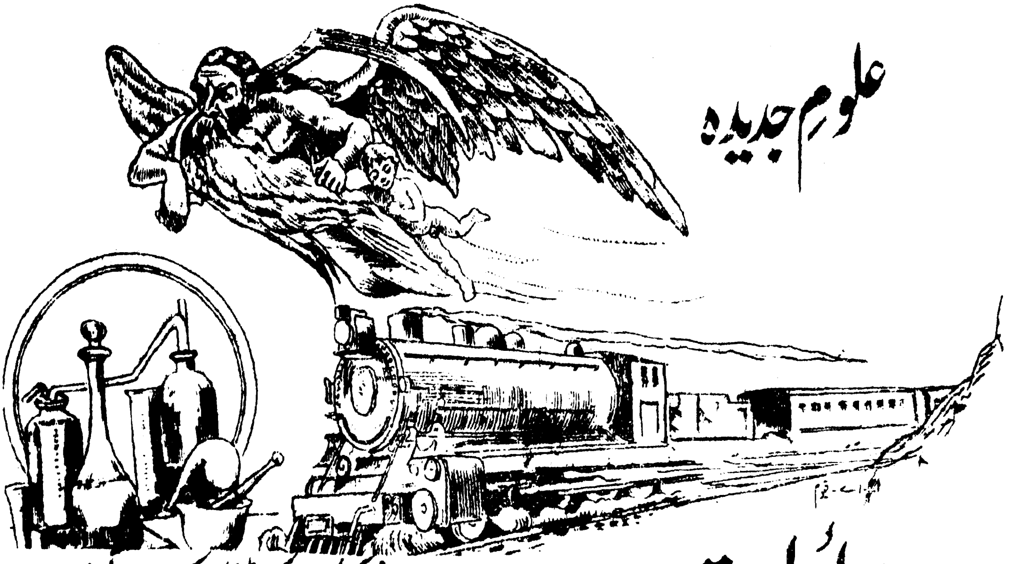

ہوائیات

(پیوستہ)

دوہرے پروپیلرس کی بہترین پوزیشن

دوہرے پروپیلرس کی بہترین پوزیشن یہ ہے کہ ایک تو مشین کے بالکل سامنے نصب کیا جائے اور دوسرا بالکل پیچھے۔ پروپیلرس جو وسط میں ایک اکہرے پلین (Plane) سے ملا ہوا ہو (جیسی کہ مشہور برگ وبید موڈلس) کی صورت ہو تو اس صورت میں عملی مشکل صرف سامنے والے پروپیلر کے قطعی بیکار ہو جانے کے متعلق ہے خصوصاً اس وقت جبکہ موڈل بالکل سر کے بل زمین پر اترے اور ایسا اتفاق اکثر پیش آتا رہتا ہے۔ نہایت ہلکے موڈلس کی پرواز جنکا مجموعی وزن ایک اونس یا اسکے قریب ہوتا ہے اس ترکیب سے نہایت کامیاب اور دیرپا ثابت ہوئی ہے اور یہ مان لیا گیا ہے کہ یہ ترکیب نہایت ہلکے موڈلس کے لئے خاص طور پر مناسب ہے بالخصوص اس کے لئے رڈر کی دونوں بھانجوں سے ا پروپیلر کی حفاظت کے لئے اسی ترکیب سے کام لینا

کا وزن سہارنے کیلئے صرف ایک ڈنڈے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے اوپر ایک بھانجہ ہوتی ہے اور نیچے دوسری۔ یا ایسا ہوتا ہے کہ دونوں پروپیلر ایک ہی سیدھ میں ہوتے ہیں اور ان بھانجوں کو ترچھا اوپر کیطرف چڑھا دیا جاتا ہے۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ایک پروپیلر کو مشین کے سامنے اور دوسرے کو پیچھے نصب کرنے میں جو خطرہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ موڈل کے سر کے بل زمین پر اترنے کی صورت میں سامنے والا (Tractor) بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اس خطرے سے نجات پانے کے لئے بہت سی ترکیبیں کی جا چکی ہیں تاکہ بڑے بڑے طیاروں میں بھی پروپیلرس کی طرح نصب کئے جا سکیں مگر سچ یہ ہے کہ اب تک کوئی ترکیب بالکل کامیاب نہیں ہوئی ہے پچھلے پروپیلر کی حفاظت کے لئے پشتیبان کو استعمال کرنا ایک جداگانہ بات ہے اور سامنے والے

ایک بالکل مختلف صورت حال ہے۔

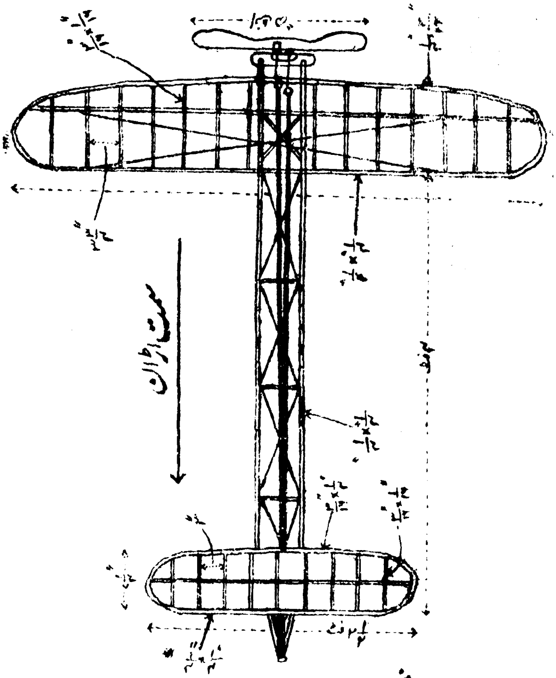

شکل نمبر ۴

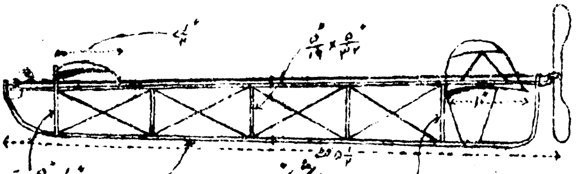

شکل نمبر ۵

پروپیلرس کی آزمائش

شکل نمبر (۶) ایک نہایت آسان ہے جو پروپیلر کی آزمائش کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ تصویر کے نمونہ پر بنائی گئی یہ صرف ایک سیدھے سادے لکڑی کے فریم ورک اور بیرنگ پر مشتمل ہے جو پر موٹر اور پروپیلر کی سہارے کے لئے بنائے گئے ہیں اسمیں دو (Pulleys) لگا دی گئی ہیں جن کی وساطت سے یہ تار پروپیلر کے دھلوں کے ذریعہ سے دوڑ سکتا ہے یہ تار جس پر پروپیلر کی آزمائش کی گئی اور جسکی تصویر یہاں درج ہے۔ فولادی اور پچاس گز لمبا تھا۔ اس سے تین گز کے فاصلہ پر ایک ایسا ہی دوسرا تار اور آزادانہ نصب کیا گیا تھا۔ ان دونوں تاروں پر ایک ایک پروپیلر لگا کر ایک۔ دوسرے کے مقابلہ میں دونوں کی تیزی رفتار اور عمدگی کا امتحان کیا گیا یا بہ الفاظ دیگر تار پر ان کی دوڑ دیکھی گئی اور پھر ایک کا پروپیلر دوسرے میں لگا کر یا انمیں پروپیلرس کو بدل کر دوبارہ دوڑ دیکھی گئی۔

اس کے علاوہ آزمائش کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ ان کو دوہرے اسکرو والے ماڈل میں نصب کیا جا سکتا ہے اور پھر اس کا پروپیلر اوس میں اور اوس کا اس میں لگا کر بھی ترکیب کی جا سکتی ہے۔ اگر دونوں صورتوں میں کوئی پروپیلر جس سمت میں کہ وہ نصب کیا ہوا ہے اسے اس دوسری سمت تک موڈل کو لیجانے میں خط مستقیم قائم کرے تو یقیناً یہ پروپیلر دوسرے سے بہتر ہے۔

سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ دونوں اسکرو والی مشین کو ایک لمبے تاگے یا باریک ڈوری پر اسکی کشش مرکزی کے عین وسط پر لٹکا دیا جائے۔ (اس صورت میں موڈل کو عام طور پر خاص ایروفوائل (Aerofoil) کے سامنے کی طرف وزن انداز ہونا چاہیئے) اگر موڈل اس صورت میں دوڑتے وقت بالکل سیدھے رہیں تو اسکے یہ معنی ہیں کہ انکا وزن (Balance) بالکل برابر ہے اگر سیدھے نہ رہیں تو ان کو اس وقت تک اور زیادہ درست کرنا چاہیئے جب تک کہ وہ سیدھے دوڑنے لگیں۔ اس امر کا بھی اطمینان کر لینا چاہیئے کہ دونوں آلات محرک (موٹرس) کی پھانجیں برابر ہیں (مزید احتیاط کیلئے) ان کو تول کر بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا برابر ہیں یا نہیں) اور انمیں برابر کوک بھری ہوی ہے اس معاملہ میں اسقدر احتیاط کی ضرورت ہے کہ دونوں آلات محرک ایک ہی وقت میں خریدے ہوئے ربڑ سے بنائے جانے چاہئیں اور یہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک ربڑ موٹرس ربڑ سے بنائی جائے جو جنوری میں خریدا گیا تھا۔ اور دوسری ربر موٹر اس ربڑ سے جو جون میں خریدا گیا تھا۔

دسواں باب

پرواز و رہنمائی

موڈل کو بنا کر یا خرید لینے کے بعد سب سے پہلا سوال اس کی قابلیت پرواز کی آزمائش ہے۔ ناتجربہ کار کو اس معاملہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ پرواز کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ آلات محرک میں کوک بھر دی جائے اور مشین کو ہوا میں اچھال دیا جائے۔

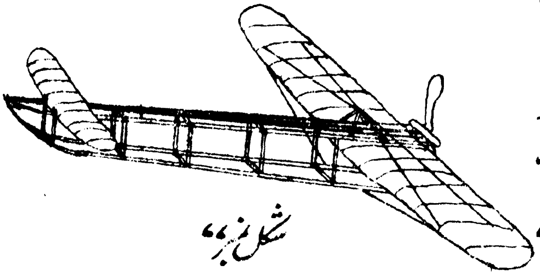

شکل نمبر ۶۶

لیکن حقیقت یہ ہے کہ موڈل کا کامیابی کے ساتھ مصروف پرواز کرنا ہی بجائے خود ایک فن ہے اور اسمیں زیادہ ہوشیاری اور مشق کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں سب سے پہلے

موڈل کی پرواز کے عام اصول

سے بحث کرینگے۔ ہر موڈل کو اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اسی تیزی کے ساتھ ہوا میں چھوڑا جائے جس تیزی کے ساتھ کہ وہ ہوا میں پرواز کرتا ہے اس سے زیادہ یا کم تیزی ہرگز نہیں

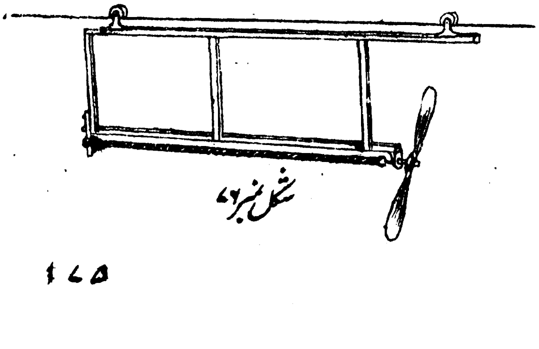

شکل نمبر ۶۷

ہونی چاہئیے۔ اگر تیزی میں کمی ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ زمین پر گرنے اور گرنے میں پروپیلر یا عصبی پشتبان کو صدمہ پہنچنے سے پہلے موڈل کو اس امر کی ضرورت ہوگی کہ وہ از خود پرواز کی وہ تیزی پیدا کرلے جو عموماً لازمی ہوا کرتی ہے۔

اگر تیزی اس سے زیادہ ہوگی تو مشین غیر مستقل ہو جائے گی اور معمولی رفتار پرواز اختیار کرنے سے پہلے اسکو تیزی کی زیادتی کو ختم کرلینا پڑیگا۔ مگر عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ موڈل کو تیزی کی زیادتی کے ساتھ ہوا میں اچھالنا کمی کے ساتھ اچھالنے سے بہتر صورت ہے۔

بعض تیز رفتار موڈل اس ترکیب سے بنائے جاتے ہیں کہ ان کو زیادتی کے ساتھ ہوا میں اچھالا ہی نہیں جا سکتا۔ کلارکس فلائر پرس میں یہ بات بالعموم پائی جاتی ہے (ملاحظہ ہو شکل نمبر ۲۷)

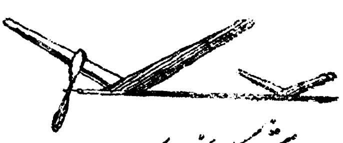

شکل نمبر ۲۷

دوسرے نہایت ہلکے آہستہ اڑنے والے موڈلس کیلئے صرف اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو نہایت آہستگی سے ہوا میں دھکیل دیا جائے یا صرف گرفت کو ہٹا لیا جائے لیکن چونکہ آہستہ پرواز کرنے والے موڈلس کی رفتار میں اب بہت زیادہ اضافہ کردیا گیا ہے اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب ہر موڈل کو پرواز اختیار کرنے کیلئے بغیر کسی قسم کے پس و پیش کے ہوا میں اچھالا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض موڈل کے اچھالنے کے لئے نہایت آہستہ کام لینے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موڈل کو نہایت ہموار سطح پر رکھکر اڑانا چاہئیے۔ یعنے موڈل کسی طرف جھکا ہوا نہ ہو ورنہ اسی طرف پرواز عمل میں آئے گی جس طرف جھکا ہوا ہوگا۔

البتہ ہلکے اور بالکل کم وزن موڈل کو ہوا کی سمت میں اڑایا جا سکتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ لمبی پرواز حاصل کی جا رہی ہو اس صورت میں اسکو قوت کے ساتھ اچھالنا چاہئیے۔ اسکے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

فرض کیجئے کہ موڈل کی رفتار پرواز پندرہ میل فی گھنٹہ ہے اور ہوا کی بھی یہی رفتار ہے۔ لہذا اگر اس کو ہوا کے خلاف سمت میں اچھالا گیا تو بظاہر یہ صرف ہوا میں منڈلا سکیگا۔ اور وہ بھی اس شرط سے کہ پروپیلر کو چالو کرنے کے بعد اس کو ہوا میں قائم رکھا گیا اور پھر گرفت ہٹالی گئی ہو۔ لیکن جب یہ اسی سمت میں پرواز کریگا جس سمت میں کہ ہوا چل رہی ہے تو اسکی رفتار تیس میل فی گھنٹہ ہو جانی چاہئیے اس طریقہ پر اسکی تیزی پرواز کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اڑاتے وقت مشین کے سر کو ہوا میں بالکل اوپر کی طرف نہیں رکھنا چاہئیے بلکہ برائے نام خفیف سا اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے یا بالکل متوازی السطح بھی ہو سکتا ہے اسطرح سر کو نیچے کی طرف بھی نہیں جھکانا چاہئیے اس

صورت میں کہ کسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر موڈل کو اڑایا جائے اور ہوا تیز اور قطعی مخالف ہو۔ ہوا کی تیزی اور مخالفت کی صورت میں موڈل کو نیچے زمین سے ملا ہوا اڑانے سے پرواز بے قاعدہ نہیں ہوتی بلکہ بہتر ہوتی ہے۔ لیکن ایسی حالت میں کہ ہوا کی رفتار کی یہی صورت ہو جو اوپر بیان کی جا چکی ہے اور پرواز سطح مرتفع سے حاصل کی جا رہی ہو تو باقاعدہ پرواز پیدا ہی نہیں ہوتی۔

فرازندہ (ایلیوٹیر) کا تجربہ

مستقل طور پر متصل کرنے سے پہلے یہ مناسب ہے کہ فرازندہ کا چند ابتدائی پروازوں کے ذریعہ سے تجربہ کر لیا جائے۔

اگر تجربہ میں موڈل راست اور مستقل طور پر پرواز پیدا نہ کرے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بیلنس میں خامی ہے جسکو فوراً مزید کام لینے سے قبل رفع کر دینا چاہیئے۔ اگر وہ بہت جلد زمین پر اسطرح اتر آئے کہ اس کا سر نیچے کی طرف جھکا ہوا ہو تو اسکے یہ معنی ہیں کہ جس زاویہ پر فرازندہ کو نصب کیا گیا ہے وہ بہت چھوٹا ہے۔ لہذا فوراً اس کو بڑھا دینا چاہیئے۔

لیکن اگر اس کا سر ہوا میں اٹھا رہے اور مشین میں پیچھے ہٹنے کا رجحان پایا جائے یا اگر ہوا میں نشیب فراز قائم رکھتا ہو پرواز کرے تو ایسی صورت میں زاویہ بڑا ہوتا ہے۔ جسے چھوٹا کر دینا چاہیئے۔

تجربہ اسوقت تک برابر جاری رکھنا چاہیئے جبتک نہایت ہموار و مستحکم پرواز نہ پیدا ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تجربہ ایسی جگہ پر کرنا چاہیئے جو محفوظ ہو۔ یا اس وقت کرنا چاہیئے جب ہوا بالکل ساکن ہو۔

تجربہ کے بعد پرواز کی کوشش کرنی چاہیئے اسوقت بہت ممکن ہے کہ فرازندہ کو از سر نو نصب کرنے کی ضرورت لاحق ہو۔ اگر ربر موٹر اور پروپیلر کو نصب کرنے کے بعد ہموار پرواز پیدا نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں یا تو فرازندہ یا فریم ورک پر ایروفوائل کی پوزیشن کو بدلنے کی ضرورت ہوگی۔ یا اگلے اور پچھلے تقاسمہ وزن میں کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں گی۔

دوہرے اسکرو والے موڈل کو چلانے کا طریقہ

اس غرض کے لئے دو بہترین طریقے حسب ذیل ہیں:۔

پہلا طریقہ:۔ موڈل کو دونوں ہاتھوں میں اس جگہ سے پکڑو جہاں پروپیلر نصب کئے گئے ہیں (فریم ورک کی صورت میں صورت میں متساوی الساقین مثلث کی ہوگی) تاکہ پروپیلر حرکت نہ کر سکیں۔ مشین کو عموماً نیچے کی طرف جھکائے رکھو یا اگر مشین اتنی بڑی ہو کہ ایسا نہ ہو سکے تو اس صورت میں اسکے سر کو زمین پر لگا دو اسکے بعد موڈل کو اٹھاؤ یہاں تک کہ متوازی الافق سے کچھ زیادہ پوزیشن میں آجائے اور پھر نہایت بیدردی کے ساتھ بغیر کسی پس و پیش کے مشین کو ہوا میں دھکیل دو۔ اگر ضرورت ہو تو پہلے مقام سے کچھ آگے بڑھکر ایسا کرو تاکہ زیادہ سرعت اور تیزی پیدا ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد فوراً دونوں

ہاتھوں کی گرفت کو ہٹالو۔

دوسرا طریقہ :- اگر مشین وسطی ڈنڈے کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ یا مشین کے مرکز ثقل پر کوئی مناسب مستحکم گرفت پیدا کی گئی ہے تو ان دونوں صورتوں میں حسب ذیل طریقہ پر عمل کرو۔

مشین کو سر کے اوپر سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لو۔ سیدھے ہاتھ کی گرفت ایسی ہو کہ فوراً اسکو ہوا میں چھوڑا جا سکے اور الٹے ہاتھ میں دونوں پروپیلر ہوں۔ پہلے پروپیلرس کو چھوڑ دو تاکہ وہ چکر لگانا شروع کر دیں اسکے بعد مشین کو ہوا میں چھوڑ دو۔ ایسے موڈل جن کا وزن دو یا تین پاؤنڈ ہو تیز ہوا میں بھی اس طریقہ پر نہایت کامیابی کے ساتھ چھوڑے جا سکتے ہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ موڈل چاہے کسی صورت اور کسی ساخت کا ہو اسکو صرف ایک ہاتھ سے ہوا میں نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(نمونہ) موڈل رانی

ایسے موڈلس کی صورت میں جن کے آلات محرک ربر کے ہو یا ایسے موڈلس کی صورت میں جنکا قد و قامت اس قابل ہو کہ جی راسکو پک کنٹرول کا حائل ہو سکے (جن موڈلس میں جی راسکو پک کنٹرول ہوتا ہے انکا وزن کم از کم ۲ تا ۶ پونڈ ہونا چاہئے۔ یہ طریقہ بالکلیہ جاری نہیں ہوتا۔ ایک عمودی پتوار کے ذریعہ سے انشرطیکہ اس کا قد و قامت کافی ہو اور اسکی تنصیب ایک کافی وسیع زاویہ میں کیگئی ہو۔ یہ سمت راست تا چپ موڈل رانی کیجا سکتی ہے خود اس میں بھی یہ محسوس کیا جائیگا کہ موڈل کو ایک دفعہ گھمانا بہ نسبت دوسری قریہ گھمانے کو زیادہ آسان ہے۔

باقی آئندہ

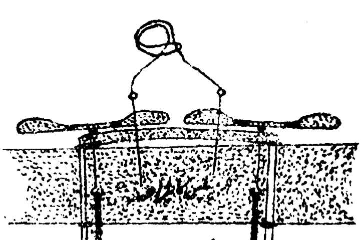

شکل ۶۷

ہوا میں چھوڑتے وقت ڈوری میں ایک خود بخود کھلنے والی گرہ دیجئے اور اسکو کلائی پر رکھکر موڑ لو ایک ہاتھ سے مشین کے پچھلے حصہ کو ایک ہاتھ پکڑ لو اور دوسرے ہاتھ سے مشین کو اس مقام پر سہارا دو جہاں مناسب ہو اسکے بعد نہایت بیدردی کیساتھ اسکو ہوا میں چھوڑ دو۔ موڈل کے ہاتھوں سے علیحدہ ہونے پر پِن و پروپیلر کو خود بخود آزاد کر دیتی ہیں۔ یہ پن ایک چھوٹے سے کانٹے سے گزرتی ہیں جو اسکرو کا سوراخ میں سے اور عقبی پن کیساتھ اسکا اتصال پروپیلر کی حرکت کو اسوقت روکے رکھتا ہے جب تک کہ وہ ہٹا نہ لی جائیں ایک پروپیلر میں چابی دینے کے بعد پہلے ایک

پن لگا دی جاتی ہے اور دوسرے [illegible] کے بعد دوسرے [illegible]

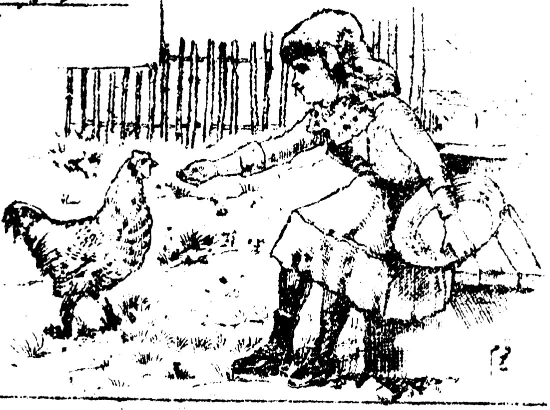

مرغیوں کی پرورش

پیوستہ

جملہ اقسام کے جانوروں میں (بجز مستثنا ماہیئیم) قد و قامت کا لحاظ بالخصوص تجارتی کاروبار کیواسطے نہایت ضروری ہے تجارتی اغراض کے واسطے قد و قامت کے لحاظ خاص طور پر ضرورت ہوتی ہے۔ صورت پسند مرغبازوں کو بھی قد و قامت کی اسلئے خواہش ہوتی ہے کہ وہ بھی خوبصورتی میں داخل ہے اسلئے ہمیشہ ایسے جانور کا انتخاب کرنا چاہئیے جسکا قد و قامت بھی اچھا ہو اور جس کے انڈے بچے بھی بڑے بڑے ہوتے ہوں۔ قد و قامت سے یہ مراد ہے کہ جانور غیر معمولی طور پر موٹا بھی نہ ہو اور اسکا وزن بھی مقررہ وزن کے مطابق ہو۔ زیادہ تعداد میں انڈے بچے نہیں دیتا۔ ہر موقع پر یہ کہنا بیکار ہے کہ اچھے قد و قامت کے ساتھ کامل صحت بھی ضروری ہے جو مرغیوں کی تجارت کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہے انڈوں کی پیدائش کے معاملہ جسطرح خوبصورتی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اسیطرح منافع کو ملحوظ رکھنا چاہئیے کیونکہ دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ ایک مادہ اپنی غیر معمولی درجہ کی خوبصورتی سے نمائش پرندگان میں اعلی نمونہ ہوسکتی ہے لیکن اگر وہ اچھے انڈے دینے والی نہیں ہے تو لیئے مالک کیلئے بہت ہی کم نفع بخش ہے۔ بیش قیمت مادہ وہی ہے جو دونوں حاجتوں اور صفتوں سے مکمل ہو یعنے خوبصورت بھی ہو انڈے بھی بڑے بڑے اور زیادہ تعداد میں دیتی ہو۔ ہم لیئے بہترین جانور انتے بچے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جتنے ان سے ممکن ہر ایک مادہ کی قدر و قیمت اس سے حاصل [illegible] تعداد کی زیادتی۔ زیادہ منافع حاصل کرنے والوں [illegible] بڑھادیگی اسمیں بیشک بچوں کی صفتیں بھی قابل توجہ ہوتی ہیں انڈوں کی جسامت اور انکی ساخت بھی بہت [illegible] قابل توجہ امر ہے بعض مرغیاں اپنے قد و قامت کے لحاظ سے چھوٹے جسامت کے انڈے دیتی ہیں اور [illegible] انڈے دیتی ہیں دونوں ناقابل پسند شکلیں ہیں۔ کیونکہ ان سے پیدا ہونے والی مرغیوں میں بھی یہ صفات نا[illegible] ظاہر ہونگیں بجز اسکے کہ اونکی کسیقدر ترمیم اونکے ایسے ماں باپ کے ذریعہ سے کیگئی ہے جسمیں اونکی ماں اچھی جسامت اور شکل کے انڈے دینیوالی ہے انتخاب ہمیشہ اون مرغوں [illegible] کرنا چاہئیے جو اچھی جسامت اور شکل کے انڈے دینیوالی مرغیوں کی انتخاب میں بھی ہمکو اپنے جانوروں میں ان امور کا [illegible] لازمی اور ضروری ہے اور اگر ممکن ہے تو ہمیشہ ایسے مرغ [illegible] انتخاب کرنا چاہئیے جو زیادہ خوش شکل اور اچھی جسامت [illegible]

انڈے دینیوالی مشہور ہوں۔ یہ مرغیاں بہ نسبت معمولی انڈے دینے والوں کی قیمت میں زیادہ ہونگی بے شبہ ہمکو سلسلہ وار یہ بھی جاننا چاہئیے کہ دیئے ہوئے انڈے کس کس مرغی کے ہیں تاکہ ہم اپنے خیالات کا کسی وقت ٹھیک ٹھیک بغیر کسی غلطی کے استعمال کرسکیں۔ گزشتہ موسم میں میرے پاس ایک نہایت عمدہ انڈے دینے والی مرغی تھی۔ اسکے انڈے بڑے اور خوبصورت اور خوش شکل ہوتے تھے۔ سال حال اسکی ایک مادہ بیٹھی سے چھوٹ لے رہا ہوں یہ بھی زیادہ اور بڑے اور خوش وضع انڈے دینے والی ہے مجھکو امید ہے کہ سال آئندہ اوسکی مادہ بچوں کو کسی نہایت ہونہار بچے سے ملا کر نسل لے سکونگا۔ اسی طرح اسکی ہر اولاد کارآمد ہوگی۔۔ وہ بڑے قد وقامت کے نہایت عمدہ انڈے دینے والی قابل نمائش مرغی ہے انہی مرغیوں میں سے افزائش نسل کے واسطے ایک مرغی کے دئیے ہوئے انڈوں کی جسامت اور وضع وقطع کے معیار کا میں نے اسکو ایک نقطے خاص قرار دیا ہے یہ بھی مناسب ہے کہ انتخاب کیوقت جانوروں کے مزاج کیطرف بھی توجہ کیجاتی ہے بالخصوص اس کا خیال نر جانوروں کی پسند و انتخاب کے وقت ضرور کرنا چاہئیے اور جہانتک ممکن ہو دوسری حاجتوں کی طرف بھی توجہ ضروری ہے میں ایک ایسے مرغ کا انتخاب کرونگا جو بہادر تیز طبیعت اور چالاک مزاج ہے اور اپنی غذا کا آخری ٹکڑا بھی اپنے ڈربے کی مرغیوں کو دیتا رہتا ہے اور کبھی تنہا خوری نہیں کرتا ہے

نیز ایسے مرغ کا جو اپنے مرغیوں کے ساتھ سلامت طبع سے کام لیتا ہے اور اونکی طرف سے ہمیشہ لڑائی پر آمادہ اور تیار رہتا ہے میرے خیال میں اس مزاج کا نر ہمیشہ بہتر بچے پیدا کریگا۔ منجملہ اونکے اکثر جوڑے اپنے باپ کی بہ نسبت بد اخلاق کاہل الطبع اور سست حرکات ہونگے مادہ جانوروں کے مزاج کیطرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے اور جہاں تک ممکن ہو محنتی چست و چالاک اور ایسی مرغیوں کا جو اپنی ڈربوں میں یا کسی اور آرام کے مقام پر سونے اور بیٹھنے کی بجائے چاروں طرف دوڑتی پھرتی ہے انتخاب کرو۔ یہ قسم بہت انڈے سینے والی اور جوڑوں کی پرورش کرنے والی ہوتی ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ حسب خواہش ہمیشہ ان جملہ صفات کے جانور دستیاب ہوسکیں لیکن ایک شخص اون کو ترکیب دے سکتا ہے۔ اور ہمیشہ مطلوبہ صفات کو ترقی دینے کے واسطے ہر موسم پر اونکی ترکیب میں ردوبدل کرسکتا ہے اگر کوئی شخص اسطرف توجہ کرے تو بہ آسانی ایسا کرسکتا ہے اور جملہ خصوصیات میں کامل غور وخوض سے یہ کوشش مکمل ہوسکتی ہے ذخیرہ افزائش میں صفات متذکرہ بالا کی موجودگی و عدم موجودگی اختیاری نہیں ہے لیکن ایسا نہیں ہے یہ عملی ہے اور بالکل ممکن ہے اور اسکی تکمیل کے واسطے پرورش کنندہ کی صرف توجہ درکار ہے کوئی شخص ان عمدہ صفات کو ایک سے دوسرے پر منعکس نہیں کرسکتا ہے اور اپنے ذخیرہ افزائش نسل کا انتخاب ایسے جملہ امور کو پیش نظر رکھکر کرنا چاہئیے کہ جو عمدہ خاصیتیں ہمارے جانوروں کی خوبیاں

ان شرایط کے تکمیل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

نر جانور کے اثرات ۔ خوبصورت جانورونکی افزائش نسل رفتہ رفتہ اصولی انتظامی حکومت سے نکل کر عملی تحت میں آتی جاتی ہے اور ہمارے خوشنمائی پسندونکا کام اوسکو اوس تقطیع پر لاتا ہے جسکو صحیح معنوں میں سائنٹفک (علم الطبع) استعمال کرسکتے ہیں۔ اور جس شخص نے اس طریقہ پر اعلی کامیابی حاصل کی تو یہی سمجھا جائیگا کہ اوس نے علم سائنس کی تحصیل سرسری یا سطحی نظر سے نہیں کی ہے اس سلسلہ خیال میں اب ہمکو یہ غور کرنا چاہئے کہ مسئلہ افزائش نسل میں اصلی کام کرنیوالا کونسا جزو ہے

نر جانور کے اثرات ۔ جنکے متعلق یہ دریافت کرنا ہے کہ بہترین نتیجہ پیدا کرنے کے واسطے اون کو کسطرح اپنے اختیار اور قبضہ میں لانا چاہئے۔

ایک ایسے نر جانور کو اپنا مطلوب سمجھنا چاہئے جس سے کہ نسل لینا مقصود ہے وہ اپنے گذشتہ نسلوں سے اچھی خاصیت رکھنے والا ہونا چاہئے۔ جسطرح کہ قوت پیدائش کے قایم کرنے کے واسطے کام کرنیکی ضرورت ہے اسی طرح ایک ایسی نظر کی بھی ضرورت ہے جو صرف خاصیتوں سے تعلق رکھتی ہو یعنے ایسے جانور بھی ضروری ہیں جنکا حلیہ اور قیافہ صرف خاصیتوں سے تعلق رکھتا ہے کسی جانور میں گو کتنی خوبی شکل اور پر و بال کی موجود ہو اور اوسمیں اپنے بچوں پر وہ خوبی منتقل کرنے کے قدرت نہ ہو تو بچہ بہت ہی کم قیمت کا ہوگا۔ افزائش نسل کے کام ذخیرہ میں ذاتی خوبی کی تصور نہایت دل آویز ہوتی ہے لیکن اوس خوبی کے ساتھہ اگر اپنے بچوں پر اوسکی منتقل کرنے کی قدرت نہیں ہے تو مرغیوں کے احاطہ افزائش نسل میں بہت ہی کم بکار آمد ہوگی یہ ہیں وہ وجوہ جو ہمکو ایسی راہ کیطرف جھکاتی ہیں جسکے نیچے ہم موسم افزائش میں پڑے رہتے ہیں۔ نر جانور ذاتی خوبی کیساتھہ اپنے بچوں کے لئے قوت انتقالیہ بھی رکھتا ہے اور افزائش نسل کے کام کے واسطے نہایت بیش قیمت ہوتا ہے اور اگر اس قسم کا جانور ہمارے قبضہ میں ہے تو جہانتک ممکن ہو اوسکا خون یہاں تک بڑھانا چاہئے کہ ایک کثیر تعداد ایسے جانوروں کی پیدا ہو جائے جو اپنے صفات ظاہری اور افزائش نسل کے لحاظ سے نہایت دل آویز ہو یہ ہی ہے جو انڈوں میں جوہر روح پہنچاتا ہے یہ نر ہی ہوتا ہے جو انڈوں میں عنصر روح پہنچاتا ہے۔

اور ہر چوزہ جو اس سے پیدا ہوتا ہے وہ اس کا اصلی خون ہے وہ صرف عنصر روح ہی میں نہیں پہنچاتا بلکہ اسطرح مادہ کے اثرات کو بھی متحرک کر دیتا ہے اور چوزے صفات (عادات اور ظاہری شکل وصورت میں مرغی کی پیروی کرتے ہیں جبکہ اسطرح نر جانور کا خون چوزونکی رگ پیمیں داخل اور رگ پٹھے میں ساری ہوتا ہے تو ہم وجوہ سوائے اسکے اور کچھہ کہا نہیں جاسکتا کہ وہ باپ کے قوائے انتقالیہ کا اثر ہے۔ چوزوں میں اپنی ذاتی خوبیاں منتقل کرتا ہے یہ وہ ہی باپ کرسکتا ہے جسمیں کہ اپنے رنگ اور صفات کے زوردار قوت انتقالیہ موجود ہے جس مرغ کا متعدد مرغیونکی ساتھہ جوڑا لگایا جائے گا۔

وہ اپنے ان اثرات کے حدود وسعت میں بہت زیادہ مختلف ہوگا۔ جو مختلف مرغیوں کے چوزوں میں قابل توجہ ہوتی ہے اس اختلاف کا اصلی سبب مختلف مرغیوں کے مختلف اثر پیدا کرنے کا اختلاف ہے بعض مرغیاں قوت انتقال کے اثرات میں مرغ سے زیادہ طاقتور ہوتی ہیں اور بعض کم۔ ہمیشہ چوزہ فطرتاً والدین میں سے اوسی کے اثرات زیادہ قبول کرینگے جو اسمیں زیادہ زوردار ہوگا۔ قوت توالد میں مرغیوں سے مرغ اگر زیادہ زوردار ہے اوسکے نر بچے ساخت اور رنگ میں زیادہ تر اسی کے مشابہ ہونگے اور مادہ چوزوں میں باپ کے اثرات ظاہر کرنے کے ساتھ اوسکی مادہ رشتہ دار کے لئے اوسکی ماں اور بہنوں کے مشابہت بھی اختیار کرینگے اور ایسی حالت میں مرغ سے مرغی زیادہ طاقتور ہے تو اوسکے بچے اپنی ماں کے آبا و اجداد یا اپنے بھائیوں کے مشابہت پیدا کرینگے اور مادہ چوزی زیادہ تر اپنی ماں کے مادہ رشتہ داروں کے مشابہ ہونگے۔ خون کا زوردار اثر بچوں میں ان صفات خاندانی کے قائم رکھنے کیطرف رجوع ہوتا ہے جس جانور کا وہ خون ہوتا ہے اور جب تک کہ بچے کامل طور پر بڑھکر اپنی شکل و صورت اور پر و بال کے رنگ کو اس حد تک ظاہر کریں کہ ایک شخص دیکھکر اونکے خاندانی قوی پر مشابہت کی شناخت کرلے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ والدین میں سے کسکے خون نے اپنا مکمل اثر کیا ہے بعض اوقات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بچوں میں نامعلوم اثرات ہوجاتے ہیں اور ماں باپ کے علاوہ انکے بالکل متغایر نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اگر ایسے نتائج اپنی صفائی میں خوشگوار بھی ہیں تو نسل والے کو چاہئے کہ اوس مرغ کا جوڑا اوس خاص مرغی کے ساتھ کبھی نہ لگائے۔ جب کوئی شخص ایسے مرغ اور مرغیوں سے کام لیتا ہے کہ بچوں میں بلحاظ صفات کے کسی کی جانب کے اثرات کا بھی زیادہ ظاہر ہوجانا صحیح سمجھا جاتا ہے تو دونوں میں سے ایک جانب بھی قابل توجہ نہیں ہے لیکن جب کوئی شخص ایسی خاص صفتوں کو پیدا کرنا اور جاری رکھنا چاہتا ہے جسکا تعلق خاص اوس خون سے ہے جو مرغ کے بزرگوں سے مرغ کے وریدوں اور شریانوں میں دوڑ رہا ہے تو یہ نہایت ضروری ہے کہ مرغ میں اپنے بچوں پر اوسکے منتقل کرنے کی نہایت زوردار قوت انتقالیہ موجود ہو۔ بہ نسبت مرغیوں کے مرغ میں اپنے بچوں کو اپنے اثرات سے متاثر کرنے میں بہت زیادہ قوت انتقالیہ رکھنے کے باوجود بھی مرغیاں اپنے مختلف اثرات ضرور ظاہر کریں گے جس سے اونکا باہم مقابلہ کرنے سے مرغیوں کے اثرات کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اس اندازہ کو حد یقین تک پہونچانے کے واسطے پرورش کنندہ کو چاہیے کہ ایک ایک مرغی کا جوڑا لگائے تاکہ ہر مرغ کے دیئے ہوے انڈے الگ الگ معلوم ہوسکیں اور ایک میں آسکیں اس عمل کیواسطے ہر مرغی کا علحدہ اور تنہا رکھنا اور روزانہ تھوڑی تھوڑی دیر کے واسطے یا بدل بدل کر دن بھر کے واسطے مرغ کو مرغی کیساتھ رکھنا اور خود بہ خود بند ہوجانے والے ڈربوں کا استعمال کرنا نہایت ضروری ہوگا۔ یہ آخری طریقہ آسان ہوگا

باقی آئندہ

پرانے جوتوں کی مرمت کا ایک نیا طریقہ

پرانے جوتوں کی مرمت کا ایک طریقہ جو آجکل عام طور پر رائج ہو رہا ہے یہ ہے کہ چمڑے کے ایسے ٹکڑے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن پر مسالہ لگا ہوتا ہے۔ ان ٹکڑوں کے کنارے خصوصیت کے ساتھ اسقدر باریک ہوتے ہیں جیسے کہ اکثر نازک پرندوں کے پروں کے سرے ہوتے ہیں۔ ان ٹکڑوں اور جوتوں پر پہلے لیدر سیمنٹ کے دو تہیں چڑھائی جاتی ہیں۔ دونوں کے بیچ میں اسقدر وقفہ ہوتا ہے کہ پہلے جو تہہ چڑھائی گئی ہے وہ سوکھ کر سخت ہو جائے۔ ان ٹکڑوں کو جوتوں کے ساتھ بالکل مستحکم طور پر چسپاں کرنے کے لئے پھر اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ سمنٹ جو پہلے لگا کر خشک کیا جا چکا ہے۔ اسکو گرمی پہونچا کر نرم اور اس قابل کیا جائے ان میں چپکنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ چونکہ جوتوں اور ان ٹکڑوں دونوں کو ایک ساتھ گرم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ کام ذرا تکلیف دہ اور مشکل ہے

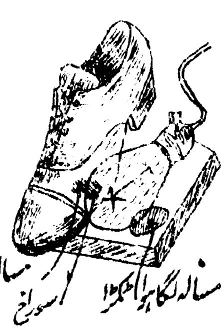

مسالہ لگا ہوا ٹکڑا
سوراخ
مسالہ

اسکی ترکیب یہ ہے کہ جوتہ میں جو سوراخ ہو جائے اسکے قریب برقی لیمپ کو نصب کر دیا جائے اور اسکے دوسرے طرف چمڑے کے ٹکڑے کو ملصق کر دیا جائے اس ترکیب سے جوتہ اور چمڑے کے ٹکڑے میں برابر گرمی پہونچے گی اور جو رقت ایک مسالہ میں پیدا ہوگی وہی دوسرے میں بھی اسکے بعد یہ ٹکڑا جوتہ پر بالکل

بالکل مضبوط چپک جائیگا۔ چمڑے کو چپکانے سے قبل لکڑی کا ایک ٹکڑا جوتہ کے سوراخ کے نیچے اندر کیطرف رکھدیا جاتا ہے اور پھر چمڑے کے ٹکڑے کو ہوشیاری کے ساتھ ہتوڑے سے زیادہ تر کناروں کی طرف سے کوٹ دیا جاتا ہے۔ دونوں چیزوں کو یکساں گرمی پہونچانیکی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ اگر برابر رقت نہ ہوگی تو چمڑے کے ٹکڑے چسپاں نہیں کئے جاسکیں گے۔

سریش اور جلیٹین کے موتی

سریش اور جلیٹین (Gelatin) کو سالہا سال کے مسلسل تجربوں کے بعد ٹھوس قطروں کی صورت میں ڈھالنے کی کامیابی سے آسٹریلیا کے صناعوں نے اس صنعت میں ایک عظیم الشان انقلاب ممکن کردیا ہے۔ سریش اور جلیٹین کے مرکب کو چھوٹے چھوٹے سوراخوں کی چھلنی میں سے قطروں کی شکل میں ایک ایسی مرکب میں ٹپکایا جاتا ہے۔ جس میں ان کو سرد کرنے کی خاص طور پر صلاحیت ہوتی ہے اور جو چھلنی کے نیچے رکھا ہوتا ہے۔ قطرہ اس مرکب میں گرتے ہی فوراً ٹھوس ہوجاتے ہیں اور پھر اس کی شکل و صورت میں بھی کسی قسم کا کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اب تک جو جو طریقہ موتی بنانے کے لئے رائج تھے ان سب کے مقابلہ میں یہ طریقہ نہایت سہل اور کم خرچ ہے اور اس میں بہ نسبت پہلے کے بلحاظ نتیجہ کامیابی کا بھی بہت زیادہ امکان ہے

نئے قسم کے بٹن

اب تک جسقدر بھی ٹانکے جانیوالے بٹن ایجاد کئے گئے ہیں انمیں سب سے بڑی مشکل یہ محسوس کیگئی ہے کہ سوئی کیلئے جو سوراخ بنے ہوتے ہیں ان میں سوئی بڑی مشکل سے داخل ہوتی ہے

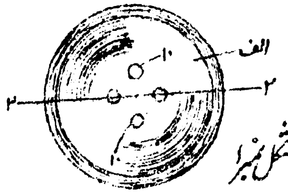

شکل نمبر ۱

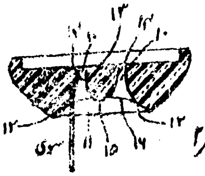

شکل نمبر ۲

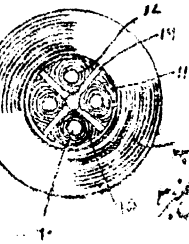

شکل نمبر ۳

اور سینے والے کا بہت زیادہ وقت ضائع ہوتا ہے مگر حال میں جے پی پاؤلز نے ایسے بٹن ایجاد کئے ہیں جنمیں سوئی خودبخود بغیر کسی تلاش اور وقت کے داخل ہوجاتی ہے اس غرض کیلئے بٹن کے نیچے کیطرف بعض ایسی لکیریں بنائی گئی ہیں جنکے سہارے سے سوئی خودبخود سوراخ تک پہونچ جاتی ہے

اور سینے والے کا وقت جو سوراخ کی تلاش اور سوئی کو صحیح مقام پر داخل کرنے میں صرف ہوتا تھا قطعی طور پر بچ جاتا ہے ٹن کے نیچے کا پورا وسطی حصہ نلکی نما آر پار سوراخوں پر مشتمل ہے کنارے چکنے اور ڈھلوان میں جسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ سوئی بغیر کسی قسم کے رکاوٹ یا اٹکاؤ کے سیدھی ان سوراخوں تک پہونچ جاتی ہے جو ٹانکوں کیلئے وسط میں ہوتے ہیں۔

سوراخوں کی تعداد کے لحاظ سے پیچھے کیطرف ہر سوراخ کے بیچ میں ابھرے ہوئے پشتہ بنے ہوتے ہیں جن سے یہ فائدہ ہے کہ تاگا ہر سوراخ میں برابر بھرا جاتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا کہ ایک سوراخ میں زیادہ ہو اور ایک میں کم اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ ٹانکوں کو زیادہ دور تک پھیلا دیا جائے جس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ٹن کے ٹوٹ کر گر جانیکا خطرہ بہت کم باقی رہے گا۔

ایک دوسری خصوصیت ان ٹنوں میں یہ بھی ہے کہ ان کے نیچے کے حصہ یعنے جو حصہ کپڑے سے ملحق رہتا ہے اس میں ایک پیالہ نما خلا ہوتا ہے جس میں اس تاگے کا جو ہر ٹانکے بعد کھینچے جاتے ہیں۔ گچھا رہتا ہے اس کا یہ اثر ہے کہ پہلے ٹن اور کپڑے کے درمیان میں گچھے کے حائل ہو جانیکی وجہ سے ٹن ابھرا رہتا تھا اور ٹوٹ جانا زیادہ ممکن اور آسان تھا۔ مگر اب تاگے کے گچھے کے ٹن کے اندر جانے کی وجہ سے ایک تو ٹن کپڑے سے بالکل ملا رہیگا۔ دوسرے بیرونی اثرات کی وجہ سے ٹانکوں کے ٹوٹنے کا بھی احتمال باقی نہیں رہیگا

تصاویر متعلقہ سے ان باتوں کی تفصیل اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔ شکل نمبر (۱) میں ٹن کی اوپری صورت جو پیش نظر رہتی ہے دکھائی گئی ہے۔ شکل (۲) میں اس حصہ کی نمونہ کو بتایا گیا ہے جو شکل (۱) کے خط (۲-۲) سے ظاہر ہوتا ہے شکل (۳) سے ٹن کا نیچے کا حصہ جو کپڑے سے ملا رہتا ہے ظاہر ہوتا ہے۔

شکل نمبر (۲) میں (۱۰) ان سوراخوں کو ظاہر کرتا ہے جو ٹانکوں کے لئے بنائے گئے ہیں (۱۱) سے وہ خلا ظاہر ہوتا ہے جہاں تاگے کا گچھا رہیگا۔ (۱۲) سے وہ سطح منحنی ظاہر ہوتی ہے جو سوئی کی رہبری کرتی ہے (۸) ٹانکوں والے سوراخ کا ارتہ (۱۳) ابھرا ہوا پشتہ (۱۴) سطحات منحنی (۱۵) مدد و سرا۔

شکل (۳) میں (۱۶) سے ٹرالسنورس رسیں۔ اور (۱۷) سے اور نلکی نما آر پار سوراخ جو ٹانکوں والے سوراخ کیطرف سوئی کی رہبری کرتے ہیں اور جنکی وجہ سے ہر سوراخ میں برابر ٹانکے آتے ہیں۔ ظاہر ہوتے ہیں۔

بجلی سے بجنے والا پیانو

۱۲ ار ستمبر کے رسالہ "رائل سوسائٹی آف آرٹ" میں یہ خبر درج ہے کہ مسٹر مارٹن اور مسٹر میٹر نے ایک بجلی سے بجنے والا پیانو ایجاد کیا ہے۔ جس میں ایک ٹن دبانیسے وہ خود بخود بجنے لگتا ہے اور نہایت سریلی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

معذرت مولانا ذہن صاحب کا قصیدہ بہت دیر سے پہنچا اسلئے اوسکو سب کے آخر میں لکھا گیا ہم مولانا سے معافی چاہتے ہیں انشاء اللہ آئیندہ اسکی تلافی کیجائیگی
(ایڈیٹر)

سائیکل کی سواری میں مزید آرام

ذیل میں ہم ایک سائیکل کی تصویر دیتے ہیں جو حال ہی میں امریکہ میں ایجاد کیگئی ہے

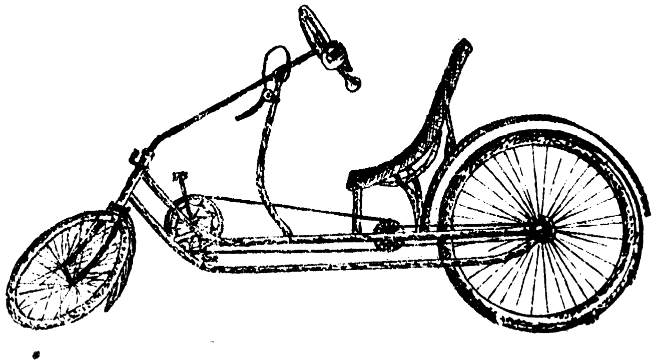

اس میں بیٹھنے کے لئے بجائے معمولی طرح کی سیٹ کے اچھی خاصی آرام کرسی نظر آتی ہے۔ پیڈل بالکل بجائے نیچے کے سامنے کی طرف ہے۔ چونکہ پیڈل سامنے ہونیکی وجہ سے طاقت زیادہ صرف ہوتی ہے اس لئے طاقت کو کم کرنے کے لئے بجائے ایک زنجیر کے دو زنجیریں دیگئی ہیں۔ بڑی زنجیر سے ایک چھوٹا چکر گھومتا ہے۔ اور اس سے پچھلا پہیہ چلتا ہے دو زنجیروں کی وجہ سے طاقت میں بہت کمی ہو جاتی ہے اور جو طاقت کہ معمولی سائیکل میں صرف کرکے مطلوبہ رفتار حاصل ہوتی ہے اسقدر طاقت سے اسمیں بھی اسقدر رفتار حاصل ہوسکیگی۔ پیڈل کی بجائے چکر (Steering) جیسا کہ موٹر میں ہوتا ہے دیا گیا ہے۔ اور وہیں ہارن بگل بھی لگا دیا گیا ہے۔

ہندوستان میں لوہے کی چادروں کی تیاری

مسرز ٹاٹا نے ۲۶ انگریزوں کو انگلینڈ سے بلایا ہے جو ہندوستان پہنچ گئے ہیں تاکہ جمشید پور میں جو نیا کارخانہ لوہے کا بنایا گیا ہے اوسمیں وہ لوہے کی چادریں تیار کریں۔ یہ چادریں ابتک تمام تر یورپ سے آتی تھیں ہندوستان میں کہیں تیار نہیں ہوتی تھیں۔

ادبیات

منافع بحساب پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ

مختتم بتاریخ ۲۰ رجون ۱۹۲۴ء تقسیم کیا گیا

دی انڈسٹریل اینڈ کمیکل کمپنی لمیٹڈ

رجسٹرڈ شدہ ممالک محروسہ سرکار عالی

سرمایہ مجوزہ　　ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ

منقسم بہ چار ہزار حصص۔ فی حصہ پچیس روپیہ　　اقساط پانچ روپیہ

ڈائرکٹران) ڈاکٹر سید محمود صاحب۔ مولوی سید محمد علی صاحب۔ مولوی احمد علی صاحب

مولوی سید کاظم علی صاحب۔ مولوی سید شبیر علی صاحب۔ مولوی عبا علی صاحب۔ مولوی سید حامد علی صاحب

لیگل اڈوائزر (مشیر قانونی) مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ۔ آڈیٹر (تنقیح ساز) ساؤ

ایف سی آر اے۔ پوپٹ راکوٹ اینڈ آڈیٹر۔ بینکرس۔ امپیریل بنک آف انڈیا لمیٹڈ

مینجنگ ایجنٹس۔ مسرس ایس احمد علی اینڈ برادرس

رجسٹرڈ آفس　　دارالشفا　　حیدرآباد دکن

معیار سخن

سرمایہ نازش چمن ہندو دکن کا ہر پھول ہے گلدستہ معیار سخن کا یہ شعر اور سخن کا اور عمدہ مضامین نثر کا بہترین و شاندار گلدستہ شہر مالیگاؤں سے نہایت آب و تاب کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔ اساتذہ وقت کا طرحی و غیر طرحی تازہ کلام اس گلدستہ کی جان ہے۔ زبان کی آراستگی اور مذاق سلیم کے اعتبار سے معیار سخن آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ ٹائیٹل رنگین اور نقش و نگار سے آراستہ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قدردانان سخن کا فرض ہے کہ اس گلدستہ کو ملاحظہ فرمائیں تاخیر نہ کریں سالانہ قیمت خریداری صرف ؏ اور زر معاونت ا؏ اجو گلدستہ کے سے بہت کم ہے نمونہ ۲

پتہ دفتر معیار سخن شہر مالیگاؤں ضلع ناسک

بی بی سیفٹی اُسترا

آجکل بازار میں مختلف قسم کے سیفٹی استرے نہایت ارزاں قیمت کے فروخت ہو رہے ہیں۔ بی بی وہ استرا نہیں ہے کہ ارزاں بہ علت ہو۔ اگر تجربہ استعمال کیجیے پھر خود تجربہ ہو جائیگا قیمت تمام سکہ کلدار ہے۔

(بی بی استرا کل ۲ ڈبہ معہ بارہ عدد بلیڈ رفی ہے) بی بی اسٹراپ یعنے بلیڈ تیز کرنیکی مشین ۱؏۔ ۶؍

بی بی سٹ ۹۰۶ چمڑے کا کیس ایک مشین ایک استرا اور تین عدد بلیڈ رفی ؏

بی بی سٹ ۲۵ انقلی چمڑے کا کیس ایک استرا ایک مشین ایک پیالی ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ رفی ؏ بی بی سٹ ۱۱۱۹ اصلی چمڑے کا کیس ایک استرا ایک مشین ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ فی ؏ ایم آر۔ بنگ اینڈ کو کیاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

المومن کیا ہے؟

ہندوستان میں قوم مومن کا پہلا اور تنہا ماہوار ترجمان اور تمام غریب کمزور مسلم اقوام کا حامی اسلامی مساوات تنظیم اور قوم نوربافی کی تاریخی زمانہ حال کا سچا فوٹو، اخلاقی تاریخی تمدنی معاشرتی اقتصادی اور علمی و ادبی نظم و نثر کا بہترین مجموعہ ہی المومن نے اپنی قابلیت سے تھوڑے ہی دنوں میں دنیائے صحافت کے اندر نمایاں جگہ حاصل کر لی ہے المومن کے درخشندہ مستقل تعریف میں ملک و ملت کے مشہور اخبار و رسائل رطب اللسان ہیں المومن کی علیٰ سا آواز نے ایک ہلچل ڈالدی ہے اور قوم میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے المومن کی صدا اور دنے ہندوستان ہی سے لیکر بلکہ افریقہ تک کے اصحاب کو بیدار کر دیا ہے المومن ماہی تھا اب ہفتہ وار شایع ہو رہا ہے قوم و ملک کی خواہش پر پندرہ روزہ اور روزانہ ہوجائیگا المومن کی آواز آپ بھی لبیک کہیئے اور جلد از جلد اس قومی رسالہ کی اشاعت میں حصہ لیجیئے المومن تجار صناع حکما اور ڈاکٹروں کیلئے اشتہار کا اچھا ذریعہ ہے المومن کا سالانہ چندہ تین روپیہ اور نشر ماہی ایک روپیہ آٹھ آنہ ہے (۱؏) ملنے کا پتہ منیجر دفتر المومن نمبر ۳ بنیا پوکھر کلکتہ

سامان تفریح

اُستاد کے اُستاد

اگر یہ انسانی زندگی کی اصلی دولت محبت ہے۔ تو واجد اور سلمٰی اس سے مالامال تھے اور اگر یہ صحیح نہیں کہ محبت، مرد کو بیوی کے روبرو کمزور بنادیتی ہے اور عورت کو خاوند پر حاوی کر دیتی ہے تو کم از کم ان دونوں کی حالت پر تو یہ ضرور صادق آتا تھا۔ بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ میاں واحد بیوی کے بن داموں کے غلام تھے۔ نہیں ہم بھولے۔ ابھی انہوں نے سلمٰی کا زرِ مہر ادا نہیں کیا تھا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مگر ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ دونوں میاں بیوی نہایت انس اور اخلاص کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے کبھی ایک کو دوسرے کی شکایت کا موقعہ نہ آتا تھا بعض کا خیال ہے کہ تعلیم یافتہ بیوی سے میاں کی بہت کم بنتی ہے مگر سلمٰی گو مشرقی و مغربی علوم سے بہرہ ور تھی انگریزی کتابوں کی بے حد دلدادہ تھی جب کبھی دیکھو کوئی انگریزی کتاب یا رسالہ اسکے ہاتھ میں ضرور نظر آئیگا لیکن باایں ہمہ انتظام خانہ داری اور خاوند کی دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھی غرضکہ ہر دو حسین اور محبت کے مجسمے تھے۔ میاں واحد تعلیمات کے ملازم تھے شہر کے ایک بڑے مدرسے میں انہیں ایک تو جینے کی منصرمی مل گئی تھی تقرر کیوقت صدر مدرس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہوں نے محنت اور دلجوئی سے کام کیا تو بہت جلد ترقی دلاوے گا

غرضکہ کچھ اس امید نے اور کچھ ذاتی شوق نے میاں واجد کو نہایت درد سری سے کام کرنے پر مجبور کیا سلمٰی کو کسی اور کی لیاقت پر کچھ ہی اعتراض کیوں نہ ہو مگر واحد کی قابلیت سے اوسے کبھی انکار نہ ہوتا تھا بلکہ وہ ہمیشہ اوسکی لیاقت کی مداح رہتی تھی۔ ایک روز ہم جو پہنچے تو یہ گفتگو ہو رہی تھی۔

سلمٰی.... یقیناً تم زیادہ تنخواہ کے مستحق ہو مجھے تعجب تو یہی ہوتا ہے کہ تمہاری لیاقت کا آدمی اتنی کم تنخواہ پر کام کرے۔ نفیسہ خاتون کے میاں کو دیکھو لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل مگر تنخواہ کے معاملہ میں تو تم سے بہت بڑھے چڑھے ہیں۔ تمہاری جان کی قسم میری آج تک یہ سمجھ میں نہ آیا کہ جب ایسے دو کوڑی کی لیاقت والے آگے کے پیچھے اتنی بڑی تنخواہیں اٹھائیں تو تم کیوں اتنے کم رہو؟ تم کوشش کیوں نہیں کرتے؟

واجد... کیا واقعی تم مجھے زیادہ کا مستحق سمجھتی ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ عبید اللہ صاحب نہایت منصف مزاج آدمی ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر میں درحقیقت ترقی کا مستحق ہوں تو وہ ضرور میرا خیال کرینگے۔ روپیہ آنی جانی شے ہے۔ آج میرے پاس ہے کل دوسرے کے پاس اسکے لئے میں کیا کوشش کروں اور بڑی بات تو یہ ہے کہ میں انکے سامنے ہاتھ پھیلانا پسند نہیں کرتا۔

سلمٰی... (ذرا حقارت آمیز لہجہ سے) اونہہ۔ جیسے

ہاتھ پھیلانے ہی کی تو ضرورت ہے انکو کرنا یہ چاہیے کہ اپنے خیالات کو ذہنی طور پر یکجا کرو اور پھر انکا اثر عبید اللہ صاحب پر ڈالو بولنے بلانے، ہاتھ جوڑنے اور خوشامد کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

واجد...... یعنے؟

سلمیٰ...... یعنے؟ کیا تم نے "سائنٹفک جرنل" میں "کنسنٹریشن" (Concentration) پر جو مضمون درج ہے نہیں پڑھا؟ یوروپ والے بھی کیا آسمان کے تارے توڑتے ہیں۔ یقین جانو مجھے تو انکی کوشش اور ترقی پر بڑا رشک آتا ہے۔ ہم بچپنے میں جادو ٹونے کے قصہ سنا کرتے تھے مگر اب جاکر انکی حقیقت کھلی۔ انسان میں ایک عجیب و غریب قوت پوشیدہ ہے اگر اس سے کام لیا جائے تو بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ اللہ بخشے اباجان (انکی روح اوپر ہی رہے) کہا کرتے تھے کہ پکا ارادہ ہی آدھی کامیابی ہے۔ تم ذرا اس مضمون کو تو غور سے پڑھو عجیب چیز ہے انسان صرف خیالات کی یکسوئی سے دوسروں کے دلوں میں گھر بنا لیتا ہے اور اپنے مقاصد میں کامیاب رہتا ہے یہ قوت خدا کی دین ہے اس سے فائدہ نہ اوٹھانا کفران نعمت ہوگا۔ اس معاملے میں تمہاری مدد کرونگی۔ بھائیوں کو سمجھا دونگی ہم سب ملکر تمہاری ترقی کی کوشش کرینگے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ ہماری متفقہ کوشش سے عبید اللہ صاحب کی اعلیٰ ضمیر پر نہایت مفید اثر پڑیگا۔ ہاں یہ تو بتاؤ کوئی مہینہ بھر میں تمہاری سفری ختم ہو جاتی ہے کیوں ہے نہ؟

واجد...... ہاں

سلمیٰ...... بس تو یہی موقعہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبید اللہ صاحب کو تمہارے کام پر نظر ڈالنے کا کافی موقعہ نہیں ملا۔ اب یہ ہمارا کام ہوگا کہ ہم اپنی تحریکات ذہنی سے انکے دماغ پر قابو پالیں۔

واجد...... وہ کسطرح؟

سلمیٰ نہایت سیدھا سادھا طریقہ ہے یقین جانو مطلب برآری کیلئے دنیا میں اس سے بہتر اور کارگر نسخہ نہیں ہو سکتا۔ آپکو ترقی تو ملنی ہے ہاں لیکن لیاقت اسکی مقتضی ہے کہ تمہیں کم از کم دو سو ملیں۔ دو سو نہیں تو ڈیڑھ سو کو تو کہیں آنچ ہی نہیں۔ خیر بس فی الحال ہمیں ڈیڑھ سو پر خیالات کی یکسوئی کرنی چاہیئے۔ میں اپنے خیال میں عبید اللہ صاحب کی تصویر کھینچونگی اور اس سے کہتی رہونگی تم سمجھے بھی میں دل ہی دل میں عبید اللہ صاحب سے یہ کہے جاونگی کہ تم کو ڈیڑھ سو ملنے چاہئیں۔ میں بھائیوں کو بھی سمجھا دونگی وہ بھی اس خیالی تصویر سے یہی کہتے رہینگے۔ اب ہے تم کو بھی یہی کرنا ہوگا۔ مدرسے جاکر اسی طرح اپنے خیالات پر بار ڈالکر یقین کے ساتھ یہ کہتے رہو کہ میں ڈیڑھ سو کا مستحق ہوں۔

واجد کو ہمیشہ بیوی کی گفتگو میں لطف آتا تھا۔ ترقی کے معاملے میں چونکہ یہ دونوں کی بھلائی کا مسئلہ تھا انہوں نے زیادہ دلچسپی لی، اور آخر کار اس تجویز پر کاربند ہونیکا تہیہ کرلیا۔ روز خوش خوش مدرسے جاتے اور خالی گھنٹوں میں بیوی کی تحریک کے موافق نہایت خاموشی کیساتھ عبید اللہ صاحب پر اثر ڈالتے۔ گھنٹہ گھنٹہ بھر وہ اپنی کرسی پر بلا حس و حرکت بیٹھے نہ معلوم کہاں نظر جمائے

صدر مدرس صاحب کی اعلیٰ ضمیر کو اس قسم کے فقروں
سے موثر کرتے رہتے۔
"میں ڈیڑھ سو کا مستحق ہوں" "مدرسہ میں سب سے اچھا ہوں"
"میری وجہ سے مدرسہ کی قدر و منزلت ہے" "میں نکل جاؤں تو
مدرسے کی حالت ابتر ہو جائے" "مجھے ڈیڑھ سو ملنے چاہئیں"
برادران نسبتی کے دلوں میں بھی اسی قسم کے جملے چکر لگا
رہے تھے۔

"دولھا بھائی ڈیڑھ سو کے حقدار ہیں" "دولھا بھائی
دنیا میں یکتا ہیں" "دولھا بھائی نوکری چھوڑ دیں تو مدرسہ
بند ہو جائے"۔

سلمیٰ بھی اسی طرح عبید اللہ صاحب کے دماغ کو
مسخر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میاں واجد خوش تھے
کہ کامیابی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں کیونکہ صدر مدرس کا
کچھ طرز عمل بدلا ہوا نظر آتا تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر واجد سے ملنے
اکثر آتا اور نہایت خوش اخلاقی اور کشادہ پیشانی سے
گفتگو کرتا۔ اس تغیر نے واجد کو اور امید دلائی اور وہ پہلے سے
زیادہ اثر ڈالنے میں منہمک ہو گئے۔ نوبت با ینجا رسید کہ وہ
جماعت میں بیٹھ کر بھی اوسی خیال میں محو ہو جاتے۔ ایک روز
کا ذکر ہے کہ جماعت کے کسی لڑکے نے ان سے دریافت کیا۔
"صاحب انگلش کا کیا مطلب ہے؟" جواب ملتا ہے۔
"میں ڈیڑھ سو کا مستحق ہوں" اور کسی لڑکے نے کہا۔
"صاحب مجھے کام نہیں میں جاؤں؟" ارشاد ہوتا ہے۔
"میں چلا جاؤں تو مدرسہ تباہ ہو جائے"
منصرمی کا آخری دن آگیا ان کے دوسرے ساتھیوں کو
کچھ نہ کچھ فائدہ کی اطلاع مل چکی تھی۔ یہ بھی ہر آن دوسرے
کی خبر سننے کے منتظر تھے۔ بارہ بج گئے مگر صدر مدرس نے
انہیں نہ بلایا۔ ایک بجا کر دو بجے تا تین بج گئے مگر انکی طلبی
نہ ہوئی۔ اب تو میاں واجد کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ فکر
دامنگیر ہوا کہ کل کیا ہونیوالا ہے۔ معلوم نہیں آج کیونکر
قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی تشویش میں بیٹھے تھے کہ
دفتر میں صدر صاحب کے جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔
اب تو ان سے نہ رہا گیا اور آخر کار شیر کے منہ میں جانیکی
ٹھان ہی لی۔ دروازہ کھولنے ہی والے تھے کہ پٹ کھلے
اور عبید اللہ صاحب کا چہرہ سامنے نظر آیا۔

صدر۔۔۔۔ خوب خوب عجیب بات ہے میں آپ کو
ابھی بلانے والا ہی تھا آئیے تشریف رکھئے۔۔۔۔۔۔
ایک ماہ کا عرصہ ہوتا ہے کہ میں نے آپ کا نام ان لوگوں کی
فہرست میں لکھ لیا تھا جنکو میں ترقی کے قابل سمجھتا تھا۔
اوس کے بعد جب میں نے آپکے کام کی جانچ پڑتال
شروع کی تو مجھے آپکی نسبت اپنا خیال بدل دینا پڑا

واجد۔ کیا؟ نہیں۔ آپ کا یہ مطلب نہیں کہ

صدر۔۔۔۔ ہاں میں تصفیہ کر چکا ہوں آپکی کارگزاری
سے میں ناواقف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک
نیک طبیعت آدمی ہیں۔ میری نظروں کے سامنے آپکا وہ
کام بھی ہے جو آپ نے نہایت دردسری اور لیاقت سے
انجام دیا ہے مگر یقین جانئے مجھے کبھی یہ خیال بھی نہ گزرا تھا
کہ گزشتہ چند ہفتوں میں آپ اپنی لیاقت اور قابلیت کی
نسبت ایک نہایت پوچ رائے قائم کرلیں گے۔ گزشتہ

چند ہفتوں سے میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ اپنے جامے میں نہیں سماتے۔ آپ کے دماغ میں یہ خبط سما گیا ہے کہ مدرسہ آپکے بغیر نہیں چل سکتا۔ اب مہربان بندہ، گھر تشریف لیجائیے اور تھوڑی کسر نفسی کی عادت ڈالئے اور جس وقت آپ کو اس کا یقین ہو جائے کہ کسی سررشتہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جسکے بغیر وہ سررشتہ نہ چل سکے تو آپ نوکری کے لئے نکلئے جو آپکی قسمت میں ہے مل جائیگا اچھا۔ خدا حافظ"

میاں واحد دفتر سے اٹھ کر گھر آئے بیوی منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ منہ بنا کر کچھ سوچتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گئے چاء آئی۔ سلمیٰ نے چاء کی پیالی دیتے وقت کہا۔ آخر آج مصیبت کیا ہے۔ کچھ کہتے کیوں نہیں؟ جواب ملتا ہے کیا کہوں مصیبت یہ ہے کہ ہم نے زاید از ضرورت کوشش کی"

(مرزا محی الدین بیگ)

غزل

جناب مولوی نذیر حسین صاحب جنوں صدیقی

کوئی بھی دنیا میں اپنا ہم نوا ملتا نہیں
نغمہ زن ہیں سینکڑوں نوحہ سرا ملتا نہیں

ہائے وہ دن جب کہ رونا بھی نشاط آہنگ تھا
اب ہنسی میں بھی ہمیں کوئی مزا ملتا نہیں

میں مٹا کیا پاس ناموس وفا بھی مٹ گیا
اس کے سنگ آستاں کو جبہہ سا ملتا نہیں

تیرے نغموں سے نہ ہوگی مجھکو تسکیں عندلیب
نوحۂ غم سے مرے نغمہ ترا ملتا نہیں

حسن کی اک اک ادا ہے دل فریب جانستاں
عشق کو [illegible] ملتا نہیں

جمع ہیں ہر چند سامان تعیش گرد و پیش
چین اس دلکو مگر تیرے سوا ملتا نہیں

لطف ہے ہستی کا عشق خانہ ویراں ساز میں
درد تو ملتا ہے درد لا دوا ملتا نہیں

اب کہاں ہنگامہ پیرائی حسن و عاشقی
دل طلب کرتا ہے زخم دل کشا ملتا نہیں

خاک رہتا اس ہجوم نا امیدی میں نشاں
مٹ گئے سب کوئی نقش مدعا ملتا نہیں

کارواں گم کردہ ہوں صحرائے ہستی میں جنوں
وحشت بڑھتا ہوں اور کوئی رہنما ملتا نہیں

بیوی سے ناموافقت کے آزار کا نسخہ

ہلو۔ وکیل صاحب۔ میں نے سنا ہے آپ رات کو اکثر باہر رہتے ہیں۔ اور جمعہ کو تو گھر میں گھسنے کی قسم ہی کھا رکھی ہے۔ بیوی بچے کس قدر تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ گھر میں اپنی مرضی کا کوئی کام ہی نہیں کر سکتے۔ یہی بات ہے میرا قیاس غلط تو نہیں؟

بالکل درست ہے! میں کئی دن سے آپ کے رویہ کو دیکھ رہا ہوں اور اب اسوقت آپکو کچھ دوستانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔

آپ کہتے ہیں شادی ہونے کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ انسان اپنی تمام دلچسپیوں کو بھول جائے، میں بھی یہی کہتا ہوں۔ مگر یہ بالکل نازیبا بات ہے کہ خود تو مجو میاں کے ساتھ شکار میں پھرتے پھریں اور بیوی بچوں کو گھر میں بند کر جائیں اور پھر وہ بھی ایسی صورت میں کہ خانم بھی چلی گئی ہو۔ اور گھر میں کوئی کام کاج کرنے والا نہ ہو۔

مجھے آپ کے گھر کے معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے! بیشک کچھ نہیں لیکن اگر دنیا میں کوئی دخل دینے والا نہ رہے تو شریفوں کے مکان اچھے خاصے شراب خانے بن جائیں

※ — ※ — ※ — ※

کبھی تفریح کرنا اور اپنی دلچسپیوں میں حصہ لینا بالکل جائز ہے مگر بدقسمتی سے ان لوگوں کے لئے سیر و شکار کے پیچھے پڑ جانا مناسب نہیں ہے جن کو اپنے روزانہ فرائض اس لئے انجام دینے پڑتے ہیں کہ وہ روٹی کمائیں اور پھر اسکے علاوہ یہ مناسب بھی نہیں ہے۔ آپ شادی شدہ ہیں آپ کو اپنی بیوی کا خیال کرنا چاہیئے۔ مگر آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی بیوی آپ کیلئے (بی شادی) نہیں اور اسلئے آپ ابتک کنوارے ہیں۔

آپ صبیہ اور نوری کے پاس بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور اس کا بھی کچھ زیادہ لحاظ نہیں رکھتے کہ مذاق نہ بڑھنے پائے آپ سوچیئے کہ آپ کی اس حرکت کو کہاں تک جائز سمجھا جا سکتا ہے پھر یہ بھی سنا ہے کہ آپ اپنے پڑوسیوں کے مکان میں بھی بید دھڑک گھس جاتے ہیں۔ بھلا یہ کونسی شرافت ہے۔ اور پھر اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ آپ یہ شکایت بھی کرتے ہیں کہ میری بیوی ہمیشہ چڑائی سی رہتی ہیں۔

آپ حیرت میں ہونگے کہ ان باتوں کی خبر مجھے کیسے ہو گئی۔ مگر ذرا عالم حیرت سے نکلکر دنیائے منطق میں قدم رکھئے اور یہ سوچئے کہ جب مجھے ان باتوں کی خبر ہے تو کیا آپکی بیوی ان تمام باتوں سے واقف نہیں ہونگی اور پھر کیا آپ یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی ان تمام باتوں سے واقف ہونے کے باوجود آپ سے اخلاص اور محبت کا برتاؤ کریگی میں دماغ نہ چاٹوں بھی خوب۔ آپ مریض ہیں آپکو صحتیاب کرنا چاہتا ہوں۔ اسلئے یہ تلخ دوا تو آپ کو پینی ہی پڑیگی۔ لیجیے منہ کھولئے۔

کیوں حضرت اگر خدا نخواستہ آپ کی بیوی کے دل میں آپکی طرف سے جذبۂ انتقام بھر جائے اور وہ اسی جذبہ میں آپ کو ترکی بترکی جواب دینے پر آمادہ

آپ کی ہر حرکت کے جواب میں جیسے کو تب پر عمل کرنے لگیں تو فرمائیے آپ کے گھر کا اور آپ کے بچوں کا پھر کیا حشر ہو۔

اچھا۔ اب سمجھے۔ خیر خدا کا شکر ہے دوا نے اثر تو کیا۔

کیا آپ دن بھر سخت دماغی کام کرنے کے بعد بھی تمام سیر و شکار کو چھوڑ دیں اور گھر میں گھس کر کل خراب ہونے والے دماغ کو آج ہی خراب کر لیں،، بات تو درست ہے مگر کیا آپ کی بیوی دن بھر گھر کا کام کاج کرنے کے بعد رات کے بارہ بارہ بجے تک آپ کا انتظار کر کے دق یا اور کوئی دوسری بیماری اپنے اوپر مسلط کر لیں۔

ہیں۔ کیا کہا؟۔ ان سے کون کہتا ہے کہ تم خواہ مخواہ بیٹھی ہوئی انتظار کیا کرو۔

بھئی اس کا تو صرف یہ جواب ہے کہ اگر آج سے وہ آپ سے بے نیاز ہو کر وقت پر سونا اور وقت پر اٹھنا شروع کر دیں تو کل ہی صبح آپ یہ کہتے ہوئے سنائی دینگے یار میاں جان خان بھائی کیا ناک میں دم ہے۔ گھر میں گھسو تو بیگم صاحبہ پلنگ پر دراز ہیں۔ خود کھانا نکالو۔ خود ٹھونسو اور خود مرے رہو،،

قبلہ ان تمام لغویات کو چھوڑئے اور یہ سوچئے کہ دن بھر کی تنہائی کے بعد رات کا یہ طرز عمل ایک عورت کیلئے کسقدر روحانی تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے وہ آپ کے لئے انتظار کا ایک مجسمہ ذی روح بنی ہوئی بیٹھی ہوئی ہے اور آپ سـ

کر چکے پہلے ہی کعبہ کو سلام
اب کدھر جائیں بتو نسے چھوٹ کے

رٹ رہے ہیں۔ وہ اپنے تمام فرائض کو انجام دے رہی ہے اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بس دفتر ہو لئے اب کیا ہے تمام حقوق سے آزاد تمام فرائض سے سبکدوش ہو گئے۔

یہی وہ اصل جڑ ہے جس سے برائی کی تمام شاخیں پھوٹتی ہیں آپ کا یہ کام ہونا چاہیئے کہ آپ کاروباری فرائض سے ادا ہو کر خانہ داری فرائض کا لحاظ کریں اپنی بیوی کے اور تمام پرانے قصیوں کو بھلا کر آپس میں شیر و شکر بننے کی کوشش کریں۔ لغویات کو چھوڑ کر اپنے معصوم بچہ کی جہاں مسرت آنکھوں سے وہ سرور اور کیف حاصل کیجئے جو نہ کسی نشیمن آپ کو ملے گا نہ کسی برانڈی میں۔ آپ اپنے لخت جگر کے ملکوتی تبسم سے وہ حظ حاصل کیجئے جو نہ کسی بھیرویں سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کسی سارنگ سے آپ اپنی بیوی کو اپنا سمجھئے اور اس پر یہ ظاہر کر دیجئے کہ آپ اسکے اور صرف اسکے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ آپ کے لئے کیسے کیسے فردوس راحت مہیا کرتی ہے اور آپکی ناپاک اور ناجائز دلچسپیاں کیسی کیسی خدائی اور لطیف عیش اندوزیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

وہ آپ اس پر عمل کرنے کی کوشش کرینگے؟ بڑی خوشی کی خبر ہے خدا آپکو اور سب کو اسکی توفیق دے کہ وہ میرے اس نسخہ کو استعمال کریں اور اپنی بیماری سے نجات پا کر دنیا کو دنیا اور زندگی کو زندگی سمجھیں۔

اچھا خدا حافظ!

حصہ نظم

وحشت کلکتوی

رشک نظارہ بازیٔ اغیار بھی نہیں
یعنی کہ ہم کو اب غم دیدار بھی نہیں

کیا کیجئے کرشمہ صیاد کا بیاں
آزاد بھی نہیں ہیں گرفتار بھی نہیں

تعلیم بے خودی میں ہے مصروف چشم یار
اور دل کا حال یہ ہے کہ ہشیار بھی نہیں

بے جرم جانکر نہ دیا قتلگہ میں یار
ظالم ہے اور بے سبب آزار بھی نہیں

خانہ خرابیاں دل ناکام کی نہ پوچھ
اتنی ہے خستگی کہ غم یار بھی نہیں

ہنگامہ تراوش لخت جگر کہاں
ناداریوں سے اب مژہ خونبار بھی نہیں

وحشت ہمیں تتبع غالب ہے آرزو
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

حسرت موہانی

نغمۂ مے کا حکم عام نہیں
عاشقوں پر یہ کچھ حرام نہیں

ظرف رنداں کی آزمائش ہے
بزم ساقی میں دور جام نہیں

فتنہ و عشوہ گفتگو ہے تری
محشر ناز ہے خرام نہیں

جلوہ فرما اگر ہوے بھی تو کیا
کوئی مشتاق زیر بام نہیں

کبھی اقرار ہے کبھی انکار
کچھ تری بات کا قیام نہیں

ہم بھی رکھتے ہیں کس سے چشم کرم؟
رحم کا دل میں انکے نام نہیں

کاٹ دی اسنے سب کی قید حیات
ایک نخچیر زیر دام نہیں

کردیا تونے پختہ کار ستم
اب کوئی شوق دمیں خام نہیں

دل کے جام زمردین کیلئے
کیا مئے شوق لالہ فام نہیں

عید میں بھی شراب سے انکار
کچھ یہ حسرت مہ صیام نہیں

شہید لعر وہوی مرحوم

حوصلہ اُف نگہہ چشم تماشائی کا
تجھ میں گھل مل کے بنی شوق خود آرائی کا

بڑھگیا اور قلق یاں شب تنہائی کا
ہائے عالم وہ تری انجمن آرائی کا

عہد گر نامہ پڑے تجھ کو خود آرائی کا
ہیچ! کہ یہ دیدۂ حیراں ہے تماشائی کا

حسن یوسف پہ فدا ایک زلیخا ہی نہ تھی
ہر زن مصر کو دعوے تھا زلیخائی کا

میں کوئی کام اب اس ڈر سے نہیں کرتا ہوں
کہ نہ بن جاؤں سبب آپکی رسوائی کا

بزم دشمن میں وہ کہتے ہیں وفادار مجھے
یہ بھی ایک نام ہے گویا مری رسوائی کا

واں خموشی کا یہ عالم ہے کہ چپ بیٹھے ہیں
یاں یہ حالت ہے کہ یارا نہیں گویائی کا

میرے مرنے سے ہوئے غیر کے زندہ ارماں
اب تو کچھ مجھ کو بھی دعوی ہے مسیحائی کا

غیر کی چاہ میں اتنا تمہیں پایا بے چین
کہ ہوا حوصلہ مجھ کو بھی شکیبائی کا

نالے کرنیکی بھی مہلت نہیں بے چینی میں
اور ماتم مجھے کرنا ہے شکیبائی کا

تاب جلوے سے تجھے میں نہ ذرا دیکھ سکا
کچھ چلا زور نہ تجھ پر مری بینائی کا

سر قلم ہونے سے جتنی ہو خوشی تھوڑی ہے
مٹ گیا لطف مگر ناصیہ فرسائی کا

ہے تری شان مرے قدرت و حکمت والے!
شاہ کا کام دے یعقوب کو بینائی کا!

عشق اور عقل منافات ہے انیس ظالم
کس کو دعوے ہے ترے سامنے دانائی کا

اے شہید اٹھ پھر آئیں نہ کیوں جھوم ہیں
ہائے اندازہ وہ اس محو خود آرائی کا

قمر علیگ

خیال آمد دور بہار باقی ہے
کہ فصل جیب و گریباں میں تار باقی ہے

ابھی تلک ہے سیہ مستیوں کا رنگ وہی
نشاط بادہ شب کا خمار باقی ہے

ترا ہے قول درست و بجا مگر ناصح
مجھے تو اس کا ابھی اعتبار باقی ہے

ہماری سعی و دروزہ کی یادگار وہیں
مٹا ہوا سا نشان مزار باقی ہے

نسیم کوچۂ جاناں ذرا خبر لینا
کسی کی خاک سر رہگذار باقی ہے

مذاق عشق کو بھولے ہوئے زمانہ ہوا
طبیعتوں میں مگر انتشار باقی ہے

فریب شادی آغاز عشق پہ مت بھول
ابھی تو گردش لیل و نہار باقی ہے

لگا کے دل کو ستمگر سے اے قمر دل پر
تمہیں کہو کہ تمہیں اختیار باقی ہے

ع ۱ ماشاءاللہ نہایت مرصع غزل ہے۔ (رعنا)

بوقت خط و کتابت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجیے

کری۔ میں تمہارے ساتھ ہی تو ہوں۔ اری قطامہ
میری بی بی نے ٹھیک کیا کہ تجھے نکال باہر کیا۔ تیری تقصیر
معافی کے قابل نہیں۔
مار۔ آخر میں اپنی تقصیر بھی تو جانوں؟
کری۔ جو چاہے قسم لے لے جو مجھے ذرا بھی خبر ہو کہ تو نے
کیا گناہ کیا ہے۔
فلا۔ اسکی ڈھٹائی تو دیکھو اپنا قصور ہی نہیں جانتی
کری۔ کیا اس نے تمہارا آئینہ یا کوئی چینی کا برتن توڑ ڈالا ہے
کہ تم اتنی خفا ہو۔
فلا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اتنی سی تقصیر پر مجھے غصہ آتا ہے
کری۔ تو کیا اس سے اور کوئی بڑی تقصیر ہوئی۔
فلا۔ ہاں ہاں کیا مجھے ناسمجھ عورت سمجھ رکھا ہے۔
کری۔۔۔ کیا اسکی غفلت سے چاندی کی قاب یا پیالہ
چوری گیا۔
فلا۔۔۔۔ میں تو اس سے بھی درگزرتی۔
کری۔۔۔۔ ارے تو میری نیک بخت! پھر ہے کیا؟
کیا تم نے اسے چوری کرتے پکڑا۔
فلا۔۔ اس کا قصور اس سے بھی بدتر ہے!
کری۔۔ اس سے بھی بدتر ہے۔
فلا۔۔ ہاں بدتر ہے۔
کری۔۔ تو وہ ہے کیا؟ اس عورت سے خدا سمجھے۔
اسے کیا اس نے ....
فلا۔ سننا چاہتے ہو تو لو سنو! اس کا قصور یہ ہے کہ
بیسیوں دفعہ پڑھایا اور پھر بھی یہ میرے کانوں کو اپنی
غلطیت سے صدمہ ہی پہنچاتی ہے۔ لاکھ دفعہ کہا کہ
اہل زبان نے جس لفظ کو سوقیانہ اور فحش قرار دیا ہے
اور جس کی بیحد برائی کی ہے وہ لفظ میرے سامنے منہ سے
نکلنے نہ پائے۔ مگر یہ جان کر کہتی ہے۔
کری۔ کیا یہ ....
فلا۔ اسکی ڈھٹائی تو دیکھو اتنا اتنا جتایا اور پھر بھی
گرامر کی بیخ کنی کرتی ہے۔ گرامر ساری علوم کی بنیاد ہے
اوسکی حکومت بادشاہوں پر ہے اور وہ بھی اس کے
قوانین کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔
کری۔ لاحول ولاقوۃ۔ میں سمجھا تھا کہ اس سے کوئی
گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے۔
فلا۔ تو کیا تم اس جرم کو ناقابل معافی نہیں سمجھتے؟ ۲۱
کری۔ یقیناً سمجھتا ہوں۔
فلا۔ نہیں تمہارا جی چاہے تو ذرا اسے معاف کر دیکھو؟
کری۔ میرا تو ایسا ارادہ نہیں ہے۔
بل۔ واقعی اسکی باتیں سر پیٹ پیٹ لینے کے
قابل ہیں۔ زبان کی ساخت اور ہر قانون قاعدے
کا ستیاناس کرتی ہے۔ حالانکہ اسے بیسوں دفعہ سمجھایا
اور جتایا۔
مار۔ تم جو بڑی بڑی باتیں بناتی ہو وہ بڑی بھی۔
مجھے کتنا ہی سکھاؤ پڑھاؤ۔ مجھے تمہاری لکھی پڑھی کو اس
کبھی نہیں آئیگی۔
فلا۔ گستاخ۔ ایسی زبان کو جس کی عمارت
عقل اور شائستہ طور پر کھڑی کی گئی ہو یہ شتاح
بکواس کہتی ہے۔

مار — میں تو زبان یہ جانوں ہوں کہ اپنا مطلب سمجھا دیا تمہاری سی چکنی چپڑی باتوں سے جو لڈو پیڑے ملتے سو متی نہیں ملیں۔

فلا — لو اور سنو۔ یہ ایک اور مثال ہے "متی نہیں ملیں"

بل — اری دیوانی۔ کیا تجھے خدا نے بھیجا ہی نہیں یا؟! میں تیرے ساتھ کتنا مغز مارتی ہوں اور تو پھر بھی اپنی زبان ٹھیک نہیں کرتی "اور نہیں" بے ضرورت نہیں۔ تجھے پہلے بتا چکی ہوں کہ اسے دہری نفی کہتے ہیں۔

مار — یا اللہ تیری پناہ۔ میں نے کچھ تمہاری طرح پڑھا لکھا تھوڑی ہے ہماری تو ویسی ہی بولی جیسی ہم جیسا آدمی بولتے ہیں۔ ۲۲

فلا — یا الٰہی میں نہیں سہہ سکتی۔

بل — کس بری طرح قاعدے کی ٹانگ توڑی ہے

فلا — انسان کے کان کے پردے پھاڑ دینے کو یہ کافی ہے۔

بل — تو بڑی ہی کوڑ مغز ہے آدمی واحد کا صیغہ ہے (بولتے ہیں) فعل جمع ہے کیا عمر بھر تو گراں میر (گرامر) کا یوں ہی خون کریگی۔

مار — لو ذرا ہوش میں آؤ مجھ پر اب خون کا الزام لگاتی ہو۔ میں نے کب کسی کی گراں میر (دادی) یا گراں پیر (دادا) کا خون کیا ہے۔

فلا — یا اللہ یہ تیرا قہر ہے۔

بل — اری کمبخت گراں میر کے تو نے غلط معنی لئے ہیں میں تجھے پہلے ہی سمجھا چکی ہوں کہ یہ لفظ کہاں سے آیا ہے

مار — یا میرے اللہ یہ لفظ روم سے آوے یا یونان سے مجھے اس سے کیا۔

بل — کیسی گنوار عورت ہے! اری کند ذہن گرامر فعل اور فاعل کے قاعدے بتلاتی ہے۔ اور اسم کا اسم صفت سے رشتہ ظاہر کرتی ہے۔

مار — بڑی بتایا کرے۔ میں تو ان لوگوں کو نہیں جانتی

فلا — اسکی باتوں سے تو انسان کا دل الٹ جائے۔

بل — اری سڑن یہ لفظوں کے نام ہیں اور یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس طرح ایک دوسرے سے میل کھاتے ہیں

مار — مجھے اس کی کیا دگد اڑی ہے کہ ایک دوسرے سے میل کھائیں یا پہاڑ کھائیں۔

فلا — (نند سے) بس خدا کے لئے اس حجت کو ختم کرو (اپنے شوہر سے) تو تم اسکو جواب نہیں دوگے؟

کری — ہاں ہاں دونگا کیوں نہیں (مارتین سے) اس وقت خبط سوار ہے۔ چپکی ہو جا۔ جا۔ ورنہ اور جھلائیگی (پکار کر) مارتین! نکل جا یہاں سے۔

فلا — خوب تم اس زبان دراز کو ناراض کرتے ڈرتے ہو۔ اسطرح باتیں بنا رہے ہو گویا دم نکلا جاتا ہے۔

کری — (علیحدہ) میں اور اس سے ڈروں توبہ کرو (مارتین سے) جا بیٹی بھاگ جا۔

سین ساتواں

فلامنت۔ کریسال۔ بلیس

(نوٹ) فرانسیسی میں ان لفظوں کا گرامر (GRAMMAIRE) دادی (GRAND'MERE) کا لفظ گراں میر ہے اور اسی سے یہ لطیفہ پیدا ہوگیا ہے

کرمی — لو جو تم چاہتی تھیں وہی ہوا اب تو دل ٹھنڈا ہوا مگر کہے دیتا ہوں کہ مجھے اس کا نکالنا منظور نہیں۔ وہ اپنا کام دل لگا کر کرتی ہے اور تم ہو کہ ایک ذراسی بات پہ اسے نکال باہر کرنے پر اڑی ہوئی ہو۔

فلا — صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں اسے اپنے گھر میں رکھوں اور اٹھتے بیٹھتے میرے کانوں کو اذیت پہونچتی رہے وہ اہل زبان کے محاورہ اور زبان کے قاعدے گنوار و خرافات اور زبان کی غلطیوں سے توڑا کرے اور میں مٹر مٹر سنا کروں۔ لفظوں کی ٹانگ توڑے اور ان کے ساتھ بازاری افعال اور ترکیبیں جوڑا کرے اور میں کچھ نہ کہوں۔

بل — بھائی یقین مانو اس کی باتیں سن سن کر خون کھولنے لگتا ہے۔ اہل زبان کے محاوروں کو آئے دن ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے۔ اس کی معمولی سے معمولی بات میں بھی آپ بلاغت کی دو خطائیں پائینگے ایک تو بے محل الفاظ دوسرے الفاظ کی سمع خراش ترکیبیں۔

کرمی — بھلا اس سے کونسا ہرج واقع ہوتا ہے کہ وہ اہل زبان کا محاورہ نہیں جانتی۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ کھانا خوب پکاتی ہے۔ مجھ سے سچ سچ پوچھو تو میں نہیں کہونگا کہ اگر اس کے اسما افعال سے مطابقت نہیں کھاتے تو نہ کھائیں۔ اور سوقیانہ لفظ دن بھر میں ایک دفعہ نہیں سینکڑوں دفعہ بکتی ہے تو بکا کرے لیکن ترکاری اچھی طرح بنائے اور گوشت کو اتنا نہ بھونے کہ جل جائے اور میرے سالن میں نمک ہلاہل نہ کردے اچھے سالن پر میری زندگی قایم ہے نفیس نفیس باتوں سے پیٹ نہیں بھرا کرتا۔ بڑے سے بڑا صرفی اور نحوی اچھا سالن پکانا نہیں سکھا سکتا۔ اہل زبان اور زباندان اہل قلم یا شاعر قلم دوات کی حد تک کیسی ہی نفیس باتیں بنائیں مگر باورچی خانہ میں کفگیر اور پتیلی کے آگے غالباً نرے گدھے ہی ثابت ہوں گے۔

فلا — یہ سوقیانہ تقریر کسقدر کانوں کو شاق گزر رہی ہے۔ تنزل کی حد ہے کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مرد کہتا ہے مادی باتوں کی جانب جھککر پست ہوجائے بجائے اسکے کہ اپنے آپ کو غیر مادی لطیف چیزوں کی طرف بلند کرے۔ کیا یہ گندا سندا جسم اس
۲۴ قابل ہے اور اس قدر قیمتی ہے کہ اس پر ذرا بھی دھیان کیا جائے ایسی چیزوں کو ہمیں اپنے دل سے دور ہی رکھنا چاہئے۔

کرمی — میرا جسم "میں" ہوں اور میں تو اسکی ضرور دیکھ بھال کرونگا۔ تمہارا جی چاہے اسے گندا کہو۔ مجھے تو یہ گندا ہی بہت پیارا ہے۔

بل — جسم روح کی تقویت کے بعد تو البتہ کچھ وقعت پیدا کرلیتا ہے۔ سارے عالم اور فاضل جس بات کو مانتے آئے ہیں اگر بھائی آپ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر روح کو یقیناً جسم پر ترجیح ہونی چاہئے بڑے جتن سے طرح طرح کے دکھ سہہ کر ہمیں اولاً ہی کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے علم کی لطیف غذا سے روح کی پرورش کریں۔

کری۔ تمہیں روح کی پرورش ہی مقصود ہے لیکن جہانتک مجھے خبر لگی ہے تم لوگ روح کو بہت معمولی غذا دے رہے ہو تمہیں کوئی فکر کوئی خرخشہ ....

فلا۔ ہے ہے اس لفظ خرخشے سے میرے کان کے پردے پر چوٹ سی لگتی ہے اس میں سے پرانی بول چال کی بو باس آتی ہے اور اب اس ڈھنگ سے لوگ نہیں بولتے وہ زمانہ گیا۔

بل۔ سچ ہے یہ لفظ پرانی وضع کا ہے۔

کری۔ کیا اب تم صاف صاف اور سچ سچ سننا چاہتی ہو؟ اب مجھ سے رہا نہیں جاتا مجھے دل کی بھڑاس نکالنی ہے لوگ تمہیں احمق کہتے ہیں اور یہ سنکر مجھے بہت ہی قلق ہوتا ہے۔

فلا۔ یک نہ شد دو شد! ۲۴

کری۔ نہیں پیارے دوست سخن تمسے ہے ذراسی زبان یا محاورہ کی لغزش تمہیں بے آپے کر دیتی ہے لیکن تم سے کرو امین عجیب عجیب لغزشیں سرزد ہوتی ہیں۔ کتابیں تمہارا ہر وقت کا اوڑھنا بچھونا ہیں اور میں ان کی پھوٹی کوڑی کے برابر وقعت نہیں کرتا۔ نہیں اس سب انبار کو آگ لگا ڈالیئے بڑی بیتو مارک والی جلد بنے دیتا وہ کام کی ہے اس میں گلو بند خوب دبتے ہیں اور شکنیں دور ہو جاتی ہیں۔ رہا سائنس اس بیچارے کو کالج کے پروفیسروں کے حوالہ کرو وہ بڑی سی دوربین کو ٹھنڈے والے کمرے میں رکھ چھوڑی ہے اسے خدا کے لیئے ٹالو۔ لوگ اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں اور اسی طرح کے بیسوں گورکھ دہندے اکھٹے کر رکھے ہیں جنکو محض دیکھنے سے الجھن ہوتی ہے۔ بہلا اس سے کیا حاصل کہ چاند کے لوگ کیا کرتے رہتے ہیں۔ اس کے کھوج لگانے کی فکر چھوڑو اور اس کا زیادہ دہیان کرو کہ تمہارے گھر میں کیا ہو رہا ہے جہاں سارا کارخانہ اوندھا نظر آتا ہے۔ عورت اسمیں بھلی نہیں لگتی کہ ہر وقت مطالعہ میں ڈوبی ہو اور ہر بات کی بال کی کھال کھینچتی ہو۔ بچوں کو اچھی طرح اٹھانا۔ ان کے دماغ کو تربیت دینا گھر کا بندوبست کرنا آدمیوں کو کام پر لگانا کفایت شعاری سے خرچ کرنا یہ باتیں ہیں عورت کا فلسفہ اور ان کا ہی مطالعہ اسکو زیب دیتا ہے ہمارے بزرگوں نے اس معاملہ میں فہم عامہ سے کام لیا ان کا ٹھیک خیال تہا کہ جب عورت انگرکھے اور ڈھیلے پاجامے میں تمیز کرنے لگی تو بس اسکی علمیت کی حد ہو گئی۔ وہ ایسی عورتوں کو زیادہ نہیں پڑہوانے تھے اور انکی زندگی نہایت اچھی گزرتی تہی۔ انکی علم و فضل کی باتیں خانہ داری سے متعلق ہوتی تھیں انگشتانے سوئیاں اور بچکلین۔ یہ ان کا کتب خانہ تہا اور بیٹیوں کے بیاہ کے جوڑے انکی تصنیف و تالیف ہوتی تہی۔ آجکل عورتیں کسیقدر دور جا پڑی ہیں۔ قلم چلا کر مصنفہ بننا چاہتی ہیں۔ کوئی علم کتنا ہی گہرا کیوں نہو اس میں ہاتہ ڈالنا چاہتی ہیں اس میرے گھر کی حالت تو بدتر کہتر ہے دنیا بھر میں کہیں ایسا گھر ڈھونڈے سے نہ ملے بڑی سی بڑی پہیلیاں یہاں بوجھی جاتی ہیں دنیا بھر کی اور سب باتیں معلوم ہیں سوا ان باتوں کے جنکا جاننا ضروری ہے

(باقی آیندہ)

حصۂ نظم

حیرت بدایونی عہ

رنگ قدرت ذرہ ذرہ سے نمایاں کر دیا
خاک کی بھی کچھ حقیقت تھی کہ انساں کر دیا

کیا غضب تونے وفائے عشق پنہاں کر دیا
ضبط غم کو میری آہوں کا نگہباں کر دیا

ان کے آتے ہی ہزاروں سے نکل آئے شہید
حشر اک برپا سر گور غریباں کر دیا

بخشدی اسنے مجھے گویا حیات جاوداں
روح و تن کی مشکلوں کو سب نے آساں کر دیا

تیرے دو قطرو میں جب پوشیدہ لاکھوں بحر ہیں
اے دل دیوانہ پھر کیوں نہ طوفاں کر دیا

منتشر معمورۂ عالم میں تھیں کچھ قوتیں
شوق خود بینی نے یکجا کر کے انساں کر دیا

موت کا کیا خوف ہوتا گر نہ ہوتی زندگی
میری ہستی کو مرے مرنے کا ساماں کر دیا

پردۂ فانوس کا ہونا نہ ہونا ایک ہے
شمع پروانہ کی آنکھوں نے عریاں کر دیا

خوب کی ذرہ نوازی اے چمن آرائے دہر
عاشقوں کی خاک کو رنگ گلستاں کر دیا

بخشکر نقاش نے دونوں کو یکساں رنگ ڈھنگ
میری قسمت کو کسی کی زلف پیچاں کر دیا

طرفہ ہیں حسن ازل کی بھی جمال افروزیاں
جسطرف اک آنکھ ڈالی یوسفستاں کر دیا

جمع ہوں کسطرح اب میرے حواس منتشر
آپ نے پھر اپنی زلفوں کو پریشاں کر دیا

کیا کروں حیرت جمال یار کا عالم بیاں
آئینہ خانہ میں آئینوں کو حیراں کر دیا

عہ۔ حیرت ۔ حقیقت یہ ہے کہ خوب کہتے ہو (رعنا)

رعنا

بس آرزوئے دل ہی سے دل کی بہار ہے
کچھ شوق بیقرار سے جاں کو قرار ہے

گل ہے اور اہتزاز نسیم بہار ہے
بلبل ہے اور اس کا دل بیقرار ہے

کیوں جان دے نہ دوں کہ وہ غفلت شعار ہے
اے شوق اسکے وعدہ کا کیا اعتبار ہے

دل بیقرار ہے کہ جگر بیقرار ہے
کسکو خبر ہے یہ لذت پیکان یار ہے

شاید کہ آج آمد فصل بہار ہے
دامن کو دیکھتا ہوں تو خود تار تار ہے

وہ بے نیاز اور ادھر نالہ بے اثر
دل خود خراب جذبۂ بے اختیار ہے

اے چشم خونفشاں تری رنگینیوں سے آج

صحرائے ہولناک میں کیسی بہار ہے
نظارہ سوز جلوہ کی لائے دل کہاں سے تاب
بے پردگی جمال کی خود پردہ دار ہے
آنکھیں ملا کے مجھ سے نہ چھپائے تو کہیں
کیا جانے کیا اثر ہو کہ دل بیقرار ہے
تیرا ہی انتظار ہے اے یار کوئی دوست
بجھنے کو شام سے مری شمع مزار ہے
ہے یادگار گرمی ہنگامۂ قدیم
اس سینۂ حزیں میں جو دل سوگوار ہے
پھر لے رہا ہوں وعدہ کسی سے میں شوق میں
پھر میں ہوں اور ذوقِ غمِ انتظار ہے
رعنا بقول غالب مرحوم ان دنوں
طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

ریاض خیرآبادی

کدھر سے میکدہ میں آج اے پیر مغاں آئے
یہی شیخ حرم ہیں! بادہ خواروں میں کہاں آئے
جگہ دی تھی فلک نے سایۂ دیوار دشمن میں
یہاں بھی جان لینے تم رقیب دشمناں آئے
یہ میخانہ ہے سنتا کون ہے یاں ایسی باتوں کو
سمجھ لیں قلقل مینا اگر بانگ اذاں آئے
مقام عشق میں دیکھا تو اکثر ہو کا عالم تھا
ہمارے سامنے زاہد ہزاروں لامکاں آئے
کہیں صیاد دل سے آرزو جا رہائی کی
ہوا ایسی چلے اڑ کر قفس تک آشیاں آئے
مری واماندگی میں یہ سہارا بھی مجھے بس ہے
مرے کانوں میں آوازِ جرس آ کارواں آئے
جھکا کا خم بھی سبو بھی جام بھی مینا بھی ساقی بھی
ریاض آئے ہیں میخانے میں یا پیر مغاں آئے

ایس۔ ایم۔ اے مہدی صاحب

ہوشیار اے مست و مدہوش شراب زندگی
یاد رکھنا ہے لب بام آفتاب زندگی
آمد محبوب سمجھا ہے جو آمد موت کی
ہے وہی دنیا میں جبتک کامیاب زندگی
بند آنکھوں کو دکھائی دیگی دنیائے طلسم
موت کے آتے ہی اٹھیگا حجاب زندگی
بند رہنے دیجئے آنکھیں بند ہو کر رہ نہ جائیں
دردِ سر پیدا نہ کر دے طول خواب زندگی
دور کیوں جا خاک گورستاں ہی پر کر لے نظر
ذرہ ذرہ ہے طلسم انقلاب زندگی
ہے اگر زور جوانی ٹھوکریں کھاتا ہے کیوں
چل سنبھل کر دیکھ ہاں او خراب زندگی
نفس امارہ کے کہنے میں اگر آیا کبھی
اپنے ہاتھوں مول لیگا تو عذاب زندگی
منتظر ہے کنج مدفن گود پھیلائے ہوئے
ملنے والی ہے تجھے تعبیر خواب زندگی
داغ بدنامی سے مہدی جسکا دامن پاک ہے
دار فانی میں وہی ہے کامیاب زندگی

وکیل - "بہت ممکن ہے کہ محبت دونوں جانب سے ہو۔ نہیں! یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا .... بہرحال ہمیں غیر ممکنات سے بحث نہیں۔ اسوقت بحث ہے تو ایک مسئلہ پر یعنے "سیری"، یہ کہنا کہ محبت ایک انسان سے مدت العمر قایم رہیگی۔ ایسا ہی ہے کہ ایک شمع زندگی بھر کے لئے کافی ہے،" یہ کہکر اس نے سگریٹ کو زور سے کھینچنا شروع کیا۔

لیڈی "آپ محبت کے کچھ اور ہی معنے لے رہے ہیں کیا آپ ایسی محبت کے جسکا انحصار عینیت مقاصد اور روحانی ارتباط پر ہو، منکر ہیں؟"

اسی خاص آواز میں دہراتے ہوئے "عینیت مقاصد! اچھا تو گستاخی معاف۔ کیا ایسی صورت میں مرد و زن کا ہم بستر ہونا بھی فرض ہے واہ کیا خیال ہے کہ یکساں مقاصد رکھنے والے ایک دوسرے کیساتھ ہم بستر بھی ہوں!" اور یہ کہکر بناوٹی ہنسی کے ساتھ کھِل کھِلا اٹھا۔

وکیل "مگر جناب حق کی بات تو یہ ہے کہ واقعات سے تو آپ کے خیال کی کہیں تائید نہیں ہوتی۔ ہر ایک شخص بخوبی جانتا ہے کہ شادی کوئی ذہنی اور خارج الوجود چیز نہیں اور تمام طبقۂ بنی آدم یا کم سے کم اس کا بیشتر حصہ شادی کرتا ہے اور بہتیرے آدمی شادی کے بعد بھی امن وچین کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

سید موہم سنکر پھر ہنسا اور کہنے لگا "تو آپکا یہ مطلب ہے کہ شادیاں محبت پر مبنی ہیں۔ لیکن جب میں محبت کے وجود کے متعلق اظہار اشتباہ کرتا ہوں تو آپ لوگ محبت کے وجود کا اثبات یوں دیتے ہیں کہ محبت دنیا سے معدوم نہیں ہوگئی اس لئے کہ شادیاں ہوا کرتی ہیں۔ سچ کہتا ہوں کہ شادی بھی ایک سراب ہے سراب!

وکیل "معاف فرمائیے میں تو یہ ضرور کہونگا کہ شادیاں ہوتی چلی آئی ہیں، اب بھی ہوتی ہیں اور ہوتی رہینگی" "اب بھی ہوتی ہیں!! ہاں یہی تو مطلب ہے۔ کیوں اور کسطرح؟ شادیاں ہوتی چلی آئی ہیں اور اب بھی ان قوموں کے ہاں اسطرح قائم ہیں جو شادی کو موجب برکت اور اسمیں خوشنودی ایزدی کا راز مضمر سمجھتے ہیں۔ البتہ ایسی قوموں میں شادی کی رسم فی الواقع باقی ہے لیکن ہم اس سے محروم ہیں اس ملک میں تو لوگ شادی میں کوئی خیر و برکت ہی نہیں دیکھتے انکے نزدیک شادی کرنا نہ پن ہے نہ پاپ ہے اور اسکا ١١
نتیجہ تکرار یا تشدد پر ختم ہوتا ہے مگر یہی کی حد تک ہو تو خیر پھر بھی غنیمت ہے۔ لیکن جب میاں بیوی نے ظاہر داری کے خیال سے مرتے دم تک ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کا تہیہ کرلیا ہو گو کہ شادی کی دو مہینہ بعد ہی سے نوک جھوک اور نفرت و حقارت کیوں نہ شروع ہو گئی ہو تاہم وہ ملکر ہی رہیں تو آگے چلکر زندگی ایک خوفناک دوزخ بن جاتی ہے جس سے چھٹکارا پانے کے لئے مدہوش ہونے، سر پھوڑنے، زہر کھانے اور اپنا یا ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

اس موقع پر وہ نہایت عجلت کے ساتھ باتیں کریگا تاکہ کوئی بیچ میں کچھ کہہ نہ اٹھے اس کا انداز بیان دم بدم پر جوش ہوتا جائیگا۔ ہم سب بے چینی کے ساتھ خاموش بیٹھے

آخر کار وکیل نے مباحثہ کو جو ضرورت سے زیادہ گرم ہو چلا تھا کسیطرح ختم کرنے کی غرض سے اس بے محل مہر خاموشی کو توڑا ہاں متاہلانہ زندگی میں یہ صحیح ہے کہ نازک مواقع پیش آتے ہیں۔

سپید بالوں والے مسافر نے پھر آہستہ سے اور بہ کمال اطمینان پوچھا۔

”اچھا تو آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں“

”افسوس ہے کہ مجھے اس کا شرف حاصل نہیں“

”خیر! اس کا نہ جاننا ہی افضل ہے۔ بہرحال مجھے پوزن شیف کہتے ہیں۔ میں وہ بدنصیب ہوں جسے اس نازک موقع سے دوچار ہونا پڑا جسکے متعلق آپ نے ابھی ذکر کیا تھا۔ یہ کہکر اسنے ہم سب پر نظر دوڑائی اس نازک موقع کا خاتمہ یوں ہوا کہ میں نے اپنی اہلیہ کو قتل کر ڈالا“۔ اور بے تحاشا رونے لگا۔ چونکہ ہم ایسی حالت میں کوئی رائے قائم نہ کرسکتے تھے تاہم سب کے سب خاموش تھے۔ پھر اسی عجیب آواز میں جو حلق کے نکالنے کا وہ عادی تھا اس نے کہا۔

”خیر جانے بھی دیجئے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ بہرحال میں آپ سب حضرات سے معذرت چاہتا ہوں اگر میں اپنی موجودگی سے آپ لوگوں کو دق کرنا نہیں چاہتا“

وکیل ”نہیں نہیں۔ ایسا گمان بھی نہ کیجئے ..... نہیں بالکل نہیں!“ وکیل نے کچھ اس گھبراہٹ اور بیخودی میں یہ الفاظ کہے کہ وہ خود بھی نہ بتلا سکتا تھا کہ ”نہیں بالکل نہیں“ سے اسکا کیا مطلب ہے بہرحال پوزن شیف نے وکیل کے کہنے پر کوئی التفات نہ کیا اور بیٹھ گیا۔ کر

ادھر وکیل اور لیڈی میں سرگوشیاں ہونے لگیں

۳

میں پوزن شیف کے مقابل بیٹھا ہوا تھا لیکن چونکہ میرا دماغ اسوقت کچھ ایسا ناکارہ ہو گیا تھا کہ میں اسبارہ میں کچھ نہ کہہ سکتا تھا اور پھر اندھیرا بھی بہت تھا اس لئے کچھ پڑھنا بھی ممکن نہ تھا۔ بس میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور سونے کی کوشش کی۔

ہم دوسرے اسٹیشن تک اسی حالت میں رہے اسکے بعد وکیل اور لیڈی نے گارڈ سے مل ملاکر دوسرے ڈبہ میں اپنا انتظام کرلیا مسٹر ... نے بھی بنچ پر دراز ہوکر لمبی تانی پوزن شیف نے تمام وقت سگریٹ اور چائے جو اس نے اگلے اسٹیشن پر بنائی تھی۔ پینے میں صرف کیا آنکھیں کھولکر میرا ادھر ادھر دیکھنا ہی تھا کہ اس نے کھنکھارا اور بگڑی آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

”خیال ہے آپ کو میرے پاس بیٹھنے سے بھی عار ہے ہاں اب تو آپنے جان لیا ہے کہ میں بدنصیب کون ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میں خود اپنا منہ کالا کر لیتا ہوں۔

”نہیں نہیں! خدا کیلئے ایسا خیال نہ کیجئے“ ..... ”کیا آپ شوق فرمائینگے چائے میری طرف بڑھاکر .....

کچھ تیز تو ضرور ہے۔

”لوگ کہتے تو سب کچھ ہیں۔ مگر سب ہیچ جھوٹ“......

”میں آپکا منشا سمجھنے سے قاصر ہوں“

”یعنی وہی دلچسپ ..... وہ ... تھا جسکا لوگ تنگڑ بنا دیتے ہیں وہی محبت اور اسکی حقیقت ..... آپ سوتے تو نہیں ہیں؟“

نہیں بالکل نہیں۔

"اچھا اگر آپ توجہ فرمائیں تو کہوں کہ میں نے کسطرح اس محبت کے پھندے میں پھنس کر وہ کیا جو نہ کرنا تھا"

"ضرور۔ ضرور! اگر آپ کو اس میں کوئی تکلیف نہو اس لئے کہ آپ ...."

"نہیں کچھ نہیں خاموشی ہی تکلیف دہ ہے۔ چاء اور لیجیئے گا؟ کیوں زیادہ تیز تو نہیں ہے؟"

چاء سچ مچ بہت تیز تھی۔ چاء کیا تھی خاصی تیز شراب تھی۔ بالآخر میں نے ایک پیالی اور چڑھائی اس اثناء میں ریلوے کا ملازم اندر آیا۔

یوں شیف بہت جز بز ہوا اور اسکے جانے تک اسنے اپنا قصہ شروع نہ کیا۔

"اچھا تو میں اپنی رام کہانی سناتا ہوں لیکن سچ کہئے آپ اسکو بغور سنینگے؟"

میں نے اسکو یقین دلایا کہ میری یہی تمنا ہے وہ کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر ہاتھوں سے چہرے کو خوب ملکر یوں شروع کیا۔

"شادی کے قبل سب کے ساتھ میں بھی تھا۔ اور برادری کے باہر نہ تھا۔ میں زمیندار ہوں خاصی زمین ہے اور مقامی یونیورسٹی کا امیدوار بھی ہوں کچھ دنوں امیروں کا اتالیق بھی رہا ہوں۔ شادی کی بیڑیاں پہنے سے قبل میں بھی زندگی اسیطرح بسر کیا کرتا تھا جیسے سب کرتے ہیں یعنے اخلاقی نہیں، اور اپنے ہم مشرب حضرات کیطرح میرا بھی خیال یہی تھا کہ زندگی کے انمول موتی یوں گنوانے میں میں اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہوں۔ مجھے یقین کامل کیا خاصا خبط تھا کہ میں بالکل اخلاقی زندگی بسر کر رہا ہوں میں پکا ہوس پیشہ تو نہ تھا۔ کیونکہ میں صرف اخلاقی جرائم کی سطح پر ہاتھ پیر مارا کرتا تھا۔ اور اپنے بعض ہمعصروں کی طرح میں نے عیاشی کو اوڑھنا بچھونا قرار نہیں دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اپنی صحت کا مجھے ہر دم خیال رہتا تھا۔ اور اخلاقی جرائم کا مرتکب بھی ہوتا تھا تو احتیاط اور ہوشیاری کیساتھ میں ایسی عورتوں سے جو میری محبت کا دم بھرتیں ہمیشہ دور دور رہتا کہ مبادا اس گھات سے وہ مجھے اپنے پھندے میں پھانس لیں۔ بہرحال اس سے تو انکار نہیں کہ بعض کو مجھ سے الفت رہی ہوگی۔ لیکن۔ میرا برتاؤ ہمیشہ ان کے ساتھ ایسا ہی تھا گویا میں انکا شاکی ہوں اس معیار کو میں صرف یہی بد اخلاقی ہی نہ جانتا تھا بلکہ اسپر مجھے بیحد ناز بھی تھا۔"

اس موقع پر اس نے بے طور پھر وہی آواز نکالی یہ حرکت ایک نئے خیال کا پیش خیمہ تھی اور پھر یوں کہنے لگا

"میرے رکیک طرز عمل کا راز اسی میں تھا کوئی چیز بحیثیت جسم تکلیف دہ نہیں۔ تکلیف دہ تو یہ جرم ہے کہ انسان باوجود باہمی ربط وضبط کے خود کو تمام اخلاقی تعلقات و لوازمات سے مستثنی سمجھے اور حقیقت میں یہی استثناء کہ میں اخلاقی قیود و رسوم سے مبرا ہوں ایک ایسا خیال تھا جسکو میں اپنی طبیعت کا ایک نادر خاصہ سمجھتا تھا مجھے خوب یاد ہے کہ اسی کی خاطر مجھے

ایک سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا جب کہ میں نے ایک عورت کے مالی تحفہ کو جو بغرض اظہار محبت مجھے دیا گیا تھا ٹھکرا دیا اور مجھے اسوقت تک چین نہ آیا جبتک کہ میں نے وہ رقم واپس نہیں کردی اور اسپر یہ ظاہر نہیں کردیا کہ میں خود کو کسیکا شرمندہ احسان بنانا نہیں چاہتا" اس موقع پر وہ یکایک چیخ اوٹھا اور کہنے لگا "آہا یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپکو مجھ سے اتفاق ہے یوں سر نہ ہلائیے! میں ایسی چالیں خوب سمجھتا ہوں! آجکل کے لوگ - جن میں آپ بھی شامل ہیں، الا ایسی صورت کے کہ میں آپکو عدیم النظیر مستثنیات میں فرض کرلوں ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ بہرحال اس سے بحث نہیں

۱۴ معاف فرمائیے! مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سب امور جانکاہ اور ہوش ربا ہیں"

میں "ہوش ربا؟ ہوش ربا کیا ہے؟"

"جہالت اور غلط فہمیوں کا وہ غار جسمیں ہم پڑے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ عورتیں کیا ہیں اور انکے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔ ہاں! ہاں! میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں میرا دعوی اس نازک موقع کی بنا پر نہیں جس سے بقول وکیل صاحب مجھے دوچار ہونا پڑا بلکہ اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے میری آنکھیں کھلیں اور ایسی کھلیں کہ میں دنیا کو عجیب رنگ میں دیکھ رہا ہوں ہر ایک چیز کی چھان بین کرتا ہوں اور جناب! چھان بین بھی ایسی کہ جیسا چاہیے"

اس نے سگریٹ سلگایا اور کہنیوں کو گھٹنوں پر ٹیکا دیکر پھر سلسلہ شروع کیا اندھیرے میں اسکے چہرے کے تغیر کا پتہ نہ لگا سکتا تھا۔ لیکن میں گاڑی کی شور اور گھڑگھڑاہٹ کے باوجود اسکی موثر اور خوش آیند آواز کو بخوبی سن سکتا تھا

۴

بہرحال اسی کاوش میں سر کھپانے کے بعد میری آنکھوں نے کہیں بدی کی حقیقت اور اصلیت کو دیکھا۔ لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ اس تلخ تجربہ احساس کے بعد مجھے عملی سبق حاصل ہوا کہ دراصل انسانی فطرت اور اخلاق کسبات کے مقتضی ہیں اور انسانی خواہشات کے پھندے میں پھنسکر رہ گیا ہے

"اچھا تو اب سنئے کہ ان واقعات کی جو میری زندگی کے ہیبتناک سانحے بنے، کب اور کس طرح ابتدا ہوئی میں ابھی سولہ سال کا بھی نہ تھا کہ میں نے پرخطر راستہ میں قدم بڑھایا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے۔ جبکہ میں ابھی اسکول جماعت میں تھا اور میرے بھائی یونیورسٹی میں ابھی نئے نئے شریک ہوئے تھے۔ اس سے قبل میرا کسی عورت سے تعلق نہ تھا بہرحال ملک کے اور بدنصیب بچوں کی طرح میں معصومیت کا دعوی بھی نہ کرسکتا تھا اس لئے کہ تقریبا دو سال قبل میرے دوستوں نے میری روح کو گندہ کردیا تھا اور عورتوں کا محض خیال کسی خاص عورت کا نہیں، بلکہ عورت کا ایک عام خیال مجھے پریشان کیا کرتا تھا۔

پس تنہائی میں میرے خیالات ہمیشہ ایک سے وقت پاک نہیں رہتے تھے۔ میں اپنا جی اسطرح ملکان کیا کرتا ہے جسطرح آجکل کے ننانوے فیصدی لڑکے کیا کرتے ہیں میں کانپ اٹھتا، بیتاب ہوجاتا، دعائیں۔ مانگتا، بچتا، لیکن پھر گرفتار ہوہی جاتا تھا۔

خوفناک خون

پیوستہ

آرنالڈ (سلسلہ تحریر جاری رکھتے ہوئے) اسن جیمس کی ملاقات اس سے اسی ہوٹل میں اتفاقی طور پر ہوجائے یعنے اس کا مطلب یہ ہے کہ جیمس بھی اسی ہوٹل میں جاکر ٹھیرے اور پھر کوئی ایسی تدبیر وقت کے وقت سوچ لیجائیگی جسکی بدولت ان دونوں میں گویا بڑی گہری ملاقات ہوجائے گی۔

رینگٹن ہاں یہ بھی ٹھیک ہے اچھا اب ہونا یہ چاہئے کہ پہلے جیمس میرے ہمراہ جاکر اس بڈھے سے ایک دفع اسکے مکان پر مل لے کیوں؟

جیمس ہاں یہ نہایت ضروری ہے چلئے میں کل ہی چلنے کو تیار ہوں۔

رینگٹن ہاں کل یا پرسوں بہرحال چلنا ضرور چاہئے

ارنالڈ بس اسکے بعد گویا اسکیم مکمل ہوگیا۔ اب رہا روپیہ کا انتظام تو انشاءاللہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اس کا کافی انتظام کرلونگا۔ مگر ہاں رینگٹن تم اس بڈھے کو اچھی طرح سمجھا دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکی بیوقوفی کیوجہ سے بجائے شاندار کامیابی کے ہمیں ابتدا ہی میں کوئی خفت اٹھانی پڑے۔

رینگٹن اس سے آپ بالکل مطمئن رہیں وہ نہایت موزوں شخص ہے اور بہت ہوشیار ہر طرح مستعد بلکہ یوں سمجھیے آٹھوں گانٹھ کمیت۔ الحمدللہ ان حضرات کی شکل بھی کچھ ایسی گنوار واقع ہوی ہے کہ جس سے انکی مالداری کے بعد نجابت بخوبی ہنبھ جائیگی۔

جیمس حقیقت میں اگر وہ شخص کچھ بدرو ہے تو میں ضرور کہونگا کہ ایک شریف صورت اور اعلیٰ سوسائٹی کا ممبر اسقدر بخیل نہیں ہوسکتا جسقدر ایک بدہیت آدمی بخل کو کام میں لاسکتا ہے۔

ارنالڈ چلو بس اب سب کچھ طے ہوگیا۔ مجھے زیادہ دیر نہ کرنی چاہئے۔ دوستو خدا حافظ اب میں پھر علی الصباح تم لوگوں سے ملونگا۔

ارنالڈ اسکے بعد رخصت ہوگیا اور رینگٹن و جیمس اپنے اپنے بستر استراحت کی آغوش میں پہونچ گئے۔

دوسرے روز حسب قرارداد جیمس اور رینگٹن معہ روپیہ کے بیگسٹاٹ گئے بڈھے سے ملاقات کرکے اسکو ضروری ہدایتیں دیں روپیہ دیا اسکے لئے ضروری لباس فراہم کردیا جسکی بدولت وہ دوسرے ہی روز چلٹنہم روانہ ہوگیا اور اسکے پہنچنے کے دو روز بعد جیمس کرافرڈ بھی اسی ہوٹل میں جا پہونچا۔ اور رینگٹن اسوقت تک کیلئے اپنے مکان ہنسو کو واپس ہوگیا جب تک کہ اسکی خدمات کی دوبارہ ضرورت نہ پڑے ادھر ارنالڈ اپنی اسکیم کو مکمل حالت پر پہونچا کر سدمپٹن کی طرف روانہ ہوگیا۔

آٹھواں باب

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

محبت! سچی محبت!! خدا کرے کہ ہمیشہ تیرے نتائج کامیاب ہی ہوا کریں حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی زندگی کا لطف بغیر تیرے حاصل نہیں ہو سکتا جس دل میں تو نہیں وہ دل نہیں ایک پتھر ہے بلکہ پتھر سے بھی بدتر ہے ہاں یہ تو دیکھا ہے کہ محبت ہر بنی نوع انسان کا فطرتی مادہ ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اسکے شعبہ جداگانہ ہیں محبت خودغرضی اور بوالہوسی سے ہمیں بحث کرنا مقصود نہیں ہم اس سچی محبت کی مدح سرائی پر آمادہ ہیں جو بالکل بے لاگ اور بے غرض کہی جانیکے قابل ہو اور ایسی محبت کی تمیز کرنے کے لئے جب ہم موازنہ قائم کرتے ہیں تو ہمیں حالات کے معائنہ سے اس کا ثبوت بآسانی مل جاتا ہے محبت وہ بیش بہا خزانہ ہے جسکے آگے خزانہ قارون ہیچ اور سکندر کی سلطنت ناکارہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کتھرائین سے کپتان اسٹوارٹ کو محبت ہوگئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے دو ایک ملاقاتیں مسز کرافرڈ اور کتھرائین سے محض مزاج پرسی کے طور پر کیں تاکہ اپنی ذہن میں اندازہ قائم کر سکے کہ فی الحقیقت جو محبت کتھرائین سے ہوگئی ہے اسکے بار آور ہونے کی بھی کوئی شکل اور توقع ہے کہ نہیں۔ ناظرین ہم آپکو یہاں توجہ دلائینگے کہ اسٹوارٹ ایسا بہادر دل نوجوان جو نہایت درجہ مالدار اور صاحب حیثیت بھی ہے ایک ایسی معصوم ہستی سے محبت کرنے کا ارادہ کرے جو نہایت معمولی حیثیت میں غیر شہرت یافتہ زندگی کنج تنہائی میں بسر کر رہی ہو کہاں تک خود غرضی اور بوالہوسی کا پیش خیمہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ہمیں تو غور کرتے ہوئے نتیجہ کے لئے مایوس ہونا پڑتا ہے اور ہر طرف سے ہمارے تخیلات نفی میں جواب دیتے ہیں ہر طرح یہی ثابت ہوتا ہے کہ یقیناً اسٹوارٹ کو بالکل بے لاگ اور سچی محبت کتھرائین کیساتھ ہو سکتی ہے یہ امر بھی ظاہر ہے کہ سچی محبت بے اثر ثابت نہ ہوئی ہے نہ ہوگی پس کتھرائین کا اثر پذیر ہونا بھی لازمی نتیجہ ہے ہم اپنے ان خیالات کی تصدیق اپنے ناظرین کو اگلے حصوں میں کرا دینگے۔ اسوقت ہم سب سے پہلے ایک خود غرض اور بوالہوس محبت کرنے والے کا فوٹو آپ کے ملاحظہ میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہمارے پرانے دوست مسٹر ارنالڈ ہیں جو ناظرین کے سامنے لندن سے ہوتھمن اپنے مکاریوں کا جال پھیلانے اور بدنصیب لیلی کو پھانسنے کیلئے روانہ ہوگئے تھے۔

ناظرین ہم آپکو ہوتھمن تو لے آئے اب ذرا مسز آلوی کے مکان کی طرف چلئے تاکہ ہم اپنے اصلی مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ یہ مکان ایک خوشنما بنگلہ مع پائین باغ ہے اس پائین باغ میں ایک "خنک خانہ" دستمر موز ا بنا ہوا ہے جسمیں دوپہر کی دھوپ بھی پہونچتی ہے تو اپنی آتشیں ذرہ مکتر کو برف آلود بنائی ہوئی پہونچتی ہے گلہائے یاسمن اور مختلف خوشنما ہری بھری بیلیں اسکی ساری حرارتیں سرد کر دیتی ہیں واقعی عجیب مقام بنایا ہے کہ دل بے اختیار کھ اٹھتا ہے ہو نہو مجنوں اسی خنک خانہ میں بیٹھکر اپنی لیلی کو محبت کی رام کہانی سنایا کرتا ہوگا

اور کیا عجب ہے کہ حضرت حافظ علیہ الرحمہ نے اسی جگہ بیٹھکر اپنے محبوب کو گلاب کے پھول سے مشابہ کرنا سیکھا ہو۔ الغرض ہم اسی جھنڈ میں دیکھتے ہیں کہ ارنالڈ اور ایکلی دونو بیٹھے بیان کردہ حضرات کی سنت پوری کر رہے ہیں۔

ارنالڈ (اپنے اظہار محبت کرنے کے طور پر) ایکلی میں عنقریب تمہاری والدہ سے تمہاری نسبت پیام دینے والا ہوں۔ (یہ کہکر اسے آغوش میں لے لیا)

ایکلی اس کی اس گفتگو سے نہایت خوشی کے عالم میں ارنالڈ کے بوسے لیتے ہوئے) میں کس زبان سے اپنی خوش قسمتی کا اظہار کروں (اور یہ کہکر ایکلی پھر ارنالڈ سے لپٹ گئی)

ناظرین یہ وہ کٹھن وقت ہے جس کا نظارہ آپ نہیں کر سکتے آہ یہ منحوس وقت وہ وقت ہے جبکہ ایک معصوم دوشیزہ کا خزانۂ عصمت لٹنے والا ہے آہ غریب ایکلی ہمیشہ کے لئے اپنے ہاتھوں آپ اپنا گوہر بے بہا جوہر عفت اس مکار دنیا ساز ارنالڈ کی خواہشات نفسانی کے ہاتھوں محض اسکی ظاہر داریوں کی بدولت بے دام فروخت کر دینے والی ہے۔ حیف ایکلی کاش اسوقت تیرے اس نازک وقت میں کوئی شریف ہستی آڑے آتی اور تجھے اس سیاہ داغ سے جو تجھے عمر بھر رلائیگا بچا لیتی مگر کہاں اسوقت تو تیری عقل پر حرص و آز کے پردے پڑ گئے ہیں شیطان نے تیری آنکھوں میں شراب شہوت کا خمار بھر دیا ہے تیرے دماغ پر جذبات نفسانی کی مہر لگا دی ہے دیکھ سنبھل جا یہ سیہ کار ہستی جو تجھے اسوقت اپنے پر امن آغوش لئے ہوئے ہے تیری مستقبل زندگی میں تیری آستین کا سانپ بنجائیگی۔

آخر وہی ہو کر رہا جسکا کھٹکا لگا ہوا تھا اور کمبخت ارنالڈ نے اپنے نفسانی حملہ سے غریب ایکلی سے وہ بیش بہا نور چھین ہی لیا گیا جسے وہ اب عمر بھر نہیں پا سکتی۔

ہاں او دنیا او رمکار دنیا اب تجھ سے پوچھتے ہیں کیا انصاف اس کا نام ہے کہ ایک بیکس و بے بس ہستی اسطرح مکاری دغابازی اور فریب کی شکار ہو جائے ہاں کیا یہی تیرا اصول اور سچا اصول ہے کہ بیگناہوں کو شیطانی دام فریب میں اس آسانی سے پھنسا دیا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بد قسمتی سے سینکڑوں ایسی مثالیں رات دن کے مشاہدے میں آتی ہیں ایسی واردانوں کا وجود غیر معمولی نہیں ہے ہزاروں اسیطرح کی بے بس ہستیاں جنکے چلن ایسے ہی ایسے چالوں میں بگڑ گئی ہیں۔ اپنی زندگی سے بیزار ہیں ذلیل ہیں خوار ہیں۔ ٹھکرائی پھرتی ہیں اور آخر کار اپنا پیٹ پالنے کا ذریعہ اسی بے حیائی اور بے حرمتی کو بنا لیتی ہیں اور حقیقی جذبات کی لعن طعن سے بچنے اور ہر وقت کی خیالی اذیتوں سے محفوظ رہنے کے لئے نشہ بازی اختیار کر لیتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جب انہیں کوئی دو کوڑی کو نہیں پوچھتا تو کسی محتاج خانہ کو آباد کرتی ہیں یا کسی محبس کی تاریک کوٹھری انکی عمر کے ایام گذرتے ہیں ایسی ہو جاتی ہیں کہ اس کا کوئی پوچھنے والا محبت کرنیوالا

ہمدردی کا دم بھرنے والا انکی اس مبتذل حالت کو پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا اور نہ دم آخر انکی لاش پر کوئی دو آنسو بہانے والا نظر آتا ہے ہاں یہ سب مصیبتیں ان غریبوں بے لسبوں پر اے مرد کوتاہ اندیش بوالہوس تیرے ہی بدولت ہاں صرف تیرے ہی بدولت نازل ہوتی ہیں آہ توہی نے انھیں اپنی ناپاک خواہشوں کا مرکز بناکر برباد کیا ہے۔ توہی نے اپنی جذبات نفسانی سے مغلوب ہوکر انھیں ان حالتوں کو پہونچا دیا ہے دیکھہ او ناعاقبت اندیش انسان ذرا اپنی آنکھیں کھولکر اپنی سیاہ کاریوں کی تصویریں دیکھہ اور کانپ کیوں کہ ان کا ذمہ دار انکا جوابدہ صرف تو ہے دنیا پر اور چلتی دنیا پر اس کا کیا الزام۔

خیر اب ہم اپنے قصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ناظرین ارنالڈ کی اس کامیابی کے بعد ایملی کو ہوش ہوا کہ ہائے یہ کیا ہو گیا اور میں کیا سے کیا ہو گئی میرا اب کیا حشر ہوگا؟ اس خیال نے اسے اسقدر بے چین کیا کہ وہ اس سے متاثر ہوکر رونے لگی اور گویا اپنے مستقبل پر آنسو بہانے لگی مگر اب وہاں رکھا ہی کیا تھا۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ارنالڈ نے اس کی اس کیفیت کو دفع الوقتی کے خیال سے یہ کہکر ٹالا کہ تم اسقدر پریشان کیوں ہوتی ہو اطمینان رکھو وہ دن بہت قریب ہیں جب ہم تم باضابطہ میاں بیوی بن جائینگے۔ غرض اسطرح کی چکنی چپڑی باتوں سے اسنے ایملی کو بظاہر خوش کر دیا تھوڑے عرصہ کے لئے اسکے غموں کو بہلا دیا اور نہایت تپاک سے محبت آمیز انداز سے رخصت ہو گیا اور کہو گیا کہ میں کل صبح ضرور آؤنگا۔

ایملی نے اپنی حالت درست کی اور تمام گزری ہوئی باتوں کی پردہ پوشی کیا تھہ مکان میں داخل ہوئی اور اپنی خالہ کو اپنی ظاہرہ حالت سے ذرا بھی تشکک ہونیکا موقع نہ دیا۔

دوسرے روز صبح کو مسٹر ارنالڈ حسب وعدہ تشریف لائے۔ پہلے سے ہنٹر بھی موجود تہا مس ایملی نے ارنالڈ کا نہایت تبسم کے ساتھہ خیرمقدم کیا بیچارہ ہنٹر اس طرز اور انداز سے اپنی جگہہ آپ پیچ وتاب کہا کر رہگیا ارنالڈ کو یہ محسوس کرکے بہت خوشی ہوی کہ ایملی نے اپنی حالت اور گذشتہ واقعات کے چھپانے میں خاصی کامیابی حاصل کی ہے کیونکہ اسوقت اسکے چہرے پر ویسے فکر اور تردد کے آثار مطلق نہ تھے جیسے اسنے گزشتہ شام کو دیکھتے تھے۔ ہنٹر کے لئے یہ بھی ایک چیز زیادہ نمک چھڑکنے والی تھی کہ ارنالڈ کمرے میں بیٹھا بھی نہیں کہ ایملی کو اپنے ساتھہ لیکر باغ کی طرف چلا اور اپنے اسی نشیمن میں پہونچگیا جو اسکے لئے کامیابی کا دروازہ کہا جا سکتا ہے۔

ایملی (نہایت عاجزانہ التجا کے طرز سے) ارنالڈ خدا کیلئے تم بہت جلد والدہ سے ملکر میرے یکسوئی کرو مجھے یقین ہے کہ والدہ تم سے انکار نہ کرینگی۔

ارنالڈ پیاری تم بالکل اطمینان رکھو میں بہت جلد بیگشاٹ جانے والا ہوں۔

ایملی۔ پیارے ارنالڈ اب میری زندگی کا دار و مدار تمہاری

کوشش پر موقوف ہے آہ ارنالڈ تم نے غضب کر دیا
ہائے میں بالکل معصوم تھی تمنے مجھے دنیا کے پھندے میں
پھنسا دیا۔ تمنے میرے باغ ہستی کا بہترین پھول توڑ لیا
اب تمہارا فرض ہے کہ تم عمر بھر کیلئے اسے اپنے گلہ کا ہار
بناؤ۔ مگر اف میں کیسی کانپ جاتی ہوں جب مجھے یہ خیال
آتا ہے کہ اگر خدانخواستہ تم نے مجھے دھوکا دیا تو میرا
کیا حشر ہوگا۔

ارنالڈ دھوکا۔ پیاری ایملی تمہیں اور میں دھوکا دونگا
میں حیران ہونگا تمہاری زباں سے یہ الفاظ
ادا کیسے ہوئے۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

ایملی۔ خدا ایسا ہی کرے۔

ارنالڈ ہاں ہاں وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ اچھی ایملی
تم یہ یاد رکھو کہ جب تک پنجۂ اجل مجھے تمسے نہ چھڑائے
کسی دنیاوی ہاتھ کی یہ قدرت نہیں ہو سکتی کہ ہمارے
بیچ میں آئے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہونکہ مجھے پھر اگر کوئی
چیز خوش رکھ سکیگی تو وہ صرف تمہاری رضا جوئی۔ لاؤ
اسی بات پر ان عارض گلگونکا ایک بوسہ دیدو جو ہمارے
استحکام محبت کا گواہ بن سکے۔

ایملی (بوسہ دیکر) یہ سب کچھ میں نے مانا مگر اسکو کیا کرونکہ
کمبخت دل کو اعتبار ہی نہیں آتا بقول شاعر
"درعشق است و ہزار بدگمانی"
پیارے ارنالڈ کیا تم میرے دل کی تسکین کے خاطر خدائے بزرگ کی
قسم کھا کر عہد کرو کہ وفا کروگے ہاں کہو کہو للہ میرے دلکا
اطمینان کر دو کہ میں بہت جلد تمہاری جائز بیوی
بن جاؤنگی۔

ارنالڈ (مکارانہ انداز سے) میں قسم کھاتا ہوں میں
حلف اٹھاتا ہوں۔ میں خدائے بزرگ و
برتر کو گواہ رکھتا ہوں۔ بس اب تو تمہارا اطمینان ہوا۔

ایملی خدایا تیرا شکر ہے۔ پیارے ارنالڈ میں کیا بیان
کروں کہ میں اسوقت کسقدر خوش ہوں
اف گزشتہ شب میں نے کس بے چینی سے بسر کی ہے کہ خدا کی پناہ
ہائے کبھی سوچتی تھی کہ ایملی یہ تو نے کیا کیا تو نے اپنی ہستی
برباد کرلی اور نیکی کا نام دنیا سے مٹا دیا پھر تھوڑی دیر
میں دلکو تسکین دے لیتی تھی کہ چلو جو کچھ ہوا اچھا ہوا کیونکہ
ہم آیندہ کیلئے میاں بیوی بننے پر اس حرکت کی وجہ سے
مجبور ہو گئے ہیں۔ پھر یہ بھی سوچتی کہ خدانخواستہ
اس واقعہ کی خبر اگر کہیں والدہ کو ہو گئی تو کیا غضب ہو جائیگا

ارنالڈ میری پیاری بھولی بھالی ایملی تم ناحق کے
وسوسوں میں پڑی ہوی ہو یہ بھی کوئی واقعہ
ہے جسکا نتیجہ اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ابھی ادہر شادی ہوئی
چلو ادہر چھٹی۔ یہ بات ہی کونسی ہے اور جب شادی
ہی ہوگئی تو پھر کسی کو ہمارا راز کیا معلوم ہو سکتا ہے۔

ایملی حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے
اور اس بات کی قدر کرتے ہو کہ میں نے اپنی عزت
تمہارے ہاتھوں میں دیدی ہے تو مجھے اس واقعہ کا
ذرا بھی رنج نہیں کیونکہ نتیجہ ایک ہے۔

ارنالڈ ایلی میرے جان سے زیادہ عزیز ایلی مجھے تم سے ایسی محبت ہے جس کا اظہار میں نہیں کرسکتا

ایلی ہاں مجھے یقین ہے تم اپنے پرستار کے خیالات کو کوئی صدمہ تو نہ پہونچاؤ گے۔

ارنالڈ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں مگر میں حیران ہوں کہ اسقدر بے اطمینانی کے سوالات آخر کیوں۔

ایلی تم ان کا برا نہ مانو شاید میں اپنی دل کی تسکین کے خاطر کر رہی ہوں۔

ارنالڈ ہمکو چاہئے کہ تم مجھ پر پورا بھروسہ رکھو میرے قول پر اعتبار کرو میرا وعدہ بالکل سچا ہے

ایلی اچھا چلو اب مکان میں چلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری اتنی ہی غیر حاضری بھی خالہ جان کو کسی شک کرنے کا موقع دے۔

ارنالڈ ہاں ہاں چلو چلو۔

ارنالڈ تو رخصت ہوکر اپنے ہوٹل کو چلا گیا جہاں وہ ٹھیرا ہوا تھا اور ایلی مکان میں چلی گئی۔ اسکی خالہ نے اس کی غیر حاضری کی بابتہ کوئی خیال نہیں کیا گو وہ زمانہ کے سرد و گرم سے بڑی حد تک واقفیت رکھتی تھی مگر ارنالڈ کو چونکہ خاندان کرافرڈ کا سچا بہی خواہ جانتی تھی اسے کسی قسم کے شک اور اندیشہ کا موقع نہ ملتا تھا وہ خیال کرتی تھی کہ ارنالڈ غالباً تخلیہ میں کچھہ اسی خاندان کی بہبودی اور فلاح کی باتیں کیا کرتا ہوگا۔ ورنہ یہ غیر ممکن تھا کہ اگر اسکو ذرا سا بھی شک ہوتا تو سارے معاملہ کو تاڑ گئی ہوتی۔ بہرحال ایلی اس معاملہ میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی تھی کہ ایسی آزادی تو حاصل ہے

ارنالڈ جیسے ہی ہوٹل پہونچا ہے ایک خط ملا جو اسکے لندن کے ہوٹل پر جاکر یہاں آیا تھا اس نے جلدی سے کھولکر اسے پڑھا اور یہ الفاظ ایک گھبراہٹ میں اسکی زبان سے نکلے "یہ تو بری ہوئی ـــ مجھے فوراً لندن پہونچنا چاہئے،، بس فوراً ہی وہ وہاں سے پلٹا اور پھر مسز الڈوسے کے مکان پر پہونچا اور ایلی سے بیان کیا کہ میں اسی وقت بکنگھاٹ جاتا ہوں تاکہ فوراً اپنے معاملہ کا تصفیہ ہوجائے اب اسمیں ایک منٹ کی بھی دیر نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں اپنا پتہ دے جاتا ہوں تم بہت اطمینان سے رہو انشاء اللہ بہت جلد پھر تم سے کامیاب ملاقات ہوگی۔ ایلی نے نمناک آنکھوں سے اپنے مطلوب کو رخصت کیا۔ افسوس غریب ایلی کو کیا خبر تھی کہ یہ ملاقات بالکل آخری ہوگی۔

باقی آیندہ

روزنامہ وحدت ملک کا بہترین روزآنہ اخبار ہے اہل ملک کے صحیح جذبات و احساسات کے اظہار کا نہایت کامیاب ذریعہ ہے۔ چودھری عبدالغنی۔ بی اے (علیگ) سابق ایڈیٹر روزنامہ خلافت کے زیر ارادت بمبئی سے شایع ہوتا ہے۔ ممالک خارجہ اور ہندوستان کے تمام اہم خبروں کا مجموعہ ہے عالم اسلام کے کوائف نہایت فصاحت کے ساتھہ درج کئے جاتے ہیں فاضل مدیر کے افتتاحی مضامین مزید برآں ہیں قیمت سالانہ عشرہ روپیہ ملا دفتر روزنامہ وحدت مسلم ہاؤس بمبئی نمبر (۸)

النور

اس رسالہ کا ایک علمی، ادبی، اخلاقی، تاریخی ماہواری رسالہ ۳۲ صفحوں پر زیر ادارت حکیم مولانا ابوالفتح سید محمد باقر حسینی بطارق ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ سے بپابندی وقت شایع ہو رہا ہے اس قلیل عرصہ میں اس نے جو کچھ شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے وہ ظاہر ہے اس میں حیدرآباد دکن کے مشہور و معروف علماء و مشائخ و پیروفیسروں کلیہ جامع عثمانیہ کی اعلیٰ علمی مضامین نظم و نثر زینت صفحات ہوتے ہیں اس علوم و فنون کے جواہر ریزوں کا کسی اور طریقہ سے یکجا نمونہ مشکل ہے معلومات کا بہترین ذخیرہ ہی امید کہ علم دوست حضرات اسکے مطالعہ سے اپنے دایرہ معلومات کو وسیع فرمائینگے لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ملکی کاغذ قسم اول ۳ عہ قسم دوم ۲ عہ اشتہاری ۱ عہ ۲ عہ مع محصولڈاک نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائیگا پتہ

منیجر رسالہ النور شاہ علی بنڈہ محلہ قاضی پورہ حیدرآباد

مذہبی تبلیغ کا بہترین صحیفہ حیرت انگیز تاریخی واقعات کا آئینہ علمی مضامین کا قیمتی خزانہ نثر و نظم کا دلچسپ نمونہ طبی اور صنعتی معلومات کا مفید مجموعہ کثیر الاشاعت مقبول اور کلہائے بوقلمون کا

ہندوستان بھر میں واحد گلدستہ

الکمال ہے

جو عرصہ سے ملک اور قوم کی خدمت کر رہا ہے اور باقاعدہ طور پر شایع ہوتا ہے ۷۲۰ صفحات سالانہ پیش کرنے والا قیمت سالانہ تین روپیہ نمونہ مفت طلب کریں

پتہ منیجر رسالہ الکمال لاہور

دلکش

دلفریب سلیوں اور رنگینیوں کا مخزن تھکے ہوئے دماغوں کیلئے تفریحی ادبی علاج رنگین مزاجوں کیلئے ظرافت کا چشمہ کشتگان محبت کیلئے خضر راہ شاعری کے وجد آفرین انتخاب کا مجموعہ دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہے قیمت اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ ہر شخص خرید کر اس سے مستفید ہو سکے قیمت سالانہ ڈیڑھ روپیہ نمونہ مفت مضامین و خط و کتابت پتہ ذیل پر ارسال کریں

منیجر رسالہ دلکش لاہور

دنیائے طب میں ایک بیش بہا اضافہ

(صوبہ بہار سے ایک شاندار طبی ارگن مسیحا کا اجرا)

عوام الناس و خلق خدا کی مشکلات حل ہوگئیں

مسیحا صوبہ بہار و اڑیسہ کا واحد ماہوار طبی ارگن جو زیر ادارت جناب عالیجناب حکیم مولوی عبد المنان صاحب پھلواری شریف جاری ہو کر اپنے شاندار خدمات سے دنیائے طب میں ایک زبردست ہلچل مچا رہا ہے مسیحا طبیبوں کا رہبر عوام الناس کا مصلح اور مریضوں کا ہمدرد ہے خوبصورت طبی مشورہ سے الگ ... خیالات ... مسیحا کی ایک خصوصیت ممیزہ یہ ہے کہ یہ طبی ارتقاء کی تاریخ و تحقیق میں صرف کرتے ہوئے اطباء ہندوستان کے نامور مشہور اطباء صوبہ بہار کے اندر خصوصیات ... اصول ریسرچ اور ریسرچ سے کام کا عام مذاق پیدا کرنا مسیحا کا نصب العین طب یونانی کا مغربی طب و سائنس سے تعاون کراتے ہوئے طبی رسالہ میں نئے نئے علوم اور نئے اصول پیش کرتا ہے عالم مشہور ہیں ہندوستان سے مسیحا کو تمام اطباء و حکماء کا بے نظیر مجموعہ طبی تجربات و معارف کا ... طبی حقیقی کو ارتقاء و تنزل کی حد تک پہنچانے میں ساتھ دیگا مسیحا کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ہندوستان کے قدیم و موجودہ نامی اطباء کے ... مجربات کو جو صدیوں سے سینہ بسینہ آتے ہیں نکال نکال کر شایع کر رہا ہے ان تمام خوبیوں کے مسیحا کی قیمت سالانہ دو روپیہ ... نمونہ مفت

(المشتہر منیجر مسیحا پھلواری شریف پٹنہ)

اردو زبان کا شاندار علمی ادبی تاریخی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، طبی، اصلاحی، تفریحی، ملکی اور سیاسی مضامین کا ماہوار مجموعہ

رسالہ سوز و ساز دہلی

جو بظل حمایت مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ملک الکلام ایک ٹیم علمی نسل درگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے شائع ہوتا ہے

رئیس القلم ملک الکلام (قومی) امروہوی سالانہ قیمت بذریعہ منی آرڈر نمونہ یا کسی ایک نمبر کی قیمت ۸ /، ششماہی قیمت بذریعہ منی آرڈر للعہ سالانہ قیمت بذریعہ وی پی للعہ ۱۲ /، ششماہی قیمت بذریعہ وی پی عہ ۱۲

طبی رسالہ المعالج طبی رسالہ

ماہوار

طب (یونانی) ویدک اور ڈاکٹری مضامین کا ایک بہترین معقول طبی مجلہ جو عرصہ سال سے زائد زیر ایڈیٹری حکیم علیم الدین صاحب بھاگولیہ امرتسر سے باقاعدہ شائع ہوتا ہے اس میں حفظان صحت کے قوانین متفرق امراض پر خاص خاص مضامین اور مفرد و مرکب ادویہ کے خواص و منافع لکھے جاتے ہیں گرامی حکماء کے صدہا مجربات اور خریداران رسالہ کے سوال و جواب درج کئے جاتے ہیں علاوہ کمزوری سستی نامردی جیسی خطرناک بیماری کی نسبت مفصل بحث کی جاتی ہے یہ حصہ ملک کے مشہور و مستند اطباء اسکی عمدہ اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں طبی دنیا کیلئے علاوہ ازیں عام طور پر بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اگر آپ نے اسے ابھی تک نہ دیکھا ہو تو ایک پیسہ کا کارڈ لکھ کر نمونہ مفت منگوا کر ملاحظہ فرمائیں قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ بارہ آنہ نمونہ مفت

چندہ دہندگان رسالہ کو ... کتابچہ مفت دیا جاتا ہے

مینیجر رسالہ المعالج امرتسر پنجاب

رہبر مزارعین

کیمیا خواہی زراعت کن چہ خوش گفت آنکہ گفت
زرع ثلث و تش زراست و ثلث باقی ہم زراست

رسالہ رہبر مزارعین محکمہ نظامت زراعت سرکار عالی حیدرآباد دکن سے سائنٹفک زرعی معلومات کے ذخیرہ کو لئے ہوئے ماہانہ شائع ہوتا ہے جسکا چندہ سالانہ صرف دو روپیہ تین آنے روانہ کرنے پر ایک کاپی موصول ہو سکتی ہے امید کہ ملک زرعی ہونیکے اعتبار سے رسالہ کی خریداری فرمائیں کر زراعت میں دلچسپی لیجائیگی فقط

ناظم زراعت سرکار عالی حیدرآباد دکن

مفت

مخبر عالم مراد آباد

مخبر عالم ہفتہ وار ہندوستان کا ایک مشہور و معروف ۴۲ سال کا پرانا اخبار ہے جسمیں واقعات و اہم علمی و تاریخی مضمون مشاہیر عالم عالم نسواں یاد رکھنے کی باتیں عالم طب تجارت متفرقات شعر و سخن و ظرافت کے مقررہ عنوان کے علاوہ قابل قدر ملکی سیاسی تمدنی اور معاشرتی مضامین عربی اخبارات کے تراجم اسلامی خبریں مثلاً گورنمنٹ گزٹ و واقعات ممالک غیر اور ہفتہ بھر کی مختصر خبریں درج ہوتی ہیں جسکی چھ روپیہ ۱۲ / سالانہ قیمت ہے نہ کہ بالکل مفت بشرطیکہ مخبر عالم بک ایجنسی کی فہرست سے صرف دس روپیہ کی کتب خرید کیجائیں فہرست کتب اور نمونہ اخبارات مفت طلب فرمائیے ایجنٹوں و نامہ نگاروں کو خط و کتابت کرنا چاہئے

مینیجر مخبر عالم مراد آباد (یو۔ پی)

رسالہ نمائش اشتہار دینے کا بہترین ذریعہ ہے

REG. NO. M. 2053

عليكم بالتجارة فإن فيها تسعة أعشار الرزق

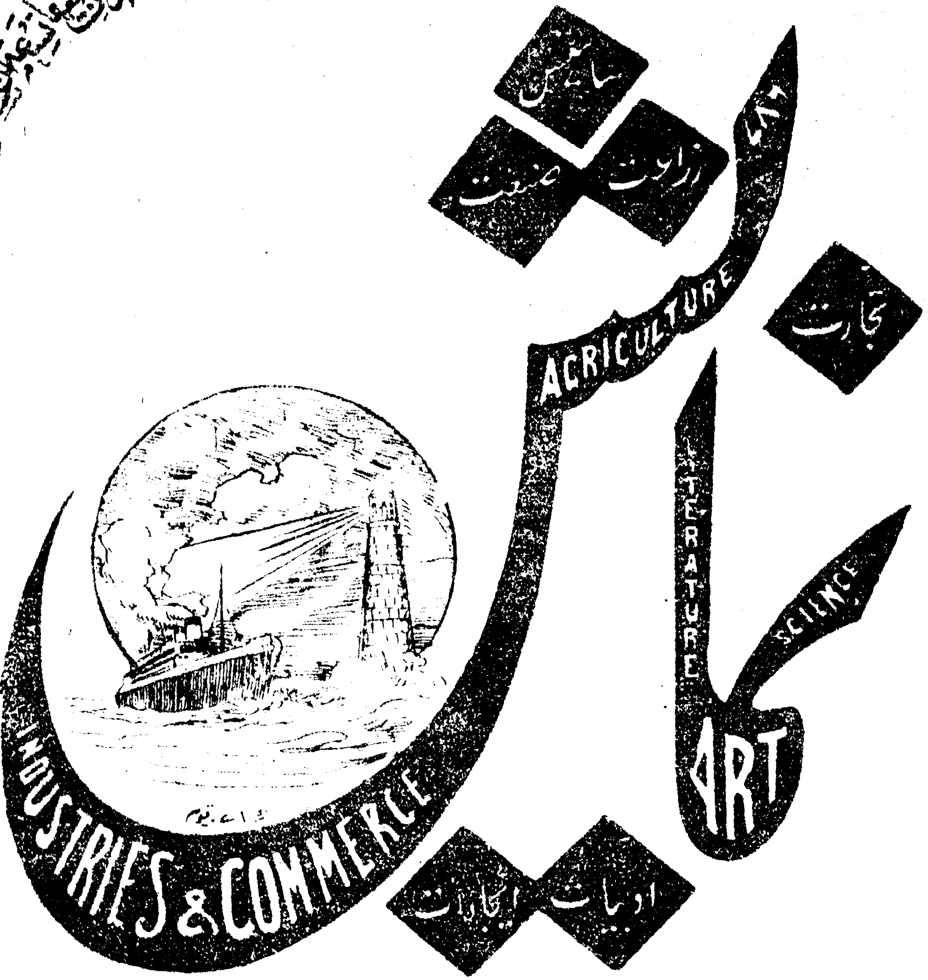

مدیر۔ منور رفیق بیگ

قواعد وضوابط

نمائش بالعموم ہر ماہ الٰہی کے پہلے ہفتہ میں شایع ہوا کریگا اس کا سال ماہ آذر (اکتوبر) سے ہوگا۔

(۲) رسالہ کا حجم علاوہ ٹائٹل کے کم از کم (۴۰) صفحے ہوگا۔

(۳) نمائش میں علوم جدیدہ، صنعت وحرفت، تجارت اور زراعت کی تعلیم دیجائیگی۔ ادبی، اخلاقی، نظم ونثر بطور ضمیمہ شریک ہونگی۔

(۴) نمائش میں علمی معلومات بہترین ذرایع اور تجربہ کار اشخاص سے حاصل کرکے درج ہوا کریں گے۔

(۵) تمام استفسارات کا جواب بذریعہ رسالہ عموماً دیا جایا کریگا اگر صاحب بالراست جواب کے طلبگار ہوں وہ ۲ کے ٹکٹ ارسال فرمائیں۔

(۶) نمائش کا چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک اندرون ممالک محروسہ سرکار سے (۵ عہ) (لے) عوام سے ہے طلبا (اعلیٰ) فی پرچہ ۵ مقرر ہے طلبا درخواست خریداری صدر مدرس متعلقہ سے تصدیق کراکر بھیجیں ورنہ رعایت ناممکن۔

(۷) نمائش ایکسال سے کم کیلئے جاری نہ ہوگا ہر خریدار کا حساب اسوقت سے شروع نہ ہوگا جبوقت درخواست خریداری وصول ہو بلکہ ہر حالت میں خریداری ۱ آذر (اکتوبر) سے خیال کیجائیگی درمیان سال کی روانہ شدہ وی پی کیساتھ سال رواں کے گزشتہ پرچے بھی ہونگے۔

(۸) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ایکماہ کے اندر وصول ہونی چاہیے ورنہ بلا قیمت رسالہ نہ دیا جائیگا

(۹) ایک دو ماہ کیلئے اگر تبدیل پتہ کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دینی چاہیے اگر مستقلانہ تبدیل پتہ درکار ہو تو دفتر رسالہ کو اطلاع دیجائے۔

(۱۰) ہر وصول شدہ مضمون کا رسالہ میں شایع ہونا ضروری نہیں ہے اندراج مضامین وانتخاب اڈیٹر پر منحصر ہے۔

اڈیٹر کو مضامین میں کمی وبیشی کا اختیار ہوگا وہ مضامین جو ناقابل طبع متصور ہونگے خرچ ڈاک وصول ہونے پر واپس کئے جاسکینگے

(۱۱) خط وکتابت بحوالہ چٹ نمبر ہونی چاہیے جواب طلب امور کیلئے کافی ٹکٹ آنے چاہئیں ورنہ تعمیل سے معاف خیال کیا جائے۔

(۱۲) مضمون نگار اصحاب کے نام وہ پرچہ جسمیں انکا مضمون شایع ہوگا مفت نذر ہوگا۔

(۱۳) پولیٹکل یا خلاف تہذیب اشتہارات طبع نہ ہونگی اشتہارات کی اجرت ہر صورت میں پیشگی وصول ہونی چاہیے اشتہارات میں اگر تصویر وغیرہ بنوائی ہو تو اسکی اجرت علیحدہ ہوگی نمونہ روانہ کرکے دریافت فرمائیں

(۱۴) اجرت اشتہارات صرف ایکمرتبہ کیلئے حسب ذیل ہوگی

نام صفحہ	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی
معمولی درمیانی صفحہ	ہلے	للعہ	ہ/
ٹائٹل کا صفحہ	لعہ	صمہ	ہ/
آخری صفحہ	عہ	صمہ	عہ/

(۱۵) چھوٹے اشتہارات کیلئے فی سطر کالم ۴ اجرت ہوگی تقسیم ضمیمہ فیصد

(۱۶) ازاید مدت کے اشتہارات کیلئے حسب ذیل رعایت ہوگی۔

تین ماہ کیلئے (۱) چھ ماہ کیلئے (۵) اور ایکسال کیلئے (۱۰) فیصدی منجملہ بالا نرخ میں سے کم کردیے جائیں گے

(نوٹ) وی پی طلب کرنیوالے اصحاب پر اسکا بار پڑیگا۔ بہتر ہوگا کہ سالانہ چندہ ذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں جملہ خط وکتابت بنام

مینجر رسالہ نمائش کاچیگوڑہ حیدرآباد دکن سے ہونا چاہیے

رسالہ نمایش

جلد ۴	خورداد ۱۳۳۴ف	اپریل ۱۹۲۵ء	نمبر ۴۳

فہرست مضامین

۱	چند اہم صنعتیں برائے فروخت	دفتر رسالہ	۲۱۵
۲	رنگ سازی و رنگ ریزی	جناب میر غوث الدین علی صاحب سائنٹسٹ	۲۲۱
۳	پارہ کی گولی	جناب حکیم لالہ سری رام صاحب دو جمع سنا کا مین پور	۲۲۶
۴	چند نسخے	جناب سید احمد علی صاحب منیجنگ ایڈیٹر	۲۲۶
۵	ہمارا نقطۂ نظر	دفتر رسالہ	۲۲۷

ادبیات

۶	حالی کی شاعری پر ایک نظر	جناب ابوظفر عبدالواحد صاحب ایم اے	۲۳۱
۷	زنگاری یا حبشی قوم (پیوستہ)	(از نگار)	۲۴۶
۸	زمین	جناب محمد خلیل اللہ خانصاحب طالب العلم	۲۵۰

تجارت کا فروغ

تجارت کی دنیا میں آرٹ نے جو امداد دی اسکا پتہ ان تجار سے چل سکتا ہے جنھوں نے انکی بدولت تجارتی منڈی میں اپنی ساکھ قائم کرلی ہے یہ زرین موقع آپکو بھی حاصل ہے۔ ہم سے بورڈ تیار کروائیے۔ پھر دیکھیئے کہ گاہک پروانہ وار گرتے ہیں۔ جب جنس اچھی ہو اور اس کا اعلان واضح طور پر ہو تو کیا معنے کہ تجارت میں روز افزوں ترقی نہ ہو۔ ایک دفعہ کا آڈر بہترین کام کی کھلی دلیل ہے۔

محمد عبد القیوم

آرٹسٹ چمن افضل گنج

سفیر التجار

منیجر نواب شو فیکٹری ہردوئی لکھتے ہیں۔ اتفاق سے سفیر التجار کا ایک پرچہ میری نظر سے گزرا۔ واقعی اس سے مفید رسالہ آجتک میری نظر سے نہیں گزرا۔ میری دعا ہے کہ خدائے کریم اسکو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ چنانچہ میں اس کا خریدار ہوگیا ہوں اور انشاء اللہ دوسرے بھائیوں کے لئے کوشش کرونگا کہ اسکے خریدار بنکر فائدہ اٹھائیں۔

نمونہ مہر کے ٹکٹ پر روانہ ہوتا ہے سالانہ چندہ للعہ

دفتر سفیر التجار صدر بازار دہلی

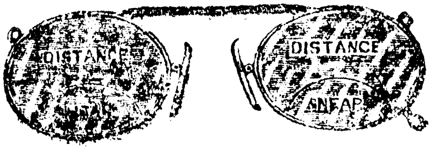

جب کبھی آپکو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایکمرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجیئے۔ بلکہ لیا ہوا واپس کر دیجیئے اس سے زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے آزمائش شرط ہے۔

راج الف علی اینڈ کو تھپڑگنج نعل صاحب حیدرآباد دکن

ارتقاء

جب سے کہ اس نے نیا لباس زیب تن کیا ہے۔ اسکے مضامین میں بھی اعلیٰ ترقی ہوگئی ہے۔ اگر آپ نے ابتک اسکو ملاحظہ نہیں فرمایا ہے تو آج ہی ایک پوسٹ کارڈ لکھکر نمونہ طلب فرمائیے۔ یہ اردو ادب کا ماہوار رسالہ علمی و ادبی، اخلاقی و تاریخی، معاشرتی و تجارتی مضامین کا گلدستہ ہے شوقین گلچیں کی ضرورت ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ آزمائیے۔ چندہ سالانہ (للعہ)

منیجر رسالہ ارتقاء۔ بوئن پلی۔ سکندرآباد دکن

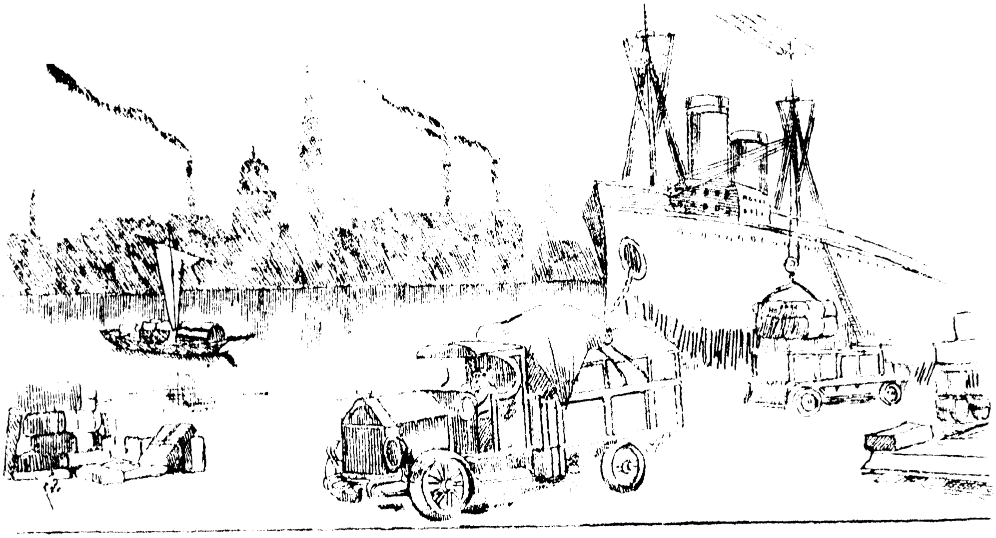

چند ضروری صنعتیں اور نسخہ جات برائے فروخت

ذیل میں ایک خط درج کیا جاتا ہے جو ہمارے ایک کرم فرمانے بطور ہمدردانہ مشورہ کے ارسال فرمایا ہے اس میں نہایت مفید اور کارآمد باتیں بھی ہیں جس کیلئے نہ صرف ہم کو بلکہ ہمارے ناظرین کو بھی مشکور ہوتے ہوئے ان سے مستفید ہونے کی کوشش کرنی چاہئیے لیکن چونکہ سب سے پہلے صاحب موصوف نے رسالہ کے نام پر ذرا سا اعتراض کیا ہے اور لفظ "نمائش" کو نمائشی خیال کر کے اسقدر محدود معنوں میں سمجھ لیا ہے جو ایک حد تک بدنما معلوم ہوتا ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ چار سال قبل جب "رسالہ نمائش" جاری ہوا تھا تو اس کا مقصد صرف صنعت و حرفت کی تعلیم اور اشاعت تھا۔ لیکن جیسے جیسے اسکے معاونین میں اضافہ ہوتا رہا۔ انکی خواہش بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ خواہش کی جگہ اصرار نے لیلی۔ کہ رسالہ میں علاوہ صنعتی مضامین کے ادبی مذاق رکھنے والے لوگوں کیلئے اگر زیادہ نہیں تو بطور نقل کے اسکا سامان بھی ضرور کرنا چاہئیے۔ آخرش مجبوراً یہ رائے قرار پائی کہ بطور ضمیمہ اس میں ادبی مضامین بھی ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ حتی الامکان ایسی ایسی تصانیف اور لٹریچر وغیرہ پیش کیا جائے جس سے زبان اردو ابتک محروم ہے۔ یہ کام آسان نہ تھا جو ادھر خیال آتا اور ادھر شروع کر دیا جاتا۔ رفتہ رفتہ یہ امیدیں بھی پوری ہوتی رہیں۔ ہو رہی ہیں اور انشاءاللہ آئندہ بھی ہوتی رہینگی۔ اس صورت میں خالص صنعت و حرفت کے مضامین کا رسالہ ہوتے لفظ نمائش کا پورا پورا مقصد ادا کرنے کے اسکا نام "نمائش" رکھا گیا تھا

جب ہانڈی میں نورتن بھی پکنا شروع ہوگیا تو تبدیل نام کا خیال ضرور آیا لیکن صدہا مجبوریوں کے مدنظر یہ کام مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہوگیا۔ کیوں کہ رسالہ سرکار عالی کے تمام دفاتر اضلاع میں جاتا ہے اور اسکا حساب کتاب اسی نام سے ہے اگر اب اس کا نام بدلا جاتا تو تبدیلی نام کیلئے مہینوں کارروائیاں کرنی پڑتیں ایک بے ضرورت معاملہ کو طول دینے سے پرہیز کرتے ہوئے اسکو بجنسہ بحال رکھا گیا۔

نمائش جس کا یہاں حقیقت میں مفہوم (EXHIBITION) ہے اسی مطلب کو پیش نظر رکھ کر خیال کیجئے کہ ہر ایسی صنعت اور ایسی حرفت وغیرہ جو نمائش میں آپ کے سامنے پیش کیجاتی ہیں اونکا مقصد صرف اشاعت ہوتا ہے اس "نمائش" کا بھی مقصود یہی ہے یہ بھی صنعت و حرفت کی اشاعت کا ایک آلہ (آرگن) ہے۔ وہ نمائش صنعتوں کو اصلی اور ظاہری شکل و صورت اور حالت میں پیش کرتی ہے تو یہ "نمائش" تحریر اور تصویر میں پیش کرتا ہے جسطرح اوس نمائش میں تجارتوں کو صناعوں سے روشناسی ہوتی ہے تو اس نمائش سے بھی تجارتوں کو صناعوں کے پتوں وغیرہ سے تحریراً غائبانہ واقفیت اور روابط پیدا ہوتے ہیں البتہ سب سے بڑا فرق جو اس "نمائش" اور اوس نمائش میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر صنعت کا تیار شدہ نمونہ پیش کرتی ہے اور یہ "نمائش" صرف الفاظ کی الٹ پھیر ہی اور بالکل اوسی کی شکل پیش کرنا چاہتا ہے گو یہ ایک حد تک ناممکن ہے کہ اصل کے آگے نقل کامیاب ہو سکے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں نمونے کیساتھ اوسکی ماہیت نہیں بتلائی جاتی۔ اور یہ "نمائش" اس کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے کہ ہر صنعت کی حقیقت اور اونکے تیار کرنے کے وسائل پیش کرے موجودہ قوم کو عموماً اور آنے والی نسلوں کو خصوصاً صنعت و حرفت کی جانب راغب کرتا ہے اونکو شوق کا راستہ دکھاتا ہے اونکے دلوں اور دماغوں میں اسباب کے بٹھانے کا کوشاں ہے کہ ملکی فروغ اور ترقی کا اصلی زینہ صنعت اور تجارت ہے۔

یہ صنعت ہے کہ نمائش صنعت و حرفت کی ترقی کیلئے ایک زبردست آلہ ہے لیکن نمائش اکیلی وہ کام نہیں کر سکتی جو "نمائش" بحیثیت ایک رسالہ کے کام کرسکتا ہے بشرطیکہ "نمائش" بھی اپنی خدمات کے اہل ثابت ہو۔ کارکنان رسالہ نیک نیت اور بہی خواہان ملک ہوں اور اسکے جواب بھی اوس کی خاطر خواہ سرپرستی کریں۔ کیوں کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ اہل ملک اسکو سرسری نظر سے دیکھکر ردی کی ٹوکری میں بھی نہ ڈالدیں بلکہ رسالہ کو ترقی کا ابتدائی زینہ سمجھکر وہ خود نیز اپنی اولاد کے سامنے یہ رسالہ اس غرض سے رکھیں کہ اس سے وہ فواید حاصل کرنے کی کوشش کیجائے جسکی ضرورت ابتداً ملک کو ہوتی ہے جب اسکے معاونین اسکو اس نظر سے ملاحظہ فرماوینگے اور اس سے فواید حاصل کرنے کی کوشش کرینگے تو جیسے جیسے معاونین کے خیالات ترقی پذیر ہوتے جائینگے اسیقدر رسالہ کے مضامین بھی اعلیٰ ہوتے جائینگے

امداد کرنے میں کمی نہ کرینگے۔

ہمارے مشفق نے جو خط لکھا ہے اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رسالہ کے مطالب کو اوسکے انتہائی فواید تک سمجھ گئے ہیں کاش اور معاونین بھی رسالہ کو اوسی نظر سے دیکھیں اور قدر کریں اور ایسی قدر کریں جو زبانی جمع خرچ اور واہ واکی حد تک محدود نہ رہے بلکہ اس سے عملی کام کرنیکی کوشش کریں تاکہ حقیقتاً رسالہ ترقی کا ابتدائی زینہ ثابت ہو جیسا کہ اوس کا اصلی مقصد ہے۔

اب غالباً "نمائش" کی وجہ تسمیہ سمجھ میں آگئی ہوگی کہ یہ رسالہ بھی مختلف صنعتی مضامین کے لفظوں اور نقشوں وغیرہ کی ایک نمائش ہے۔ اور خالی نمائشی چیز نہیں ہے بلکہ دراصل کارآمد ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ ہم (اہل ہند) اپنی نکبت اور فلاکت کی وجہ سے اسقدر تنگ نظر ہوگئے ہیں کہ ہر چیز کا سب سے پہلے برا پہلو دیکھتے ہیں۔ خوبیاں بہت کم نظر میں رکھی جاتی ہیں۔ اور کیونکر نہ دیکھیں جب ہمارے افعال بھی اسکے شاہد ہیں خصوصاً تجارتی دنیا میں اول تو ہندوستانیوں کا بہت کم حصہ ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے اوسمیں بھی سو سال پیچھے ہیں۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ اتنی سی تجارت کا بھی اگر کوئی اشتہار دیا جاتا ہے تو ناظرین قبل اسکے کہ اوس پر کوئی تنقیدی نظر ڈالیں بیدھڑک یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ یہ اشتہاری چیز ہے۔

بلکہ اکثر تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی انگریزی دوکان کا بھی اشتہار اردو میں چھپا ہے تو اوس پر بھی یہی فتوی بلا پس و پیش عاید کر دیا گیا ہے برخلاف اسکے اگر کسی ہندوستانی دوکان کا اشتہار انگریزی اخبار وغیرہ میں طبع ہو تو وہ ایک حد تک قابل اطمینان خیال کیا جاتا ہے۔ ناظرین! کیا یہ قابل افسوس امر نہیں ہے کہ ہم نے اپنی مادری زبان کو اسقدر ذلیل کر لیا ہے کہ اوس کی کوئی وقعت نہیں رہی ہے اور یہ مسلمہ چیز ہے کہ جب کسی اپنی چیز کی خود ہی قدر نہ کیجائے گی تو غیر کیوں اسکو اچھی نظر سے دیکھیں "رسالہ نمائش" اردو زبان میں چھپتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اکثر لوگ اردو کے رسائل پڑھنا تو بہت بڑی بات ہے اوسکے دو ایک ورق الٹ کر انکے نام سے بھی دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے بالخصوص خصوصیت سے ہمارے رسالہ کو یہ کہ لفظ "نمائش" دیکھتے ہی اوسپر نمائشی ہونیکا فرمان صادر کر دیا جاتا ہے۔

ہم اپنی تجارت پر بہت نازاں ہیں بعض متمول تجار ایسے ہیں کہ لاکھوں کا نہیں بلکہ کروڑوں کا بیوپار ہے لیکن وہ لوگ ذرا دیر کیلئے غور کریں اور سوچیں کہ آیا حقیقت میں وہ اپنی تجارتوں پر قادر ہیں یا نہیں اسواسطے کہ ہمارے پاس جتنا مال ہے وہ سب غیر ملکی ہے اگر وہ لوگ چند روز کیلئے بھی بھیجنا بند کر دیں۔ یا اسطرح کوئی واقعہ پیش آئے جیسا کہ جنگ عظیم کے زمانہ میں تو کیا ہم اوسکی جگہ اپنا بنایا ہوا مال پیش کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب یہ حالت ہے کہ ہم غیر لوگوں کے چشم کرم اور رحم و عنایت پر دارومدار رکھتے ہیں تو کیا حقیقت میں اوسکو ملک کی ترقی اور اوسکی تجارت

تجارت کہی جا سکتی ہے۔ بجز اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے
کہ یہ بیوپار بھی ایک قسم کا بنیا پن ہے۔ بنیئے کے پاس
بھی کاشتکاروں کا خون پسینہ کیا ہوا اور شدید ترین
محنت کا پھل آتا ہے اور وہ دوسروں کے ہاتھ فروخت
کر دیتا ہے۔ اب اسمیں خواہ اونہوں نے ایک پیسہ کا مال
فروخت کیا یا ایک لاکھ کا لیکن کیا بنیئے صاحب کی بھی
کوئی کارگزاری اور قابل فخر بات اس میں شریک ہے۔
نہیں اور ہرگز نہیں۔ اسی طرح دوسرے بیوپار کا حال ہے
خواہ موزہ بنیان کی ہو یا انجن اور بندوق وغیرہ کی۔
ان سب کی وہی بنیئے کی سی ہے دوسروں سے مال خرید
کرا دوھر فروخت کر دیا اسمیں ہم نے کیا کیا بس یہی ہمارا
بیوپار ہے جس پر ہم بے انتہا پھولے ہوئے ہیں البتہ
صرف ایک ہی چیز ہے جسکو اسکے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے
اوسی کو بے حد اور کثرت سے اشتہار دکھائی دیتے ہیں
اگر یہ صنعت اور اس کی تجارت ہمارے لئے قابل فخر
ہو سکتی ہے تو اللہ مبارک کرے .... غالباً آپ
سمجھ گئے ہونگے کہ وہ ایسی کیا چیز ہے۔ وہ ادویات
ہیں جو نامردی۔ جریان اور سرعت وغیرہ سے متعلق ہیں۔
آپ کو خود بھی اقرار ہے جیسا کہ تحریر سے واضح ہوتا ہے
کہ جس پرچہ میں ضروریات زنانہ کا اسقدر لحاظ رکھا گیا
ہو اوسکا نام ترقی ہونا چاہیئے تھا حالانکہ ترقی ایک سال
حیدرآباد میں موجود تھا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ
حقیقت میں جو خیال آپ کو اوسکا نام دیکھتے ہی آگیا تھا
وہ مضامین پڑھنے کے بعد باقی نہیں رہا اور آپکے ضمیر نے
اوسکو قدر کی نظر سے ہی نہیں دیکھا بلکہ تعریف کرنے سے
بھی پہلو تہی نہ فرمائی۔ پس یہی ہماری کارگزاری کا صلہ ہے
اور جس کے لئے ہم شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔

رہا یہ امر کہ آیا لفظ نمائش سے مطالب رسالہ کی
پوری پوری اور صحیح ترجمانی ہوتی ہے یا نہیں۔ امور بالا
پر نظر کرنے کے بعد خود ہی اسکا جواب حل ہو جاتا ہے اسپر
مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

الیومنیم کے متعلق جو خبر درج ہے۔ وہ صرف
خبر ہی کی حد تک ہے اوس سے مقصد اوس کا نسخہ
بتانا نہیں تھا۔ چونکہ انگریزی رسالہ جات سے یہ خبر نئی
معلوم ہوتی تھی اسلئے بطور اطلاع کے درج کر دیگئی ہے
اوس انگریزی اخبار میں بھی موجد کا پتہ و نشان نہیں
بتلایا گیا تھا اسلئے مجبوری تھی۔ البتہ اگر کوئی صاحب
دریافت کریں اور اس میں دلچسپی لیں تو اس کا پتہ
معلوم کر لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ افسوس تو یہی ہے کہ
کوئی دلچسپی ہی نہیں لیتا۔ مگر یہ بھی ضرور ہے کہ اسکے جواب
آنے میں کئی مہینے درکار ہونگے۔

رسالہ نمائش کے اگر ارزاں صنعت و حرفت کے
تحت اچھے اور کارآمد مضامین دیئے جائیں تو اس پر
معقول اجرت یا انعام رسالہ کی طرف سے نذر کیا جاتا ہے

آخر میں ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ ذیل کے خط
کا وہ حصہ ضرور غور سے ملاحظہ فرمائیں جسمیں چند صنعتوں کا
ذکر کیا گیا ہے اور اگر کوئی صاحب ان میں سے کوئی صنعت
حاصل کرنا چاہیں تو رسالہ "نمائش" کے توسط سے خط و کتابت

فرما کر معاملہ کا تصفیہ فرما سکتے ہیں صاحب خط
اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر کوئی کام جس کے متعلق
تصفیہ کیا گیا ہو۔ سکھانے میں یا بنانے میں نقص رہ
جائیگا تو ایک پیسہ نہیں لینگے۔ اس پر بھی اگر ملک کے نوجوان
خاموش رہیں تو سوائے شومیٔ قسمت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے

ایڈیٹر

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ نمائش۔ سلام نیاز

آپ کا خوشنما پرچہ میں نے بھی دیکھا۔ تصنیف اور تالیف
اور اخباری دنیا میں جج اور مجسٹریٹی کے اختیارات ہر شخص کو
حاصل رہتے ہیں۔ اس بنا پر مجھے بھی جرأت ہوئی۔ میں
مشورہ دیتا ہوں اعتراض مقصود نہیں ہے بغیر کسی حق کے یہ
دریافت کرتا ہوں کہ صنعت اور تجارت اور ادبیات کا رسالہ آپنے
اسکا نام نمائش کیوں رکھا جسکا ایک خراب پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ سب
باتیں نمائشی ہیں اصلیت سے کیا بحث۔ عمل سے کیا واسطہ
یہ نام صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ جس پرچے میں ضروریات زمانہ کا
اسقدر لحاظ رکھا گیا ہو اوسکا نام ترقی ہونا چاہئے تھا
ایک لطیفہ اور بھی تھا کہ رسالہ نمائش جنوری ۱۹۲۵ء میں
ایک مضمون ہے جسمیں لوہے کی شکستہ چیزوں کا جوڑنا یا چھالنا
یا مکرر ڈھالنا کسی صاحب نے ایجاد کیا ہے مگر اسطرح بجائے
مضمون لکھا گیا ہے کہ کسیطرح باوجودیکہ میں نے مکرر پڑھا
یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ صاحب یا کمپنی یا کارخانہ ہندوستان
میں ہے یا ہندوستان سے باہر
اسکے چھپانے کا کیا یہ ماحصل ہے کہ ازراہ قدردانی
درخواستیں آئیں کہ ان کا پتہ بتا دے یا نسخہ
یا ایسے صاحب اپنا معاوضہ بتائیں تاکہ بعد تجربہ معاوضہ
طے کیا جائے۔ آپنے کوئی قدر نہیں کی۔ نام اور پتہ کا اشتہار بھی
نہیں دیا۔ جو ضرورت اور نفع دونوں خیالوں سے
دور تھا حالانکہ نام و نشان کی اشاعت کیجئے۔ اگر کارخانہ
تیار ہو چکا ہو ورنہ کارخانہ قائم کرنے کی سفارش کیجئے
اگر آپ ترقی صنعت و تجارت چاہتے ہوں
تو ملک سے یہ درخواست کیجئے کہ دستکاری جاننے والے
نسخے بغرض معاوضہ یا بلا معاوضہ اگر دنیا پسند کرتے ہوں تو
توجہ کریں۔ آپ کے ہی رسالہ میں۔ انڈسٹریل کیمیکل کمپنی
کا اشتہار موجود ہے۔ اوسکو یہی طلب کیجئے کہ ضروریات زمانہ کا
لحاظ کرکے نسخے اور دستی مشین جنکو غریب ہندوستانیوں نے
ایجاد کیا ہو۔ اگر کمپنی قدردانی کریں تو ملک کو اور کمپنی کو
اور موجد کو ملوانے کا فی ملکہ کافی سے زیادہ نفع ملسکتا ہے
قدردانی کا اعلان ہونا چاہئے۔ مگر یہ ناخوشگوار بحث یا خیال
دور رہے کہ دولت مند نسخے جاننے والوں کو اور موجدوں کو
چھوٹا۔ ذلیل۔ اور بیکار خیال کریں بلکہ نیک نیتی سے
کافی معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔ اور امتحان کے بعد
تصنیف اور حق تصنیف کو مفت حاصل کرنا نہ سمجھیں۔
چند باتیں جو صنعت و تجارت میں عام متعارف
ہیں اونکو مدنظر رکھیں۔ دستکار دولت مند نہیں ہوتے
دولت مند دستکار نہیں ہو سکتے۔ مشترکہ سرمایہ اور
مجموعی قوت سے دونوں مستفید ہو سکتے ہیں ورنہ
دور رہتے ہیں دونوں نفع سے محروم رہینگے۔

اتفاق رائے اور ایک دوسرے سے مساوات کے برتاؤ کی ضرورت ہے نقطۂ نظر ترقی صنعت پر ہونا چاہیے یا حق تصنیف خریدا جائے یا نصف نفع پر رضامند ہوں بہ آسانی اس طرح کے مشین تیار ہو سکتے ہیں جو بیحد مفید اور داخل ضرورت ہیں۔

(تارکشی) جو چاندی کے تار گوٹے اور زردوزی میں کام آتے ہیں۔

(عینک کے شیشے بنانا) فیشن اور ضرورت دونوں صورتوں سے مفید ہیں۔

(الف) واٹر پروف بنانا
(ب) آئل کلاتھ بنانا
(ج) ٹریسنگ کلاتھ بنانا
(د) رنگین سنہرا گل بوٹے والا کاغذ بنانا
ایک ہی مشین ہوگی بعد ترمیم و ترقی اس سے جسقدر چاہیے بن سکتی ہے

نسخے

پالش جو لوہے لکڑی کو باوجود پالش میں رہنے کے زنگ سے محفوظ رکھے رنگین قلعی اور چمکدار رنگین پالش دہات پر۔

سیمی چینی کے برتن بنانا
معمولی چینی کے برتن بنانا
تمام چینی کا وارنش
لاجواب مینا
اسکے علاوہ بیسیوں قسم کے مشین ایجاد کرنیوالے اور نسخے جاننے والے اگر درکار ہوں تو آپ کسی کمپنی یا کسی دولت مند سے معاملت طے کیجیے میں انکے فراہم کرنیکا ذمہ دار ہوں اور آپ حق تصنیف دلوانے یا کارخانے قایم کرنے کے اجارہ دار ہیں۔

ایسے دولت مند اصحاب سے رضامندی لیکر آپ اعلان کریں معاہدے کے شرایط محدود کریں اگر نسخے جاننے والے تجارت اور کارخانہ داری کے منتظم بننا منظور کریں تو آپ کو شرکت منظور کرنا چاہیے اعتبار کیواسطے ایکبار امتحان کافی ہے اور نہ ہر وقت بدگمانی مانع ترقی و ایجاد ہے۔

جسوقت تک تعلیم اور ایجاد میں بغیر امید معاوضہ روپیہ نہ صرف کیا جائیگا ہندوستانی اسیطرح ذلیل اور مفلس رہینگے اسکے ذمہ دار قوم کے دردمند ہیں علم و عقل۔ دولت کا ایک جگہ جمع کرنا بہترین کوشش ہے اور یہ ذریعہ ترقی ملک و قوم کا ضرورت اور افتاد ہے اسوقت عوام و خواص اور ہم مخاطب ہیں صرف رہنما نہیں ملتے صرف یہ خیال دولت مندوں کے دماغ سے دور کرنا ہے کہ ایک ورکشاپ یا مدرسہ ہر سال معاوضہ میں زر نقد نہیں ادا کرتا ہے بلکہ تعلیم یافتہ تیار کرتا ہے۔ مدرسے ہر طرح کے کھولے گئے لیکن ابھی تک مدرسہ صنعت عملی بغیر ورکشاپ قایم نہیں ہوئے جسدن ورکشاپ قایم ہونگے دستکار تو یقینی تیار ہونگے لیکن یہی دستکار روپیہ کمانیکی مشین بنجائینگے۔ مدرسونکی تعلیم یافتہ صرف ملازمت کر سکتے ہیں۔ ورکشاپ کے تعلیم یافتہ ورکشاپ کو اور ملک کو ترقی دیسکتے ہیں انکو صرف مالی مدد کی ضرورت ہے روشناس خلق ہونا شرط ہے اور اسکے بعد ملک کا روپیہ انہیں کیواسطے ہے صرف ابتدائی تعلیم کی قدردانی کے مصارف خیال پر اکتفا نہ کرتے ہیں ترقی میں بھی خیال سد راہ ہے اسی خیال نے اسی فیصدی کو قلی اور کاشتکار بنادیا ہے ابھی وقت باقی ہے انجام خدا کے اختیار ہے کوشش سے اچھا سررشتہ صنعت نامہ نیاز شایع کریگا آپکو اختیار ہے لیکن جبتک قدردان پیدا نہوں تمام ادویہ محفوظ رکھیں تو تمنا ہوگی۔

ارزاں صنعت وحرفت

رنگ سازی اور رنگریزی

کوئلے کو کشید کرنے سے صرف گیسوں کا وہ آمیزہ حاصل نہیں ہوتا جو روشنی کے کاموں میں اور ایندھن کے طور پر استعمال ہوتا ہے بلکہ اس سے بافراط امونیا اور ایک گہرا سیاہ رنگ اور بدبودار مایع "ڈامر" بھی حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ چیز کوئی خوش رنگ اور خوشنما نہیں معلوم ہوتی لیکن متعدد کیمیا دانوں کی ہزاروں کوشش اور لاکھوں تجربوں نے اس گندی چیز سے بے حساب مفید اور نہایت سودمند چیزیں مثلاً ہزاروں قسم کے رنگ اور سینکڑوں قسم کی دھماکو چیزیں حاصل کرلی ہیں علاوہ اس کے اسی گندی اور بدہیئت چیز سے کیمیا دانوں کو اپنی انتھک کوششوں کی بدولت نہایت خوشگوار عطریات اور بے حد مفید اور کارآمد ادویات حاصل ہوئیں حقیقت میں ڈامر کی دریافت سے ان گوناگوں صنعتی مرکبات کی تیاری میں خام اشیاء کی فراہمی کا اچھا ذریعہ ہاتھ آیا چنانچہ اسکو کشید کرتے وقت ذیل کی اشیاء حاصل ہوتی ہیں

(۱) بنذین (BENZENE) (C_6H_6) (۲) ٹولیون (TOLUNE) (C_7H_8) یہ دونوں حد درجہ کی احتراق پذیر مایع چیزیں ہیں (۳) نفتھلین (NAPHTHALENE) ($C_{10}H_8$) اور (۴) انتھراسین (ANTHRACENE) ($C_{14}H_{10}$) یہ دونوں سفید رنگ ہائیڈرو کاربنز ہیں جو کثرت سے نیل اور الیزرین کی صنعت میں کام آتے ہیں۔ انہی کا اول الذکر مرکب وہی چیز ہے جو عام طور پر بازار میں کافوری یا فینائل گولیوں کی شکل میں فروخت ہوتا ہے۔

(۵) فینال (PHENOL) (C_6H_5OH) یہ ایک سفید رنگ قلمدار ٹھوس ہے جسکا اثر زہریلا ہوتا ہے۔

(۶) اکریزول (CRESOL) (C_7H_7OH) یہ ایک بہتر ڈس انفکٹنٹ (جرم کش) ہے اور ان تمام بازاری ڈس انفکٹنٹ چیزوں کی بنیاد یہی مرکب ہے۔

مفصلہ بالا مرکبات میں سے ہر ایک مرکب اس قسم کا ہے جس کے ذریعہ صدہا نہایت کار آمد مفید مرکبات حاصل ہوتے ہیں چنانچہ بنذین کو جب نائٹرک ترشہ (NITRIC ACID) کیساتھ تعامل کا موقع دیا جاتا ہے تو اس سے نائٹرو بنذین ($C_6H_5NO_2$) (NITROBENZENE) نامی ایک مرکب حاصل ہوتا ہے اور اگر اسکی تحویل کیجائے تو اس سے انی لائین ($C_6H_5NH_2$) (ANILINE) حاصل ہوتا ہے جو تقریباً ایک بے رنگ مائع چیز ہے جس سے ہزاروں قسم کے خوشنما رنگ تیار کئے جاتے ہیں جو اسی بنا پر انی لائین رنگ (ANILINE COLOURS OR ANILINE DYES) کہلاتے ہیں۔

ٹولیون کو جب آکسی ڈائیز کرتے ہیں تو اس سے بنذواک ترشہ (BENZOIC ACID) حاصل ہوتا ہے جسکا سوڈیم کا نمک سوڈیم بنذوٹ (SODIUM BENZOTE) محافظ غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جب فینال کو فارملڈی ہائیڈ (FORMALDEHYDE) کیساتھ گرم کیا جاتا ہے تو اس سے دو ایسے مرکبات حاصل ہوتے ہیں جنکا سوقیانہ نام بیکلائٹ (BIKA-LITE) اور کنڈنسائیٹ (CONDENSITE) ہے یہی وہ چیزیں ہیں جن سے گھنڈیاں۔ چھتریوں کے دستے اور برقی کاموں کے لئے حاجز (INSULATORS) تیار کئے جاتے ہیں۔

ان مرکبات کو غذائی چیزوں میں استعمال کرنے کے متعلق ابھی کافی طور پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا چنانچہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے سوڈیم بنذوٹ بعض اوقات محافظ غذا کے طور پر استعمال کر لیا جاتا ہے جس سے کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا۔ شکرین (SACCHARINE) ایک سفید رنگ ٹھوس چیز جو ٹولیون سے حاصل ہوتی ہے اور جو بہ مقابلہ معمولی شکر کے پانسو گنی میٹھی ہوتی ہے پہلے غذا میں استعمال کیجاتی تھی لیکن اب اسکا استعمال مضر ثابت ہوا ہے چنانچہ سنہ ۱۹۱۲ء میں گورنمنٹ امریکہ نے اس کے استعمال کو اپنے پاس قطعاً ممنوع قرار دیا۔ گذشتہ صدی کے وسط تک جو چیزیں رنگنے کے کاموں میں استعمال کیجاتی تھیں وہ ایسی چیزیں ہوتی تھیں جو حیوانی یا نباتاتی مادوں سے حاصل کیجاتی تھیں چنانچہ یہ رنگین مادے ذیل کی اشیا پر مشتمل ہوتے تھے۔ لاگ کی لکڑی (LOGWOOD) یہ ایک قسم کی سرخ رنگ وزنی لکڑی ہوتی ہے حیوانی رنگین مادہ یعنے کاکینل (COCHINEAL) یہ ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جس سے سرخ رنگ بنایا جاتا ہے) نیلا رنگ مادہ یعنے نیل (INDIGO) سرخ رنگین مادہ الیزرین (ALIZARINE) جو ایک قسم کے درخت (میڈر MADDER) کی جڑوں سے حاصل کیا جاتا تھا جسکی کاشت یورپ کے مغربی حصہ میں بکثرت ہوتی تھی اور وہ سب سے قیمتی اسم اور قدیم زمانہ کا نہایت مشہور رنگین مادہ ملک ٹیریا (TYRIA) کا ارغوانی رنگ ہے یہ ایک قسم کی مچھلی کے خول سے حاصل

کیا جاتا تھا۔ جو بحیرہ روم کے مشرقی ساحل پر کثرت سے پائی جاتی تھی۔

۱۸۵۶ء میں انگلستان کے ایک ۱۸ سالہ کمسن سائنس داں ڈبلیو۔ ایچ پرکن (W.H. PARKIN) نے پہلی دفعہ ایک بنفشی رنگین مادہ مصنوعی طور پر دریافت کرکے دنیا میں انقلاب سا پیدا کردیا۔ اسکے بعد متعدد کیمیا دانوں نے اس طور پر ہزاروں قسم کے رنگ تیار کرکے سابقہ نباتی اور حیوانی رنگوں کو بیکار کردیا۔

پھر تو ان مصنوعی طور پر تیار ہونیوالے رنگوں کا دور دورہ تھا جو اکثر و بیشتر ڈامر سے حاصل ہوتے ہیں۔ نیفتھلین۔ نفتھلین اور انتھراسین کو نگاہ میں رکھکر جو ایک کریہ شکل کے مایع ڈامر سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو تقریباً سو سال سے پہلے ایک ہیچ اور محض بیکار چیز تھی اور جس سے کوئلہ کی گیس تیار کرنے والے بے حد تنگ اور عاجز تھے اسی ناگوار چیز سے وہ مصنوعی رنگ حاصل ہوئے اور ہو رہے ہیں جنکی سالانہ تیاری دو کروڑ پونڈ قیمت کی ہے اور معلوم رہے کہ اس پیداوار کے تین چوتھائی حصے کو ملک جرمنی کی پیداوار میں شمولیت حاصل ہے اسکے بعد کیمیا دانوں کو وہ وسائل اور عمل ہاتھ آئے جنکے ذریعہ ان رنگوں کی ترکیب دریافت ہونیکے بعد انہوں نے مصنوعی طور پر ان کے اجزا کو باہم مقابل کے موقع بہم پہنچا کر تیار کرلیا۔ اس موقع پر زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ یہ مصنوعی طور پر باہم اجزا کے ملاپ سے جو رنگ حاصل ہوتے ہیں یہ بہ مقابلہ ان رنگوں کے جو طبعی یعنے قدرتی ذرایع سے حاصل ہوئے تھے بہت ارزاں و سستے ہونے لگے۔

یورپ کے جنوبی حصہ میں اور مشرق میں ایشیائے کوچک تک چالیس پچاس سال پہلے میڈر پودوں کی کاشت کیلئے زمین کے بڑے بڑے قطعے مخصوص کردیئے گئے تھے۔ چنانچہ صرف فرانس میں پچاس ہزار ایکڑ زمین اس کاشت کیلئے مخصوص تھی۔ جب اس درخت کی جڑیں تخمیر (فرمنٹ) ہونے کیلئے چھوڑی جاتی تھیں تو اس سے الیسیڈرین نامی ایک چیز حاصل ہوتی تھی (معلوم رہے کہ عرب میڈر کی جڑوں کو الیذرین کہتے تھے۔) جسکی یہ خاصیت تھی کہ وہ روئی کو گہرا سرخ رنگ کردیتی تھی اس طور پر اس رنگ کو ترکی سرخ رنگ (TURKISH RED) کہا جانے لگا۔

لیکن فی زمانہ اس قسم کے تمام میڈر کے کھیت روئے زمین سے مٹ گئے جبکہ کیمیا دانوں نے انتھراسین سے مختلف قسم کے رنگ حاصل کرنا شروع کئے جس کو گزشتہ زمانہ میں بیکار چیز سمجھکر یونہی پھینک دیا جاتا تھا۔ چند مسلسل معمولی کیمیائی تعاملوں کی بدولت ہیڈرو کاربن انتھراسین ($C_{14}H_{10}$) کو انتھراکوئی نون (ANTHRAQUINONE) میں تبدیل کرسکتے ہیں اور پھر اس مرکب انتھراکوئی نون سے وہ اہم مرکب ڈائی ہیڈراکسی انتھراکوئی نون یا الیذرین (ALIZRENE) ($C_{14}H_{6}O_{2}(OH)_{2}$) حاصل کیا جاتا ہے اس طور پر میڈر کے

پودے سے حاصل ہونیوالا سرخ رنگ یعنے الیذرین بہت آسانی کیساتھ معمولی طریقوں سے مدد لیکر مصنوعی طور پر تیار کیا جاتا ہے جو قدرتی طبعی الیذرین سے بہت سستا پڑتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں میڈر کی جڑوں سے سالانہ (۷۵۰) ٹن الیذرین حاصل ہوتا تھا جبکہ موجودہ زمانہ میں نوایجاد طریقوں سے مدد لیکر سالانہ دو ہزار ٹن الیذرین مصنوعی طور پر تیار کرلیا جاتا ہے۔

میڈر کے علاوہ نیل کے پودے جو ہزاروں سال سے دنیا کے کام آرہے تھے اور جنکی دنیا بے حد احسان مند تھی زمانہ نے اُسے بھی دست برد کردیا ۱۷ ادین صدی تک بھی یورپ میں نیل کے درختوں کی کاشت جاری رہی لیکن یورپ کو مشرق سے سابقہ پڑا تو مشرق کی (خاص کر ہندوستان کی) ارزاں پیداوار کے مقابلہ میں یورپ کی گراں پیداوار کو شکست ہوی۔ اور رفتہ رفتہ اسکی کاشت قبل الذکر مقام پر تقریباً مفقود ہی ہوگئی لیکن ۱۹ ادین صدی نے اس مشرق کو طبعی طور پر پیدا ہونے والے نیل کو بھی دوبارہ یورپ کی مصنوعی طور پر تیار ہونے والے نیل نے اس کو نیم مردہ کرکے تحت الثریٰ کو پہنچا دیا۔ اگرچہ اس مقابلہ نے بہت طول کھینچا پھر بھی ملک جرمنی کے تجربہ کار ماہرین فن کیمیا کی ذکاوت اور فراست نے آخر کار مشرقی ممالک کے قدرتی طور پر حاصل ہونیوالے نیل کو اپنے مصنوعی طور پر تیار ہونیوالے نیل سے نیچا دکھایا اس طور پر یہ مقابلہ ۱۷ سال تک متواتر ہوتا رہا۔ آخر کار ارباب بسط و کشاد اپنی ذہانت اور تجربوں کی مدد سے اور صناع اس صنعت کو فروغ دینے کی کوشش میں ۳۰ لاکھ پونڈ سے زیادہ کثیر مقدار کی رقم گنوا کر اکتوبر ۱۸۹۷ء میں کامیابی حاصل کی اور انکی اس مصنوعی طور پر تیار ہونے والے نیل نے آخر کار ہندوستان کے قدرتی طور پر نباتی طریقوں سے حاصل ہونیوالے نیل کو مغلوب کیا اس کشمکش کا آج کیا نتیجہ نکلا؟ ۱۸۹۶ء میں سالانہ ہندوستانی نیل کی برآمد (۳۵) لاکھ پونڈ قیمت کی تھی اور ۱۹۱۳ء میں یہاں کی اس رنگ کی برآمد صرف ساٹھ ہزار پونڈ کی قیمت تک گھٹ گئی جبکہ ملک جرمنی کی برآمد بیس لاکھ پونڈ کی قیمت تک پہنچ گئی ہے۔ اسکے علاوہ نیل کی قیمت بہ مقابلہ سابق کے ۸ شلنگ فی پونڈ سے ۳ شلنگ ۶ پنس تک اتر گئی ہے۔

نیل کی صنعت کے دوران میں نیل کے علاوہ اور دوسری بیش بہا چیزیں مثلاً گندک کا تیزاب۔ امونیا۔ کلورین اور اسٹیک ترشہ (ACETIC ACID) وغیرہ ضمنی طور پر حاصل ہوتے ہیں اور اس صنعت میں سب سے پہلے جس چیز سے کام شروع کیا جاتا ہے وہ ہیڈرو کاربن نفتھلین ہے۔ پہلے پہل اس مرکب نفتھلین کو نتھالک ترشہ (PHTHALIC ACID) میں تبدیل کیا جاتا ہے اور یہ عمل نفتھلین کو طاقتور سلفورک ترشہ کے ساتھ ملا کر گرم کرنے سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ لیکن اسوقت محض سلفورک ترشہ اچھی طرح کام نہیں دے سکتا

اس لئے صناع اس موقعہ پر پارہ کو ایک حامل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جسکی بدولت نیل کی صنعت کا نہایت مشکل درجہ طے ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب طاقتور سلفیورک ترشہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس تعامل کے دوران میں کثرت سے سلفر ڈائی اکسائیڈ (SO_2) گیس حاصل ہوتی ہے جسکو پھر تماسی قاعدہ کی مدد سے گندک کے ترشہ میں تبدیل کیا جاتا ہے اس دوران میں کثرت سے کلورین گیس اور اموے نے بھی حاصل ہوتی ہیں۔

پانی میں نیل کے ناقابل حل ہونیکی وجہ سے اسکو پہلے ایک بے رنگ چیز "سفید نیل" میں تبدیل کیا جاتا ہے جو قلوی چیزوں (ALKALINE SUBSTANCES) میں قابل حل ہوتا ہے۔ اس محلول میں اس چیز کو ڈبویا جاتا ہے جسکو رنگنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً روئی اون ریشم وغیرہ اس کے بعد اسکو ہوا میں خشک کر لیا جاتا ہے جبکہ ہوا میں کی آکسیجن۔ سفید نیل کو آکسی ڈائز کر کے "نیلے رنگ نیل" میں تبدیل کر دیتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ان رنگوں سے کام لیکر اپنی اشیاء کو رنگیں کیسے۔ رنگریزی کے عمل میں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ رنگ جس سے کام لیا جا رہا ہے کیسا ہے؟ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہترین ہے کہ نہیں۔ دوسرے یہ دیکھا جاتا ہے کہ کپڑے پر رنگ چڑھا ہے کیسے۔ بہترین قسم کے رنگ کیلئے یہ ضروری ہے۔ اسکا رنگ خوش آیند ہو۔ وہ اس کپڑے کے ریشے یا تار کو خراب نہ کرتا ہو جسکو رنگا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس رنگ میں یہ خاصیت بھی ہونی چاہیے کہ اس سے رنگے ہوئے کپڑے کا رنگ پائیدار رہے یعنے اگر اس کپڑے کو پانی میں بھی ڈالیں تو اس کا رنگ نہ نکلے قدیم زمانہ میں تمام رنگ نباتی اور حیوانی اشیاء سے حاصل کئے جاتے تھے جو نہایت خوبصورت اور خوشرنگ ہوتے تھے اور انھیں انکی خوشرنگی کی وجہ سے ٹیپسٹریوں وغیرہ کے رنگنے میں خاص طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن انی لائین رنگ جو ڈامر سے حاصل کئے جاتے ہیں بہ نسبت ان سابقہ نباتی یا حیوانی رنگوں کے زیادہ رنگنے کی طاقت رکھتے ہیں حیوانی ریشے مثلاً ٹوول یا ریشم ظاہر ہے کہ بمقابلہ نباتی ریشے یعنے روئی کے زیادہ آسانی سے رنگے جا سکتے ہیں۔ اون یا ریشم کو رنگنا مقصود ہو تو ان چیزوں کو صرف رنگ کے محلول میں ڈبونا کافی ہوتا ہے۔ جب روئی کے کپڑے کو اسطور پر رنگ کے محلول میں ڈبویا جاتا ہے تو اس پر رنگ تو چڑھ جاتا ہے۔ لیکن اچھی طرح بیٹھتا نہیں۔ اسلئے اگر روئی کی چیزوں کو رنگنا ہو تو حسب ذیل عمل اختیار کیا جائے۔

پہلے کپڑے کو الیومنیم کے کسی نمک یا اس قسم کی کوئی اور چیز میں بھگو لینا چاہیئے جس پر فوراً آبیدگی کا عمل جاری ہو جاتا ہے اس کے بعد کپڑے کو بھاپ میں رکھا جائے جہاں نمک کی تحلیل ہو جائیگی اور اسطور پر صرف ہیڈراکسائیڈ ریشوں کیساتھ رہ جائیگا

اس کے بعد اس کپڑے کو مطلوبہ رنگ کے محلول میں ڈبویا جاتا ہے جسکی بدولت یہ رنگ الیومنیم کے ہائیڈراکسائیڈ میں جو کپڑوں کے ریشوں کے ساتھ لگا رہتا ہے جذب ہو جاتا ہے اور اس طور پر اس کپڑے کے ریشوں پر اچھی طرح بیٹھ جاتا ہے الیومنیم ہائیڈراکسائیڈ یا کوئی اور چیز جو بھی اسطور پر رنگریزی میں کام دے مارڈنٹ (MARDANT) یعنے کپڑے پر رنگ چڑھانیوالی کہلاتی ہے اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ مختلف مارڈنٹ کی وجہ سے ایک ہی ڈائی مختلف رنگ دیتی ہے اس عمل کے دوران میں وہ چیزیں جو مارڈنٹ کے طور پر استعمال کیجاتی ہیں وہ رسوب بنکر ان محلولوں کی تہ میں بیٹھ جاتی ہیں جو مختلف قسم کے رنگوں پر مشتمل ہیں اسطور پر انکے رنگ بہت گہرے ہوتے ہیں لیکن انکا رنگ ہمیشہ وہی نہیں رہتا جو اس ڈائی کا رنگ ہوتا ہے جو اس عمل میں استعمال کیجاتی ہے اس حاصل ہونیوالے رنگین رسوب کی ٹکیاں بنا کر انہیں بھی بازار میں بھیجا جاتا ہے جو ڈرائنگ وغیرہ کے کاموں میں استعمال کیجاتی ہیں

میر غوث الدین علی
"سائینٹسٹ"

پارہ کی گولی

از جناب حکیم لالہ سری رام … صاحب

شنگرف رومی ایک تولہ کیسر کشمیری ۳ ماشہ کھرل کرکے برگ مدار دس تولہ پھر کھرل کرکے بکری سرخ رنگ نوزائیدہ کو روزانہ کھلانا شروع کریں اور بکری جتنا دودھ روزانہ دیتی رہے اس دودھ کو ایک چاندی کی کڑاہی میں ڈالکر نرم آگ پر روزانہ پکاتے رہیں جب ایک سیر پختہ شنگرف ختم ہو جائے اور تمام دودھ خشک ہو جاوے تو ایک سیر پختہ روغن بید انجیر ڈالکر پکائیں دو گھنٹہ نرم آگ جلانے کے بعد پارہ کو کپڑے میں ڈالکر نچوڑو جو پارہ یک گر بستہ ہو گیا ہے وہ کپڑے میں رہ جائیگا اس پارہ کی اپنے حسب منشا گولی بنا کر ترپھلہ بھنگ. دھتورے کے پانی میں گولی کو کپڑے میں باندھ کر پکاؤ۔ مقوی۔ مبہی۔ ممسک مصفی خون میں لاجواب ہے اسکے بیمار فوائد ہیں جو تجربہ میں آچکے ہیں جو آئندہ اشاعت میں شایع کئے جائینگے۔

چند نسخے

از جناب سید احمد علی صاحب

ملک آف روز گلسرین $2\frac{1}{2}$ تولہ۔ گلاب پانچ چھٹانک۔ گندک پانچ تولہ۔ ان کل ادویات کو ملا کر ایک بوتل میں بند کریں وقت استعمال بوتل کو ہلا کر پھریری سے منہ پر دن میں تین یا چار مرتبہ لگانے سے چہرہ گورا اور چمڑا نرم ہوتا ہے اور کوئی جلدی مرض نہیں ہونے پاتے۔

لال تختیاہی کچی لاکھ پانچ تولہ اسکو نصف سیر پانی میں جوش دو جب $\frac{1}{4}$ حصہ پانی رہجائے چھانکر کام میں لاؤ۔

ہمارا نقطۂ نظر

التماس

"ہم کو افسوس ہے کہ حضرات جو اپنی مہربانی سے رسالے بغرض ریویو روانہ فرماتے ہیں وہ فوراً ہی اون پر ریویو کے طالب ہو کر ہمارے رسالے میں اوسکی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ اول تو رسالہ مختصر ہونیکی وجہ سے ہمارے ہاں جگہ کی قلت۔ دوسرے حتی الامکان سلسلہ واری کا خیال۔ تیسرے ہم جبتک ہر رسالے کی کم از کم تین چار اشاعتیں نہیں دیکھ لیتے اوسوقت تک اپنی رائے کا اظہار کرنا بیکار خیال کرتے ہیں کیونکہ غالباً آپ بھی اس چیز سے ضرور واقف ہونگے کہ ایک رسالے سے اوسکی اصلیت اچھی طرح معلوم نہیں ہو سکتی ہے اسلئے ہماری التجا ہے کہ مہربانی فرما کر عجلت سے نہ کام لیا کریں"

ایڈیٹر

کیلنڈر ۱۹۲۵ء ہانیمن ہومیوپیتھک فارمیسی انارکلی لاہور سے ایک نہایت شاندار کیلنڈر وصول ہوا ہے جو تین رنگ میں (۲۲×۳۶) عمدہ چکنے کاغذ پر چھپا ہوا ہے تعطیلات سرکاری کو خاص طور پر سرخ روشنائی سے دکھایا گیا ہے علاوہ اوس کے اوپر تصاویر بیچ میں ڈاکٹر سیموئل ہانیمن موجد طب ہومیوپیتھی کی تصویر دی گئی ہے۔ غالباً فارمیسی اپنے خریداروں کو یہ کیلنڈر مفت تقسیم کرتی ہے۔ دفتر نمائش اس عطیہ کا مشکور ہے۔

اسی فارمیسی سے جناب مہتہ سنارائن صاحب کی ایڈیٹری میں ایک رسالہ "مسیحا" بھی نکل رہا ہے جو صرف ہومیوپیتھک کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے طب کے متعلق نہایت عمدہ مضامین ہوتے ہیں۔ خصوصاً جنوری ۱۹۲۵ء کے رسالے میں "پانی پر" جو مضمون لکھا گیا ہے۔ وہ خصوصیت سے بہت اچھا ہے۔ ہم دلی خیر مقدم کرتے ہوئے اسکی کامیابی کے متمنی ہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے قیمت سالانہ (ستے) مقرر ہے لیکن غربا اور طلبا سے صرف (چھ) نمونہ ۳ر۔ مذکورہ بالا پتہ سے طلب فرمائیے۔

ہانیمن یہ ایک انگریزی طبی رسالہ ہے جو جناب ڈاکٹر ایو راما راؤ صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ کی زیر ادارت مدراس سے نکلتا ہے۔ جنوری ۱۹۲۵ء کا رسالہ بغرض ریویو وصول ہوا ہے۔ رسالہ کو شروع سے آخر تک پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ اسم بامسمیٰ ہے یعنے انسانی صحت کے متعلق ہر ہر چیز پر بحث کیجاتی ہے اور نہایت سادہ اور سلیس پیرایہ میں سمجھایا جاتا ہے بعض بعض مضامین میں تصاویر بھی دیجاتی ہیں جراثیم کو خاص طور پر نمایاں کیا جاتا ہے۔ قیمت سالانہ ۵ھ

حسب ذیل پتہ سے مل سکتا ہے۔

THE HEALTH OFFICE
323, THAMBUCHETTI STREET
MADRAS

رفیق عالم جنتری اس نام کی جنتری منشی لال سنگھ صاحب نے طبع کی ہے اور بغرض ریویو دفتر ہذا میں وصول ہوی ہے۔ جنتری کیا ہے "رسالہ نمائش" کی طرح چوں چوں کا مربہ ہے۔ ہر مذاق کیلئے کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ البتہ زبان کے متعلق کچھ کہنا بیکار ہے کیونکہ پنجاب کی ہے علاوہ تاریخی ذخیرہ کے کچھ ایجادات وغیرہ کی بھی خبریں درج ہیں اس میں بہت سی رسالہ نمائش سے بھی نقل کیگئی ہے لیکن افسوس کہ حوالہ نہیں دیا گیا بہرحال معمولی تقویموں میں یہ تقویم اچھی ہے تعداد اشاعت دس ہزار تحریر ہے لکھائی چھپائی کاغذ بہت معمولی ہے قیمت ۴ر ہے منشی لال سنگھ صاحب مارہ تحصیل کھوٹہ (پنجاب) سے مل سکتی ہے۔

کافوری جنتری اسوقت ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب پڑھا لکھا آدمی ہوگا۔ جو ڈاکٹر ایس۔ کے برمن سے واقف نہ ہوگا حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو ڈاکٹر ایس کے برمن اور ڈاکٹر رامانند نے اچھا سبق دیا ہے کہ دیکھو اشتہار دینا اور تجارت کو ترقی دینا اسکو کہتے ہیں ڈاکٹر رامانند دوسرے درجہ پر ہیں اسی طرح ہندوستان کا شاید رسالہ نمائش ہی جیسے بہت کم بدنصیب رسالے ہونگے جو ڈاکٹر برمن صاحب کے اشتہار سے محروم ہیں انہی اشتہارات کا ایک ضمیمہ یہ کافوری جنتری بھی خیال کرنی چاہئے۔

تمام جنتری زنکوگرافی (ZINCOGRAPHY) سے چھپی ہوی ہے۔ نہایت خوبصورت خوشخط واضح لکھی ہوی ہے۔ شروع کے بارہ صفحوں پر جنتری دیگئی ہے بقیہ تمام دوائیوں کے اشتہارات کے لئے مخصوص ہے اس جنتری کی لکھائی چھپائی وغیرہ دیکھکر منہ پانی بھر آتا ہے۔ کاش اردو میں نستعلیق ٹائپ رائج ہوتا تو آج تمام اخبارات اور رسائل اسی شان کے نظر آتے غالباً اس جنتری کی کوئی قیمت نہیں ہے ڈاکٹر صاحب کے دواخانہ واقع نمبر ۳۴ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ سے مفت دستیاب ہوسکتی ہے۔

بہار

اس نام کا ایک رسالہ اراکین بزم عزیزی کی جانب سے مالیگاؤں سے ہر دوسرے مہینے شایع ہوتا ہے۔ نثر کا حصہ بہت کم ہے غزلیات بہت کثرت سے ہوتی ہیں لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے

(قیمت سالانہ عہ)

اراکین بزم عزیزی مالیگاؤں ضلع ناسک سے طلب کیجئے

رسالہ نمائش اشتہارات دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔ منیجر

ادبیات

منافع بحصّہ پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ

مختتم بتاریخ ۲ جون ۱۹۲۴ء تقسیم کیا گیا

دی انڈسٹریل اینڈ کمیکل کمپنی لمیٹڈ

رجسٹر شدہ ممالک محروسہ سرکار عالی

سرمایہ تجویزہ　　ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ

منقسمہ ہزار حصص - فی حصہ پچیس روپیہ　　اقساط پانچ روپیہ

(ڈائرکٹران) ڈاکٹر سید محمود رضا صاحب مولوی سید محمد علی صاحب مولوی سید احمد علی صاحب مولوی سید شبیر علی صاحب مولوی سید عباس علی صاحب مولوی سید حامد علی صاحب ایڈوکیٹ ... مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ اڈیٹر تنقیح ساز، سالوی نیف آر اے ... رکونٹ اینڈ اڈیٹر بینکرس امپیریل بنک آف انڈیا لمیٹڈ منیجنگ ایجنٹس مسرس احمد علی اینڈ برادرس - رجسٹرڈ آفس دار الشفاء حیدرآباد دکن

بی بی سیفٹی استرا

آجکل بازار میں مختلف قسم کے سیفٹی استرے نہایت ارزاں قیمت کے فروخت ہو رہے ہیں۔ بی بی وہ استرا نہیں ہے کہ ارزاں یا علت ہو ایکمرتبہ استعمال کیجیے　　پھر خود تجربہ ہو جائیگا قیمت تمام سکہ کلدار ہے

بی بی استرا نکل کاڈبہ معہ بارہ عدد بلیڈ فی بے بی بی استرا یعنے بلیڈ تیز کرنیکی مشین

بی بی سٹ ۲۹۰۶ عہ چمڑیکا کیس ایک مشین ایک استرا و ٹھر تین عدد بلیڈ فی ۵عہ

بی بی سٹ ۱۲۵ عہ اصلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک پیالی ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ فی ۵عہ بی بی سٹ ۱۱۱۹ عہ اصلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور بارہ عدد بلیڈ فی ۵عہ

سیم آر - بیگ اینڈ کو کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

معیار سخن

سرمایہ نازش چمن ہند و دکن کا　　ہر پھول ہے گلدستہ معیار سخن کا

یہ شعر اور سخن کا اور عمدہ مضامین نثر کا بہترین شاندار گلدستہ شہر مالیگاؤں سے نہایت آب و تاب کیساتھ شایع ہوتا ہے۔ اساتذہ وقت کا طرحی و غیرہ طرحی تازہ کلام اس گلدستہ کی جان ہے زبان کی آراستگی اور مذاق سلیم کے اعتبار سے معیار سخن آپ ہی اپنی نظیر ہے ٹائیٹل رنگین اور نقش و نگار سے آراستہ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قدر دان سخن کا فرض ہے کہ اس گلدستہ کو ملاحظہ فرمائیں تا خیر نہ کریں سالانہ قیمت خریداری صرف عا اور زر معاونت (صہ) جو گلدستے سے بہت کم ہے نمونہ ۲ر پتہ دفتر معیار سخن شہر مالیگاؤں ضلع ناسک

المومن

کیا ہے؟ ہندوستان میں قوم مومن کا پہلا اور تنہا ماہوار ترجمان اور تمام غریب کمزور مسلم اقوام کا حامی اسلامی مساوات تنظیم اور قوم نوربان کی تاریخی و زمانہ حال کا سچا فوٹو، اخلاقی تاریخی تمدنی معاشرتی اقتصادی اور علمی و ادبی نظم و نثر کا بہترین مجموعہ ہے۔ المومن نے اپنی قلیل مدت حیات میں دنیائے صحافت کے اندر نمایاں جگہ حاصل کر لی ہے۔ المومن کے درخشندہ مستقل اور تعریف میں ملک و ملت کے مشہور اخبار و رسایل رطب اللسان ہیں۔ المومن کی تندسا آواز نے ایک ہلچل ڈالدی ہے اور قوم میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ المومن کی صدا درد نے ہالینڈ سے لیکر بلکہ افریقہ تک کے اصحاب کو بیدار کر دیا ہے۔ المومن سہ ماہی تھا اب ماہوار شایع ہو رہا ہے قوم و ملک کی خواہش پر ہفتہ وار و روزانہ ہوجائیگا۔ المومن کی آواز پر آپ بھی لبیک کہیئے اور جلد از جلد اس قومی سالکی اشاعت میں حصہ لیجیے۔ المومن تجار صناع حکما اور ڈاکٹروں کیلئے اشتہار کا اچھا آسان ذریعہ ہے۔ المومن کا سالانہ چندہ تین روپیہ اور ششماہی ایکروپیہ ۱۲آنہ ہے ملنے کا پتہ منیجر دفتر المومن نمبر ۳۳ بنیا پوکھر روڈ کلکتہ

حالی کی شاعری پر

ایک نظر

سنیگے نہ حالی کی کب تک صدا
یہی ایک دن کام کر جائیگی

(۱) حالی کی عمر کا بیشتر حصہ، پانی پت کی قربت کی وجہ سے دہلی میں گزرا۔ یہاں انہیں اردو زبان کے بہترین انشا پرداز اور قادر الکلام شاعر سے استفادہ حاصل کرنیکا موقع ملا مرزا غالب کی ہستی ایسی تھی جسکا اثر ایکمرتبہ رنگ جمانیکے بعد کسی انسان کے ذہن سے محو ہو جاتا حقیقت یہی کہ غالب کا بہت کچھ اثر حالی کی طبیعت اور شاعری پر پڑا۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ غالب مشرقی شعرا کی عادت کے خلاف اپنے شاگردوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور بے تکلفی کا برتاؤ رکھتے تھے پھر حالی پر کچھ عنایت خاص بھی تھی غالباً مرزا کی جوہر شناس آنکھیں تاڑ گئی ہونگی کہ شاگرد ہونہار نکلیگا۔ جب کبھی وہ حالی کو اپنا درد آگیں کلام سناتے حالی اسکو بغور سنتے اور کچھ ایسے پیرایہ میں داد سخن دیتے کہ غالب کو یقین کامل ہو گیا کہ حالی کو شاعری سے فطری مناسبت ہے اور کہا اگر تم شعر نہ کہوگے تو ظلم کروگے" الغرض غالب کی صحبتوں میں حالی نے سب سے پہلے غزل گوئی کے میدان میں قدم رکھا اور کامیاب بھی اترے۔

یہ غزلیں کس رنگ کی تھیں اسکا صحیح اندازہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ حالی نے پرانی طرز میں جو کچھ کہا خوب کہا اور اپنے ہمعصروں میں کسی طرح ہیٹے نہیں رہے، اپنے مطبوعہ دیوان میں حالی نے اس دور کی غزلوں کو بغرض امتیاز گو علیحدہ کر دیا ہے لیکن قرائن کہتے ہیں کہ اس رسالہ کا پورا کلام کلیات میں شامل نہیں کیا گیا اور مولانا نے انہی غزلوں کو شامل دیوان کیا ہے جو ان کے جدید مذاق کے مطابق و مناسب تھیں۔ بقیہ غزلیں جنمیں قدیم رنگ غالب تھا تمام خارج کر دی گئیں۔ بہرحال شاعری کا یہ جوہر حالی کی طبیعت میں فطرۃً ودیعت کیا گیا تھا، دہلی کی آب و ہوا اور

غالب کے فیض محبت سے خوب چمکا، اور بعد میں سرسید احمد خاں کی زبردست شخصیت نے اسکو کیمیا کا اثر بخشا۔ حقیقت یہ ہے کہ حالی کا بہترین کلام سرسید کے وجود اور کارناموں سے اسقدر وابستہ ہے کہ اس موقع پر سرسید کے متعلق یہاں کچھ کہنا غیر ضروری نہ ہوگا۔

گو سرسید کا بہ حیثیت قومی اور مذہبی مصلح بہت کچھ احسان ہے، تاہم انکی شہرت مسلمانان ہند کے نزدیک ایک حامی اور پیشوائے تعلیم کی حیثیت سے بقائے دوام کا تمغہ لیکر آئی ہے۔ اور گو انکی مذہبی خدمات کے ماننے میں بعضوں کو کلام ہے، لیکن انکی مساعی جمیلہ کا جو تعلیم کے عام کرنے کی غرض سے عمل میں لائی گئیں، سب کو اعتراف ہے۔ یہی نہیں کہ وہ تعلیم انگریزی کے پیشرو اور حامی ہی تھے بلکہ اردو ادب میں بھی انہوں نے مابہ الامتیاز حصہ لیا اور ہماری زبان انکی ممنون احسان ہے۔ ایسا احسان جسکے بار سے تاحیات وہ سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے نہ صرف اخلاقی مضامین ہی سے اردو ادب کو مالامال کیا بلکہ دوسری ممتاز ہستیوں کو بھی ہماری زبان اور خیالات کے سرمایہ کو ترقی دینے پر آمادہ کیا اگر سرسید نہ ہوتے تو حالی نذیر احمد اور مولانا ذکاء اللہ کی تصانیف کا کہیں پتہ بھی نہ ہوتا۔

لہذا اس عظیم الشان ہستی سے اختلاط و ارتباط پیدا ہونیکے باعث حالی کی طبیعت کے دوسرے پوشیدہ جوہر بھی کھلنے لگے۔ وطن کا درد ایک گراں بہا اور خداداد عطیہ ہے نہ صرف شاعر ہی کے لئے بلکہ ہر ایک ایسے انسان کے لئے جو پہلو میں درد مند دل رکھتا ہو۔ وطنیت کی لو بسا اوقات مخالف یا ناموافق ہوا کے باعث دل ہی دل میں گھٹ کر سرد ہو جاتی ہے۔ غالباً یہ آگ حالی کے دل میں بھی مدت سے دبی ہوئی رکھی ہوگی جو مناسب موقع اور وقت کی منتظر تھی سرسید کی شرر بیانی اسکے مشتعل کردینے کیلئے کافی تھی ؎

منھ سے دھواں سا اٹھا لیتے ہی نام اسلام
بارود بچھ رہی تھی گویا لب و دہن میں (حالی)

پھر تو حالی کا دل بیحد بھر آیا، اور انھوں نے فریاد کی لے میں اپنے دل کا سارا بخار نکالا۔ ادا بھی گو غیر مانوس تھی لیکن کچھ ایسی درد بھری تھی کہ دلمیں اترتی چلی جاتی تھی شکایت سے لبریز تھی، مگر اثر سے معمور، اداسی میں ڈوبی، مگر لذت عمل سے ہم آغوش، فن شاعری و عروض کے قیود سے آزاد مگر خلوص و شعریت کے لباس سے آراستہ۔ حالی کا منکر بھی گو انکے کلام کو زیور حسن سے معرا سمجھے، لیکن اسکے اثر کا اعتراف ضرور کریگا۔ وہ نظم کیا تھی، جسکا نام اب بھی دل میں ہیجان اور روح میں ایک سیمابی اثر پیدا کردیتا ہے؟ وہ نظم جس نے کم سے کم مسلمانان ہند کو خواب غفلت سے جگایا، کون واقف نہیں؟ حالی کی وہ برگزیدہ مسدس ہم میں سے ایسا کوئی ہے جسنے شوق کیساتھ اور بار بار اور ہر بار ایک نئے لطف کے ساتھ نہ پڑھی ہو؟ ہمنے اوسکو ناسمجھی کے عالم میں مکتبوں میں پڑھا۔ ہوش آیا تو شوق نے خود پڑھنے پر مجبور کیا، دوستانہ صحبتوں میں اوسکو دھرایا، قومی اجتماع اور جلسوں میں اسکو پڑھتے سنا، مگر ہمیشہ نئے ذوق کیساتھ! کسی چیز کے بار بار دھرانے سے

جو بدمزگی عام طور سے پیدا ہو جاتی ہے، اس سے یہ نظم بالکل مستثنےٰ ہے بار بار قوم کا دکھڑا رویا جاتا ہے مگر تاثیر وہی، درد وہی، خلوص وہی، ؎

گو رو چکے ہیں دکھڑا سو بار قوم کا ہم
پر تازگی وہی ہے اس قصۂ کہن میں (حالی)

اس موقع پر سرسید کی رائے جو انہوں نے حالی، اور انکی بہترین نظم کے متعلق ایک خط میں ظاہر کی ہے، لکھنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔

"جسوقت کتاب ہاتھ میں آئی۔ جبتک ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ چھوٹی۔ اور جب ختم ہوئی تو افسوس ہوا کہ کیوں ختم ہو گئی۔ اگر اس مسدس کی بدولت فن شاعری کی تاریخ جدید قرار دیجائے تو بالکل بجا ہے۔ کس صفائی اور خوبی اور روانی سے یہ نظم تحریر ہوئی ہے، بیان سے باہر ہے تعجب ہو کہ ایسا واقعی مضمون جو مبالغہ، جھوٹ تشبیہات دراز کار سے جو پایۂ ناز شعرا و شاعری ہے بالکل مبرا ہو کیونکہ ایسی خوبی و خوش بیانی اور موثر طریقہ پر ادا ہوا۔ متعدد بند اسمیں ایسے ہیں جو بے چشم نم پڑھے نہیں جا سکے۔ حق ہے جو دل سے نکلتی ہے دل میں بیٹھتی ہے۔ نثر بھی نہایت عمدہ اور نئے ڈھنگ کی ہے۔ پرانی شاعری کا خاکہ نہایت لطف سے اوڑایا ہے یا ادا کیا ہے میری نسبت جو اشارہ اس نثر میں ہے اسکا شکر کرتا ہوں اور آپکی محبت کا اثر سمجھتا ہوں اگرچہ پرانی شاعری کی کچھ بو اسمیں پائی جاتی ہے تو صرف انہیں الفاظ میں جن میں میری طرف اشارہ ہے بیشک میں اسکا محرک ہوا اور اسکو میں اپنے ان اعمال حسنہ میں سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھیگا کہ تو کیا لایا؟ میں کہونگا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔ خدا آپکو جزائے خیر دے اور قوم کو اس سے فائدہ بخشے۔ مسجد کے اماموں کو چاہیئے کہ نماز دینی اور خطبوں میں اسکے بند پڑھا کریں۔

آپکے اس خیال کا کہ تو تصنیف مدرسۃ العلوم کو دیا جائے ۔۔۔ میں دل سے شکر کرتا ہوں۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ اس مسدس کو جو قوم کے حال کا آئینہ یا انکے ماتم کا مرثیہ ہے کسی قید سے مقید کیا جائے۔ جسقدر چھپے اور جسقدر زیادہ مشہور ہو اور لڑکے ڈنڈ ونیر گاتے پھریں۔ اور رنڈیاں محلسوں میں طبلہ اور سارنگی پر گاویں، قوال درگاہوں میں گائیں، حال لانیوالے اسی پے حال لاویں، اسیقدر مجھکو زیادہ خوشی ہوگی"

ایسے لوگ بھی نظر سے گذرے جو مذہبی رسوم و قیود سے ناآشنا، اور اخوت سے بے بہرہ تھے، جنکا مطمح نظر عیش پرستی اور آرام طلبی کے سوا کچھ نہ تھا، جو اپنی بزم نشاط میں درد اور رنج و غم کو جگہ بھی نہ دیتے تھے، مگر انہوں نے بھی مسدس کو بغور سنا اور بہ چشم نم داد دی اور تو اور دوسرے مذہب والوں کو بھی اس نظم نے اپنے حین اور خود رفتہ بنا دیا۔ حالی کے سخت سے سخت عیب جو او نکتہ چین بھی

مسدس میں حالی کے کمال کی معترف ہیں اس حسن قبول کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ اسکے بعد ہر جلسہ اور ہر قومی اجتماع کے موقع پر اس نظم کی تقلید میں بہت ساری نظمیں پڑھی گئیں ملک کے بہترے اہل کمال کوشاں رہے کہ کسطرح حالی کی سی شہرت اور نام انہیں بھی حاصل ہو جائے اس نظم کی طرز عبارت اور خصوصیت کے ثبوت میں چند چیدہ چیدہ اشعار قلمبند کرنا بیجا ہوتا تاہم یہ نظم اتنی عام اور مقبول ہے کہ اسکی چنداں ضرورت نہیں۔

اس موقع پر ایک انتباہ ضروری ہے کہ اس نظم کا اصلی محرک سر سید کو بنانے میں یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے حالی کی شہرت، انکی شاعری، اور قومی خدمات کو عوام کی نظروں میں گھٹایا جائے۔ بلکہ یہ ماننا پڑیگا کہ اسی نظم نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا ان دیرینہ سال بزرگوں کی متحدہ کوششوں نے ہماری قوم پر ایسا احسان کیا کہ جو کبھی بھولا نہیں جا سکتا۔ ان سب کا باہمی وجود ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ مختلف اعضا، کا جسم کیلئے اور قومی حیات و ترقی کا انحصار ان میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی میں ناممکن تھا۔

یہ صحیح ہے کہ بغیر سر سید کے حالی، نذیر احمد، اور مولانا ذکاء اللہ کا وجود بھی نہوتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ امر بھی مبنی بر حقیقت ہے کہ ان بزرگوں کے بغیر سر سید کو بھی وہ کامیابی جو انھیں حاصل ہوئی کبھی نصیب نہ ہوتی۔ سر سید نے انہیں اکسایا ضرور، مگر وہ بھی سر سید کے دست و بازو تھے۔

(۲) مسدس کے بعد حالی نے چند نظموں کے سوا جو خاص خاص موقعوں کے لئے لکھی گئیں، ایک زمانے تک کچھ نہیں لکھا شہرت کے ساتھ ساتھ فرائض اور ذمہ داریوں کا بار بھی بڑھتا گیا۔

اس نظم کی اشاعت سے قبل حالی کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ انکی علمی قابلیت اور استعداد شعری چند منتخب دوستوں یا شناساؤں کی حد تک محدود تھی، اس لئے کہ اس سے قبل انکا کلام طبع نہیں ہوا تھا۔ بعض شعرا نے تو اب رقیبانہ نظروں سے حالی کو دیکھنا شروع کیا وجہ یہ تھی کہ اس نئے شاعر کی آمد ان کے لئے ایک شگون بد تھی۔ ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ یہ نوخیز شاعر حسن قبول کے پھول چن کر انکے خاص میدان یعنے قصاید و غزل میں بھی انہیں کہیں شکست فاش نہ دے۔

مگر حالی سے اس قسم کا خطرہ رکھنا بے سود تھا حالی نے خود بھی رفع شک کی غرض سے صاف صاف کہدیا کہ قصائد و غزل لکھنا نہ انکا مقصد ہی ہے اور نہ وہ خود کو اسکا موضوع ہی سمجھتے ہیں یہ ایک امر واقعی تھا اس لئے انکے بیتاب دل کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ قوم کی خدمت کا جوا گردن پر رکھنے کے بعد وہ کسی دوسری جانب مشغول ہوتے۔ اسکے قطع نظر بھی، ایک خیال ہر وقت ان کے پیش نظر رہا کرتا تھا۔ ایسا خیال، جس نے انہیں کبھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ حالی نے دیکھا کہ غزل گوئی چند خوبیوں کے باوجود کوئی ایسی چیز نہیں جسکی قوم کو چنداں ضرورت ہو، اسکے برخلاف اس کا یہ جو دھوکا نوجوانوں کیلئے

حضرت رسا ان سے کئی سال کے مسلسل غور و خوض کے بعد انہوں نے آخر کار ایک مضمون لکھا جو انکی شاعری اور خیالات کا آئینہ ہے۔ انہیں خیالات کی مزید تائید میں غزلوں کا مجموعہ بھی مضمون یعنے "مقدمہ" کیساتھ شائع کیا گیا۔ "دیوان حالی" کو اس حیثیت سے اردو شاعری کی تاریخ جدید قرار دینا بیجا نہ ہوگا وہ دن بہت جلد آنیوالا ہے کہ اس کتاب کو ایک ایسے دور کی یادگار سمجھا جائے گا جبکہ اردو شاعری نے تصنع و تکلف کی قیود سے آزاد ہوکر اعلیٰ خیالات کی فضا میں بال کشائی شروع کی لیکن ابھی بہتیرے اردو داں اس زبان کی صلاحیت کے منکر ہیں اس میں شک نہیں کہ اس عام بدظنی کا باعث ہمارے ملک کے بعض نیم شاعر اور تنگ نظر افراد ہیں ہم خصوصاً ملک کے نوجوانوں سے متمنی ہیں کہ وہ اپنی اس غلط فہمی سے باز آئیں اور حالی کے کلام کو بغور دیکھیں کہ حالی نے ہمارے اخلاق کے درست کرنے اور قومیت کی مستحکم بنیاد ڈالنے میں کتنا زبردست حصہ لیا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمیں اس امر کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ شاعری ہی پر قومی سیرت کی تشکیل، اتحاد، اور ربط و ضبط ملت کا انحصار ہے۔ انگلستان میں بھی مذہبی اختلافات اور فرقہ بندیاں موجود ہیں لیکن اسکے باوجود بھی شعراء و مصنفین کی بدولت قومیت کا شیرازہ کھلنے نہیں پاتا۔ اگر ہم شاعری سے سچا اور صحیح مذاق پیدا کریں، اور ایسے شعرا پیدا کریں جنکے سر ہم قبول عام کا سہرا باندھ سکیں، یا بالفاظ دیگر یہی کہ ہمارے پاس بھی قومی شاعر ہوں۔ اور قومی شاعری رواج پا جائے تو ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو سکتا ہے جب ہم یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ایک آدمی ایسے شخص کا مداح ہے جسے ہم عزیز رکھتے ہیں، اسکا مذاق، اسکے خیالات ہم سے ملتے جلتے ہیں اسکو بھی انہیں چیزوں سے تعلق ہے جن سے ہم رکھتے ہیں تو ایسے انسان سے ہمیں خاصی محبت ہو جاتی ہے اور تمام اختلافات و امتیازات یک لخت محو ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اردو ادب سے مذاق پیدا کرنا، اسکی خدمت کرنی، ہمارا فرض ہے اور اس میں ہمارے اتحاد اور آئندہ قومی زندگی کا راز مضمر ہے۔

یہ سب باتیں گو برسبیل تذکرہ تھیں، لیکن اس امر پر خاص طور سے زور دینا مقصود تھا کہ تعلیم یافتہ اردو داں بھی حالی کی خدمات کی اتنی داد نہیں دیتے جس کے وہ مستحق ہیں۔ میرے پیش نظر ایسے افراد ہیں جنہوں نے نہایت خلوص کیساتھ کم از کم یہ اعتراف تو کیا کہ ابتدا میں انہوں نے حالی کا دیوان یوں ہی بیدلی کیساتھ اٹھا لیا تھا، مگر مطالعہ کے بعد انہیں اپنے پہلے خیال کی کہ حالی کی شاعری محض پھیکی اور بے مزہ شاعری ہے، تردید کرنی پڑی اور دیوان میں انکی نظر سے ایسی غزلیں گزریں کہ وہ پھڑک اٹھے، اور داد سخن دینی ہی پڑی۔ ورڈسورتھ کے کلام کے متعلق یہ عام طور سے مشہور ہے کہ اس کے پڑھنے اور سمجھنے والے کم ملیں، مگر جو ہیں وہ نقادان فن ہیں۔ یہی مثل حالی پر بھی صادق آتی ہے

حالی کے سمجھنے والے بھی کم ہیں، لیکن جو ہیں اُنکی قابلیت اور مذاق کو کوئی بہ نظر اشتباہ نہیں دیکھ سکتا۔ چونکہ حالی کی شاعری میں واقعات حاضرہ اور گرد و پیش کے حالات سے زیادہ بحث ہے۔ اس لئے اسکی ابتدا بہت ہموار اور حوصلہ افزا نہ ہوئی، مگر حالی کی شہرت اب پھیل رہی ہے اور عام ہو کر رہے گی۔

یہاں پر حالی نے اپنی شاعری میں جو تبدیلیاں کی ہیں اور جنکا عام کرنا انکا نصب العین تھا، بیان کرنا مناسب نہ ہوگا۔ سچی شاعری حالی کے نزدیک بہ زبان علامہ سر محمد اقبال وہی ہے جو "قلب کو گرما دے" "جو روح کو تڑپا دے" اپنے ان اشعار میں جہاں مولانا نے شاعری کو مخاطب کیا ہے یہ صاف صاف کہا ہے کہ گو انکے قبول کرنے میں قوم و ملک کو تامل ہو تاہم اپنے خیالات کو مبنی بہ حقیقت جانکر وہ اسکا اعلان کرتے ہیں۔ اس نظم کے چند منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

اے شعر دلفریب نہ ہو تو تو غم نہیں
پر حیف تجھپہ ہے جو نہ ہو دلگداز تو
صنعت پہ ہو فریفتہ عالم اگر تمام
ہاں سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تو
جوہر ہے راستی کا اگر تیری ذات میں
تحسین روزگار سے ہے بے نیاز تو
وہ دن گئے کہ جھوٹ تھا ایمان شاعری
قبلہ ہوا ہے اب اُدھر تو نہ کیجو نماز تو
اہل نظر کی آنکھ میں رہنا ہے گر عزیز
جو بے بصر ہیں اُن سے نہ رکھ ساز باز تو
اے شعر راہ راست پہ تو جب کہ پڑ لیا
اب راہ کے نہ دیکھ نشیب و فراز تو
ہوتی ہے سچ کی قدر پہ بے قدریوں کے بعد
اس کے خلاف ہو تو سمجھ اس کو شاذ تو

ان خیالات کی پابندی حالی نے اپنے آخری دور کی شاعری میں ہر جگہ ملحوظ رکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری ہرگز دلگداز نہیں ہو سکتی جبتک کہ وہ فطرت کی ہمرنگ اور اس میں ڈوبی نہو، جبتک وہ تصنع و تکلف اور دروغ و مبالغہ سے پاک، اور سادگی خیال و بیان سے آراستہ نہو۔ نفس مضمون اور خیالات کے علاوہ حالی نے شاعری کی شکل و صورت میں بھی تبدیلی پیدا کی۔ انھوں نے اس رسم دیرینہ کو، کہ غزل چند مختلف و متغائیر اشعار کا بے ربط مجموعہ ہے ابالکل منسوخ کر دیا اور انھوں نے ایسی غزلیں لکھیں جن میں شروع سے آخر تک ایک مستقل خیال ہے۔ بہتری غزلیں دیوان میں ایسی نظر آئینگی جنکی بہ اعتبار مضمون و خیال جداگانہ سرخیاں قایم کیجا سکتی ہیں ہم یہاں تمثیل کے طور پر دو چار غزلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) ردیف "الف" میں اس نوع کی بہترین غزل وہ ہے جسمیں حالی نے "عشق" سے خطاب کیا ہے غزل کیا ہے ایک منظوم مضمون ہے جس میں عشق کے محاسن و معائب، اسکی خانہ سازیاں و خانہ بربادیاں غرضکہ اسکا ہر ایک اچھا اور برا پہلو شعریت کے لباس میں

نہایت کمال کیساتھ بتلایا گیا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایک شعر کو دوسرے سے ایسا لگاؤ ہے گویا متعدد بیش بہا موتی کسی نے ایک تار میں پرو دیئے ہیں۔ یہ چند منتخب اشعار دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اے عشق تونے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا
ابرار تجھ سے ترساں احرار تجھ سے لرزاں
جو زد پہ تیری آیا۔ اس کو گرا کے چھوڑا
راجوں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا
کیا معنوں کی دولت کیا زاہدوں کا تقویٰ
جو گنج تونے تاکا اس کو لٹا کے چھوڑا
لاگ اور لگاؤ تیرے ہیں دلگداز دونوں
پتھر کے دل تھے جن کے انکو رلا کے چھوڑا
علم و ادب رہے ہیں دبلے تیرے ہمیشہ
ہر معرکہ میں تونے انکو دلا کے چھوڑا
افسانہ تیرا رنگیں۔ روداد تیری دلکش
شعر و سخن کو تونے جادو بنا کے چھوڑا

(۲) یا ردیف "ہرگز" کی وہ غزل جس میں دہلی کی اجڑی ہوئی محفلوں کی تصویر کھینچی ہے اس خصوصیت کے قطع نظر بھی، یہ غزل حالی کے خاص رنگ یعنے اوداسی میں ڈوبی ہوئی ہے ابتدا میں کچھ اشعار بطور تمہید لکھے گئے ہیں، جنمیں محبت کی ناکامیوں کا ذکر ہے اور پھر ہندوستان کی اس حرماں نصیب راجدھانی کا رونا رویا ہے جس کے ذرہ ذرہ میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے۔ حالی پر دھلی کی ویرانی و تباہی کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس شہر کا نام بھی لیتا ہے تو وہ بیتاب ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائیگا ہم سے یہ فسانہ ہرگز
داستاں گل کی خزاں میں نہ سنا اے بلبل
ہنستے ہنستے ہمیں ظالم نہ رلانا ہرگز
صحبتیں اگلی مصور ہمیں یاد آئینگی
کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز
لیکے داغ آئیگا سینہ پہ بہت اے سیاح!
دیکھ اس شہر کے کھنڈروں میں نہ جانا ہرگز
چپے چپے پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز
مٹ گئے تیرے مٹانے کے نشاں بھی اب تو
اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز
یاں سے رخصت ہو سوئے کہیں اے عیش و نشاط
نہیں اس دور میں یاں تیرا ٹھکانا ہرگز
کبھی اے علم و ہنر گھر تھا تمہارا دھلی!
ہمکو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز
شاعری مر چکی اب زندہ نہ ہوگی یارو
یاد کرکے اسے جی نہ کڑھانا ہرگز
غالب و شیفتہ و نیر و آزردہ و ذوق
اب دکھائیگا یہ شکلیں نہ زمانا ہرگز

مومن و علوی و صہبائی و ممنوں کے بعد
شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز

رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی زیر و زبر
اب نہ دیکھو گے کبھی لطف شبانہ ہرگز

(۳) اسکے بعد ہی دوسری غزل شروع ہوتی ہے جسمیں چند اشعار کے بعد زمانے کے انقلاب، ہندوستان کے واقعات قوم کی بدنصیبی، اور تہذیب حاضر کی غارتگری سے متعلق کئی اشعار مسلسل لکھے گئے ہیں۔ پھر آخر میں چند اشعار اسی خاص ادا سے جسمیں حالی کا کوئی شریک نہیں یعنے اداسی اور یاس کی لے میں لکھے گئے ہیں اور قوم کی حالت پر خون کے آنسو بہائے گئے ہیں۔

خیر ہے اے فلک کہ چار طرف
چل رہی ہیں ہوائیں کچھ ناساز

رنگ بدلا ہوا ہے عالم کا
ہیں دگرگوں زمانے کے انداز

ہوتے جاتے ہیں زورمند ضعیف
بنتے جاتے ہیں مبتذل ممتاز

چھپتے پھرتے ہیں کبک و تیہو سے
گھونسلوں میں عقاب و شہباز

ناتوانوں پہ گدھ ہیں منڈلاتے
گھاٹیوں پر ہیں ھنر، تیر انداز

دشمنوں کے ہیں دست خود جاسوس
اور یاروں کے یار ہیں غماز

ہوگا انجام دیکھئے کیا کچھ
ہے پر آشوب جبکہ یہ آغاز

وقت نازک ہے اپنے بیڑے پر
موج ہائل ہے۔ اور ہوا ناساز

یا تھپیڑے ہوا کے لے اُبھرے
یا گیا کشمکش میں ڈوب جہاز

کام اسے اپنے سونپ دو حالی
ہیں جس کا شریک اور انباز

(۴) آخر میں ہم ردیف "ن" کی اس غزل پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس میں حالی نے قوم کی نکبت، افلاس اور پست ہمتی کا مرقع دکھلاتے ہوئے، اسکی موجودہ پست حالت کا زمانۂ ماضی کے شاندار کارناموں سے مقابلہ کیا ہے۔ یہ غزل سراپا درد ہے معلوم ہوتا ہے (اس غزل کی تمہید خود میرے بیان کی شاہد ہے) کہ یہ غزل عید کے موقع پر لکھی گئی تھی۔ لیکن ایسا شاعر جو قومی درد سے بے چین ہو اسے عید بجائے خوشی کے غم کا پیغام لاتی ہے ؎

پیام عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلال عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے (اقبال)

یہ احساس، یہ خلش جو اقبال کو بیتاب رکھتی ہے اسنے حالی کو بھی نچلے بیٹھنے نہ دیا۔ دنیا کے لئے عید ہے مگر غمزدوں کو اس سے کیا کام۔ کہتے ہیں،

ہے عید اہل اسلام یا موسم بہاراں
جنگل بسا ہوا ہے سب عطر یاسمن میں

منہ سے دھواں سا اٹھا لیتے ہی نام اسلام

بارود بچھ رہی تھی گویا لبِ دہن میں

گو رو چکے ہیں دکھڑا سو بار قوم کا ہم
پر تازگی وہی ہے اس قصۂ کہن میں

وہ قوم جو جہاں میں کل صدرِ انجمن تھی
تم نے سنا بھی اس پر کیا گزری انجمن میں

پائیں نہ تم کبھی اب ملتی نہیں اسے جا
رندوں میں ہے وہ گلبن پھولا پھلا جو بن میں

[illegible] جوان میں ہے مرعوب دولت
تھی ہمناک کل تو جوش سپر کے رن میں

وہ دن گئے کہ حکمت مشہور تھی یمن کی
ہے اب بجائے حکمت خاک اڑ رہی یمن میں

ڈالی نہ ہوگی آگے لے دو خرچ شاید
جو لیکے تو نے ہلچل ڈالی ہے انجمن میں

فوج اور سپہر دونوں پھرتی ہیں سرسری سی
گویا امیرِ لشکر مارا گیا ہے رن میں

خورد و بزرگ سارے ہیں بدحواس گویا
لٹنے کی قافلہ کی پہنچی خبر وطن میں

حالی نہیں قصے یاں سننے کی تاب باقی
مانا کہ ہے بہت کچھ وسعت ترے سخن میں

مختصر یہ ہے کہ حالی کے ہاں غزلیں پریشان خیالی مترادف نہیں ہیں، اور ایک شعر دوسرے سے بہ لحاظ خیال مغائرت نہیں رکھتا، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک زنجیر کی متعدد کڑیاں ہیں جنکو ایک دوسرے سے ایک قسم کا فطری ربط اور لگاؤ ہے حالی نے اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ ردیف و قوافی ایک غیر ضروری الجھاوے ہیں جن سے بے تکلفانہ انداز بیان و اظہار خیال میں جو شاعری کا لازمی خاصہ ہیں، رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس شاعر کو ردیف و قافیہ کی زیادہ تلاش ہوگی اسکو اظہار خیال سے پہلے قافیہ کے انتخاب کی ضرورت ہوگی اور یہ وضع قدرت کے خلاف ہے، اسلئے کہ خیال پہلے پیدا ہوتا ہے پھر اسکے اظہار کیلئے بعد میں الفاظ وضع کئے جاتے ہیں لیکن سب سے بڑھکر دلاویز طریقہ تو وہ ہے کہ حالی نے غزل میں پند و موعظت کی ایسی موثر اور انوکھی طرز نکالی جس سے اردو شاعری بالکل ناآشنا تھی اس قسم کے اشعار کا اگر کچھ پتہ لگتا ہے تو کہیں کہیں نظامی کے ہاں لیکن کمی کے ساتھ حالی کے ہاں یہ چیز عام مثلاً دیکھیے یہ چند اشعار جو شعر نہیں بلکہ حکیمانہ مقولے ہیں۔

بڑھاؤ نہ آپس میں ملت زیادہ
مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ

تکلف علامت ہے بیگانگی کی
نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ

کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت
جو چاہیں کریں لوگ عزت زیادہ

نکالو نہ رخنے نسب میں کسی کے
نہیں اس سے کوئی رذالت زیادہ

فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو
اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زباں سے

نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ
مصیبت کا ایک ایک سے احوال کہنا
مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ
پھر اوروں کی تکتے پھروگے سخاوت
جتاؤ نہ اپنی سخاوت زیادہ
فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

بنتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام وحشی
الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں
فضل و ہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

نہیں خالی ضرر سے وحشیوں کی لوٹ بھی لیکن
حذر اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی
کمال کفش دوزی علم افلاطوں سے بہتر ہے
یہ وہ نکتہ ہے جسکو سمجھے مشائی نہ اشراقی
رہی دانائی آخر غالب آکر پہلوانی پر
گئے چھین مال سب چینی و فرغانی و قبچاقی

جو چھپاتے ہیں حق اندیشۂ رسوائی سے
گھات میں انکے لگی بیٹھی ہے رسوائی بھی
دوست گر دوست نہ ہو دوست ہے تو بھی لیکن
بھائی گر دوست نہ ہو تو نہیں کچھ بھائی بھی
دل غنی رکھتے ہیں بے دولت دنیا جو لوگ
تیور انکے کبھی تو دیکھ کہ شرمائی بھی
عقل اور حسن پہ جنکے بھری مجلس ہو گواہ
انکو خود رائی بھی پھبتی ہے خود آرائی بھی

بہرحال حالی کا یہ خیال بالکل صحیح تھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ شعر کی دلاویزی کا اثر پند و نصائح کی تلخی کو دور کر کے اسکو مرغوب اور گوارا بنا سکتا ہے اور اسطرح ایک کڑوی اور بد مزہ دوا بیمار قوم کے حلق میں بآسانی ڈالی جا سکتی ہے جسکو وہ بخوبی قبول کر لیگی اس بیان کی تائید میں حالی کے خود الفاظ کو یہاں پر بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا کہتے ہیں "قوم کی حالت تباہ ہے عزیز ذلیل ہو گئے ہیں شریف خاک میں ملتے ہیں علم کا خاتمہ ہو گیا ہے دین کا صرف نام باقی ہے افلاس کی گھر گھر پکار ہے پیٹ کی چاروں طرف دہائی ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں..... علما جنکو قوم کی اصلاح میں بہت دخل ہے زمانے کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے ناواقف ہیں..... ہر چند لوگ بہت کچھ لکھ چکے ہیں مگر نظم جو کہ بالطبع سب کو مرغوب ہے اور خاص کر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے، قوم کے بیدار کرنے کیلئے ابتک کسی نے نہیں لکھی" باایں ہمہ قدامت پسندوں نے اسی بنا پر حالی پر خوب خوب اعتراض کئے انکا اعتراض بھی ایک حد تک بے بنیاد نہ تھا اسلئے کہ مذاق کی ایک سرے سے تبدیلی خصوصاً

ان لوگوں کو جو بہر اپنی لکیر کے فقیر تھے، ضرور شاق گزری ہوگی۔

"دیوان حالی" کی ایک اور ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ مولانا قوم کی حالت پر ہر وقت اشکبار رہتے ہیں یہ بات خواہ بالقصد رہی ہو، یا یہ کہ انکے بس سے باہر اور انکی طبیعت کا جزو بن گئی ہو، تاہم یہ امر صرف قابل معافی ہی نہیں بلکہ لائق ستائش بھی ہے لیکن ہر شاعر کیلئے یہ امر موزوں اور سود مند نہیں ہو سکتا حالی کے لئے البتہ یہ مباح ہے۔ کیوں کہ وہ قوم کے درد میں اتنے ڈوبے ہوئے ہیں اور قوم کا خیال انکے دل پر اتنا مسلط ہے کہ انہیں دوسرے خیالات کے اظہار کی مہلت نہیں ملتی۔

مولانا حالی کی غزلیں جو شامل دیوان ہیں دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں (۱) ایک تو وہ ہیں جو اصلاح قوم کا خیال پیدا ہونیکے بعد لکھی گئیں اور اپنے وضع کردہ قوانین کے ثبوت میں تمثیلاً پیش کی گئیں ہیں (۲) دوسرے وہ منتخب غزلیں ہیں جو اس سے قبل لکھی گئیں تھیں اور اس نو ساختہ قانون کی میزان میں پوری اتریں ہم پہلے قدیم غزلوں کا ذکر کرینگے انمیں بعض اشعار تو ایسے ہیں جو قدیم مذاق کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت بلند پایہ ہیں اور انمیں کوئی نقص نکالا نہیں جاسکتا۔ یہ غزلیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ اگر حالی پرانی طرز پر بھی اڑے رہتے تو وہ اچھوں کا مقابلہ کرتے بہر حال سادگی دونوں رنگ کی غزلوں میں بدرجۂ امتیاز پائی جاتی ہے۔ لیکن جدید غزلوں میں تو سادگی کی انتہا کر دی ہے۔ البتہ قدیم غزلوں میں سادگی کے ساتھ زبان کی صفائی و چستگی اور روزمرہ الفاظ کی آمیزش نے انداز بیان میں ایک لوچ پیدا کر دیا ہے ذیل میں بطور ثبوت چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں:۔

قدیم غزلیں

تم نے کیوں وصل میں پہلو بدلا ٭ کسکو دعویٰ تھا شکیبائی کا
بزم دشمن میں نہ جی سے اترا ٭ پوچھنا کیا تری زیبائی کا

اغماض چلتے وقت بھی دستور تھا ٭ رو رو کے ہمکو اور رلانا ضرور تھا
روز وداع بھی شب ہجراں سے کم نہ تھا ٭ کچھ صبح ہی سے شام بلا کا ظہور تھا

خلش اور دلمیں سوا ہو گیا ٭ دلاسا تمہارا بلا ہو گیا
وہ امید کیا جسکی ہو انتہا ٭ وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا
ہوا رکتے رکتے دم آخر فنا ٭ مرض بڑھتے بڑھتے دوا ہو گیا
سمجھتے تھے جس غم کو ہم جانگزا ٭ وہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا

اب وہ اگلا سا التفات نہیں ٭ جس پہ بھولے تھے ہم وہ بات نہیں
مجھکو تم سے ہے اعتماد وفا ٭ تمکو مجھ سے پر التفات نہیں

وفا اغیار کی اغیار سے سن ٭ مری الفت در و دیوار سے پوچھ
دلوں میں ڈالنا ذوق اسیری ٭ کمند گیسوئے خمدار سے پوچھ
دل مہجور سے پوچھ لذت وصل ٭ نشاط عافیت بیمار سے پوچھ
فریب وعدۂ دلدار کی قدر ٭ شہید خنجر انکار سے پوچھ

تصور میں کیا کرتے ہیں جو ہم ٭ وہ تصویر خیال یار سے پوچھ

بہت لگتا ہے دل صحبت میں اسکی ٭ وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے
بناوٹ سے نہیں خالی کوئی بات ٭ مگر ہر بات میں اک سادہ پن ہے
عدو سے بات محفل میں نہ کرنی ٭ جو سچ پوچھو تو جاسوس ظن ہے

جدید غزلیں

بہت یاں ٹھوکریں کھائی ہیں ہمنے ٭ بس اب دنیا کو ٹھکرانا پڑیگا
دل اپ صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے ٭ ہمیں یاروں سے شرمانا پڑیگا
زمانہ کر رہا ہے قطع پیوند ٭ وفا سے ہمکو پچتانا پڑیگا

کبتک اے ابر کرم ترسائیگا ٭ منہ کبھی رحمت کا بھی برسائیگا
کیل کچھ اے نخل وفا تجھ میں نہیں ٭ جو لگائیگا تجھے پچتائے گا
ابر و برق آئے ہیں دونوں ساتھ ساتھ ٭ دیکھئے برسیگا یا برسائیگا

جیتے جی اب نہ اے تصور قمر گان یار بس ٭ کافی ہے خار خار غم روزگار بس
یہ غم نہیں ہے جسے کوئی بٹا سکے ٭ غمخواری اپنی رہنے دے اے غمگسار بس
ڈرتے ہے دلوں کہ تھا امید بھی یہی نجات ٭ آئے سیائے گردش لیل و نہار بس

اے بہار زندگانی الوداع ٭ اے شباب اے شادمانی الوداع
اے بیاض صبح پیری السلام ٭ اے شب قدر جوانی الوداع
روزگار ضعف و سستی الصلا ٭ وقت سعی و جانفشانی الوداع
فرصت عشق و جوانی الفراق ٭ دور عیش و کامرانی الوداع

کی نصیحت میری طرح ناصح ٭ اور اک بس ملا دیا بس میں
جس سے نفرت ہے اہل نعمت کو ٭ وہی مفلس ہے چشم مفلس میں
جانور، آدمی، فرشتہ، خدا ٭ آدمی کی ہیں سینکڑوں قسمیں

بری اور بھلی سب گزر جائیگی ٭ یہ کشتی یونہی پار اتر جائیگی
ملیگی نہ ملاح یہ دن سدا ٭ کوئی دن میں گنگا اتر جائیگی
ادھر ایک ہم اور زمانہ ادھر ٭ یہ بازی تو سو سو سے ہر جائیگی
سنینگے نہ حالی کی باتیں صدا ٭ یہی ایک دن کام کر جائیگی

(۳)

حالی نے نثر کی طرف بھی قلم اٹھایا، مگر وہ اس راستے کے مرد میدان ثابت نہیں ہوئے حق یہ ہے کہ وہ فطرۃً شاعر پیدا ہوئے تھے اور بہ حیثیت شاعر دلبر سخن لیکر انھیں اسی پر قانع ہو جانا چاہئے انکی تصانیف (نثر میں بھی حالی کی کتابیں لکھی گئیں اور "حیات سعدی" اور پھر مقدمہ شعر و شاعری ہے) جو دو سو یا اس سے زاید اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں کتابیں صحیح، سلیس، اور بامحاورہ اردو میں لکھی گئی ہیں اس سے زیادہ تعریف کی وہ مستحق نہیں ہیں حالی کی نثر نہ تو آزاد کیطرح ترنم ریز اور پر اثر، اور دلنشیں ہی ہے اور نہ مولوی نذیر احمد کیطرح پھبتی ہوئی، نکیلی اور زہریلی ظرافت میں ڈوبی ہے لیکن ایک دوسری حیثیت سے گرانقدر ہے۔ یہ بہ حیثیت مضمون ہے نہ بہ حیثیت عبارت "حیات سعدی" میں حالی نے اپنی بساط کے مطابق ایک شدید ضرورت کو پورا کیا ہے، اور "مقدمہ" میں حقیقی شاعری کے مفہوم کو صاف صاف سمجھایا ہے۔ غرض سطح سے حالی نے ہمارے معلومات کے اضافہ میں ایک زبردست

حصہ لیا ہے۔ خصوصاً محض اردو داں پبلک کیلئے انہوں نے ایسا ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ جہاں تک اسکی رسائی ناممکن تھی یعنے بہ الفاظ دیگر، عوام کے سامنے شاعری کا مطالعہ شعرائے عرب، یونان اور انگلستان کے خیالات کا گلدستہ پیش کیا ہے۔ جسے وہ بغور دیکھیں اور بہ آسانی پڑھ سکیں اس مقدمہ سے اور معلومات کے قطع نظر، ہمیں اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ حالی نے ملکی ادبیات کا عام اس سے کہ وہ جدید طرز میں ہوں یا قدیم میں کس غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اور کس خوبی سے قدامت پسندوں کے کلام پر وہ منصفانہ اور تنقیدی نظر ڈال سکتے ہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ حالی نے قدیم طرز کو فطری مذاق یا رجحان کی کمی کے باعث ترک نہیں کیا، بلکہ انہوں نے دیکھا کہ قوم کی فلاح و خوش آئند مستقبل کا راز اسی طرز نو کے اختیار کرنے میں مضمر ہے۔

مولانا کے آخری دور کے تصانیف میں وہ کتاب بھی شامل ہے جسمیں غالب کی زندگی کے حالات، اور انکے فارسی اور اردو کلام پر تنقید ہے اردو ادب میں یہ ایک نئی اور بیش قیمت چیز ہے اور تنقیدی حصہ اس قابل ہے کہ غالب کے مداح اسے بغور پڑھیں۔ مولانا نے سرسید کی لائف بھی لکھی ہے اور غالباً نثر میں یہ حالی کی بہترین کتاب ہے۔

(۴)

بہ حیثیت شاعر حالی کے رتبہ اور پایہ کا ادبی تخمینہ لگانا، اگر دشوار امر نہیں، تو کم سے کم ایک نازک مسئلہ ضرور ہے۔ اگر خوبی کا معیار خلوص، زبان کی صفائی، طرز بیان کی برجستگی، اور فطری آمد پر رکھا جائے تو حالی کے ہمعصروں میں انکا کوئی شریک یا دعویدار نہیں ہوسکتا۔

لیکن اگر ہندوستان کے عام میلان اور غلط احساس کے مطابق، ہم حالی کو اس حیثیت سے دیکھیں کہ وہ کتنے اصناف سخن پر قادر ہیں انہوں نے کہاں تک مبالغہ آمیز تشبیہوں، استعاروں اور صنائع لفظی و معنوی سے کام لیا ہے تو اندیشہ ہے کہ اس نقطۂ نظر سے حالی کا شمار درجہ دوم کے شعرا میں بھی مشکل ہوسکیگا۔ آیا انکا کلام ہماری زبان کا سرمایہ افتخار رہیگا؟ اس کا تصفیہ زمانہ کرے گا اور اسمیں شک نہیں کہ ابھی تک صورت امید افزا نظر آتی ہے اسلئے کہ انکا کلام دن بدن عام اور مقبول ہو رہا ہے۔ ہماری سیاسی، و اخلاقی ترقی میں حالی کے کلام نے زبردست حصہ لیا ہے۔ شعرا انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں شاعری کو جو اب تک حولناکی، سوقیانہ عشق و عاشقی کے جذبات کی ترجمان تھی، جو خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز تھی، اصلاح قوم اور ملکی و قومی ترقی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کیجارہی ہے۔ اس موقع پر حالی کا ہندوستان کے بہترین موجودہ شاعر علامہ سر محمد اقبال سے مقابلہ کرنا بے سود نہ ہوگا، دونوں نے قوم کی اصلاح، اسکی فلاح و بہبود کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ دونوں قومی درد سے لبریز ہیں لیکن پھر بھی دونوں کا مقصد ایک ہے۔ مگر اسلوب دونوں کا جداگانہ ہے۔ حالی کی شاعری میں خلوص ہے، درد ہے، سوز و گداز ہے، مگر د

چیز نہیں جو انسان کو آمادۂ عمل کر دے۔ حالی کی شاعری میں پیغام بیداری ہے، مگر دعوت عمل نہیں وہ نیند کے ماتوں کو خواب غفلت سے جگا دیتے ہیں، انھیں اپنی پست حالی سے تنبیہ کرتے ہیں۔ لیکن انکی شاعری سراپا یاس و ناکامی ہے لہذا یہی اثر قوم کے دل پر بھی ہوتا ہے وہ اپنی ذلت، تباہی، نکبت، اور پست عنصری کا احساس کرنے لگتی ہے لیکن ساتھ ہی اتنا مایوس ہو جاتی ہے کہ خود کو میدان عمل میں حصہ لینے کے قابل نہیں سمجھتی۔ اقبال بھی قوم کی تباہی پر اشکبار رہتے ہیں، وہ قوم کی تباہ حالت کے نوحہ خواں ہیں۔ یاس اور اداسی انکی بھی شخصیت اور ذات شعر کا ایک جزو ہے، مگر وہ یاس سے کبھی مغلوب نہیں ہوتے اور نہ اسکی جھلک انکی شاعری میں پائی جاتی ہے۔ امید و آرزو انکے ہر شعر میں خواہ وہ درد سے لبریز ہی کیوں نہ ہو، برابر پائی جاتی ہے جہاں حالی کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ ہماری قومیت یونہی مٹتے مٹتے صفحہ ہستی سے ایکبارگی ناپاید نہ ہو جائے، اقبال ہمیشہ اسکے خلاف نوید مسرت و امید سناتے ہیں جہاں حالی انتہائے یاس میں یہ کہتے ہیں۔

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

اقبال فاتحانہ انداز میں کہتے ہیں۔

تو نہ مٹ جائیگا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

جہاں حالی بالکل مایوس ہو کر دردبھری آواز میں یہ حوصلہ شکن پیغام دیتے ہیں کہ ہماری حالت کچھ ایسی دگرگوں ہو گئی ہے کہ ہزار کوشش و تدبیر عمل میں لائی جائے لیکن ہمارا ابھرنا اب قریب قریب محال ہے۔

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر یہی منظور خدا ہے

اور آخر کار کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا تو قوم کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔

وہ ہے مالک ڈبوئے خواہ ترائے
چارہ یاں کیا ہے غیر عجز و نیاز

اقبال ایسے موقع پر بھی نا امید نہیں ہوتے۔ وہ قوم کی ڈھارس باندھتے ہیں، اطمینان دلاتے ہیں کہ انسان کو کسی حالت میں نا امید نہ ہونا چاہئے، اسلئے کہ اولاً تو ہر کامیابی میں فتح و ظفر کا راز پنہاں ہے۔

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بلکہ ایسے ہی موقع پر اپنی رگ حمیت و قوت عمل کو جوش میں لانا چاہئے۔

کیوں ہراساں ہے صہیل فرس اعدا سے
نور حق بجھ نہ سکیگا نفس اعدا سے

دوسرے یہ کہ شان مردانگی اسمیں ہے کہ انسان کبھی پست ہمت نہ ہو۔ بہت ممکن ہے کہ مالک حقیقی کی اس چھیڑ چھاڑ میں ہماری قوت سیرت، ہمارے استحکام۔ ہماری اولوالعزمی،

اور ہماری ستیزہ کاری کا امتحان مقصود ہو۔

تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خود داری کا

یہی وجہ ہے کہ مشیت ایزدی ہر طرح سے ہمیں آزمانا چاہتی ہے مختلف صبر آزما اور حوصلہ شکن اسباب میں ہمیں الجھاتی ہے وہ دیکھنا چاہتی ہے کہ ہم کہاں تک اپنی دھن کے پکے، ہمت کے پورے، اور سختیاں جھیلنے کے لئے آمادہ ہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیائے مادیت ہمارے خلاف ہے لیکن پھر بھی ہم برابر مقابلہ کرنے اور سر دینے کیلئے تیار رہتے ہیں

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسیکو پھر کسیکا امتحاں مقصود ہے

اگر منشاء ایزدی اسمیں ہے کہ ہم اپنے جوہر ذاتی دکھلائیں تو پھر تامل کس لئے؟ " امتحان اور بھی باقی ہے تو یہ بھی نہ سہی۔"

بہر حال اس مقابلہ سے یہ مقصد نہیں ہے کہ حالی کی وقعت پبلک کی نظروں میں گھٹائی جائے۔ کہنا صرف یہی ہے کہ حالی ہوں یا اقبال، دونوں نے قوم و ملک پر بیحد احسان کیا ہے نہ صرف ہم بلکہ ہماری زبان بھی انکی سپاس گزار ہے۔ اقبال کو اگر ہم حالی پر ترجیح دیں تب بھی یہ ماننا پڑیگا کہ اس طرز خاص کا اگر موجد نہیں تو کم سے کم رواج دینے والا تو حالی ضرور ہے۔ حالی ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے کہ انہیں وہ سہولتیں جو اقبال کو حاصل ہیں، نصیب نہ ہوئیں۔ اسکے قطع نظر بھی، حالی نے ایسے زمانہ میں آنکھیں کھولیں جبکہ ہندوستان میں چاروں طرف اداسی اور مردنی چھائی ہوئی تھی پس انہوں نے قوم کو اس خواب سے جبکہ وہ گھوڑے بیچے سو رہی تھی، جگایا اور اس کے دل میں احساس پیدا کیا۔ اقبال نے اس کو لذت عمل سے آشنا، زمانے کے نشیب و فراز اور مسئلہ جہد للبقاء سے آگاہ کر دیا۔ محبت، اتفاق، رواداری، قومیت، اور معاشرت کے گر سکھلائے، اور کہا زمانہ بات کا مقتضی ہے کہ طرز کہن کو جلد خیرباد کہا جائے ؎

کیف باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر (اقبال)

ابوطاہر عبدالواحد
ایم اے

زنگاری یا جپسی جماعت کے دلچسپ حالات
اور
اس کا تعلق سرزمین ہند سے

(پیوستہ)

تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ملک فلاخیا میں زنگاری سنہ ۱۴۲۱ء میں پہونچے، یہ وہ زمانہ تھا جب شاہ دان زد اول باتو خان مغل کی حکومت سے آزادی نصیب ہوئی تھی، اور اس نے سلطنت فلاخیا کی بنیاد ڈالی تھی۔ بعد کو سلطان محمد اول نے سنہ ۱۴۱۳ء میں اس سلطنت کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ اسی زمانہ میں زنگاریوں نے ہنگری میں کثرت سے سکونت اختیار کی۔

سنہ ۱۴۱۷ء میں اس قوم کی ایک جماعت بحر شمالی کے سواحل پر سکونت پذیر ہوئی اور وہاں اسنے یہ مشہور کیا کہ وہ مصر سے آئے ہیں اور سات سال تک سفر کرتے رہے ہیں حکومت نے ان کے لئے ہر قسم کی آسانی بہم پہونچائی لیکن بعد کو انہوں نے ملک میں فساد پھیلانا شروع کیا اس لئے حکومت نے انکو سخت سزائیں دیں و خارج البلد کردیا، یہی وہ زمانہ ہے جب سے اس قوم کی تاریخ میں شقاوت اور مصیبت شروع ہوتی ہے۔

چونکہ زنگاری لوگ سلطنت عثمانیہ سے گئے تھے اسلئے انکے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ ترکوں کے جاسوس ہیں، اس اثناء میں انکے مصائب گو کچھ کم ہو گئے تھے، لیکن سنہ ۱۵۱۰ء، سنہ ۱۵۴۸ء اور سنہ ۱۷۲۵ء میں انکے خلاف شدید احکام کی پھر تجدید ہوئی اور سنہ ۱۷۲۵ء میں فریڈرک ولیم اول نے یہ حکم صادر کیا کہ اس جماعت کے ہر فرد کو جسکی عمر ۱۸ سال سے زیادہ ہو پھانسی دیدی جائے ۹ رمئی سنہ ۱۷۲۶ء کو سلطنت روس کی طرف سے یہ حکم صادر

کیا گیا کہ آٹھ روز کے بعد جو زنگاری ملک میں پایا جائیگا گرفتار مقید کرلیا جائیگا مردوں کے گولی ماردی جائیگی اور عورتوں کے کوڑے لگائے جائیں گے۔ روس اور پولونیا میں یہ قوم جرمنی ہو کر گئی تھی۔

اسکانڈنیویا میں بھی انکے اخراج کے احکام صادر ہوئے، جنمیں تصریح تھی، کہ اگر کوئی زنگاری پھر واپس آئیگا تو قتل کر دیا جائیگا۔ اطالیہ و فرانس میں بھی ان کو رہنے کی اجازت نہ دیگئی، سنہ ۱۴۹۵ع میں یہ لوگ ادہر اودہر پھر لیے رہے اور سنہ ۱۵۰۰ تک انکی تعداد اسقدر کم ہوگئی کہ ان کا اخراج آسان ہوگیا اور آخر کار ۶ دسمبر سنہ ۱۸۰۲ع کو تمام زنگاری گرفتار کرکے ساحل افریقہ پر بھیجدیے گئے۔

انگلستان میں بھی ان کے ساتھ یہی عمل کیا گیا اور ہنری ہشتم نے ان کے اخراج کا حکم صادر کیا لیکن وہاں کے نظام حکومت نے بادشاہ کے اس حکم کو نافذ نہیں کیا اور اٹھارویں صدی میں ان کی تعداد دو یا ایک لاکھ تک پہونچگئی۔

اسپین میں سب سے پہلے یہ سنہ ۱۴۴۷ع میں آئے اور شہر برشلونہ میں قیام کیا۔ اہل اسپین انھیں یونانی سمجھتے تھے، کیونکہ یہ لوگ یونانی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ کارلوس ثالث نے انکو سرکاری ملازمت دی اور اپنی صنعت و حرفت میں مشغول ہونے کی بھی اجازت مرحمت کی لیکن زنگاری سرکاری ملازمت سے خوش نہ تھے کیونکہ اس سے انکی فطری آزادی چھنتی تھی اور انہیں اپنے قدیم اخلاق و عادات کو چھوڑنا پڑتا تھا

حکومت ہنگری نے انکے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ خاص رعایتیں بھی روا رکھیں۔ یہاں یہ لوگ آزادی سے اپنی زبان اور قومی خصائص کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئے اور سارے یورپ میں ہنگری ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں وہ امن سے زندگی بسر کرسکتے تھے یہاں انکی جماعتیں سنہ ۱۴۱۶ع سے بھی پہلے آگئی تھیں۔

فرانس میں سب سے پہلے یہ سنہ ۱۴۲۷ع میں آئے اور پیرس میں قیام کیا یہاں آکر انہوں نے بیان کیا کہ وہ مصر کے عیسائی ہیں اور مسلمانوں کے مظالم سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں چونکہ ان کی بعض جماعتیں بوہیمیا کیطرف سے آئی تھیں اسلئے اہل فرانس انکو اہل بوہیمیا بھی کہتے ہیں

اب انکی ایک بڑی جماعت روس میں پائی جاتی ہے جہاں یہ لوگ گھوڑوں کی تجارت کرتے ہیں اسی طرح انگلستان میں بھی پھیلے ہوئے ہیں یہاں کے زنگاری یا جپسی زیادہ خوبصورت ہیں انکی ہر جماعت کا ایک رئیس ہے اور وہی سارا انتظام کرتا ہے بعض قبائل میں انکی رئیس عورت بھی ہوتی ہے جسے وہ ملکہ کہتے ہیں سنہ ۱۸۶ع میں ان کی ایک ملکہ نے جس کا نام استیر تھا، سیاسیات میں بھی حصہ لیا تھا انگلستان میں سنہ ۱۸۸ع سے ان کی ایک علمی انجمن قائم ہے جس کے ممبر سنہ ۱۸۹۱ع میں ستر تک پہونچ گئے تھے اور اپنی جماعت کے نام سے وہ ایک سیاسی پرچہ بھی نکالتے تھے۔

ان کی ایک جماعت نے امریکہ کی طرف بھی ہجرت کی

اور یہاں نسبتاً انہوں نے زیادہ بلند معاشرت اختیار کی ۱۸۸۸ء میں یہاں انکی پیر ایک عورت تھی جس کا نام منلیڈا تھا۔

مذہبی حالت

ان کے مذہبی حالات پردہ خفا میں ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ انکا کوئی مذہب نہیں ہے، کیونکہ انکی عادت ہے کہ جن لوگوں کے درمیاں رہتے ہیں، اپنے تئیں انہیں کا ہم مذہب ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ مگر انکے ہاں بعض مخصوص مراسم پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مردہ کے تمام کپڑے جلا ڈالنا، اس کے برتن پھوڑ دینا۔ خدا کو یہ لوگ دیوول کہتے ہیں۔ جو غالباً سنسکرت لفظ دیوس یا دیاس کی مسخ شدہ صورت ہے، انہوں نے اپنی زبان میں توریت کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لوگ اپنی عورتوں کی عفت پر بڑا فخر کرتے ہیں، اور اس باب میں بڑی غیرت سے کام لیتے ہیں۔ ان کے بعض مخصوص مصطلحات بھی ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

پیشہ و اخلاقی حالت

ان کا عام پیشہ حدادی ہے، ہنگری کے ایک اسلحہ خانہ کے دفتر میں ایک تحریر ملی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۰۲ء سے ۱۵۲۵ء تک، نیزے، گولے، اسی قسم کی معمولی قسم کی چھریاں گھوڑوں کے نعل اور اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزیں انہیں لوہاروں کی تیار کی ہوئی ہوتی تھیں

کی جاتی تھیں۔

عثمانی فتوحات کے عہد زرین میں جب ہنگری کے مسیحی نظام میں برہمی پیدا ہو کر اس کا بڑا حصہ عثمانی قلمرو میں داخل ہو گیا تھا اس وقت زنگاری قوم کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی، اسی لئے سلطان مصطفےٰ خاں نے حکم نافذ کیا تھا کہ جسقدر زنگاری عثمانی فوج میں داخل ہیں۔ ان سے صرف لوہاری کا کام لیا جائے اور ان کی اخلاقی حالت کی اصلاح کی جائے۔

یہ لوگ عام طور پر بزدل ہوتے ہیں مگر بعض وقات انہوں نے اپنی شجاعت کا بھی غیر معمولی ثبوت دیا ہے ۱۵۵۰ء میں جب پرینی نے دیکھا کہ فوج کم ہو گئی ہے تو اس نے ایک ہزار زنگاری اپنے قدیم محل ناگیڈا (NAGYIDA) کی حفاظت کے لئے مامور کئے اور انہوں نے نہایت شجاعت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے محاصرہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، لیکن بعد کو جب انہوں نے آسٹروی سپہ سالار کے پاس یہ اطلاع بھیجی کہ گر ذخیرہ نہ ختم ہو جاتا تو ہم تم کو زندہ واپس نہ جانے دیتے۔ تو انہوں نے دوبارہ حملہ کر دیا، اور محل کو فتح کر کے تمام زنگاریوں کو قتل کر ڈالا اس واقعہ کی یاد میں زنگاری ایک خاص قسم کا گیت گاتے ہیں جسکو سنکر کوئی زنگاری بغیر آنسو بہائے نہیں رہ سکتا

صورت و لباس

ولکر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جن زنگاریوں نے

یورپ میں سکونت اختیار کی ہے انکا جسم متوسط طول کا ہوتا ہے۔ پیشانی اندر کی طرف دبی ہوی ہوتی ہے چہرہ چوڑا ہوتا ہے اور آنکھیں سیاہ، ان کی داڑھیاں گنجان ہوتی ہیں اور سر پر کثیف بالوں کا ڈھیر ہوتا ہے جو بے ترتیبی سے شانوں پر پڑے رہتے ہیں، انکے دانت سفید اور برابر ہوتے ہیں ان کا رنگ گندمی، مائل بہ زردی، یا مائل بہ سیاہی ہوتا ہے انکی نوجوان لڑکیوں کے حسن وجمال کی تعریف میں سیاحوں نے بہت مبالغہ سے کام لیا ہے اسمیں شک نہیں کہ انکی عورتیں حسین ہوتی ہیں لیکن انکا حسن جلد زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انکی بوڑھی عورتیں بدصورتی میں ضرب المثل ہیں۔

ان کے مرد تنگ پتلون اور چھوٹی صدریاں پہنتے ہیں، سر برہنہ رکھتے ہیں۔ نیلگوں رنگ انکو بہت پسند ہے، سرخ اور سنہرا رنگ بھی انہیں مرغوب ہے انکی عورتیں شانہ پر بڑا رومال ڈالتی ہیں اور مختلف قسم کے زیوروں اور چاندی کے سکوں سے اپنے جسم کو آراستہ کرتی ہیں، ہر عورت کے پشت پر ایک تھیلی ہوتی ہے۔ جسمیں وہ گدائی یا سرقہ کے ذریعہ سے حاصل کی ہوی چیزیں رکھتی ہے ان کے کپڑے پرانے اور میلے ہوتے ہیں، بچے اکثر ننگے رہتے ہیں دوا سے انہیں نفرت ہے، وہ اپنے علاج کے لئے کسی ڈاکٹر یا طبیب کو کبھی نہیں بلاتے بلکہ خود اپنا علاج کرتے ہیں زعفران اور پیاز انکی مخصوص دوائیں ہیں۔

عام حالات

جب یہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو گاڑیوں پر سوار کرا دیتے ہیں اور اپنا سامان بھی انھیں پر رکھ دیتے ہیں۔ جہاں قیام کا ارادہ ہوتا ہے وہاں اپنا خیمہ (جو صرف ایک چادر اور چند لکڑیوں سے عبارت ہے) نصب کر دیتے ہیں اور قریب ہی اپنا گھوڑا باندھ دیتے ہیں۔ خیمہ کے سامنے کھانا پکانے کی غرض سے آگ جلائی جاتی ہے کوئی شخص اگر قریب سے گزرتا ہے تو ان کے بچے اسکو گھیر لیتے ہیں اور بندوں کا تماشہ کرکے پیسہ مانگتے ہیں۔

موسم گرما میں یہ لوگ سیاحوں کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اپنی موسیقی سنا کر ان سے سوال کرتے ہیں جب وہ کسی جگہ قیام کرتے ہیں تو قریب کے دیہات میں چوری کیلئے بھی نکل جاتے ہیں۔

یہ لوگ مردار جانوروں کا گوشت کھانے سے پرہیز نہیں کرتے، راستہ میں جو مرا ہوا جانور انہیں مل جاتا ہے، اسے نہایت شوق سے کھاتے ہیں اتوار کا دن انکے ہاں یوم اللحم کہلاتا ہے، نبیذ اور شراب کی طرف رغبت کم ہے، البتہ تمباکو کا بڑا شوق ہے۔

ان کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ دیہات سے بچے چرا کر لیجاتے ہیں اور انہیں بھیک مانگنے کی تعلیم دیکر اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ الغرض انکے مشغلے دو قسم کے ہیں ایک اچھا جیسے موسیقی، حدادی، سونا صاف کرنا

لکڑی پر کام بنانا وغیرہ اور دوسرا برا جیسے چوری اور مکر و فریب وغیرہ، یہ لوگ گھوڑوں کی بھی تجارت کرتے ہیں اور اسمیں لوگوں کو بہت دھوکا دیتے ہیں۔

ان کی عورتیں ہاتھ دیکھ کر آئندہ حالات بتانے میں بھی مشاق ہوتی ہیں۔ جب یہ کسی گھر میں داخل ہوتی ہیں تو فوراً کسی عورت یا لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اسکی قسمت کے متعلق پیش گوئی کرنے لگتی ہیں امراض نسوانی کا علاج کرنے میں بھی وہ اپنے تئیں بہت مشاق ظاہر کرتی ہیں اور گنڈا تعویذ بھی دیتی ہیں۔

(از نگار)

زمین

زمین بھی خدائے تعالے نے ایک عجیب شے پیدا کیا ہے جس طرح کہ خدا نے دنیا میں ہزاروں چیزیں لاکھوں نعمتیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اسیطرح زمین بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو خدا نے ہمکو عطا کی ہے قلم میں طاقت نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے ذرا غور کیجئے کہ زمین جس پر کہ ہم چلتے پھرتے۔ بستے رہتے ہیں اسکے نیچے خدا نے کیا کیا نعمتیں ہمکو دی ہیں جنکا شمار ہوسکتا ہے نہ گنتی نہ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ انکی نعمتوں کا حساب لگائیں۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا پیتل۔ کوئلہ۔ غرض دنیا بھر کے معدنیات زمین میں موجود ہیں جو ہماری زندگی کا جزو لاینفک بنے ہوے ہیں سونے چاندی سے طرح طرح کے خوشنما زیورات تیار کئے جاتے ہیں۔ جو صنف نازک کی زیب و زینت اور انکی آراستگی بڑھانے میں چار چاند لگا دیتے ہیں اور لوہے اور پیتل سے طرح طرح کے برتن اور مختلف آسائشی چیزیں تیار ہوتی ہیں جو ہمارے استعمال میں آتی ہیں۔

پانی ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ خدا نے زمین میں پیدا کیا ہے کہ جس کے بغیر ہی نوع آدم کا زندہ رہنا ہی محال ہے غرض ہم اپنے ماحول پر غائر نظر ڈالیں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ زمین کی کوئی چیز ایسی نہیں جو بیکار پیدا کیگئی ہو مٹی کو لیجئے جسے ہم نہایت بے قدری سے روندتے اور ایک بیکار چیز خیال کرتے ہیں اسی مٹی سے دنیا میں کیسی کیسی چیزیں تیار کی گئی ہیں۔ یہ بڑے بڑے عالیشان محل اور سر بہ فلک عمارتیں کہ جن کے دیکھنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ ایسی مٹی سے بنے ہوئے ہیں اسکے علاوہ اور ہزاروں آرائشی چیزیں کہ جن سے مکانونکو زینت دیجاتی ہے مٹی ہی کے کرشمے ہیں غرض زمین ایک ایسی کارآمد اور مفید شے ہے کہ اس کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہوسکتا دنیا کا ہر شخص چاہے وہ کوئی سا پیشہ کرتا ہو زمین کا متلاشی رہتا ہے پیدائش دولت کا کوئی کام بغیر زمین کے سرانجام پانا ناممکن ہے مگر قبل اسکے کہ زمین کے متعلق اور کچھ لکھا جائے بہتر ہوگا کہ پہلے زمین کا مفہوم بھی صاف طور پر واضح کر دیا جاتے تاکہ اسکا مفہوم سمجھنے میں مغالطہ نہ ہو کیونکہ معاشین کے نزدیک زمین کے معنی کچھ زیادہ

زمین کا مفہوم لفظ زمین سے مراد عام طور پر تو سطح زمین لیجاتی ہے مگر معاشین کے نزدیک زمین کے مفہوم میں بالائے سطح زمین اور زیر سطح زمین کی چیزیں بھی شامل ہیں۔

بالائے سطح زمین کی چیزوں سے مراد پانی مثلاً جھیل دریا سمندر ہیں۔ اسکے علاوہ ہوا، گرمی اور روشنی کے اثرات جو زمین پر نمودار ہوں۔ یہ بھی زمین کے مفہوم میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔

زیر سطح زمین کی چیزوں سے مراد وہ معدنیات ہیں جو زیر سطح زمین دستیاب ہوتے ہیں مثلاً چاندی سونا۔ لوہا مٹی کا تیل اور وہ پانی جو زمین کے کھودنے سے کنوؤں میں نکلتا ہے۔

اگرچہ کہ بظاہر یہ مندرجہ بالا چیزیں زمین سے بالکل جدا معلوم ہوتی ہیں مگر معاشین نے ان سب کو سطح زمین کے علاوہ زمین کے مفہوم میں داخل کرلیا ہے

زمین کے خواص ساتھ ہی ساتھ زمین کی خصوصیات جاننا بھی ضروری ہے۔ جو نہایت اہم ہیں اور جنکے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ انہیں خصوصیات کی بدولت جو خدا نے اس میں ودیعت کی ہیں زمین کی قدر و قیمت کسقدر بڑھی ہوئی ہے اور اسکی کتنی بڑی اہمیت ہے۔ چاروں عاملین پیدائش میں زمین کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے کیوں کہ بغیر زمین کے پیدائش دولت کا کام انجام پانا ناممکن ہے اور اسی لئے معاشین نے دیگر عاملین پیدائش پر زمین کو فوقیت دی ہے۔

زمین کی سب میں پہلی خصوصیت یہی کہ زمین وجود خلقت اور پیدائش کے لئے لابدی مانی گئی ہے کیوں کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر زمین کا وجود نہ ہوتا تو انسان کسی چیز پر بستے اور رہتے؟ اور پیدائش دولت کے کام کس چیز پر انجام پاتے؟ لہذا زمین پیدائش دولت اور وجود خلقت کے لئے ضروری ہوئی۔

دوسری نہایت اہم خصوصیت زمین کی تعین مقدار و رسد ہے۔ یعنے زمین کے متعلق جتنی چیزیں ہیں انکی مقدار اور رسد معین ہے اور ان میں اضافہ کرنا ناممکن ہے مثلاً یہ امر انسان کے قبضہ سے باہر ہے کہ سونے کی کان میں سے وہ حسب خواہش سونا نکال لے کیوں کہ کان میں سے تو اتنا ہی سونا نکلیگا جتنا کہ خدا نے اسمیں پیدا کردیا ہے۔ اسمیں کمی یا زیادتی کرنا انسان کے قبضہ سے باہر ہے۔ یا کسی ملک کے رقبہ میں اضافہ کرنا کسی ملک کی وسعت اسوقت نہیں بڑھ سکتی جبتک کہ کسی متصل ملک سے کچھ زمین لیکر اسکے رقبہ میں نہ بڑھائی جائے۔ لہذا معلوم ہوا کہ زمین کی مقدار بڑھانا ممکن نہیں ہے۔

تیسری اہم صفت زمین کی غیر منقولیت ہے یعنے زمین غیر منقولہ ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہئے کہ زمین ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیجا سکتی

ع۔ عاملین پیدائش چار ہیں۔ زمین۔ اصل۔ محنت۔ تنظیم

یہ زمین کی نہایت اہم خصوصیت ہے کیوں کہ صرف زمین کی
ان دو صفتوں (تعین مقدار اور غیر منقولیت) کی وجہ
سے زمین کی قدر و قیمت میں روز افزوں اضافہ
ہو رہا ہے۔ اگر زمین میں خدا نے یہ صفت نہ ودیعت
کی ہوتی تو لوگ بہ آسانی دوسرے مقام سے زمین
لاکر اپنی زمین کا رقبہ حسب دلخواہ بڑھا سکتے تھے اور سطح
زمین کبھی گراں فروخت ہونے لگتی جس مقام کا رقبہ محدود
ہوتا ہے۔ وہاں زمین کی قیمت بہت گراں ہوتی ہے
اور اگر قسمت سے وہ مقام موقع پر واقع ہے تو کیا کہنے۔
منہ مانگی قیمت ملی۔ (موقع اور محل کی اہمیت کا ذکر
مفصل طور سے آگے آئیگا)

چوتھی خصوصیت زمین کی تعین پیداوار سے
یعنے پیداوار کی مقدار معین ہے اور اس میں اضافہ
کرنا ممکن نہیں کاشتکار کھیت کو جوتتا بوتا ہے اور اسکے
بعد اس کو جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اسی پر اسکو صبر
اور شکر کرنا پڑتا ہے کیوں کہ وہ یہ تو کر نہیں سکتا
کہ جتنی جی [illegible] کھیت سے پیداوار حاصل کرلے بلکہ اس کا کام
تو صرف جوتنا اور بونا ہے اسکے بعد جو کچھ کہ پیداوار اسکو
ملتی ہے وہ اسی پر اکتفا کرتا ہے۔

پانچویں خصوصیت زمین کی یہ ہے کہ زمین پر
وقت کی سخت قید لگائی گئی ہے۔ کاشتکار زمین کو
جوتنے اور بونے کے بعد یہ تو کر نہیں سکتا کہ جب جی
چاہے اپنے کھیت سے پیداوار حاصل کرلے بلکہ اس کو
مدت معینہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مصارف میں اضافہ
کرکے مقدار پیداوار کو حسب دلخواہ نہیں بڑھا سکتا
اسلئے کہ قانون قدرت نے زمین کی پیداوار کی ایک لازمی
حد قرار دیدی ہے۔ اسلئے علاوہ اسکو فصل موسم
کے لحاظ سے کاشت کرنی پڑتی ہے۔

مندرجۂ بالا زمین کی خصوصیتوں سے واضح ہوا کہ
زمین انسان کے قبضہ اور تصرف سے بالکل باہر ہے
پیداوار میں اضافہ بھی ممکن نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ
جب دل چاہے زمین سے پیداوار حاصل کرلے جیسے
کہ کنوئیں سے پانی نکال لیا جاتا ہے۔

بجز انسان اسکی مقدار میں اضافہ کرسکتا ہے نہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے۔

موقع اور محل کی اہمیت زمین کے بیان
میں اسکے موقع اور محل کی اہمیت بھی بیان کردینی
ضروری ہے۔ یوں تو تمام دنیا میں زمین ہی زمین ہے
مگر ہر زمین کارآمد اور مفید نہیں ہوسکتی بلکہ زمین کا
ایک خاص موقع اور محل پر واقع ہونا ضروری ہے
نہ صرف دستکاروں کو بلکہ کاشتکاروں کو بھی زمین کے
موقع اور محل کا بہت بڑا خیال رہتا ہے۔ دستکار بجائے
اسکے کہ اپنی دوکان جنگل میں کھولے وہ ایسی زمین اپنی
دوکان کیلئے تلاش کرتا ہے جس کا موقع اور محل اچھا ہو
اور اسکو دیگر ضروری سہولتیں بہم پہنچنے میں آسانی ہو
مثلاً پیداوار خام کا حصول آسانی سے ہوتا ہو اور مصنوعات کو بہ آسانی
فروخت کرسکتا۔ یا بہ الفاظ دیگر یوں کہیئے کہ وہ اپنی دوکان
شہر میں کھولنی چاہتا ہے۔ (باقی آئندہ)

از محمد خلیل اللہ خان متعلم ایف اے عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن

النور

یہ رسالہ کا ایک علمی، ادبی، اخلاقی، تاریخی، ماہواری رسالہ ہے جو
۴۲ صفحوں پر زیر ادارت حکیم مولانا ابو الفتوح سید محمد باقر حسینی طارق
ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ سے پابندی وقت شایع ہو رہا ہے اس قلیل عرصہ میں
اس نے جو کچھ شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے وہ ظاہر ہے اسمیں حیدرآباد دکن
کے مشہور معروف علماء و مشایخ و پروفیسرں کلیہ جامع عثمانیہ کی اعلیٰ مضامین
نظم و نثر زیب صفحات ہوتے ہیں۔ اس علوم و فنون کے جواہر ریزوں کا کسی اور
طریقہ سے معلوم دستیاب ہونا مشکل ہے امید کہ علم دوست حضرات اسکے مطالعہ سے اپنے
دائرہ معلومات کو وسیع فرمائینگے لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت سالانہ کاغذ
قسم اول قسم دوم ۲ عا ششماہی اعہ ا ۱ عہ مع محصولڈاک نمونہ کا پرچہ ۳ پیسے کے
ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔ منیجر رسالہ النور شاہ علی بنڈہ محلہ قاضی پورہ حیدرآباد دکن

مفت

مخبر عالم مراد آباد

مخبر عالم ہفتہ وار رسالہ ہندوستان کا ایک مشہور و معروف ۴۳ سال کا پرانا
اخبار ہے جسمیں واقعات ورائیں علمی و تاریخی مضمون شاہیر عالم انسوانیاد رکھنے کی باتیں
عالم طب تجارت استفسار، شعر و سخن اور ظرافت کے مقررہ عنوان کے علاوہ قابلقدر
ملکی سیاسی تمدنی اور معاشرتی مضامین عربی اخبارات کے تراجم اسلامی خبریں
خلاصہ گورنمنٹ گزٹ واقعات عالم اخبار ملک اور ہفتہ بھر کی مختلف خبریں درج ہوتی ہیں
جسکی چھہ روپیہ ۱۲ سالانہ قیمت ہے ایکسال تک بالکل مفت نسبتاً طلبیہ مخبر عالم
بک ایجنسی کی فہرست سے صرف دس روپیہ کی کتب خرید کیجائیں فہرست کتب اور نمونہ اخبار
مفت طلب فرمائیے ایجنٹوں اور نامہ نگاروں کو خط و کتابت کرنا چاہیئے۔

مینجر مخبر عالم مرادآباد (یو۔ پی)

دلکش

ادبی دلفریبیوں اور رنگینیوں کا مخزن تھکے ہوئے دماغوں کیلئے تفریح کا سامان
علاج رنگین مزاجوں کیلئے ظرافت کا چشمہ تشنگان مخزن کیلئے
خضر راہ شاعری کے وجد آفریں انتخاب کا مجموعہ دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہے
قیمت اس قدر کم رکھی گئی ہے کہ ہر شخص خرید کر اس سے مستفید ہو سکے
قیمت سالانہ عہ روپیہ نمونہ مفت مضامین اور خط و کتابت
پتہ ذیل ارسال کریں

مینجر رسالہ دلکش لاہور

دنیائے طب میں ایک بیش بہا اضافہ

صوبہ بہار سے ایک شاندار طبی ارگن "مسیحا" کا اجرا

عوام الناس اور خلق خدا کی مشکلات حل ہوگئیں

مسیحا ملک صوبہ بہار و اڑیسہ کا واحد ماہوار طبی ارگن ہے جو زیر ادارت طبیب حاذق
عالیجناب حکیم مولوی عبد المنان صاحب پھلواری شریف جاری
ہو کر اپنے شاندار جذبات سے دنیائے طب میں ایک زبردست ہلچل مچا رہا ہے "مسیحا"
طبیبوں کا رہبر عوام الناس کا مصلح اور مریضوں کا ہمدرد ہے جو ہر ہمدرد طبی
مشوروں سے ملک اور قوم کو خطرات عظیم سے بچاتا رہیگا مسیحا کی ایک خصوصیت
یہ بھی ہے کہ یہ طبی ارتقاء کی تمام کوششوں صرف کرتے ہوئے اطبا ہندوستان کو
عموماً اور اطبا صوبہ بہار کے اندر خصوصاً [illegible] اصول پر [illegible]
سے کام کا عام مذاق پیدا کریگا مسیحا کا مقصد فن طب یونان کا مغربی طب
اور سائنس سے مقابلہ کرنا ہے [illegible] طبی رسالہ نئی شان کے نئے اور دلکش
اسلوب کیساتھ عالم شہود میں [illegible] قوت بیان و تحریر کا بے نظیر
اور طبی شذرات و معارف کا [illegible] طبی [illegible]
کی سطح تک پہنچانے میں [illegible] مسیحا کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ ہندوستان کے
قدیم موجودہ [illegible] اطبا کے خاندانی [illegible]
اور [illegible] شایع کرتا رہیگا [illegible] مسیحا کی قیمت
سالانہ دو روپیہ مع محصولڈاک ہے نمونہ مفت

المشتہر منیجر مسیحا پھلواری شریف پٹنہ

رہبر مزارعین

کیمیا خواہی زراعت کن چہ گفت آنکہ گفت
زرع ثلث و نیش زراعت ثلث باقی ہم زراعت

رسالہ رہبر مزارعین محکمۂ نظامت زراعت سرکار عالی حیدر آباد دکن سے سائینٹفک زرعی معلومات کے ذخیرہ کو لیئے ہوئے ماہانہ شایع ہوتا ہے جسکا چندہ سالانہ صرف دو روپیہ تین آنہ روانہ کرنے پر ایک کاپی نمونتاً مل سکتی ہے امید کہ ملک زرعی ہونیکے اعتبار سے رسالہ کی خریدی فرمائیکر زراعت میں دلچسپی لیجائیگی فقط **ناظم زراعت سرکار عالی حیدر آباد دکن۔**

طبی رسالہ المعالج طبی رسالہ

ماہوار

طب یونانی ویدک اور ڈاکٹری مضامین کا ایک بہترین معقول طبی پرچہ ہے جو عرصہ ۸ سال سے زاید زیر ایڈیٹری حکیم علیم الدین صاحب بھاگیواریہ امرتسر سے باقاعدہ شایع ہو رہا ہے اس میں حفظان صحت کے قوانین متفرق امراض پر خاص خاص مضامین مفرد بوٹیوں کے خواص منافع کشتہ جات نامی گرامی حکماء کے صدری مجربات اور خریداران رسالہ کے سوال و جواب درج کئے جاتے علاوہ ازیں کسی مرض اور خطرناک بیماری کی نسبت خصوصیت سے بحث کیجاتی ہے جس سے ملک کے مشہور و معروف اطباء اسکی علمی امداد فرمار ہے ہیں طبی دنیا کے علاوہ ہر شخص و عام کیلئے ہر دلعزیز پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اگر آپ نے ابھی تک نہ دیکھا ہو تو ایک خط لکھ کر نمونہ مفت منگوا لیں ملاحظہ فرمائیں قیمت سالانہ صرف للعہ آنہ ہے نمونہ مفت ہو ڈاک دو روپیہ سالانہ چندہ دینے والے احباب کو مفت کتاب حسبی ۱۲ امفت دی جاتی ہے۔

مینجر رسالہ المعالج امرتسر پنجاب

نمونہ مفت

مذہبی تبلیغ کا بہترین صحیفہ۔ حیرت انگیز تاریخی واقعات کا آئینہ علمی مضامین کا قیمتی خزانہ۔ نثر و نظم کا عجیب نمونہ طبی اور صنعتی معلومات کا مفید مجموعہ۔ کثیر الاشاعت اور گلہائے بوقلموں کا ہندوستان بھر میں واحد گلدستہ

الکمال ماہی

جو عرصہ سے ملک و قوم کی خدمت کر رہا ہے اور باقاعدہ پابندی وقت پر شایع ہوتا ہے ۴۰ صفحات سالانہ پیش کرتا ہو الاقیمت سالانہ تین روپیہ شش ماہی ایکروپیہ بارہ آنہ

مینجر رسالہ الکمال لاہور

رسالہ نمائش

نمبر ۴	ماہ مئی ۱۹۲۵ عیسوی	ماہ تیر ۱۳۳۴ فصلی	جلد ۴

فہرست مضامین

۱	فن طباعت	دفتر رسالہ	۲۵۵
۲	جوابات	"	۲۵۹
۳	ربراسٹامپ	"	۲۶۱
۴	انگریزوں کی جیب سے روپیہ حاصل کرنا	از زمین و دنیا	۲۶۵
۵	زمین	مولوی محمد خلیل اللہ خانصاحب	۲۶۶
۶	معاشیات اور ہندوستان	مولوی محمد غیاث الدین صاحب	۲۶۶
۷	ایجادات واطلاعات	دفتر رسالہ	۲۶۹
۸	ہمارا نقطہ نظر	"	۲۷۳

ادبیات

۹	سامان تفریح	دفتر رسالہ	۲۷۹
۱۰	نعت	مولوی محمد شمس الدین صاحب منصف	۲۸۰
۱۱	علم دوست خواتین	مولوی محمد عظمت اللہ خانصاحب بی۔ اے	۲۸۱
۱۲	غزلیات	مختلف	۲۸۵
۱۳	خوفناک خزن	مولوی محمد ضیا حسین صاحب فاروقی	۲۸۷

تجارت کا فروغ

تجارت کی دنیا میں آرٹ نے جو امداد دی اس کا پتہ ان تجارتے چل سکتا ہے جنہوں نے انکی بدولت تجارتی منڈی میں اپنی ساکھ قائم کر لی ہے یہ زرین موقع آپکو بھی حاصل ہے ہم سے بورڈ تیار کروائیے پھر دیکھیے کہ گاہک پروانہ وار گرتے ہیں جب جنس اچھی ہو اور اس کا اعلان واضح طور پر ہو تو کیا معنے کہ تجارت میں روز افزوں ترقی نہ ہو ایک دفعہ کا آڈر بہترین کام کی کھلی دلیل ہے

محمد عبد القیوم

گدڑ سٹ موتی محل گنج حیدرآباد دکن

سفیر التجار

منیجر نواب شوفیکٹری ہردوئی لکھتے ہیں۔ اتفاق سے سفیر التجار کا ایک پرچہ میری نظر سے گزرا واقعی اس سے مفید رسالہ آجتک میری نظر سے نہیں گزرا۔ میری دعا ہے کہ خداوند کریم اسکو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ چنانچہ میں اس کا خریدار ہوگیا ہوں اور انشاء اللہ دوسرے بھائیوں کے لئے کوشش کرونگا کہ اسکے خریدار بنکر فائدہ اوٹھائیں۔

نمونہ ۲ کے ٹکٹ پر روانہ ہوتا ہے سالانہ چندہ للعہ

دفتر سفیر التجار صدر بازار دہلی

جب کبھی آپکو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایکمرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائے اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجیے بلکہ لیا ہوا واپس کر دیجیے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے آزمائش شرط ہے۔

ایچ اے عبد علی اینڈ کو بھٹے گلی لعل صاحب حیدرآباد دکن

ارتقاء

جب سے کہ اس نے نیا لباس زیب تن کیا ہے۔ اسکے مضامین میں بھی اعلیٰ ترقی ہوگئی ہے۔ اگر آپنے ابتک اسکو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی ایک پوسٹ لکھکر نمونہ طلب فرمائیے یہ اردو ادب کا ماہوار رسالہ علمی۔ ادبی۔ اخلاقی و تاریخی معاشرتی و تجارتی مضامین کا گلدستہ ہے شوقین گلچین کی ضرورت ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ آزمائیے چندہ سالانہ (للعہ)

مینجر رسالہ ارتقاء بوئن پلی

سکندرآباد دکن

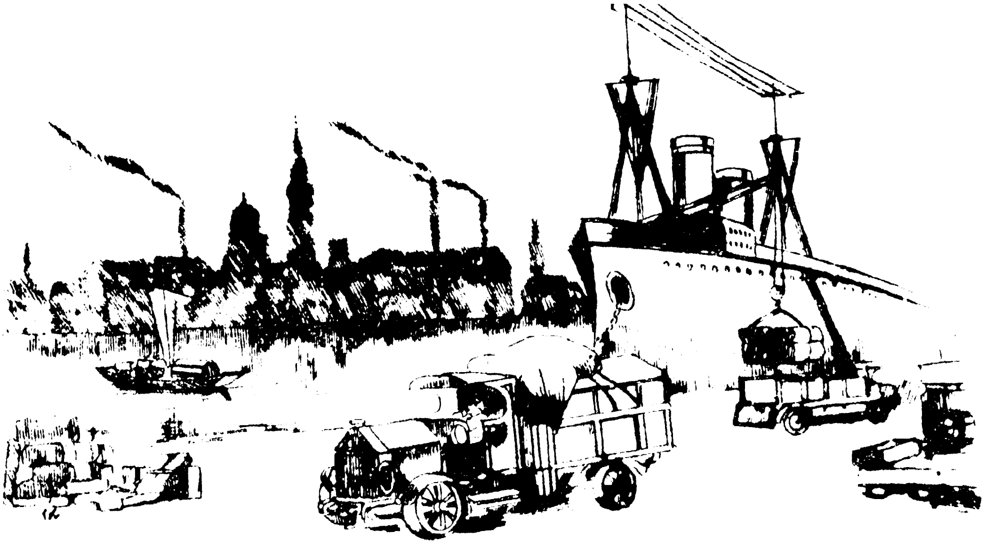

فنِ طباعت

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۳۶)

قبل اس کے کہ بلاک بنانے کے متعلق کچھ لکھا جائے یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس میں کوئی چیز جو بنائی جائے بالکل سیاہ اور سفید ہوتی ہے دوسری وہ جس میں ہلکی گہری لکیریں ہو کر سایہ وغیرہ بتایا جاتا ہے جیسا کہ فوٹو میں۔ اس میں قسم اول آسان ہے۔ کہ جس نقشے کو چھاپنا مقصود ہے۔ یا جو لکیریں چھاپنا چاہئیں وہ ابھری ہوتی ہیں۔ بقیہ جو مقام کہ سفید رکھنا ہوتا ہے وہ نیچے کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ تاکہ جب سیاہی لگائی جائے تو صرف اوس سطح پہ لگے جو ابھری ہوئی ہے۔

اس طریقہ سے جو بلاک بنایا گیا ہے وہ صرف لکیریں صاف دیگا اگر آپ چاہینگے کہ اوسمیں ہلکا بھاری سایہ دکھایا جائے تو اوس کے لئے یہ لازمی ہے کہ بلاک میں بجائے لکیروں کے نقطوں سے کام لیا جائے۔ مثلاً جہاں گہرا سایہ دینا مقصود ہے وہاں بہت قریب قریب نقطے ہوں اور جہاں ہلکا سایہ دکھانا ہے وہاں نقطوں کو ذرا دور دور دیا جائے اب جب اوسکو چھاپا جائیگا تو جہاں نقطے دور دور ہیں وہاں کاغذ کی سطح زیادہ دکھائی دیگی۔

فوٹو کے ذریعہ جو بلاک بنائے جاتے ہیں انکو ہاف ٹون بلاک کہتے ہیں۔ جس کا تمامتر دار و مدار اس پر ہے کہ روشنی ایک ایسی سطح پر جو جلیٹین اور بائی کرومیٹ آف پٹاش کی ہوتی ہے اثر کرتی ہے اور اوس پر تیزاب وغیرہ ڈالنے سے روشنی افتادہ مقامات پہ وہ سطح کو کھود دیتا ہے ہر دو ہاتھ کیلئے اسکے واسطے علیحدہ علیحدہ عمل ہے اور ہم بھی ان کو اسیطرح الگ الگ لکھتے ہیں۔

(۱) جست پر کام کرنا (ZINCOGRAPHY)

جست جس سے کہ بلاک بنایا جاتا ہے یہ تختیاں بنی ہوئی بھی بازار سے مل سکتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ بنی ہوئی خرید کی جائیں

کیونکہ انکی سطح بالکل صاف اور ہموار ہوتی ہے خود تیار کرنے سے اس قدر عمدہ تیار نہیں ہوسکتی۔ البتہ اگر مشین نہ ہو تو یہ تختیاں گھر میں بنالینا زیادہ آسان اور سستا ہے۔ (کوئی سی ایک تختی لو۔ اس پر کسی چکنی یا چیپدار چیز سے کوئی نقشہ بناؤ یا تحریر لکھو (اس کے لئے کاپی کی سیاہی بہت اچھی ہوگی) اور گندھک یا شورے کے تیزاب میں پانی ملاکر اوس پر ڈالدو جہاں پر چکنی سیاہی ہوگی اوس جگہ تیزاب اثر نہیں کریگا اور جس جگہ کچھ نہیں ہے وہاں سے تیزاب جست کو کھالیگا جب خاطر خواہ گہرائی حاصل ہوجائے صاف پانی سے دھو ڈالو بس بلاک تیار ہے۔ اس تختی کو لکڑی پر لگا کر چھاپ سکتے ہیں

(۲) جلیٹن کی سطح

جلیٹن کی سطح جس میں بائی کرومیٹ آف پوٹاش (BICHROMATE OF POTASH) ملی ہوتی ہے اول اول تو جبتک کہ اوسکو روشنی نہ دکھائی جائے پانی کے جذب کرنیکی قوت رکھتی ہے لیکن روشنی دینے کے بعد اسکی یہ قوت کم ہوجاتی ہے۔ انکو مختلف اوزان میں شامل کرکے امتحان کیا گیا لیکن حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(الف) یہ کہ اگر کسی ایسی جلیٹن کی سطح پر کسی تصویر کی پلیٹ سے چھاپا جائے اور پھر اوسکو گیلا کیا جاکر سیاہی کا بیلن دیا جائے۔ جسطرح کہ پتھر کی چھپائی میں دیا جاتا ہے تو جہاں کی سطح پانی کو قبول کرنیکی قوت رکھتی ہے وہاں بہت ہی کم بلکہ برائے نام سیاہی لگتی ہے اور جہاں پانی جذب نہیں ہوسکتا وہاں ضرورت سے زیادہ سیاہی لگ جاتی ہے

(ب) یہ کہ چھپے ہوئی سطح کی مختلف حصوں کو اگر پانی میں ڈبو لیا جائے تو روشنی گرفتہ حصوں سے مقابلتاً دوسرے حصے پھیل جاتے ہیں

(ج) یہ کہ جلیٹن کے وہ حصے جنپر روشنی نے کوئی اثر نہیں کیا ہے۔ اگر اچھی طرح پانی میں بھگوئے جائینگے تو وہاں کی سطح بالکل نکلجاتی ہے۔

(۳) کولو ٹائپ (COLLOTYPE)

متذکرہ تجربہ (الف) سے جو بات معلوم ہوئی اوس سے جس طرح پتھر کی چھپائی کیجاتی ہے چھاپا جاتا ہے جس کو کولو ٹائپ کہتے ہیں (جلیٹن کی سطح بنانیکا طریقہ آگے بیان کیا جائیگا)

(۴) جلیٹن کو بھگو کر چھاپنے کا طریقہ

تجربہ (ب) سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلیٹن کی سطح کو خواہ ابھرے ہوئے یا کھدے ہوئے طریقہ پر چھاپنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ جب کسی پلیٹ سے چھاپی جاتی ہے اور چھاپنے کے بعد پانی میں بھگوئی جاتی ہے تو حصہ جس پر روشنی نے اثر نہیں کیا ہے پھول کر نکل جاتا ہے اب اس پر موم کا سانچہ دبا کر بنا لیتے ہیں۔ اگر کھدی ہوئی سطح مقصود ہو تو بجائے اس کے کہ تصویر کے نیگیٹیو (NEGATIVE) سے بنایا جائے اسکو پوزیٹو (POSITIVE) سے بنانا چاہئے۔

(۵) فوٹو لیتھو گرافی (تمام قسم کی چھپائیوں میں بہترین ہے)

تجربہ (ج) سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ کاغذ پر (جس پر جلیٹن اور بائی کرومیٹ آف پوٹاش چڑھا ہوا ہو) کسی فوٹو کی پلیٹ سے چھاپا جائے اور سیاہی لگاکر اوس کو پتھر پر منتقل کرلیا جائے۔

چونکہ صنعت ان میں پتھر کی چھپائی مروج ہے اور دوسری صنعتوں کو ہونا بہت ضروری ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس کو ہم یہاں ذرا وضاحت سے بیان کریں۔ جلیٹین اور بائی کرومیٹ آف پوٹاش مل کر عجیب اچھی طرح روشنی کھاتے ہیں تو ان میں قوت جاذبہ باقی رہتی ہے اور وہ پانی آسانی سے حل ہو سکتی ہے اور یہی ایک چیز ہے جو فوٹوگرافی میں کام آتی ہے۔ ۱۸۵۵ء میں پیسر (ASSER) نے اسی طرح تصویر کو کاغذ پر چھاپا اور وہ چاہتا تھا کہ اس سے کسی ترکیب سے بہت جلد جلد چھاپا جاسکے۔ تب اسکے خیال میں یہ آیا کہ اگر اس پر چربی کی سیاہی لگاکر پتھر پر اوتارا جائے۔ وہ اس قسم کے تجربہ کر رہا تھا کہ جی ڈبلیو۔ اوسبورن نے بھی اس میں کوشش کر کے حسب ذیل تجربہ کا اعلان کیا کہ "ایک معمولی طرح سے اُلٹے شیشہ کیمرہ میں لگاکر پلیٹ تیار کیا جائے۔ لیکن وہ اسقدر گہری سفید اور کالی ہو کہ جسقدر ممکن ہو سکے۔ اوسکے بعد اوسکو جلیٹین اور بائی کرومیٹ والے کاغذ پر چھاپ کر چربی کی سیاہی لگائی جائے اور پھر اوسکو گرم پانی میں ڈال کر جلیٹین کے اون حصوں کو دھو ڈالا جائے جہاں روشنی نہیں پڑی ہے جس سے سیاہی صرف ان مقامات اور لکیروں پر رہ جائیگی جو تصویر یا نقشے کے متعلق ہونگی۔ اسکو پتھر پر معمولی طریقے سے اتارا جاسکتا ہے"۔ ۱۸۶۰ء میں کرنل سر ایچ جیمس نے طریقہ ساؤتھ ایمپٹن جاری کیا جو حسب ذیل ہے:۔

فوٹوگرافی کے لئے کاغذ تیار کرنا

اول تین اونس نلسن جلیٹین NELSON'S FINE AMT (GELATIN) چالیس اونس پانی میں اچھی طرح گھول لیا جائے اور دو اونس بائی کرومیٹ آف پوٹاش (BICHROMATE OF POTASH.) کو دس اونس پانی میں گھول کر ان دونوں کو ملا لیا جائے اور چھان لیا جائے کاغذ ایسا لیا جائے جو ذرا سخت ہو اور بالکل کھردرا اور دانہ دار نہ ہو۔ اب اس کاغذ کو اوس پر ڈال کر تین منٹ تک اس طرح تیرایا جائے کہ تمام سلوشن اچھی طرح کاغذ پر چڑھ جائے اور پھر اندھیری کوٹھڑی میں سوکھنے کے واسطے لگا دیا جائے سوکھ جانے کے بعد پھر اوسکو ایک مرتبہ اسی طرح سلوشن چڑھا کر خشک کیا جائے۔ لیکن یہ خیال رکھا جائے کہ جس طرف سے پہلے لٹکایا تھا اب کے اوسکے مخالف طرف سے لٹکا کر خشک کیا جائے۔ خشک ہو جانے کے بعد پریس میں رکھکر ایک زبردست داب دیجائے تاکہ اوسکی سطح بالکل ہموار ہو جائے۔

یہ اول ہی بیان کر دیا گیا ہے کہ پلیٹ (NEGA-TIVE) نہایت گہرا سیاہ اور سفید ہونی چاہیئے تاکہ جہاں سفیدی درکار ہو وہاں پلیٹ کی سیاہی بہت زیادہ گہری ہو۔ اور جہاں تصویر میں سیاہی چاہیئے وہاں سے پلیٹ میں بالکل سفید (یعنی آر پار دکھائی دیتی ہوئی) ہو اب کاغذ کو پلیٹ پر لگا کر فریم دبا کر معمولی فوٹوگرافی کے طریقہ پر چھاپ لیجئے۔ دھوپ میں غالباً دو منٹ کافی ہونگے لیکن سایہ میں کم از کم ایک گھنٹہ درکار ہوگا تاکہ مطلوبہ سیاہی آ سکے۔ اب اس پر سیاہی لگائی جائے سیاہی کے

ضروری اجزاء چھاپہ کی سیاہی۔ رال، وارنش، تیل، موم وغیرہ ہیں۔

اس چھپی ہوئی تصویر پر سیاہی لگانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اول تھوڑی سی سیاہی ایک پتھر پر رولر کے ذریعہ لگا دی جائے اور پھر چھپی ہوئی تصویر رکھکر پریس میں تین چار گھونٹے دیئے جائیں اس سے یہ ہوگا کہ سیاہی ہر ہر مقام پر اچھی طرح لگ جائیگی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ سیاہی بہت زیادہ نہ چڑھ جائے ورنہ تصویر کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ سیاہی لگ جانیکے بعد ایک ڈش (DISH) میں اسکو رکھکر اسپر گرم (۹۰ فارن ہیٹ) پانی ڈالکر تھوڑی دیر ہلایا جائے (تصویر کا رخ اوپر کی طرف ہو) جب اون مقامات کی جلیٹین جہاں روشنی کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے خوب اچھی طرح پانی پیکر پھول جائے تو اسکو ایک شیشے کی تختی پر جسکے پیچھے کوئی چیز رکھکر اسکو ڈھلوان رکھی جائے، تھوڑے گرم پانی کو اوسپر سے آہستہ آہستہ بہانا چاہیے اس طریقہ سے بہت سی بیکار جلیٹین نکل جائیگی۔ اگر نہ نکلے تو نہایت ملائم اسفنج (مردہ بادل SPONGE) سے بہت ہلکے ہاتھ سے رگڑ کر نکال دیجائے جب تمام جلیٹین سوائے تصویر والی کے نکل جائے تو اسکو سکھا دیا جائے اور سوکھ جانیکے بعد اسکو پتھر پر منتقل کر دیا جائے۔

یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ بغیر دانہ دار پلیٹ (SCREEN) کے تصویر اچھی نہیں چھپ سکتی ہے اسلئے سب سے ضروری چیز ہے یہ اسکرین بنی ہوئی ملتی ہیں مگر ذرا قیمتی ہوتی ہیں لیکن بغیر اسکے کام بھی نہیں ہو سکتا۔

اس میں بھی لائنیں موٹی مختلف قسم کی ہوتی ہیں جتنی کہ ایک انچ میں (۲۴۰) بلکہ اس سے بھی زیادہ لکیریں ہوتی ہیں پتھر کی چھپائی کیلئے بہت باریک لکیروں کی اسکرین سے کام لینا دشوار ہے اسلئے نہ تو بہت زیادہ باریک ہو اور نہ بہت موٹی کہ جس سے تصویر کی اصلیت بھی غائب ہو جائے اسکرین فوٹو کی پلیٹ کے سامنے (½) انچ کے فاصلے پر لگی ہوتی ہے۔ اس کے لئے خاص کیمرے (CAMERA) بھی آتے ہیں

(۶) تصویر کا بلاک (LINE ETCHING)

آخر میں اب ایک چیز یہ رہ جاتی ہے کہ جست وغیرہ پر تصویر بنائی جائے اس کا اصول وہی ہے جو نمبر (۱) (ZINCOGRAPHY) میں بیان کیا گیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اوسمیں ہاتھ سے کوئی تحریر لکھکر یا نقشہ بنا کر بنانا بتایا گیا ہے یہاں تصویر کے متعلق بیان کیا جائیگا۔ اسکے دو طریقے ہیں (الف) جس طرح کہ نمبر (۵) میں فوٹو لیتھوگرافی کے مضمون میں بتایا گیا ہے کہ کاغذی تصویر کو پتھر پر منتقل کیا جائے اسیطرح اوسمیں بجائے پتھر کے جست کی تختی پر منتقل کر لیا جاتا ہے اوسپر سیاہی لگا کر اور کوئی ایسی چیز (مثلاً رال وغیرہ) جس پر تیزاب اثر نہ کرے چھڑک کر تیزاب ڈالدیا جائے جس سے وہ وہ مقام جہاں تصویر کی متعلقہ لکیر یا نقطہ نہ ہوگا کھد جائینگے اور تصویر ابھر آئیگی (ب) بجائے کاغذ پر جلیٹین وغیرہ کا مسالہ چڑھانے کے جست کی تختی پر چڑھایا جائے اور جتنا بڑا بلاک بنانا مقصود ہو اتنی ہی بڑی تصویر لیکر پلیٹ ویسی ہی بنانی چاہیے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ (باقی آئندہ)

جوابات

(۱) خریدار نمبر ۶۶ سہارنپور۔ پیڑیا کتھا بنانے کیواسطے کیکر اور پیپل کی چھال ہموزن خوب کوٹکر پانی میں جوش دیں اچھی طرح جوش ہوجانیکے بعد اوسکو ایسی چھلنی میں چھانا جائے جو تاروں کی بائین کی نہ ہو۔ بلکہ لکڑی میں باریک باریک سوراخ کرکے چھلنی بنائی گئی ہو اس چھنے ہوئے عرق کو پھر خوب جوش دیکر ایک موٹے کھادی کے کپڑے میں چھانا جائے۔ اس مرتبہ اس میں کچھ گاڑھا پن ہوگا چھاننے کے بعد اوسکو سہ بارہ پھر جوش دیا جائے اور اتنا جوش ہوکہ اوس کا قوام ہونے لگے اور جم سکے۔ جب قوام اس قابل ہوجائے تو اوسکو کسی مٹی کے ایسے برتن میں ڈالدیا جائے جو گہرا تو کم ہو لیکن پھیلا ہوا زیادہ ہو جم جانے کے بعد اسکی پیڑیوں کو خشک کرلینا چاہئے اگر جمنے میں دیر ہو تو تھوڑا سا کھانیکا بغیر رنگا ہوا زردہ ایک یا دو چٹکی جیسی بھی ضرورت ہو کتھے پر چھڑک دینا چاہئے جس سے جلد جم جائیگا۔

(۲) ش۔ غ۔ ن۔ جینور فونٹین پن کی معمولی رنگین سیاہیاں صرف رنگ کو پانی میں گھولنے سے تیار ہوجاتی ہیں اور تھوڑی سی اگر گلسرین ملادی جائے تو اچھا ہے

(۳) خریدار ۶۱۰ کلکتہ۔ اردو میں غالباً ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جو آپ کے مطلب کو پورا کرسکے۔

(۴) ا۔ ج۔ ل۔ اندول۔ صابن میں کئی ایسی چیزیں ہیں جو سستا کرنیکی غرض ملائی جاتی ہیں۔ حیدرآباد کے اکثر صابن میں مٹی تک دیکھنے میں آئی ہے بعض آٹا یا میدہ بھی ملاتے ہیں۔ ان سب سے بہتر حسب ذیل اشیاء ہیں جنکی بڑی خوبی یہ ہے کہ صابن میں انکا پتہ مشکل سے چلتا ہے۔

SODA SALICATE

SODA BICARB

SOAP STONE

(۵) خ۔ ا۔ اودے پور۔ یقیناً ربر کا کام ایک بہت عمدہ اور کارآمد صنعت ہے۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ یہ کام اوس سے کہیں بڑا ہے جتنا کہ آپنے سوچ رکھا ہے چھوٹے پیمانہ پر نہیں ہوسکتا۔ گولیاں بنانیکی مشین ہزار دوسو روپیے میں آپ کو ملسکتی ہے۔ یہ کتاب ہمارے خیال میں بہت اچھی ہے

THE MANUFACTURE OF RUBBER GOODS BY E. W. LEWIS.

(۶) ع۔ س۔ اورنگ آباد۔ سوئیاں بنانے کا غالباً ہندوستان میں کوئی کارخانہ نہیں ہے۔ اگر آپکو اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنے ہیں یا مشینری منگانی ہو تو ذیل کے پتہ سے خط و کتابت کیجئے۔

THE NATIONAL ASSOCIATION OF MANUFACTURERS OF U.S.A. NEW YORK

(۷) ش۔ ل۔ ناسک۔ ربر کی مہریں بنانے کے متعلق اسی رسالہ میں مضمون چھپ رہا ہے۔

(۸)ا ج ۔ پ ۔ آگرہ ۔ اگر کسی خاص شعبدہ کے متعلق آپکو دریافت کرنا ہے تو اوسکی تفصیل تحریر فرمائیے حتی الامکان بتا دیا جائیگا ورنہ MODERN MAGIC کتاب ملاحظہ فرمائیے۔

(۹) ب ۔ ق ۔ خ ۔ ہوشیارپور ۔ ٹھنڈے طریقہ سے صابن بنانا نہایت آسان ہے۔ لیکن صابن سازی کرنے سے پہلے آپ بومے میٹر ضرور خرید لیجئے جو ہر ایسی دوکان سے آپکو مل سکتا ہے جو سائینس کا سامان فروخت کرتے ہیں اب اس سے ناپ کر آپ (۳۸) بومے کا کاسٹک پانی میں گھولکر تیار کر لیجئے ایک برتن میں آدھ سیر کھوپرے کا تیل لیکر آدھ پاؤ اول اول کاسٹک کا صرف ایک ایک قطرہ کرکے تیل میں ڈالتے جائیے اور کسی لکڑی وغیرہ سے خوب اوسکو ملاتے رہئیے اسطرح جب کاسٹک کا ایک چوتھائی آپ ڈال چکیں تو پھر دو دو قطرے ڈالتے اور ملاتے رہئیے بہرحال بہت آہستہ آہستہ کاسٹک ڈالتے ہوئے تیل کو ملاتے رہنا چاہئے جب تمام کاسٹک اس طرح ختم ہو جائے تو حسب مرضی اس میں رنگ ملا دیجئے اور جو نسی دل چاہے خوشبو ڈالکر اوسکو ۲۴ گھنٹہ کیلئے جمنے کے واسطے چھوڑ دیجئے نہایت عمدہ صابن منہ دھونیکا تیار ملیگا۔ اس کا خیال رکھئے کہ یہ رنگ جو عام طور سے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں یہ صابن سازی میں کام نہیں آتے۔ بلکہ اس کے رنگ علیحدہ ہوتے ہیں جو SOAP COLOURS. کہلاتے ہیں یہ ذیل کے پتہ سے مل سکتے ہیں۔

MESSRS, K. H. KUNDUR & CO.,
ESPLANADE, BOMBAY.

(۱۰) ا ۔ ا ۔ حیدرآباد آپ نے اپنے خط میں اسکی وضاحت نہیں فرمائی کہ آیا آپکو انگلستان کے یا امریکہ کے اسکول کی خواہش ہے امریکہ کے ایک اسکول کا پتہ ذیل میں دیا جاتا ہے اگر انگلینڈ کے کسی اسکول کی ضرورت ہو تو معلوم ہونے پر وہ بھی بتایا جا سکتا ہے۔

THE INTERSTATE SCHOOL OF
CORRESPONDENCE,
374. WABASH AVENUE,
CHICAGO. U.S.A.

(۱۱) م ۔ ش ۔ بلارم یہ صحیح ہے کہ مال بنا لینا آسان ہے لیکن اوس کا بازار میں نکالنا سخت دشوار امر ہے اس کے لئے سب سے ضروری چیز پیکنگ ہے کہ وہ نہایت خوشنما ہونی چاہئے اوس کے بعد کثرت سے اشتہار دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ایک ایجنٹ کے ذریعہ بازار میں مال دکھایا جائے۔

مصنفین و مولفین کو ایک عرصہ سے یہ شکایت رہی ہے کہ ملک میں کوئی ایسا مطبع قایم نہیں کیا گیا جہاں وہ مطمئن ہو کر اپنی کتاب چھپا سکیں ہر فن سے ایک قسم کی تعلق ہونیکی بنا پر ایک مطبع "مطبع کریمی" کے نام سے قائم کیا گیا ہے جس میں اعلیٰ لکھائی چھپائی اور رسم خط کی پابندی کیساتھ کام کا انتظام کیا گیا ہے ایک دفعہ آزمائش کر کے محمد عبدالکریم مالک مطبع کریمی کو خدمت کا موقعہ دیجئے (حیدرآباد دکن)

ارزاں صنعت وحرفت

ربر کی مہریں بنانا

گو ربر اسٹامپ بنانے کے متعلق اس سے قبل بھی ہم ایک مضمون لکھ چکے تھے۔ لیکن مختصر اور ذرا تفصیل طلب ہونیکی وجہ سے اکثر ناظرین کے خطوط استفساری وصول ہو رہے ہیں ان حضرات کو علیحدہ علیحدہ جواب دینا وقت طلب ہی نہیں بلکہ بقیہ معاونین سے پردہ پوشی بھی ہوگا! اسلئے بہتر یہ خیال کیا گیا کہ اسکو دوبارہ نہایت مکمل صورت میں پیش کیا جائے۔

ربر اسٹامپ کی حقیقت میں ایک ہی قسم ہے لیکن بوجہ نستعلیق خط اور ٹائپ کے ہم اسکی دو قسمیں کرتے ہیں (۱) جو خاص نقش و نگار یا خط نستعلیق وغیرہ میں ہاتھ سے کھود کر بنائے جائیں (۲) جو ٹائپ یا بلاک وغیرہ سے تیار کئے جائیں۔

(۱) نستعلیق خط میں یا خاص شکل وغیرہ میں اگر مہریں بنانی ہوں تو اسکی ترکیب یہ ہے کہ بلاک بنانے کیلئے جو جست کی چادریں آتی ہیں یا تو وہ لی جائے یا اوسکی بجائے اگر اور آسانی درکار ہو تو سیل کھڑی کے صاف اور ہموار ٹکڑے لے لئے جائیں (ہموار اگر نہ ملیں تو سوہن وغیرہ سے گھس کر انکو ہموار کر لیا جائے) اور لیتھو یعنے پتھر کی چھپائی میں جس رو کاغذ پر اور جس کاپی کی سیاہی سے پتھر کی چھپائی کیلئے لکھا جاتا ہے اوس پر حسب خواہش کوئی نقش یا عبارت وغیرہ لکھ لو اور اوسکو اون ٹکڑوں پر اُتار لو اور ایک اوزار جو نہرنی کی شکل کا ہوتا ہے اوس سے اوسکو ذرا گہرا کھود لو۔ اب یہ بجائے ٹائپ یا بلاک کے ہوگیا۔ اور جیسا کہ آگے بیان کیا جائیگا اوس طریقے سے مہر بنالو۔

(۲) ٹائپ وغیرہ سے مہریں بنانا نہایت آسان کام ہے آگے مضمون میں جو کچھ بھی لکھا جائیگا وہ تمام ٹائپ کی مہر کے متعلق ہوگا۔

یہ کام جیسا آسان ہے ویسا ہی اس کا سیکھنا بھی آسان ہے بلاشبہ ملیکہ کام سے اچھی طرح واقفیت پیدا کر لی جائے اسمیں جو کچھ بھی راز ہے وہ یہی ہے کہ ہر چیز یہ بخوبی جا دی

ہوجانا چاہئے اور جتنی مشق بڑھیگی اتنا ہی اچھا کام نکلیگا۔ دوسرا راز اس کا سامان کا اچھا ہونا ہے سامان سے مطلب "چیس" "پریس" اور ٹائپ وغیرہ ہے ہم ذیل میں جو ترکیب لکھتے ہیں وہ نہایت مستند اور اعلیٰ تجربہ کی بنا پر لکھا جاتا ہے اگر اس کے موافق عمل کیا گیا تو کسیطرح سے ناکامیابی وغیرہ نہیں ہوسکتی ایک مبتدی کیلئے حسب ذیل سامان ضروری ہے۔

(۱) دو تین قسم کے ٹائپ (انگریزی اور اردو) کے پورے پورے سٹ۔

(۲) ایک چیس (Chase)

(۳) ایک چھوٹا پریس (Press) جس میں تھرمامیٹر لگانے کی بھی جگہ بنی ہوی ہو تو بہتر ہے۔

(۴) ایک چوڑے پھل کی چھری جیسی کہ دواخانوں میں مرہم لگانے کے واسطے کام آتی ہے۔

(۵) چائنا مٹی (Keolin) سوپ اسٹون (Soapstone) پلاسٹر پریس (Plaster of Paris) ڈکسٹرین (Dextrine) پریس کی گرمی دیکھنے کا تھرمامیٹر قینچی وغیرہ۔

(۶) ربر کے تختے جو خاص اسی کام کیلئے آتے ہیں

(۷) بن سن (Bunsen) کے دو برنر (Burners)

(۸) ایک معمولی برش

(۹) پیتل کے ٹکڑے مہر کی دستیاں اور لاکھ کا وارنش (Shellac Varnish)

چیس

ان تمام چیزوں میں ٹائپ اور چیس ذرا مہنگی چیزیں ہیں "چیس" چونکہ صرف پلاسٹر وغیرہ میں ٹائپ کا سانچہ ڈھالنے کیلئے کام آتا ہے اور اسمیں کچھ زیادہ دباؤ بھی نہیں پڑتا ہے اسلئے اگر بجائے اچھے لوہے کے ٹین کا چیس ہو تو مضائقہ نہیں اکثر جگہ چیس لکڑی کا بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ کچھ زیادہ مفید نہیں ہوتا۔ کیوں کہ موسم کا اثر لکڑی پر زیادہ ہونیکی وجہ سے لکڑی مڑ یا پھول جایا کرتی ہے البتہ بہت سخت اور عمدہ لکڑی کا بنایا جائے تو کام دیسکتا ہے اگر معمولی ٹائپ سے کام کرنا ہے (اور کوئی خاص ربر اسٹامپ کا ٹائپ نہیں ہے) تو "چیس" کے نیچے کی گہرائی (۱/۲ سے ۵/۸) انچ تک ہونی چاہیئے۔ اور جیسا کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے اسمیں کم از کم دو جانب (چاروں طرف بھی رکھ سکتے ہیں) ایسے اسکرو ہونے چاہیئے جسکے کس دینے سے اندر کے ٹائپ وغیرہ خوب آپس میں جکڑے جاسکیں۔

تھوڑے سے لکڑی کے ٹکڑے (تصویر میں دکھائے گئے ہیں) موٹے پتلے اور کچھ جست کی پٹیاں بھی درکار ہونگی تاکہ لکڑی کے ٹکڑے ٹائپ کے چاروں طرف اور جست کی پٹیاں لائن وغیرہ کے بیچ میں دینے کے کام میں آسکیں۔ "چیس" کے نیچے کے حصہ میں چاروں کونوں پر موٹی کیلیں لگانی چاہیئے انکو چولیں کہنا غالباً بہتر ہوگا۔ کیوں کہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ اوپر کا ڈھکنا جسوقت لگایا جائے تو وہ بغیر بال برابر بھی اپنی جگہ سے ہلے ہوئے اسمیں ٹھیک بیٹھے اور چیس کے ڈھکنے میں انکے برابر کے چار سوراخ ہونے چاہیئں یہ سوراخ بالکل ان کیلوں میں ٹھیک ہوں ذرا بھی ہلنے جلنے والے نہ ہوں کیلوں کے کانی دار

اسپرنگ (SPRING) پڑے رہنے چاہئیں۔
ان تاروں کا مقصد یہ ہے کہ جب اوپر کا ڈھکنا اسپر رکھا جائے تو جب تک کہ پریس میں رکھکر داب نہ دی جائے ڈھکنا نیچے نہ لگے۔

ڈھکن بالکل نیچے والے حصے کے برابر ہونا چاہیے اور اوسکی لمبائی میں دو ضامن (½ انچ) اونچے لگے ہوئے ہونے چاہییں۔ انکا استعمال آگے چلکر خود ہی معلوم ہوجائیگا

ٹائپ جوڑنا شروع شروع میں ذرا دقت طلب ہوگا لیکن چند مرتبہ کی مشق سے اوسمیں کوئی مشکل نہیں رہیگی چونکہ ٹائپ میں الفاظ الٹے ہوتے ہیں۔ اسلئے اسکا اندازہ اول اول مشکل ہوتا ہے کہ آیا یہ عبارت صحیح سٹ ہوئی ہے اسلئے مناسب ہوگا کہ ٹائپ سٹ کرنے کے بعد ٹائپ پر ربراسٹامپ پیڈ سے سیاہی لگا کر ایک کاغذ پر چھاپ کر دیکھ لیا جائے اور اگر کوئی لفظ الٹا لگ گیا ہے یا کچھ غلطی وغیرہ رہ گئی ہے تو اوسکو درست کرلیا جائے۔

ان تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد سٹ کی ہوئی عبارت وغیرہ کو "چیس" کے نچلے حصہ میں بالکل بیچ میں رکھا جائے۔ بیچ میں رکھنے کے واسطے اور گرد میں لکڑی کے ٹکڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور ٹائپ کے بیچ میں اگر کچھ فصل وغیرہ دینا ہو تو جست کی پٹیاں دی جاتی ہیں

ٹائپ کو ایک ایسی مسطح جگہ مثلاً سنگ مرمر وغیرہ پر (یا اگر (COMPOSING STICK) ہو تو اچھا ہے) سٹ کیا جائے تاکہ الفاظ اونچے نیچے نہ ہوں اسپر بھی احتیاط یہ چاہئے کہ "چیس" میں ٹائپ رکھنے کے بعد اوسپر کئی تہہ کاغذ کی دیکر ڈھکنا ڈھانک دیا جائے اور پریس میں رکھکر ہلکی سی داب دی جائے جس سے یہ ہوگا کہ اگر کوئی لفظ اونچا رہ گیا ہے تو بالکل برابر ہوجائیگا اب چاروں طرف کے اسکروں کو خوب کس دو تاکہ ٹائپ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلے اسوقت یہ تیار ہے کہ سانچہ بنایا جاسکے۔

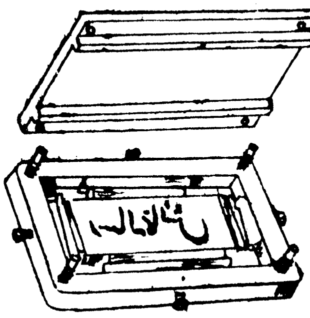

سانچہ بنانے کیلئے حسب ذیل اشیا کا مرکب استعمال کرنا اچھا ہے گو ہندوستان میں ایسے بہت کم کارخانے ہیں جو ذیل کی اشیاء استعمال کرتے ہوں اور صرف پلاسٹر پیرس سے کام لیتے ہیں لیکن ان تمام اشیاء کے استعمال سے بہت کچھ فواید مثلاً گرم کرنے میں پھٹ جانا وغیرہ ہیں سب سے اچھا مرکب جو اسوقت معلوم ہوسکا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(الف) (۱) ڈکسٹرین (DEXTRINE)
ایک قسم کا گوند (۷) اونس
(۲) گرم پانی (۲۲) اونس

اسکو اول گھولکر علیحدہ رکھلو تاکہ ضرورت کے وقت اسمیں سے لیکر کام لایا جاسکے۔

(ب) (۱) پلاسٹر پیرس (PLASTER OF PARIS) ۲ سیر

(۲) چائنا مٹی (KEOLIN) ۲ سیر

(۳) نرم پتھر (POTSTONE OR SOAPSTONE) ۲ سیر ۵ چھٹانک

یہ تینوں چیزیں نہایت مہین پسی ہوئی اور چھنی ہوئی ہونی چاہئیں۔ ان سب کو خشک حالت میں ملاکر علیحدہ رکھلو (POTSTONE جسکو SOAPSTONE بھی کہتے ہیں ایک نہایت نرم پتھر ہوتا ہے جسمیں نقش و نگار وغیرہ نہایت آسانی سے بن سکتے ہیں۔ اس کا رنگ یا تو ہلکا زرد یا ہلکا سبزی مائل ہوتا ہے)

جب کبھی مہر بنانی ہو تو حسب ضرورت نمبر (ب) لیکر اسمیں (الف) اسقدر ڈالکر گوندھا جاوے کہ وہ ایک نرم گاڑھی لیئی سی ہوجائے (یہ خیال رہے کہ گو الف میں پانی گرم استعمال کیا گیا ہے لیکن جب وہ ب کے ساتھ اسکو ملایا جائے تو وہ ٹھنڈا ہونا چاہئے۔ اسلئے اول ہی سے اسکو بناکر رکھ لینا مناسب ہوگا) گوندھنا خوب چاہئے لیکن بہت جلدی۔ کیونکہ یہ فوراً خشک ہونے والی چیز ہے ڈلیاں نہ پڑنے پائیں اور بالکل یکساں ہونی چاہئے۔

مذکورہ بالا طریقہ پر مسالحہ لا لینے اور حسب خواہش گاڑھا ہو جانے کے بعد اسکو جلدی سے ڈھکنے کے دونوں ضامنوں کے درمیان میں بھر کر چھری سے اسکی سطح کو خوب صاف اور بالکل ضامنوں کے برابر کر دینا چاہئے اگر چھری موجود نہ ہو تو کسی لوہے وغیرہ کی پٹی سے بھی اس طرح صاف کیا جا سکتا ہے کہ پٹی کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر دونوں ضامنوں پر رکھکر ایک طرف سے دوسری طرف کھینچو۔ دو تین مرتبہ اس طرح کرنے سے سطح بالکل ہموار ہو جائیگی جب ڈھکنے میں مسالحہ بھر دیا جائے اور قابل اطمینان ہموار ہو جائے تو نیچے کے ٹائپ پر اچھی طرح بنزین (BENZINE) چھڑک کر گیلا کر دیا جائے اور ڈھکنا جسمیں مسالحہ بھرا ہوا ہے مسالحہ کا رخ ٹائپ کی طرف کرکے چاروں سوراخوں کو چاروں کونوں کی کیلوں میں پھنسا کر تاروں پر رکھدو اور اسکو آہستہ سے مگر جلدی پریس میں رکھکر داب دینی شروع کرو۔ داب اسقدر ہونی چاہئے کہ مسالحہ میں ٹائپ کے حروف وغیرہ اچھی طرح بیٹھ جائیں۔ پھر پریس کو کھولکر تین چار منٹ تک اسکو چھوڑ دینا چاہئے اور مذکورہ بالا طریقہ سے اسکو دوبارہ اسی طرح پریس میں رکھکر داب دینی چاہئے۔ اس مرتبہ داب پہلے سے ذرا زیادہ دینی چاہئے۔ یہ اندازہ کہ بعد کی داب پہلی کی نسبت زیادہ یا کم ہے تجربہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یا پریس پر نشان کر لینے سے بھی ہو سکتی ہے۔

ربڑ اسٹامپ کے متعلق تمام سامان ایسی دوکان سے خریدا جائے جہاں اس کا سامان فروخت ہوتا ہے تمام سامان عمدہ اور اچھا اور صحیح چلنے والا ہونا چاہئے۔ پریس بھی انہی لوگوں کے ہاں سے مل سکتا ہے معمولی انگریزی چھاپہ کا پریس بھی یہ کام دے سکتا ہے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ وہ صحیح چلنے والا ہو نیچے اوپر کا حصہ آپس میں پیریلل (PARALLEL) ہونا چاہئے اور اگر اچھے کام کی خواہش ہے تو تمام سامان بھی مہیا ہونا چاہئے بہر حال پریس کیسا بھی ہو لیکن ایسا ضرور ہونا چاہئے کہ وہ ۲۵۰° فارن ہیٹ کی گرمی کو سہار سکے

(باقی آئندہ)

مقالات واقتباسات

انگریزوں کی جیب سے روپیہ حاصل کرنا

ہر ملک کی خصوصیات جدا جدا ہیں ہر ملک کی مصنوعات مختلف ہیں۔ غیر معروف سے غیر معروف خطہ میں بھی اگر آپ جائینگے تو وہاں بھی چند اشیا ایسی ضرور ہونگی۔ جن کو آپ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور پسند کرینگے۔ ہندوستان صنعت وحرفت کے معاملہ میں بہت پیچھے ہے۔ مگر پھر بھی یہاں کی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ غیر ولایت والے انہیں بہت پسند کرتے ہیں جب انگریز یا امریکن سیاح ہندوستان میں آتے ہیں تو یہاں سے مٹی کے برتن تک بطور تحفہ کے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

اگر آپ ہندوستان کی مصنوعات اشیاء انکے ملکوں میں پہنچا کر فروخت کرنا چاہیں تو معقول نفع ہو سکتا ہے ایک چیز کی دوگنی اور تین گنی قیمت لے لیجئے۔ اور وہ خوشی سے اس کی خریداری کے لئے تیار ہو جائینگے۔ کیونکہ اگر وہ بازار سے بھی ان اشیاء کو خریدتے ہیں تو دوکان داران سے دوگنی ہی نہیں بلکہ چہار گنی قیمت وصول کر لیتے ہیں ان میں سے چند اشیاء یہ ہیں دہلی کی جوتیاں جن کو انگریز عورتیں نائٹ ڈریس کیساتھ استعمال کرتی ہیں،

اگرہ کے کھلونے جو سنگ مرمر سے تیار کئے جاتے ہیں مرادآباد کے برتن کارچوبی کام کی اشیاء وغیرہ

غرض وہ تمام چیزیں جو ولایت میں تیار نہیں ہوتیں اور ہندوستان میں بکثرت بنتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان میں ولایتی اشیاء کی سی نفاست بھی موجود ہے یورپین یا یورپین مذاق کے لوگ پسند کرتے ہیں

(دین دنیا)

بوقت خط وکتابت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

زمین

پیوستہ

از محمد خلیل اللہ خاں متعلم بی اے. سٹی کالج حیدرآباد دکن

چنانچہ بڑے بڑے کارخانے جو قایم ہیں وہ ایسے ہی مقامات پر ہیں جہاں کا موقع اور محل اچھا ہے اور دیگر ضروری سہولتوں کے علاوہ ذرایع آمد و رفت بھی مہیا ہیں یہی وجہ ہے کہ شہروں میں زمین نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتی ہے. اول تو شہروں میں زمین کا رقبہ محدود رہتا ہے. دوسرے زمین کے موقع پر واقع ہونیکی وجہ سے دستکار یا کوئی اور پیشہ ور زیادہ سے زیادہ قیمت دینے پر بخوشی راضی ہو جاتا ہے. چنانچہ یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کاروباری لوگ شہروں میں زمین کیلئے آپس میں کس طرح کشمکش کرتے رہتے ہیں امریکہ میں صرف زمین کے موقع پر ہونیکی وجہ سے ہزار روپیہ فی گز تک زمین فروخت ہو جاتی ہے. اس کے برعکس دیہات میں جائیے تو روپیہ گز زمین بھی بہ آسانی ملسکتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ زمین کے مفید اور کارآمد ہونیکے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں اول تو اوس کا موقع او محل دوسرے اس کے گرد و نواح میں ذرایع آمد و رفت کی آسانی تاکہ دستکار اپنے مصنوعات بہ آسانی فروخت کرسکیں چنانچہ جتنے بڑے بڑے شہر اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں وہ یا تو ریلوے اسٹیشن پر واقع ہیں یا سمندر کے کنارے جہاں سے دخانی جہازوں کے ذریعہ مال نہایت آسانی سے ایک شہر سے دوسرے شہر کو جا سکتا ہے یا بعض شہر دریا کے کنارے آباد ہیں جہاں سے کشتیوں کے ذریعہ ہمیشہ آمد و رفت رہتی ہے اور تجارت کا سلسلہ دیگر شہروں سے برابر جاری رہتا ہے فقط

معاشیات اور ہندوستان

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو نمائش جلد (۴) نمبر (۲۷ و ۲۸)

معزز ناظرین. معاشیات کے گذشتہ دو مضامین میں اس امر کے واضح کرنیکی حتی الامکان کوشش کیگئی تھی کہ زمانہ موجودہ میں معاشیات کا انسان سے کس قدر قریبی تعلق ہے اور جس کے اصول پر کاربند ہوکر انسان کس طرح ترقی کرسکتا ہے ذیل کے مضمون میں یہ بتلایا جائیگا کہ ہندوستان میں معاشیات کی کیا حالت ہے اور اس کا اطلاق یہاں پر کس حد تک ہو سکتا ہے.

یوں تو ہندوستانیوں نے یورپ والوں سے بہت سارے علوم و فنون سیکھے لیکن حقیقی معنوں میں ان علوم و فنون سے بہت کم فائدہ اٹھایا ہر ایک ملک و قوم کی تاریخ پڑھے لیکن بجائے اسکے کہ گذشتہ واقعات کا زمانہ موجودہ سے مقابلہ کرتے اور عبرت کی جگہ عبرت فائدہ کی جگہ فائدہ حاصل کرتے صرف واقعات کا ازبر کرلینا ضروری سمجھا علم سائنس کی طرف توجہ کی اور ملک والونکو امید ہی میں رکھا کہ اپنی دماغی قوت نئے نئے ایجادات و اختراعات کیطرف صرف کرینگے لیکن افسوس کہ علم سائنس کو صرف چند تجربات ہی تک محدود کردیا یہی حال معاشیات کا ہے معاشی اصول و قوانین سے واقف ہیں لیکن انکو عملی جامہ

سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ معترضین کا کچھ یہ اعتراض کہ علم نیا[۱] ہونیکی وجہ سے کافی ترقی نہیں کرسکا بالکل غلط ہے کیا ہم دیکھتے نہیں کہ یورپ و امریکہ والے اپنی حفاکشی کو اصول معاشیات کے تابع کرکے کسطرح ترقی کرتے ہیں اور ان کی حیرت انگیز ایجادات نہ صرف ہم کو متحیر کرتی ہیں بلکہ ہماری دولت کا ایک معقول حصہ اپنے ملکوں کو گھسیٹ لیجاتے ہیں۔ وہاں علم معاشیات کو صرف کالج کے احاطہ میں بند نہیں کیا جاتا بلکہ دنیا کے اسٹیج پر اس سے بڑے بڑے کام لئے جاتے ہیں۔ صرف اصول و قوانین کو رٹ رٹ کر امتحان نہیں پاس کیا جاتا بلکہ "رکارڈو[۲]" کے جیسے طالب علم پیدا ہوکر غریب کاشتکاروں کے مصائب سے متاثر ہوتے ہیں اور "مسئلہ لگان" کی تحقیق کرتے ہیں۔ "مالتھس[۳]" اپنے ہم جنسوں کے تکالیف کو محسوس کرتا ہے اور "مسئلہ آبادی" کی تحقیق کرکے تکالیف کو دور کرنے کی تدبیریں بہم پہونچاتا ہے یورپ و امریکہ کی تجارت۔ صنعت و حرفت غرضیکہ وہاں کا ہر ایک کام اصول معاشیات کا پابند ہے جسطرح امیر دولت مند ترقی کے خواہاں اور اپنا معیار زندگی اعلیٰ کرنا چاہتے ہیں یہی حال ایک غریب مزدور اور کاشتکار کا بھی ہے۔

کسی ملک کی ترقی اور مرفہ الحالی کا پتہ اس کے باشندوں کی طرز بود و باش اور تہذیب و تمدن سے چلتا ہے۔ آیا انکا معیار زندگی اعلیٰ ہے یا ادنیٰ۔ اُمرا کی زندگی تو عموماً اعلیٰ معیار رکھتی ہے اس لحاظ سے اگر کسی ملک میں چند اُمرا ہوں اور ان کا معیار زندگی نہایت ہی اعلیٰ ہو لیکن اس کے برخلاف وہاں کے غریب باشندوں کو دال دلیا بھی میسر نہ ہوتا ہو تو ہم کو ہرگز حق نہیں کہ اس ملک کو دولت مند اور وہاں کی رعایا کو خوش حال کہہ سکیں۔ بلکہ جیسے جیسے غربا کی حالت سنبھلتی جائیگی ملک میں ایک نیا دور شروع ہوگا۔

یہ یاد رہے کہ غریب رعایا کی مفلسی اور مصیبت کے باعث امرا ہوا کرتے ہیں۔ غریبوں کی دولت سے ناجائز طور پہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بات کسی ایک خاص ملک و قوم کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہر جگہ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

ف[۱] علم معاشیات کی عمر تقریباً ڈیڑھ سو سال کی ہے اور اس علم کا بانی آدم اسمتھ (ADAM SMITH) آیرلینڈ کا باشندہ تھا

ف[۲] رکارڈو (RICARDO) یہ انگلستان کا ایک مشہور معروف معاشی تھا جو ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۳ء میں انتقال کیا

ف[۳] مالتھس۔ یہ بھی ایک مشہور معاشی گزرا ہے۔ اس نے مسئلہ آبادی کو تحقیق کیا وہ یہ کہ ہر ملک میں آبادی بسرعت اور علی الاتصال بڑھتی رہتی ہے اگر وبا۔ جنگ وغیرہ آبادی میں کمی نہ کرے تو آبادی اس قدر بڑھ جائیگی کہ دنیا کی پیداوار لوگوں کیلئے کافی نہ ہوگی۔ لیکن ذرایع حمل و نقل میں زمانہ موجودہ کا سہولت پیدا کردینے سے مالتھس کا مسئلہ آبادی غلط ثابت ہوا۔

ہنری ششم (HENRY VI) کے عہد حکومت میں انگلستان کے غریب باشندوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی امرا غریبوں سے زیادہ ٹیکس وصول کرتے اور زمیندار کاشتکاروں سے لگان منگوالیتے تھے۔ غریب رعایا نے صبر کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن کہاں تک صبر کرتے آخرش انہوں نے ۱۴۵۰ء میں بغاوت کردی جو تاریخ میں بغاوت جیک کیڈ (REBELLIO OF JACK CADE) کے نام سے مشہور ہے۔ چارلس اول (CHALES I) بھی اپنی طمع و حرص [illegible] دل آزاری کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

فرانس میں بھی یہی ہوا لوئیس شانزدہم (LOUIS XVI) کے زمانہ حکومت میں غربا غریب کشمکش میں مبتلا تھے۔ ان سے بڑے بھاری بھاری ٹیکس وصول کئے جاتے تھے لیکن امرا ان ٹیکسوں سے بری تھے۔ مظلوم و بیکس رعایا نے بڑی جوانمردی سے ان [illegible] کا مقابلہ کیا۔ لیکن جب مظالم کی انتہا ہو گئی تو انہوں نے ۱۷۸۹ء میں بغاوت کردی۔ بادشاہ [illegible] قتل کیا اور ملک میں جمہوری حکومت قائم کرلی جو تاریخ میں انقلاب فرانس کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن جب نلسن (NELSON) کے جیسے ملک و قوم پر جان قربان کرنے والے اور نپولین (NEPOLEAN) کے جیسے [illegible] کیلئے اپنی زندگی تلخ کرنے والے پیدا ہونے لگے تو وہ انگلستان نہیں رہا جو ۱۶۳۰ء میں تھا فرانس کی وہ حالت نہیں رہی جو ۱۷۸۹ء میں تھی بلکہ وہاں کے غربا کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو امرا کو میسر ہیں۔ سیاہ و سفید کے مالک زیادہ تر غربا ہی ہیں اور ملک کی ترقی کا انحصار انہی پر ہے۔

تاجروں کے ظلم سے بچنے کیلئے اور زمینداروں کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہنے کیلئے انجمن ہائے اتحاد مزدوران قائم ہیں۔ جن کے نمائندے غریب مزدوروں کیلئے اور زمینداروں سے غریب کاشتکاروں کیلئے لڑتے ہیں۔ اور ان کے جائز حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ مارکٹ میں اشیا کی قیمت دریافت کرنا، مزدوروں کی حرارت بڑھانے کیلئے تاجروں سے لڑنا اور سٹرائک کے وقت ان کو روپیہ سے مدد دینا انہی انجمنوں کا کام ہے انجمن ہائے امداد باہمی بھی کثرت سے قائم ہیں جو غربا کو نہایت ہی کم شرح سود پر رقم قرض دیتے ہیں اور اس طرح ان کو اصل داروں کے جال سے بچاتے ہیں۔ اس قسم کی انجمنیں نہ صرف ان کی ضروریات کو رفع کرتی ہیں۔ بلکہ کثرت سے ایسی انجمنوں کا قیام ملک کے باشندوں کے عمدہ اخلاق کی دلیل ہے۔

یہاں تک تو بتلایا گیا کہ یورپ والے کس طرح تعزلت سے نکلکر اوج رفعت پر پہنچے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان معاشیات میں کیا حصہ لے رہا ہے۔ (باقی آئندہ)

غیاث الدین احمد

متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ

مخبر آتش زدگی

یہ آتش زدگی کے مخبر رسانی کا ایک خود کار طریقہ ہے جو کشش ارض کی طاقت سے کام کرتا ہے۔

اس نے خود کار الارم کے طریقوں کیلئے ایک نیا میدان کھول دیا ہے۔ کیونکہ اول تو یہ اوس کا طریقہ عمل نہایت سیدھا سادھا اور یقینی ہے اور دوسرے ابتدائی اخراجات بہت کم ہوتے ہیں تیسرے اوسکے لگانے سے کچھ زیادہ خرچ کا بار بھی نہیں پڑتا اور بڑی سہولت تو یہ ہے اگر کوئی ایک علیحدہ لاین قایم کرکے اپنے گھر میں یہ آلہ لگا لینا چاہے تو نہایت آسانی اور بہت کم خرچ کے ساتھ لے سکتا ہے۔

عمارتوں میں یہ آلہ نصب کرنے کیلئے ایک نہایت ہلکا فوسفر برونز (PHOSPHER-BRONZE) کا کھینچا ہوا تار جسے کھینچاؤ تار (TENTION CORD) کہتے ہیں کھینچ کر چھت میں لگا دیتے ہیں اوس کا ایک سرا جا کر تار کو اس طرف سے لے جاتے ہیں جہاں حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور آخر میں دوسرے سرے کو ایک مرکزی موقع پر لاکر ایک ایسا وزن اسمیں لگاتے ہیں کہ تمام تار کھینچا رہتا ہے۔ عموماً یہ وزن چھ سیر کا ہوتا ہے اور تار ۱۲۹ سیر کا وزن سنبھال سکتا ہے اگر وزن ۱۳۵ سیر ہو جائے تو پھر تار نہیں سہار سکتا ٹوٹ جاتا ہے۔ نصب کئے ہوئے کھینچاؤ تار میں ہر ۱۲ فٹ کے فاصلہ پر "مخبر حلقے" ڈالے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک حلقے کے اطراف دو دفعہ لپیٹا جاتا ہے۔

"مخبر حلقہ" کئی دھات کے حلقوں کو ایک ایسے مادہ سے ملوّنی کرنے سے تیار ہوتا ہے جو عموماً ۱۶۰ ڈگری فارن ہیٹ پر پہنچ کر پگھلتا ہے جب اطراف میں حرارت بڑھتی ہے تو "مخبر حلقہ" پگھل جاتا ہے پس دس انچ لمبا تار جو اس کے اطراف لپٹا رہتا ہے کھلتا ہے اور وہ وزن جو اس کے سرے سے لگا ہوتا ہے گر پڑتا ہے

ہر منزل یا حصہ مکان کیلئے ایک علیحدہ "کھینچاؤ تار" لگایا جاتا ہے جسکی وجہ سے شناخت کیلئے علیحدہ نشانی رکھنی پڑتی ہے اس لئے "کھینچاؤ تاروں" کے وزن علیحدہ علیحدہ ایک خاص صندوق میں برابر لٹکا دیئے جاتے ہیں صندوق کے سوراخوں میں سے ہر ایک وزن کے سامنے عام حالت میں سفید پٹی دکھائی دیتی ہے مگر کسی حصہ مکان میں آگ لگ جانے کی صورت میں اس حصہ کے وزن کے سامنے سرخ پٹی آجاتی ہے

وزن صندوق کا عام طور پر عمارت کے عام داخلہ کے مقام پر لگایا جاتا ہے اسکے قریب وزن کے اثر سے بجنے والی ایک بڑی گھڑی لگائی جاتی ہے جونہی صندوق میں وزن گرتا ہے اسوقت یہ گھنٹی زور سے بجنی شروع ہوجاتی ہے۔

اس مقامی اطلاع کے ہمراہ ٹیلیفون ایکسچینج کو مطلع کرنے کا بھی خودکار آلہ اس سے متعلق ہوتا ہے ٹیلیفون اوپریٹر آتش انجن خانہ کو مطلع کردیتا ہے یہ تمام کام نہایت تیزی کے ساتھ ہوتا ہے اور فوراً مدد پہنچ جاتی ہے۔

سائنٹفک مکانات

پروفیسر میکسیمین۔ این لوٹل اور ڈاکٹر ڈبلیو۔ پی بووی۔ ایک عرصہ سے اس امر کے متعلق تجربہ کررہے تھے کہ وہ کون ذریعہ ہوسکتا ہے جسے کام میں لانے سے آفتاب کی وہ شعاعیں جو صحت افزا ہیں مکانوں میں داخل کردی جائیں اور مکینوں کو ایک بڑی حد تک امراض سے نجات دیدی جائے ان دونوں اشخاص نے بالآخر ایک ایسا شیشہ ایجاد کرلیا ہے جسمیں عام شیشوں کے برخلاف صحت افزا شعاعوں کو روکنے کی قوت نہیں ہوتی۔ معمولی شیشوں میں سے آفتاب کی شعاعیں جب گذرنےلگتی ہیں تو ۵۶ فیصدی شعاعیں باہر رہ جاتی ہیں اور یہ شعاعیں اکثر وہی ہوتی ہیں جو صحت افزا ہیں اب جو شیشہ ایجاد کیا گیا ہے اوس میں صرف ۸ فیصدی شعاعوں کا نقصان ہوگا اور صحت افزا شعاعیں تقریباً سب کی سب پار ہوجاتی ہیں۔ ان شعاعوں کے ذریعہ سے صحت افزائی کے متعلق بھی تجربہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی کامیابی حاصل ہوئی ہے اس لئے یہ توقع ہے کہ آیندہ جو مکانات۔ دفاتر۔ دوکانیں بنائی جائینگی۔ وہ بجائے خود ضیاء مہری کے جگمگاتے ہوئے قلعہ ہونگے۔

سورج کی صحت افزا شعاعیں سیدھی ہمارے خوابگاہوں ہماری طعامگاہوں۔ ہماری نشستگاہوں پر پڑینگی اور ہر وقت ہماری بیماریوں کی مدافعت کرتی رہے گی جس کا ایک سب سے بڑا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری عمروں میں اضافہ ہوجائیگا

ہمارے قوا کی نشو نما میں زیادتی ہوگی اور ہم ہر حیثیت سے نہایت طاقتور انسان کہلائینگے

ذیل میں جو تصویریں دی جاتی ہیں وہ آیندہ بنائے جانے والے مکانات کا خیال ہے۔

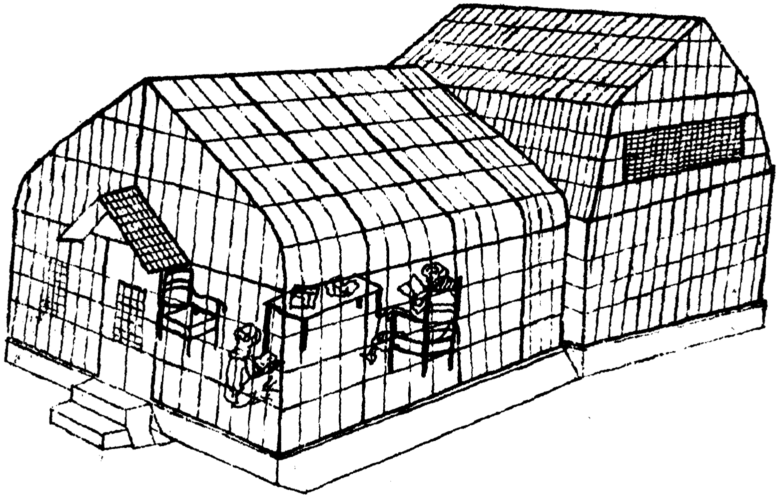

صنف پیما

"ٹائمز آف انڈیا" نے صنف پیما کی نسبت ایک خبر شائع کی تھی اور لکھا تھا کہ یہ ایک جرمنی کی ایجاد ہے جس سے بلا دیکھے نہایت آسانی کیساتھ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کوئی تحریر یا تصویر حوالے کر رکھدی گئی ہو مرد کی ہے یا عورت کی اس خبر نے ہر طرف ایک سنسنی پھیلا دی اور ایک صاحب کا خط اس کے متعلق پہنچا کہ یہ کوئی نئی ایجاد نہیں ہے یہ ایک پرانا طریقہ ہے کہ ایک ایسی تحریر یا تصویر جسکو عامل نہ جانتا ہو الٹ کر میز پر رکھدی جائے اور ایک شادی کے چھلے کو (WEDDING RING) ایک عمدہ تاگے میں باندھکر سیدھے ہاتھ کی کلمے کی انگلی میں لٹکا لیا جائے انگلی کا رخ شمال کیطرف ہونا چاہئے۔ چھلا پشت تحریر یا تصویر کے قریب مگر لگا ہوا نہ ہو۔ تھوڑی دیر کیلئے انگلی کو بالکل بے حرکت رکھا جائے۔ اب چھلا گول یا بیضوی شکل میں چکر کھائیگا۔ اول الذکر حالت سے مردانہ تحریر یا تصویر کا پتہ چلتا ہے اور آخر الذکر سے زنانہ تحریر یا تصویر کا۔

پروانوں کو مارنے کی نئی ترکیب

نیو یارک ٹائمز نے یہ ایک خبر درج کی ہے کہ نیو جرسی میں بجلی کے (۱۲۵) گولوں کو زمین سے (۴) فٹ بلندی پر نصب کئے گئے اور بالکل اوس کے نیچے ایک بڑے برتن میں پٹرول بھر کر رکھدیا گیا۔ اب یہ پروانوں کی بہت بڑی تعداد اوس روشنی پر آتی تھی اور پٹرول میں گر کر

مرجاتی تھی۔ اسمیں علاوہ مچھر وغیرہ کے کئی قسم کے پتنگے

سورج کی شعاعوں پر قابو

سین فرانسسکو میں اس امر کی کوشش کیگئی ہے کہ سورج کی شعاعوں سے کچھ کام لیا جائے اور ایک تجربہ بھی کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایک آلہ کے ذریعہ سورج کی شعاعوں کو ایک معمولی اینٹ کے ٹکڑے پر ڈالی گئیں تو صرف تین سکنڈ کے عرصہ میں وہ اینٹ پگھل گئی اس آلہ میں (۲۲) آئینے اور (۲۳) آتشی شیشے لگے ہوئے تھے جب سورج کی طرف اس کا رخ کرکے کسی چیز پر کرن ڈالی جاتی ہے تو آتشی شیشوں کی وجہ سے اسمیں اسقدر قوت دار گرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ اینٹ تک کو اس نے پگھلا دیا۔

دلوں کا تبادلہ

جرمنی کے ڈاکٹر اسٹوہر نے اس امر کو ممکن الوقوع بنادیا ہے کہ ایک انسان کا قلب دوسرے انسان میں منتقل کیا جائے۔ ابھی تک انسان پر اس کا تجربہ تو نہیں ہوا لیکن جانوروں پر جو تجربہ ہوا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں انسان بھی اس تجربہ کے احاطہ میں آجائیگا۔

قدرت کے حیرتناک مناظر

آثار فطرت کی فراوانی ان کی سادہ حالت سے لیکر پیچیدہ ساخت تک اس قدر حیرتناک ہے کہ اگر انسان غور کرے تو اس کا کوئی لمحہ اس سے فارغ نہیں گزر سکتا۔ گرمین کارلسبڈ کے قریب حال ہی میں ایک ایسا عجیب وغریب غار دریافت ہوا ہے کہ اس کی مثال علما طبقات الارض کی تاریخ تفتیش میں نہیں ملتی۔

ہر چند اس کے وجود کا حال تو ۱۹۰۱ء ہی سے معلوم تھا۔ کیونکہ چمگادڑوں کا جھنڈ ایک سوراخ سے نکلتا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن اب اس کے اندرونی حالات بھی معلوم ہوگئے ہیں جو عجیب وغریب ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ غار دنیا کا سب سے بڑا غار ہے اس کے اندر جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سلسلہ مکانات کے اندر پہنچ گئے ہیں جس کے ایک ایک کمرہ کا طول ڈیڑھ ڈیڑھ میل اور عرض ½ میل ہے یہاں قدرتی ستونوں کی قطاریں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض ۸۰ فٹ بلند ہیں اس غار کی چھت ۳۰۰ فٹ سے زیادہ اونچی ہے۔

معلوم نہیں فطرت کب سے پانی کا ایک ایک قطرہ ٹپکا کر اس کی تعمیر میں مصروف ہے اور کتنے زمانہ میں غار کی موجودہ صورت ظہور میں آئی۔

مصنوعی تنفس

فرانس کے دو ڈاکٹروں نے حال ہی میں ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو مصنوعی تنفس کیلئے بہت زیادہ کارآمد ہے اس کا تجربہ کرنے کیلئے متعدد حیوانات لائے گئے اور انکو مسموم گیس سے متاثر کرکے بیجان بنا دیا گیا اس کے بعد جسوقت آلہ لگایا گیا تو بتدریج انکی سانس آنے جانے لگی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا ہے۔ اس آلہ میں دو نلکیاں لگی ہوئی ہیں جسوقت حلق میں لگا کر

ہمارا نقطۂ نظر

کوک شاستر

اس نام کا ایک رسالہ جس کو دیکھکر اکثر حضرات چونک پڑینگے ہمارے ہاں تبصرہ اور تنقید کی غرض سے وصول ہوا ہے۔ خود ہمیں بھی اس کا اعتراف ہے کہ اس کا نام دیکھتے ہی ہم بھی چونک سے گئے تھے۔

اس رسالہ کے اندرونی ٹائٹل پر حسب ذیل مقولہ درج ہے۔

”خدائے تعالیٰ نے اپنی محبت اور عقلمندی سے جو کچھ پیدا کیا کسی مرد یا عورت کو اس کے متعلق علم اور واقفیت حاصل کرنے جاننے اور گفتگو کرنے میں شرم محسوس نہ کرنی چاہیے کیونکہ اس کی مرضی نہیں کہ حضرت انسان کی بہتری کے لئے جو علم اسقدر ضروری ہے اس سے اخلاقی حسن اور پاکیزگی کی بیخ کنی ہو۔“

یہ قول ”ڈاکٹر کودن“ کا ہے اگرچہ کہ ترجمہ عمدہ نہیں ہے اور صاحب مقولہ کا نام کودن سا ہے تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس قول میں حسن حقیقت اور صداقت پر زور دیا گیا ہے۔ وہ سوچنے کے قابل ہے۔

انسان اور انسانی سماج کی بنیاد دو خواہشیں ہیں ایک پیٹ کا بھرنا اور دوسرے نسل کا پھیلانا لیکن عجیب بات ہے کہ متمدن اور ترقی پذیر ممالک میں بھی جو تعلیمی نظام ہیں ان میں پیشہ کے دھندے کیلئے تو جوانوں کو خوب تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن توفیر نوع کے بارے میں ذرا سی معلومات تک ان کے دماغوں میں نہیں ڈالی جاتی۔ ترقی یافتہ ممالک کا نصاب ابتدائی تعلیم سے لیکر انتہائی مدارج تک دیکھ جائیے کہیں آپکو ایسا مضمون نہیں ملیگا جس سے اس اہم مسئلہ پر سائنٹفک واقفیت طلبہ کو دیجاتی ہو۔ لطف یہ ہے کہ ایک ملک کی ترقی کا تمامتر دار و مدار اس پر ہے کہ تندرست جسم اور تندرست دماغ کے بچے پیدا ہوں اور نظام تعلیمی ہی اس اہم مذہب کا مطلقاً لحاظ نہیں نوجوانوں کو توفیر نسل کے اسباب و ذرائع کے متعلق مطلقاً کوئی بات علمی پیرایہ میں نہیں بتلائی جاتی۔

اس حیرت ناک فروگذاشت اور غفلت کا ثمرہ یہ ہے کہ جوانی کے جوش میں اور ان باتوں سے محض ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے ایسے کرتوتوں میں پڑ جاتے ہیں جس سے ایکطرف اپنی تندرستی بدن اور دماغ کا ستیاناس کر لیتے ہیں تو دوسری طرف اولاد کے دماغ اور جسم کی تباہی کے بیج بوتے ہیں جہالت اور ناواقفیت دنیا کے تمام گناہوں کی جڑ ہے اور نہایت حیرت کی بات ہے کہ ایسی قومیں بھی جو ترقی کی معراج پر پہونچ چکی ہیں اس زبردست معاملہ میں ایسی ہونہار پودے کو جہالت کی تاریکی ہی میں رکھتی ہیں محض اس لئے

کہ جھوٹی شرم اور احمقانہ سماجی خیالات ان باتوں کو گندا اور مخرب اخلاق قرار دیتے ہیں۔ اس حماقت اور فروگزاشت کا یورپ جیسے دنیا کے روشن خیال حصہ کو یہ پھل مل رہا ہے کہ وہاں کی سوسائٹی میں امراض خبیثہ کا زہر اس قدر پھیل چکا ہے کہ اب سین اور اس کے پیروں نے اس مسئلہ کو اسٹیج پر لانا ضروری سمجھا۔ ہندوستان کی بھی حالت ناگفتہ بہ ہو چلی ہے اور ہمارے مدارس میں ایسے شرمناک رجحانات لڑکوں میں آلیس کی صحبت اور جہالت سے پیدا ہو چکے ہیں کہ جن کا روکنا اور دور کرنا ہندوستانی نسل کے ٹھیک کرنے کیلئے نہایت ضروری ہے۔

اس کھلی حماقت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب دولہا دلہن کا انتخاب کیا جاتا ہے تو اس پر تو بہت زور دیا جاتا ہے کہ دولہا کماؤ پوت قابل ہے یا نہیں لیکن توجہ نہیں کیجاتی کہ بلحاظ صنفی خصوصیات بھی جوڑا موزوں کارآمد اور اولاد کا اہل ہے یا نہیں دنیا میں کم از کم پچاس فیصدی میاں بیوی کے جھگڑوں کی بنیاد صنفی ناموافقت ہوتی ہے اور نوع انسان کی کجروی (PERVERSITY) کی اصل جڑ صنفی ناموزونیت ہستی کی نفسیات کی ناواقفیت اور متعلقہ اعضا اور حصص بدنی کی بیماریاں ہوتی ہیں سماج کی جہالت اور ناواقفیت نے جھوٹ موٹ کی اخلاقیات کی بیجا کھڑی کر دی اور کیا مجال ہے کہ کوئی ان معاملات پر زبان ہلا سکے۔

ان خیالات کے مدنظر ہمیں خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر دہرم دیو صاحب نے اخلاقی جرأت سے کام لیکر ایک نہایت سماجی خرابی کے دور کرنے کی حتی الوسیع کوشش کی ہے کوک شاستر نمبر ۵ ہے جو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے تقریباً دس مضامین جن میں دو علمی دلچسپی کے لحاظ سے قابل ذکر ہیں یہ ایک پردہ بکارت اور دوسرا اندام نہانی کے بال یہ مضامین ہیولاک ایلس کی مشہور تصانیف سے ماخوذ ہیں لیکن ناکافی اور تشنہ ہیں اور عمدہ زبان اور پیرایہ میں نہیں لکھے گئے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے بچوں اور نوجوانوں کو ان کی سمجھ اور ضرورت کے مطابق صنفی اعضا کی حقیقت ساخت مقصد اور حفظان صحت کی علمی معلومات بہم پہونچائی جائے لیکن ساتھ ہی ساری معلومات سائنٹفک پاک اور بے لاگ طریقہ سے ان کے سامنے پیش کی جائے جس کا اثر ان کے نفوس پر ایسا ہو جس سے وہ دماغ اور جسم نفس اور روح کی صحت کو برقرار رکھ سکیں اور ان کا تخیل بھڑک نہ اٹھے اور فحش اور کجروی کی جانب مائل نہ ہوں۔

علم صحیح اور کافی کبھی کجروی کی طرف نہیں لیجاتا۔ پڑھانے والے کی پاک نیت اور اس کی تعلیم کی صداقت کجروی سے بچانے کیلئے کافی ضمانت ہے اگر رسالہ کوک شاستر میں ان امور کا لحاظ رکھا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ یہ نوجوانوں اور علامۃ الناس کیلئے مفید ہوگا۔ زیر تنقید نمبر میں لذت النساء ایک فارسی کتاب کا ترجمہ مع اصل چھاپا گیا ہے اسی قسم کی

مشرقی کتابیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علمی تحقیق اور تدقیق سے بہت دور ہوتی ہیں اور نہایت زور شور سے عمومی طور پر ایسے کلیے پیش کرتی ہیں جن کی بنیاد ناکافی استقرا ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو عورت کی خاصیت کے بارے میں:۔

"جو عورت کہ سونے کے وقت سوئے اور جاگنے کے وقت جاگے ایسی عورت پارسا اور نیک فطرت ہوتی ہے"

اول تو یہ قرار دینا مشکل ہے کہ سونے کا وقت اور جاگنے کا وقت ہر عورت کیلئے یکساں طور پر کوئی ہو سکتا ہے یا نہیں مختلف ملکوں اور پھر ہر ملک کے مختلف طبقوں اور پیشوں کی عورتوں کا سونے اور جاگنے کا وقت جداگانہ ہوگا۔ فرض کیجئے بعد مغرب سونا اور نماز صبح کے وقت جاگنا اگر صحیح اوقات قرار دیئے جائیں تو پھر ایک امیر زادی جو ہستی بولتی رات کے بارہ بجے سوتی ہے اور صبح کو سات آٹھ بجے بیدار ہوتی ہے وہ اور اسی کی یوروپین سوسائٹی والی بہن جو صبح ہوتے ناچ یا ڈنر یا۔ تھی ایٹر (THEATRE) سے لوٹتی ہے اور صبح دس بجے تک سوتی رہتی ہے دونوں کی دونوں غیر پارسا اور بد سرشت ہوں گی غرض اس قسم کے غیر سائنٹی فک غیر منطقی بیانات کیلئے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ محض پوچ اور لچر ہوتے ہیں ایک اور لطیفہ سنئے۔

"جس عورت کے ہونٹ متحرک رہتے ہوں اسکی آنکھیں ناچتی ہوں۔ اپنی ناف کو برہنہ اور اپنے سینہ کو ابھارے رکھے اور عاشق مزاج ہو ایسی عورت پرشہوت ہوتی ہے اور غیر مرد کی طلبگار رہتی ہے اس پر بھروسہ نہ رکھنا چاہیئے"

"جس کے ہونٹ متحرک رہتے ہوں" اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا آنکھیں ناچتی ہوں یہ ایک اور بعید الفہم صفت ہے۔ اپنی ناف کو برہنہ رکھے یہ اور ایک احمقانہ صفت ہے۔ بعض مقامات کا لباس ایسا ہوتا ہے کہ عورت اگر چاہے بھی تو ناف کو برہنہ نہیں رکھ سکتی سینہ ابھارے رکھے۔ ایک نوجوان لڑکی جبکہ اٹھتی جوانی ہو اور زور کی جوانی ہو اگر کوشش بھی کرے تو بڑھیا یا دق مری عورتوں کی طرح کبڑی نہیں بن سکتی ان عجیب غریب صفات پر طرہ یہ ہے کہ عاشق مزاج بھی ہو۔ جس عورت میں یہ تمام صفات نہ ہوں لیکن صرف وہ عاشق مزاج ہو تو یہ اس کے بے راہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ بیسوں جوبن ڈھلی عورتیں عاشق مزاج ہوتی ہیں۔ خیر جس عورت میں یہ تمام صفات ہوں وہ پرشہوت ہوتی ہے۔ کیا عجیب نتیجہ نکالا ہے اور اس سے عجیب تر نتیجہ یہ ہے کہ وہ غیر مرد کی طلبگار ہو گی سوال یہ ہے کہ ایک عورت میں یہ سب باتیں بالفرض محال موجود ہیں۔ لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ وہ غیر مرد کی ہی طلبگار ہو کیوں اپنے خاوند یا عاشق کی ہی طلبگار نہ ہو ایسی صورت میں کہ اس کا شوہر یا آشنا اس کے پرشہوت ہونے کا کافی علاج کر سکتا ہو بہر حال اس قسم کی لغو باتیں کوک شاستر کو سائنٹی فک نہیں بنا سکینگی۔ بلکہ مذاق

کرائینگی۔ ہمیں لایق اڈیٹر سے توقع ہے کہ جس تہایت کارآمد میدان میں انہوں نے قدم رکھا ہے اس کو اس قسم کے لغو مضامین اور خیالات سے محفوظ اور مامون رکھینگے۔ اور اس کا خیال رکھینگے کہ کوک شاستر میں جو بات لکھی جائے وہ صاف ستھرے سائینٹی فک طریقے سے ہو اور مشاہدات اور صحیح استدلال پر مبنی ہو۔

رسالہ لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ تقطیع چھوٹی ۴۲ صفحے۔ لکھائی چھپائی کاغذ معمولی چندہ سالانہ (۲) اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

منیجر رسالہ کوک شاستر گوالمنڈی لاہور

تبلیغ نامہ وحدت و محبت

ہمارے پاس ایک چھوٹا سا ۲۴ صفحات کا رسالہ تبلیغ نامہ وحدت و محبت" بغرض ریویو وصول ہوا ہے یہ ایک نئے مذہب کا ابتدائی نوٹس ہے۔ اس مذہب (یا بقول مولف" آرڈر") اور اون کے" بانی" حضرت صوفی عنایت خاں صاحب مہاجر یورپ ہیں۔ اس آرڈر کی تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ محبت سے حسن کا ظہور ہوا۔ اور حسن سے محبت کا اور حسن کی محبت سے مذہب کا۔ حضرت صوت الحق فرانس میں مقیم ہیں یہ حسن و محبت کے آرڈر کا بنیادی پتھر رکھا جا سکتا تھا پہلے یہ ایک تھیٹر میں گانے پر ملازم ہو گئے (ان کا تعلق بڑودہ کے گویوں کے مشہور خاندان سے ہے)

وہاں طبیعت نے ایسا رنگ بدلا کہ گویے سے بانی مذہب ہو گئے۔ سچ ہے" خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے" مذاہب موجودہ کے متعلق اس آرڈر کا وہی طریقہ عملی ہے جو برہمو سماج والوں کا ہے کہا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنے مذہب پر قائم رہ کر اس آرڈر میں شریک ہو سکتا ہے۔ تزکیۂ نفس پر بہت زور دیا گیا ہے مگر ابھی اس کے طریقوں کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اسی کتاب میں ایک اردو اخبار" وحدت و محبت" کے عنقریب جاری ہونے کا بھی اعلان ہے شاید اس میں تزکیہ نفس کے طریقہ بتائیں جائیں اس کے دیکھنے کے بعد ہم کوئی صحیح رائے اس جدید آرڈر کے متعلق قائم کر سکینگے۔ یہ تبلیغنامہ احسان الحق صاحب عشقی ناظم حلقہ وحدت بازار مچھلی والان متصل سنگم تھیٹر دہلی سے مل سکتا ہے۔ اخبار" وحدت و محبت بھی اسی پتہ سے جاری ہوگا اور اسکی قیمت چار روپیہ سالانہ معہ محصول مقرر کیگئی ہے۔

معین الصحت اس نام کا ایک رسالہ دہلی سے زیر ایڈیٹری حکیم محمد مظفر علی صاحب شایع ہوا ہے کچھ حصہ اسکا طبیہ کالج دہلی کیلئے مخصوص ہوتا ہے مضامین عام طور پر حفظان صحت سے متعلق ہوتے ہیں اور پسندیدہ ہوتے ہیں کہ حکماء کے مجربات بھی شایع ہوتے ہیں سوالات اور جوابات کا بھی خاص انتظام رکھا جاتا ہے ہر نوع انسان کیلئے مفید ہے۔ چھوٹی تختی۔ لکھائی چھپائی کاغذ اوسط درجہ کا ہے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ ہے۔

ادبیات

منافع بحساب پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ

مختتم بتاریخ ۲۰ جون ۱۹۲۴ء تقسیم کیا گیا

دی انڈسٹریل اینڈ کمیکل کمپنی لمیٹڈ

رجسٹر شدہ ممالک محروسہ سرکار عالی

سرمایہ مجوزہ　　ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ

منقسم چار ہزار حصص فی حصہ پچیس روپیہ　　اقساط پانچ روپیہ

(ڈائرکٹران) ڈاکٹر سید محمود صاحب مولوی محمد علی صاحب مولوی سید احمد علی صاحب مولوی سید کاظم علی صاحب مولوی سید علی صاحب مولوی سید عباس علی صاحب مولوی سید حامد علی صاحب ایل ایل ڈی (ڈائرکٹر) منیجنگ ڈائرکٹر) مولوی حکیم محمد امیر الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ (ڈیٹر تنقیح ساز سالوی) لف سی آر اے پوسٹ اینڈ ایڈیٹر بیانکرس امپیریل بنک آف انڈیا لمیٹڈ

منیجنگ ایجنٹس مسرس ایس احمد علی اینڈ برادرس۔

رجسٹرڈ آفس　　دار الشفا　　حیدرآباد دکن

معیار سخن

سرمایہ نازش چمن ہند ودکن کا ہر پھول ہے گلدستہ معیار سخن کا یہ شعر اور سخن کا عمدہ اور مضامین نثر کا بہترین و شاندار شہر مالیگاؤں سے نہایت آب و تاب کیساتھ شایع ہوتا ہے اساتذہ وقت کا طرحی وغیرہ طرحی تازہ کلام اس گلدستہ کی جان ہے زبان کی آراستگی اور مذاق سلیم کے اعتبار معیار سخن آپ ہی اپنی نظیر ہے ٹائیٹل رنگین اور نقش و نگار سے آراستہ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قدر دان سخن کا فرض ہے کہ اس گلدستہ کو ملاحظہ فرمائیں تاخیر نہ کریں سالانہ قیمت خریداری صرف عہ اور زر معاونت جو گلدستہ کے سے بہت کم ہے نمونہ ۲/

پتہ دفتر معیار سخن مالیگاؤں ضلع ناسک

بی بی سیفٹی استرا

آجکل بازار میں مختلف قسم کے سیفٹی استرے نہایت ارزان قیمت کے فروخت ہوتے ہیں بی بی وہ استرا نہیں ہے کہ ارزاں بہ علت ہو ایکمرتبہ استعمال کیجئے پھر خود بخود تجربہ ہو جائیگا قیمت تمام سکہ کلدار ہے۔

بی بی استرا اصل کا ڈبہ معہ ۱ عدد بلیڈ فی ہے بی بی اسٹراپ یعنے بلیڈ تیز کرنیکی مشین عہ

بی بی سٹ ۹۰ چمڑیکا کیس ایک مشین ایک استرا اور صرف تین عدد بلیڈ فی عہ

بی بی سٹ ۱۲۵ نقلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک پیالی ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ فی عہ بی بی سٹ ۱۱۹ اصلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ فی ع ۵

ایم آر بیگ اینڈ کو کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

المومن

المومن کیا ہے؟ ہندوستان میں قوم مومن کا پہلا اور تنہا ماہوار ترجمان اور تمام غریب کمزور مسلم اقوام کا حامی اسلامی مساوات تنظیم اور قوم نور باف کی تاریخی زمانہ کا سچا فوٹو، اخلاقی فوٹو، اخلاقی تاریخی تمدن معاشی اقتصادی اور علمی ادبی نظم و نثر کا بہترین مجموعہ ہے المومن نے اپنی قلیل مدت حیات میں دنیا صحافت کے اندر نمایاں جگہ حاصل کی ہے المومن کے درخشندہ مستقل و تعریف میں ملک ملت کے مشہور اخبار رسائل اور جماعت ہیں المومن کی ہر غذا سال اور ایک ایک حرف نے ایک ہلچل ڈالدی ہے اور قوم میں ایک انقلاب پیدا کر دیا المومن کی صدا درد نے اولیندی ہی تک نہ رہا بلکہ افریقہ تک کے اصحاب کو بیدار کر دیا ہے المومن ماہی تھا اب ہفتہ وار رسالہ ہو نہا ہے قوم و ملک کی خواہش پر ہفتہ وار روزانہ ہو جائیگا المومن کی آواز پر آپ بھی لبیک کہئے اور جلد از جلد اس قومی رسالہ کی اشاعت میں حصہ لیجئے المومن تجار صناع حکما اور ڈاکٹروں کیلئے اشتہار کا اچھا آسان ذریعہ ہے المومن کا سالانہ چندہ تین روپیہ ششماہی ایک روپیہ ۱۲ آنہ ہے

ملنے کا پتہ منیجر دفتر المومن نمبر ۳۳ پوکھر روڈ کلکتہ

سامانِ تفریح

حیدرآباد کے مدرسہ میں ایک طالب العلم نے ماسٹر سے کہا
"جناب میری بہن کو سیتلا نکلی ہے۔

ماسٹر۔ جاؤ تم بھی مدرسہ سے جاؤ اور آٹھ روز تک مدرسہ نہ آنا۔

لڑکا سلام کرکے خوش خوش چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد ایک دوسرے لڑکے نے ماسٹر صاحب سے کہا جناب جس لڑکے کو آپ نے اجازت دی ہے اوس کی بہن کو سیتلا ضرور نکلی ہے لیکن وہ لڑکی اورنگ آباد میں رہتی ہے۔

ایک ہوٹل میں دو دوست رہتے تھے دونوں کے کمرے ایک ہی وضع کے تھے اور دونوں کمروں کے قفل بھی ایک ہی نمونے کے تھے۔ ایک رات کو ان میں سے ایک صاحب آئے اور غلطی سے دوسرے کمرے میں جا کر سو رہے۔ تھوڑے دیر کے بعد دوسرے صاحب آئے دروازہ کھول کر کمرے میں گھسے دیکھا کہ کوئی صاحب ان کے پلنگ پر آرام کر رہے ہیں۔ باہر نکلکر دربان سے کہا "کیا تم نے مجھے ابھی کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا
دربان جی ہاں۔ یہ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا بیوقوف جب تم کو معلوم تھا کہ میں دو گھنٹہ پہلے سے اپنے کمرے میں ہوں تم اندر جاتے وقت مجھے اطلاع کیوں نہ دی کہ میں پہلے سے وہاں سو رہا ہوں۔

دو مزدوروں میں زینہ پر بوجھہ لیکر چڑھنے کے متعلق بحث ہو رہی تھی۔ ایک نے کہا "اجی میں تمکو پیٹھ پر لاد کر تیسری منزل تک چڑھ سکتا ہوں۔

دوسرا اچھا شرط رہی۔

پہلا منظور۔

آخر پانچ پانچ روپیہ شرط ٹھیر گئی۔ پہلے نے دوسرے کو کمر پر لادا اور سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا اور چڑھ گیا اور اسیطرح اسکو لادے ہوئے نیچے اتر آیا۔

دوسرے نے نہایت خندہ پیشانی سے پانچ روپیہ حوالہ کیئے اور کہا یار۔ ذراسی کسر رہگئی تیسری منزل پر جب تمہارا پاؤں پھسلا تھا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ شرط میں جیتوں گا۔ مگر میری بدقسمتی تھی کہ تم سنبھل گئے۔

ایک لڑکے پر اس کے ماں باپ ایک دن بہت خفا ہوے بات گئی گزری ہوئی رات کو دس بجے کے قریب میاں بیوی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب تشریف لائے اور کہا "اماں جان آپ ہمیشہ فرمایا کرتی ہیں کہ سونا اور مرنا برابر ہے اسلئے مرنے سے پہلے اپنے دشمنوں سے صلح کر لینی چاہئے۔

ہاں ہاں

بیٹا۔ میں ابا اور آپ دونوں کو آج دن کے واقعہ کے متعلق معاف کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور معاف کرتا ہوں۔

ترانۂ شمس

از جناب منشی فاضل مولوی محمد شمس الدین صاحب منصف تعلقہ بودھن

یا الٰہی کوئی صورت کبھی ایسی بھی تو ہو — تری محبوب کے دربار میں پہونچوں میں جو

سامنے جا کے ادب سے میں بجا لا کے سلام — عرض سب حال کروں اونسے تصدق ہو ہو

گر کے قدموں پہ پکڑ لیوں گا دامن رو کر — بعد تقدیر میں میرے جو کچھ ہوتا ہی سو ہو

بعد پھر ساقی کوثر سے یہ میں عرض کروں — تشنہ لب میں بھی کھڑا ہوں مجھے آقا کچھ دو

پھر کہوں خوف سے عصیاں کے پریشان ہوں میں — ہو گی بخشش مری یا کہ نہیں مولا کہدو

یا محمد مجھے کب ہوگا میسر وہ دن — دیکھکر آپ یہ فرمائیں کہ آہا تم ہو

واعظو خوف قبر سے نہ ڈراؤ مجھکو — ہو سکے تم سے تو تم قبر میں آکے دیکھو

قبر میں میں نکرین سے یہ کہدونگا — امتی میں ہوں محمد کا یہاں سے چلدو

اے نکرین نہیں ڈرتا ڈرانے سے میں — جو میں کہتا ہوں ذرا کان لگا کر سن لو

رب ہے اللہ میرا اور محمد ہے نبی — دین اسلام ہے قرآن سناتا ہوں سنو

قبر میں شمس یہ سن کے نکرین کہے — آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

تم لوگوں کو چاند قلب تارے۔ زہرہ۔ زحل اور مریخ کی حرکتوں کی خبر ہے اور اس سے میری زندگی کو مطلق سروکار نہیں اور اس خالی خولی دور دراز کی علمی واقفیت میں کھانے پکانے کے طریقوں اور اصولوں کو دخل نہیں اور اس بےخبری کا پھل مجھے یہ ملتا ہے کہ بعض اوقات میں بھوکا کا بھوکا رہجاتا ہوں نوکروں کا یہ حال ہے کہ تمہیں خوش کرنے کو وہ بھی علمی ذوق و شوق جتلانے لگے ہیں اور اس بہانے سے اپنے کام کو تن دہی سے نہیں کرتے۔ میرے گھر میں استدلال ہر ایک کا مشغلہ ہے حتیٰ کہ فرط استدلال سے عقل نے چکرا کر اپنا رستہ لیا پکانے والی تاریخ کے مطالعہ میں ایسی ڈوبتی ہیں کہ کباب جلکر کوئلہ ہو جاتے ہیں۔ ماما پانی مانگو تو وہ فکر سخن کے ایسے خواب خرگوش میں ہوتی ہے کہ اسکے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ تمہاری وہ بھی ریس کرتے ہیں اور حالانکہ اتنے آدمی ہیں مگر کوئی میری خدمت نہیں بجالاتا لے دیکے ایک یہ لڑکی میرے کام کی رہگئی تھی اور اس بگڑی آب و ہوا میں بھی اس کا دماغ صحیح سلامت تھا اچھا اس کا یہ حشر ہوا کہ اس کو بےتکلف نکال باہر کر دیا اس لئے کہ وہ اہل زبان کے محاورہ اور روزمرہ کے مطابق بات چیت نہیں کرتی بہن میں صاف کہدیتا ہوں اور یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ یہ باتیں میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہ حرکتیں مجھے تکلیف دیتی ہیں اور طعن بگھارتے لوگ میرے ہاں آتے ہیں اور یہ سب مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ خصوصاً موسو تمہر سوتین سے مجھے بغض للہی ہے۔ اس کے اشعار پر تم لوگ وجد کرتے ہو اور اس بات نے شہر بھر میں ہمیں مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔ اسکی تقریر محذوب کی بڑ ہوتی ہے۔ کتنی بھی مغز پاشی کرو۔ خدا نے چاہا تو خاک مطلب سمجھ میں نہ آئے اور میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ اس کا ذرا دل چل گیا ہے۔

فلا۔ یا الٰہی سوفیانہ پن کی کوئی حد بھی ہے اور زبان کس قدر سوقیانہ ہے۔

بل۔ ایک ننھے سے بھیجے میں کس قدر کوڑ مغزی اکھٹی ہوگئی ہے۔ یا اس سے زیادہ معمولی مٹی کا دماغ ہو سکتا ہے!! اور پھر یہ خیال غضب ہے کہ میری رگوں میں بھی یہی خون ہے! تمہارے خاندان سے ہوں اسلئے میں اپنے آپ سے سخت نفرت کرتی ہوں اور غیرت کے ۲۵
مارے میں اس گھر سے ہی اپنا کالا منہ کرتی ہوں۔

سین آٹھواں

فلا۔ ایک آدہ تیر باقی ہو تو وہ بھی خالی کر دو۔

کری۔ تیر نہیں۔ بس لڑائی ہو چکی اب اور کام کی باتیں ہوتی ہیں تمہاری بڑی لڑکی تو شادی کے جھمیلے سے کچھ بیزار سی ہے۔ یعنے فلا سفر ہے مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں اسکی تربیت معقول طور پر اور اچھے اصول میں ہو رہی ہے اور تمنے واقعی خوب ٹھایا ہے۔ لیکن اسکی چھوٹی بہن اور مزاج کی ہے اور میری رائے میں وقت آگیا ہے کہ آنریت کیلئے کوئی دولہا انتخاب کیا جائے۔

فلا۔ مجھے بھی یہی سوجھ رہی تھی۔ میں تم سے بھی کہدیتی ہو

کہ میرے دل میں کیا بات تھی۔ موسو تر سوتین جوانا
لوگوں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے اور جسے تم بھی اچھا نہیں سمجھتے
اس لئے بے موزوں ہے اور موسو تر سوتین کی خوبیاں تم سے
بہتر میں جانتی ہوں۔ اس بارے میں حیثیت سمجھ کے سوچ کے
میں ہر پہلو پر غور کر کے اپنے دل میں یہ بات ٹھان چکی ہوں
دیکھو یاد رکھنا کہ ابھی یہ بات زبان سے نہ نکلے تمہاری
لڑکی سے میں چاہتی ہوں کہ پہلے میں خود ذکر کروں تم بعد
کو اگر چاہو تذکرہ کرنا بعض مصلحتیں ایسی ہیں کہ یہ وتیرہ
بھی مناسب ہوگا۔ اگر تم نے اشارے یا کنایہ سے اس بات کو
آزیت تک پہونچایا تو مجھ سے یہ بات چھپی تو رہنے کی نہیں

سین نواں

۲۶ اریست کریسال

اریس۔ کہئے بھائی کیا ہوا؟ بھابی ابھی باہر گئی ہیں۔ تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بات چیت ضرور ہوئی ہے۔

کری۔ ہاں

اریس۔ اچھا تو پھر اس کا نتیجہ تو سنیں؟ کیا آزیت کا بیاہ ہماری مرضی کے مطابق ہوگا؟ بھابی راضی ہو گئیں؟ معاملہ طے پا گیا؟

کری۔ نہیں ابھی کچھ طے تو نہیں ہوا؟

اریس۔ کیا انہوں نے انکار کر دیا؟

کری۔ نہیں۔

اریس۔ کیا کچھ تامل ہے۔

کری۔ مطلق نہیں۔

اریس۔ تو آخر پھر بات کیا ہے؟

کری۔ تمہاری بھاوج نے ایک اور شخص پیش کیا ہے

اریس۔ کوئی اور داماد پیش کیا ہے؟

کری۔ ہاں ایک اور آدمی

اریس۔ اس کا نام تو سنوں

کری۔ موسوتر سوتین

اریس۔ ہائیں وہی موسوتر سوتین

کری۔ ہاں ہاں وہی جو ہمیشہ شاعری اور لاطینی بگھارا کرتا ہے۔

اریس۔ کیا تم بھی رضامند ہو گئے؟

کری۔ خدا بچائے۔ میں اور راضی ہو جاتا؟

اریس۔ تم نے کیا جواب دیا؟

کری۔ کچھ نہیں اور خوش ہوں کہ میں نے کچھ کہا نہیں۔ نہ معلوم میرے منہ سے کچھ نکل جاتا اور میری بات پکڑ لی جاتی۔

اریس۔ چپ رہنے کے وجہ تو نہایت معقول ہے خیر یہ پہلا قدم برا نہیں رہا یہ بھی ایک طرح کی کامیابی ہے تم نے کلتاندر کے پیام کا ذکر تو کر ہی دیا ہوگا؟

کری۔ نہیں کہاں سے ذکر کرتا؟ جب میں نے دیکھا کہ وہ اور ہی داماد کی دھن میں ہیں تو میں نے ذکر کرنا مناسب نہ جانا۔

اریس۔ آپ کی یہ حزم و احتیاط یقیناً غیر معمولی ہے؟ تعجب یہی کہ مردی پہ شرم نہیں آتی؟ لیکن یہ ممکن ہے کہ

ایک مرد اور اتنا کمزور ہو کہ بیوی مطلق العنان ہو جائے اور اس کی مرضی کے خلاف کسی بات کے کہنے یا کرنے کی جرات نہ ہو؟

کری۔ اللہ بھائی یہ نہ کہو تمہارا کیا ہے۔ کہدینا بہت آسان ہے۔ تمکو خبر نہیں کہ ذراسی گڑبڑ ہوئی اور بس میرے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ بس تو امن چین کا دلدادہ ہوں اور چپ چاپ زندگی پسند کرتا ہوں میری بیوی کا غصہ آلہی توبہ وہ فلاسفرانہ صفات کا بڑی شدومد سے ذکر کرتی ہے لیکن یہ نری باتیں ہی ہوا کرتی ہیں غصہ اس کا جوں کا توں ہے۔ اخلاق کی باتیں کرنے پر آئے تو روپیہ پیسہ جیسی چیز اسکی آنکھوں میں نہیں جچتی مگر ان اخلاقیاتی مسایل کا شمہ برابر بھی اسکی تیز مزاجی پر اثر نہیں جس بات کے کرنے کی دل میں بس گئی اسکی ذرا بھی کسی نے مخالفت کی اور بس ایک ایک ہفتہ گھر ہے کہ قیامت کا نمونہ جب وہ اپنا خاص غصہ کا لہجہ اختیار کرتی ہے تو میں تو کانپ اٹھتا ہوں۔ بس یہ جی چاہتا ہے کہ کہیں بھاگ جاؤں جب اس پر غصہ کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ اپنے آپے میں نہیں رہتی۔ اژدہے کے سے پھنکارے مارتی ہے اس کا ڈائین کے سے مزاج کے باوجود مجھے گزارہ کرنا ہے یہی کہنا پڑتا ہے۔ میری۔ دلبر میری پیاری۔

ارلیس۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے آپ مذاق کر رہے ہیں یہ بات بس اپنے تک ہی رکھیگا کہ تمہاری بیوی اسلئے تم پر حکومت چلاتی ہیں کہ تم بزدل ہو ان کے زور کی بنیاد تمہاری کمزوری ہے سارے فساد کی جڑ تم خود ہو تمہیں لے یہ لگت ڈالی ہے کہ وہ تمہاری سرکار بن گئی ہیں تم ان کی چیرہ دستی کے آگے بچکٹ جاتے ہو اور اپنے آپ کو موم کی ناک بنالیا ہے مرد خدا تم مرد کہلاتے ہو تو ایک دفعہ تو مرد بنکر دکھا دو۔ ایک عورت ذات کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے اور یہ کہنے کی ہمت نہیں کرسکتے کہ "بس میں یوں چاہتا ہوں اور یوں ہی ہوگا" تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہاری بیوی کو ان مجنونانہ خیالات کے بھیٹ چڑھایا جائے جو تمہارے گھر پر چھا گئے ہیں اور ایک احمق گدھے کو ساری دولت دیدی جائے محض اس لئے کہ وہ لاطینی میں کچھ شدومد رکھتا ہے کچھ گنتی کے لفظ یاد کرلئے ہیں اور انکو ہر جگہ لکھتا پھرتا ہے اور محض جھوٹ موٹ کا عالم ہے اور تمہاری بیوی ہیں ۲۷
کہ اسے بڑے بدلہ سنج اور حاضر جواب کی طرح خطاب کرتی ہیں اسی کے کلام کو پاکیزہ سمجھتیں اور اسکو بے نظیر شاعر قرار دیتی ہیں حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ اسکو لطف نفیس سخن سنجی کو کیا نسبت؟ بس بھائی مذاق کی بھی حد ہوئی ہے۔ تمہارا چلن مضحکہ کے قابل ہے۔

کری۔ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ بیشک میں ہی غلطی پر ہوں۔ اچھا اب میں بھی دکھا دونگا کہ میرا دل کتنا مضبوط ہے۔

ارلیس۔ یہ بات کہی ہے شاباش

کری۔ یہ واقعی ایک وبال جان ہے کہ عورت کو سطح سر پر چڑھا لیا جائے۔

ارلیس۔ سچ کہا۔

کری۔ اس نے میری نرم مزاجی سے خوب فائدہ اٹھایا

ارلیس۔ بالکل ٹھیک سمجھے

کری۔ میری نیک طینتی پر چھا گئی۔

ارلیس۔ بے شک

کری آج ہی میں اسکو کہا دونگا کہ میری بیٹی میری ہی بیٹی ہے اور مجھے اختیار ہے کہ جس کے ساتھ چاہوں اسکی شادی کر دوں

ارلیس۔ یہ کہی سمجھ کی بات اور یہ سنکر میرا جی خوش ہوگیا

کری۔ تم تو کلتا مندر کے طرفدار ہو جب اس کا گھر تمہیں معلوم ہوگا۔ ہاں تو اس سے کہدینا کہ مجھ سے فوراً آ ملے۔

ارلیس۔ میں ابھی اسے بھیجے دیتا ہوں۔

کری۔ بہت دنوں تک میں نے یہ باتیں برداشت کیں

۲۸ اب میں مرد بنونگا۔ چاہے ساری دنیا مجھ سے پھر جائے

ایکٹ تیسرا

سین پہلا

فلامنت۔ ارماند۔ بلیس۔ ترسوتین۔ لے پین

فلا۔ آئیے یہاں بیٹھ جائیں اور آرام سے یہ اشعار سنیں۔ انکے ایک ایک لفظ کو تولنا پڑیگا۔

ار۔ میرے دل میں تو شوق نے آگ سے لگادی ہے

بل۔ اور ہم سہونکی بیتابی سے کے مارے جان نکل ہے

فلا تمہارے قلم سے جو چیز نکلتی ہے میرے لئے دلکش ہوتی ہے۔

ار۔ ۔۔ اسو ۔ کرتے آگے سرتیں ہیچ ہوتی ہیں۔

بل۔ میرے کانوں کو ایک تحفہ ضیافت ہوتی ہے

فلا۔ ہمارا شوق ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اب زیادہ راہ نہ دکھائیے۔

ار عجلت کیجئے۔

بل۔ دیر نہ فرمائیے۔ مسرت کا جلدی موقع دیجئے۔

فلا۔ ہمارا ان شوق کے شعلوں پر اپنے کلام کا پانی ڈالئے

تر۔ افسوس میم صاحب ابھی قطعہ بیچارہ نوزائیدہ بچہ ہے اسکی خوش نصیبی سے آپ کے دل میں ضرور اسکی جگہ ہونی چاہئیے۔ کہ آپ کے صحن میں ہی اس نے جنم لیا ہے۔

فلا۔۔۔۔ آپ اس کے باپ ہیں یہ بات اس کے پیارے بنانے کو کافی ہے۔

تر۔ آپ کی قدر دانی اس کو مادر مشفق کا کام دیگی

بل۔ ہائے یہ حاضر جوابی!

سین دوسرا

ارزیت۔ فلامنت۔ ارماند۔ بلیس
ترسوتیں۔ لے پین

فلا۔ ہائیں یہ کیا! تم کیوں بھاگتی جاتی ہو۔

آن۔ اس خوف سے کہیں آپ کی لذیذ صحبت میں خلل نہ پڑے

فلا۔ آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو پوری طرح کان کھولکر سحر کلامی کا لطف اٹھاؤ   (باقی آیندہ)

*

حصۂ نظم

(مولوی مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب رحمت)

رات دن یہ عاشق شاہ امم جگر میں ہے
دل میں عشق رخ ہے۔ سودا گیسوؤں کا سر میں ہے

عکس رخسار محمد میری چشم تر میں ہے
آنسوؤں میں جو ضیا ہے وہ کہاں گوہر میں ہے

شمع دین مصطفے سے جگمگا اوٹھا جہاں
آج اوسکی روشنی ہر دیں میں ہے ہر گھر میں ہے

سورۂ واللیل گیسو، سورۂ والشمس رخ
اور شانِ والضحیٰ پیشانیٔ انور میں ہے

آیۂ رحمت ہے ذاتِ پاک احمد کا ظہور
مورد رحمت ہے وہ جو امت سرور میں ہے

اے صبا تو ہی اڑا لے چل مدینے کی طرف
میں وہ مشت خاک ہوں منزل کے جو چکر میں ہے

اٹھ گئے آنکھوں سے اپنے سارے پردے اٹھ گئے
خامۂ معجز رقم توصیف پیغمبر میں ہے

ہے کلیم آسا ہر اک واعظ جو مصروف بیاں
اس لئے ایک شان کوہ طور ہر ممبر میں ہے

پرسش اعمال کا دل میں ہو کیا رحمت کے خوف
روز پیدائش سے وہ تو امت سرور میں ہے

رائے شنکر سہائے صاحب جوہر بلگرامی۔ بی اے۔ ایل ایل بی۔

گردش چشم جدا۔ گردش پیمانہ جدا
مستی بادہ جدا عالم مستانہ جدا

لطف محفل نہیں ساقی کے چلے جانے سے
مے سے ہے شیشہ جدا شیشے سے پیمانہ جدا

نقش ہے روئے منور کا تصور دل میں
شمع سے ہو نہیں سکتا کبھی پروانہ جدا

ایک ہی نور سے معمور ہے سارا عالم
نہ تو کعبہ ہے جدا اور نہ بتخانہ جدا

اللہ اللہ رے آرائش کاکل کا مذاق
آپ کی زلف سے ہوتا ہی نہیں شانہ جدا

دل ترے نذر تو سر ہے تیری شمشیر کے نذر
تیر انذرانہ جدا تیغ کا نذرانہ جدا

زاہدا جوہر مےکش سے تجھے کیا نسبت
اس کا پیمانہ جدا ہے۔ ترا پیمانہ جدا

مولوی سید کاظم علی صاحب (شوکت) بلگرامی

موج مئے نشاط جو کروٹ بدل گئی
سمجھا یہ میں کہ بزم میں تلوار چل گئی۔

پھر کہہ گیا تبسم پنہان یار کچھ
کچھ دیر کو پھر اپنی طبیعت بہل گئی

کس منہ سے ہو بیاں دم واپسیں کا لطف
اک پھانس تھی کہ دل سے ہمارے نکل گئی

آگے تمہارے شمع کو جلنا ضرور تھا
پوچھے کوئی یہ بزم میں کیوں پگھل گئی

مانا کہ کچھ نہ طور پہ دیکھا کلیم نے

لیکن وہ دیکھنے کی ہوس تو نکل گئی

کچھ ہوش آگیا ترے بیمار عشق کو
آکر شب فراق جو کروٹ بدل گئی

کیا پوچھتے ہو حال لب خشک و چشم تر
حسرت ہماری موج حوادث بدل گئی

پوچھے کسی نے اشک نہ شمع مزار کے
وہ بے نصیب آگ میں اپنے ہی جل گئی

پھر اس ستم ظریف نے کچھ مسکرا کے کہدیا
پھر دامن امید پہ حسرت مچل گئی

پروانے شکل شمع کی پہچانتے نہیں
اللہ ایک شب میں یہ ایسی بدل گئی

حسرت فزا تھی یاس کے عالم میں سیر گل
نظارۂ رخ بہار پہ امید ملِ گئی

شوکت فقط زبان سے یا دل کا مرثیہ
مدت ہوئی کہ حسرت شعر و غزل گئی

مولوی سید [illegible] صاحب بی اے ایل ایل بی

پورا سوال ہو دل امیدوار کا
محتاج التفات کا ہو کا ہے پیار کا

رنگت یہ رخ کی اور یہ نقشہ بہار کا
مونھ فق ہے تم کو دیکھ عروس بہار کا

واجب ہے احترام دل داغدار کا
ہے اک یہی خزاں میں ٹھکانہ بہار کا

اے رشک حسن تیری تلون مزاجیاں
بجلی ہے نام ان کے سکون و قرار کا

عاشق کو زیر تیغ ہی معراج ہو گئی۔

رنگیں ہمارے خون سے دامن ہے یار کا
بنت عنب سے لیتا ہے راتوں کو درس عشق

اچھا عمل ہے زاہد شب زندہ دار کا
وہ شام ہی سے زینت بزم رقیب ہیں

آج امتحاں ہے دیدۂ خوننابہ بار ... کا
آوارۂ وطن کا وطن آسماں نہ پوچھ

شیرب دیار تھا کبھی اب اس دیار کا
بالائے بام کس نے یہ کھولی ہیں کاکلیں۔

ساماں ہو رہا ہے یہ کس کے شکار کا
بے جا ہے شیخ ساغر و مینا سے احتراز

شمشاد آدمی ہے بہت اعتبار کا

مولوی سید احتشام احمد صاحب اسعد

یہ مانا جانتے ہیں ہم تجھے پا ہی نہیں سکتے
ترے ملنے کی دھن سے بھی تو باز آ ہی نہیں سکتے

نہیں آتیں سمجھ میں کچھ ہماری یار کی باتیں
یہ ایسی گتھیاں ہیں جنکو سلجھا ہی نہیں سکتے

جبیں سائی کی عزت ہم کو حاصل ہو تو کیونکر ہو
ترے در تک سر تسلیم پہنچا ہی نہیں سکتے

کہیں اب درد دل ان سے کہ روداد قفس کہیں
گذرتی ہے جو ہم پر کچھ بھی سمجھا ہی نہیں سکتے

نظر آئے نہ کیوں پھولا پھلا نخل امید اپنا
اللہ باغ امل کے پھول مرجھا ہی نہیں سکتے

خوفناک خون

پیوستہ

نواں باب

ارنالڈ کو لندن چھوڑے تین ہفتے گزر چکے تھے اس لئے اس نے اپنی واپسی کی اپنے تیار کردہ اسکیم کی رفتار کیطرف توجہ کی جسوقت یہ لندن پہونچا ہے رات خاصی بھیگ چکی تھی مگر چونکہ یہ بھوکا تھا اپنے ہوٹل میں پہونچتے ہی کافی روم کی طرف متوجہ ہو گیا اور ایک خالی میز کے آگے بیٹھکر ملازم ہوٹل سے کھانا مانگا جس میز پر ارنالڈ بیٹھا تھا اسکے متصل دوسری میز پر چھ سات آدمی اور بیٹھے آپس میں غپ شپ اڑا رہے تھے۔

ایکشخص۔ واقعی خدا کی شان ہے اس قدر دولتمند شخص تو سنگ مرمر کا محل تیار کرسکتا ہے اور طلائی ظروف میں اپنا کھانا پکوا سکتا ہے بلکہ وہ اگر چاہے تو اپنے باورچیخانہ کی کڑھائیوں میں جواہرات جڑا سکتا ہے بھی واللہ زردجواہر تو اوسکی ٹھوکروں سے لگے ہوئے ہیں۔

اس گفتگو نے ارنالڈ پر خاص اثر کیا مگر نہایت انجان بنا ہوا اپنا رخ دوسری طرف کئے ہوئے بیٹھا رہا تاکہ ان لوگوں کو یہ گمان بھی نہ ہونے پائے کہ ایک غیر شخص بھی ہماری گفتگو سن رہا ہے۔

دوسرا۔ ہاں میاں یہ تو صحیح ہے خدا کی قسم مجھے یہ سنکر بڑی خلش ہے کہ اتنا بڑا دولتمند ایک بیوقوف بڈھا ہے مگر ہمیں ہمارا کیا اجارہ اللہ میاں چاہیں تو اپنے گدھے کو ملیدہ کھلائیں۔ غور طلب چیز یہ ہے کہ وہ اپنی دولت کو آجتک چھپا کیسے سکا۔ بھی میں تو جانتا ہوں اگر جیمس سے اور اس سے ملاقات نہ ہوجاتی تو غالباً دنیا اسوقت بھی اسکی بیشمار دولت سے لاعلم ہی رہتی۔

تیسرا۔ جی ہاں اور کیا۔ مگر ذرا قسمت کی یاوری کو دیکھئے اسکا نام قسمت ہے۔ بیچارہ جیمس ایک غریب بڑھیا کا اکلوتا لڑکا ہے جو بیگشاٹ کی سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتی ہے اور ابھی تک سرجارج مارلے کی فیاضی نے اسکی دست گیری میں حصہ لے رکھا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ وہی غریب جیمس اب اس بڈھے کی لازوال دولت کا وارث ہوگا۔

چوتھا۔ ہاں جی۔ "پیا چاہے سو سہاگن" خدا کی دین کا کسی سے پوچھئے احوال۔

پانچواں۔ مگر یار ایسی دولت بھی کمبخت کس کام کی جو کسی کام نہ آئے اور سنا آپنے یہ بڈھا رہتا کس طرح ہے بھی مجھے تو واقعہ معلوم ہے نہایت بخیل بڈھا ہے نہ اسکے پاس کوئی سواری ہے۔ نہ خانگی ملازم بالکل تنہا ہے اور سنا آپنے واللہ ہر روز صبح کو جب ہوٹل کی بل پیش ہوتی ہے تو اس کا ایک ایک نقطہ غور سے پڑھتا ہے اور ہر چیز کی قیمت کی جانچ کرکے میزان کی صحت کر لینے کے بعد اسے ادا کرتا ہے مگر بھی ساتھ ہی ساتھ یہ ضروری ہے کہ اکثر خیراتی اور ہمدردی کے کاموں میں بہت حصہ لیتا ہے کل ہی کا واقعہ

ہے کہ چلٹینہم میں ایک غریب شخص کے مکان پر سو پونڈ کی ڈگری کی تعمیل میں قرقی آئی ہڈ ہے کو جب معلوم ہوا تو رات کے وقت پہونچکر اس غریب کو سو پونڈ یونہی دیدیئے اور چپکے سے واپس آگیا جیسے کوئی چوری کا کام کرتا ہے۔

چھٹا۔ ارے میاں رہنے بھی دو ان جھگڑوں کو تو میں جانتا ہوں کہ جس شخص کو ایک بھنا ہوا مرغ اور ایک اعلیٰ درجہ کی شراب کی بوتل مل جائے بس وہی سب کچھ ہے اتنی لاتعداد دولت لیکر اور کیا کرتا ہے۔

ساتواں۔ بھئی واہ اور سنا ہمارے پادری صاحب نے کیا اچھا تصفیہ کیا ہے۔ خیر سے آپ بھی ز اعلول صحرائی معلوم ہوتے ہیں۔ کہنے لگے ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

اس عرصہ میں ارنالڈ سارے باتیں سنا کیا دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا اور اپنا کھانا کھاتا رہا جب اسے فراغت ہوگئی تو اٹھکر اپنے کمرے میں چلا گیا اور خوشیوں کے خواب دیکھتا ہوا سوتا رہا۔ اسے بڑی خوشی اس امر کی تھی کہ یہ خبر لندن میں بہت جلد پہونچ گئی ہے اور امید ہے کہ قریب میں تمام ادنیٰ و اعلیٰ اس خبر کو لے اڑینگے جسمیں زیادہ قابل ذکر مہاجنوں اور یہودیوں اور بڑی بڑی شاپ والونکے احساس ہونگے۔ جو ایسے مالدار شہر کے ہمیشہ دولت لوٹنے کے آرزومند رہتے ہیں۔ اور بے غل و غش قرض دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ سب پر طرہ یہ کہ اسنے اپنی جگہ سوچا کہ میں ہر طرح ہر چیز سے محفوظ رہونگا حالانکہ سارے منافع جو کچھ حاصل ہونگے وہ میرے قبضہ میں رہینگے مگر کوئی بازپرس نہ ہوسکیگی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کاغذکی ناؤ آخر ایک روز ڈوبے گی ضرور خواہ جلدی یا بدیر میں ہر حالتیں کنارہ پر ہی رہونگا۔

غرض یہ دوسرے روز صبح کو نہایت ہشاش و بشاش اپنے بستر سے اٹھا ضروریات سے فارغ ہو نیوگیٹ کیطرف روانہ ہوگیا جہاں سرکاری محبس ہے ہم حیران ہیں کہ یہ محبس میں کس کام سے جارہا ہے مگر جیسے ہی یہ محبس کے ایک کمرے میں داخل ہوا تو ہمنے دیکھا کہ حضرت پروفیسر ریونگٹن صاحب یہاں قید ہیں اسوقت ہماری سمجھ میں آیا کہ سوتھمپٹن سے جس خط نے ارنالڈ کو حالت اضطراب میں رخصت کیا تھا وہ ذات شریف ہی کا تھا۔ آیئے سنیں اور کیا حالات کہلتے ہیں۔

ریونگٹن۔ (نہایت اطمینان اور خوش مزاجی کے انداز سے) آرنالڈ دیکھو آخر میں پاداش کو پہونچ گیا۔

آرنالڈ۔ (ایک مکروہ سی کرسی پر بیٹھکر) واقعی دہشتناک بہت برا ہوا۔ میں نے اخبار میں یہ ضرور پڑھا تھا کہ کپتان سٹورٹ پر پھر حملہ کیا گیا اور حملہ آور گرفتار بھی ہوگیا ہے مگر تمہارا مجھے شک نہ ہوا تھا البتہ جب میں نے وہ خط سوتھمٹن میں دیکھا جو تمنے لکھا تھا تو زمین میرے پیروں تلے سے نکل گئی۔

ریونگٹن۔ اچھا وہ تو ہوچکا جو کچھ ہوا اب یہ بتاؤ کہ مجھے اس پاداش میں سزا کیا ہوگی میں تو جانتا ہوں بغیر پھانسی کے میں اسدفعہ بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ یہانکی عدالت بہت شاذ و نادر غلطی کھاتی ہے تو گویا اب موت ہی میرا آخری نتیجہ ہے

آرنالڈ۔ اللہ رحم کرے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے مگر بہرحال تم کو بالکل مایوس نہ ہونا چاہیے۔ مردانگی تو اسکو کہتے ہیں

ہر مشکل کو باطمینان حالی برداشت کیا جائے۔

ریونگٹن۔ تم اس سے اطمینان رکھو میں اپنے ہر نتیجہ کو بھگتنے میں نہایت ثابت قدم ہونگا۔ مگر چونکہ ایک حد تک یہی گمان ہے کہ سزائے موت ہی میرے حق میں صادر ہوگی۔ میں اس خاص خیال کی مدد کیلئے تمہاری موجودگی ضروری سمجھتا تھا مجھسے رائے لوں کہ کیا سر جارج مارنے جیمس کو اپنا وارث بنانے یا نہ بنانے کے متعلق کوئی خاص دلچسپی رکھتا ہے اسلئے کہ یہ تو مجھے خوب معلوم ہے کہ وہاں محض نام ہی نام اور خطاب ہی خطاب کا ظہور رہا ہے اور ملک واملاک کے نام تو صفایا ہی ہے

آرنالڈ۔ خوب یہ مرتے وقت آپکو یہ خبط کیوں سوار ہوا۔ آخر اس کا مطلب۔

ریونگٹن۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیمس کو اس کا وارث بنانے اور نہ بنانے کی کنجی میرے پاس ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اب اس کو زیادہ پوشیدہ رکھنے کا موقع باقی نہیں ہے کیونکہ اگر میں مرگیا تو گویا یہ یونہی سربستہ رہجائیگا اور اگر نہ بھی مرا تو کم سے کم اپنی بقیہ زندگی مجھے دوسرے ممالک میں گزارنے پر مجبور ہونا پڑیگا۔

آرنالڈ۔ تم مجھے کیوں حل کراتے ہو جب کسی بات کا اظہار ہی مقصود ہے تو وضاحت سے کیوں نہیں بیان کرتے

ریونگٹن۔ وضاحت سے سنو اسکی وضاحت صرف ان دو لفظوں میں ہے کہ میں وہی ویسکٹ ہوں جس کا نام تم اس سے قبل سن چکے ہو۔

آرنالڈ۔ اللہ۔ کیا تم ہی وہ شخص ہو جس نے گرجا کے رجسٹر کا وہ ورق چاک کر ڈالا تھا جس کی بدولت جیمس۔۔۔۔

ریونگٹن۔ ہاں ہاں وہی۔ وہی۔ واقعہ یہ ہے کہ جس صفحہ پر مسز کرافرڈ کی شادی کی سند تھی اسکے دوسرے پہلو پر دوسرے شخص کی سند تھی اور اسی کو کالعدم کرنا مقصود تھا مجھے اہل غرض نے رشوت دی اور میں نے وہ ورق چاک کرلیا گویا اسیطرح سے بیچارے مسٹر اور مسز کرافرڈ ناحق پریشان ہوئے مگر اب میرے ہاتھ میں کیا رکھا تھا اور ادھر طرہ یہ ہوا کہ میں گرفتار بھی ہوگیا اور قیدخانہ میں پہونچا دیا گیا۔

ارنالڈ۔ پھر تم قید سے کسطرح نکلے۔ کیا تم فرار ہوگئے تھے

ریونگٹن۔ اوہ اس جھگڑے کو اسوقت رہنے دو یہ ایک بڑا دکھڑا ہے۔ پھر کسی وقت دیکھا جائیگا۔

آرنالڈ۔ اچھا خیر جانے دو اب یہ بتاؤ کہ کیا وہ کاغذ تمہارے پاس موجود ہے

ریونگٹن۔ ہاں وہ ہمیشہ میرے پاس رہا اور اسوقت بھی میرے پاس موجود ہے۔ یہ بھی ایک قدرتی ودیعت ہے کہ میں نے آجتک اسے محفوظ رکھا اور اب یہ موقع ہے کہ وہ میرے کام آسکے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ سر جارج مارنے کو اس کاغذ سے ضرور دلچسپی ہوگی اور اگر وہ یہ چاہتا ہو کہ جیمس اسکی وراثت سے محروم رہے تب بھی اور اگر وہ اسے وارث کرنا چاہتا ہے تب بھی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ میرے لئے کمی سزا یا رہائی کی کوشش محض اس کاغذ کی وجہ سے کرسکیگا اور میں وعدہ کرتا ہوں اگر اس نے میرے لئے کوشش کی تو میں یہ کاغذ اس کے حوالہ کردونگا

ارنالڈ۔ واقعی سوجھی تو خوب ہے کی۔ میں ابھی بیرونٹ کے پاس جاتا ہوں اور اگر وہ مکان پر مل گیا تو آج ہی اس مسئلہ کا تصفیہ کرلیتا ہوں کیونکہ تمہارا مقدمہ ...

سیر اچھا نسٹ خیال ہے وہ ضرور اس میں حصہ لیگا۔

ریونگٹن۔ بس تو اب تم دیر نہ کرو مجھے تمہاری واپسی کا سخت انتظار رہیگا تاکہ نتیجہ آخر معلوم کر دوں۔ ہاں یہ بھی سن لو سیر ونٹ خود اگر مجھ سے ایک شریف آدمی کیطرح حتمی وعدہ میری مدد کا کرلیگا یا کم سے کم کسی معتبر آدمی کے ذریعہ کوئی ایسی تحریر میرے پاس بھیج دیگا تو میں فوراً وہ کاغذ اسکے حوالہ کر دونگا

آرنالڈ۔ اچھا تم میری واپسی کے منتظر رہو میں جہانتک ممکن ہوگا بہت جلد واپس آونگا۔

آرنالڈ یہاں سے نکل کر بجائے اس کے کہ پورٹ لینڈ پیالس کی طرف جاتا ایک قریب ہی کے قہوہ خانہ میں گھس گیا اور کئی گھنٹے اخبار خوانی میں مصروف رہا اس طرز عمل سے ہمیں سخت تعجب ہے کہ آخر یہ معمہ کیا ہے مگر پھر یہ اندازہ لگتا ہے کہ شاید آرنالڈ خود ہی اس کاغذ کو جو ریونگٹن کے پاس ہے حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس معاملہ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتا اور ریونگٹن کو سمجھانے کے طور پر ایک جھوٹے وعدہ سے ٹال دیا ہے۔

گو ریونگٹن بہت مستقل مزاج آدمی تھا مگر اسدفعہ وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا البتہ اس خیال نے اسکی ڈھارس ضرور باندھ دی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اسکی آنکھیں آرنالڈ کے راستہ پر لگی ہوئی تھیں اور انتظار کی گھڑیاں بڑی مشکل سے کاٹ رہا تھا کہ سامنے سے آرنالڈ آتا ہوا نظر آیا اسکو دیکھکر ریونگٹن اپنے خیالات کے ہجوم کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے اس مختصر کوٹھری میں آپ ٹہلنے لگا۔

آرنالڈ۔ ریونگٹن میں سیدھا پورٹ لینڈ پیالس سے آرہا ہوں سر جارج سے ملاقات ہوئی اور واقعہ من وعن میں نے اس سے بیان کردیا۔ واقعی وہ نہایت بیچینی کیساتھ اس صداقتنامہ کو حاصل کرنیکا شایق ہے مگر اس کا بیان ہے کہ وہ کسی حالت میں خود محبس میں آکر تم سے نہیں مل سکتا اور حقیقت میں اگر غور کرو تو یہ صحیح بھی ہے کہ کسطرح ایک اولی العظم شخص اپنے مرتبہ اور عزت کو اس طرح دھبہ لگا سکتا ہے مگر ہاں وہ یہ وعدہ ضرور کرتا ہے کہ میں حتمی وعدہ کرتا ہونکہ اگر وہ صداقتنامہ مجھے مل جائے تو میں بحیثیت ایک شریف آدمی ہونیکے ولیکٹ کی ہر منزل میں ممکنہ کوشش کیساتھ کمی کرانیکا ذمہ دار ہوں۔ بلکہ وہ اپنے اس قول پر حلف اٹھاتا ہے

ریونگٹن۔ پھر تمہاری اسبارہ میں کیا رائے ہے کیا میں اسکے قول کا اعتبار کرلوں۔

آرنالڈ۔ میری رائے میں تمہیں ایک شریف اور فیاض آدمی کے قول کا بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر فرض کرو کہ تمنے ایسا بھی کیا تو تمہارا فائدہ کونسا ہوگا۔

ریونگٹن۔ ہاں سچ تو ہے میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اچھا خیر لو یہ کاغذ لیجا کر اسے پہونچا دو اب چاہے وہ کچھ کرے یا نہ کرے

آرنالڈ (صداقتنامہ ہاتھ میں لیکر فوراً اپنے جیب میں رکھتے ہوئے) نہیں نہیں کریگا کیسے نہیں تم مطمئن رہو وہ بہت شریف اور قول کا پکا آدمی ہے۔ اچھا خدا حافظ میں تمہیں اس کا جواب بھی پہونچا دونگا اطمینان رکھو۔

آرنالڈ یہ کہکر اپنی فطرت اور کامیابی پر نہایت شاداں یہاں سے روانہ ہوگیا اور پھر کسی وقت آکر ریونگٹن کو تسلی دیدی کہ سر جارج نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے

روز ہر ممکنہ کوشش کا وعدہ کیا ہے اصل یوں ہے کہ ارنالڈ نے وہ کاغذ خود آپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور دیگر کاموں میں مصروف ہوگیا چنانچہ اسی روز شام کو وہ ٹہلتا ہوا بانڈ اسٹریٹ کی ایک بڑی سی شاپ میں پہونچا اور دستانوں کی فرمائش کی دوکاندار نے نمونے دکھانے شروع کئے۔ دستانے دیکھتے دیکھتے آرنالڈ نے دوکاندار سے ایک تذکرہ کے طور پر لاپروائی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کیوں جی جناب یہ ایک بڈھا ہے دولتمند کی بڑی شہرت ہو رہی ہے کہ وہ جُنیم میں کہیں سے آیا ہے اسکی کیا اصلیت ہے کچھ آپکو بھی معلوم ہے"

دوکاندار۔ ہاں صاحب سنا ہے کہ وہ بڑا مالدار آدمی ہے یہاں تو یہ بھی افواہ اڑ رہی ہے کہ شاید وہ قریب میں لنڈن آنیوالا ہے۔ خدا کرے کہ سچ ہو۔ سوداگروں کا بھی کچھ بھلا ہو جائیگا ہماری تو ایسے ایسے لوگوں کی آرزو میں خوشگوار ہوجاتی ہے......... اس جوڑ کو دیکھئے یہ دستانے بہت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

ارنالڈ۔ ہاں ہیں تو۔ اعلیٰ درجہ کے کیا ہیں بس اچھے ہیں مگر کیا حقیقت میں مسٹر.......مسٹر........ کیا نام ہے اس بڈھے کا۔

دوکاندار۔ جی مسٹر فٹز جرالڈ اور اس نوجوان کا نام جیمس کرافرڈ ہے جو سر جارج مارنے کا رشتہ دار بھی ہے میں نے سنا ہے بہت ہونہار نوجوان ہے۔

ارنالڈ۔ (دستانوں کی الٹ پھیر کرتے ہوئے) اچھا تو فی الحقیقت یہ فٹز جرالڈ اتنا ہی دولتمند ہے جتنا کہ عام طور پر لوگ بیان کرتے ہیں۔

دوکاندار۔ ہمیں تو پہلے معلوم ہوا تھا........ یہ دیکھئے کتنے اعلیٰ درجہ کی جوڑی......... ہاں ہمیں سنا تھا کہ اس کے پاس کوئی دس لاکھ پونڈ کی جائداد ہے۔

آرنالڈ۔ اُف اوہ۔ دس لاکھ پونڈ نقد

دوکاندار جی نہیں غیر ملکی جائداد ہے اور سنا ہے کہ شہر لسبن کے بڑے بڑے کارخانوں میں اس کے حصے ہیں غرض مختلف روایات ہیں مگر میرے خیال میں تو اوسکی دولت کوئی دو پونے دو کروڑ پونڈ سے کم نہیں ہے۔

آرنالڈ (آنکھیں بڑی بڑی نکالکر) ہاں جی یہ شخص دیکھنے کے قابل ہوگا۔ کیوں صاحب بھلا وہ کبتک یہاں آنیوالا ہے

دوکاندار۔ غالباً وہ کل ہی پرسوں میں آنیوالا ہے اور میں سنا ہے کہ وہ نوجوان جیمس کرافرڈ جس نے اسکی جان بچائی ہے وہ بھی ساتھ ہی آ رہا ہے۔

ارنالڈ (لاپروائی سے) خیر۔ ان دستانوں کی کیا قیمت ہے

دوکاندار۔ کتنے جوڑ ہیں صاحب چھ جوڑ اسکی قیمت اٹھارہ روپیہ ہوئی۔ (ارنالڈ نے قیمت ادا کی) آپکی بڑی عنایت ہوی غریب نواز مہربانی رکھئے دوکان آپکی ہے۔

آرنالڈ یہاں سے رخصت ہوکر اس طرح مختلف دوکانوں کا گشت لگاتا ہوا اور تقریباً ہر جگہ اسی فٹز جرالڈ کے تذکرے چھیڑ چھیڑ کر خیالات کا اندازہ کرتا ہوا چلا۔

جتنے منہ اتنی باتیں ہر کسی کی زبان سے سنو ایک نیا شگوفہ ہر شخص اپنے آپ کو اس قصہ کا ٹھیکہ دار سمجھے ہوئے تھا۔ اور گویا دوسرے کے معلومات سے بڑھے چڑھے معلومات کا اپنی طرف سے اظہار فخر سمجھتا تھا

اور اس عام بیوقوفی نے معاملہ کو اور زیادہ واثق بنا دیا تھا۔ اور خواہ مخواہ اس دغابازی کا رنگ جمتا ہی چلا جاتا تہا۔ جہاں دو چار اکھٹے ہوئے بس یہی ذکر چھیڑا ان میں سے ایک کہتا ہے کہ مجھے نہایت معتبر ذرائع سے یہ خبر ملی ہے دوسرا کہتا ہیں تو عرصہ سے معلوم تہا کہ یہ شخص نہایت دولتمند ہے کوئی کہتا جناب وہ اس کاٹ لینڈ کا رہنے والا ہے مگر ایڈن برگ میں اس نے سوداگری کر لی تھی جسکی بدولت یہ اسقدر مالدار ہو گیا ہے کوئی کہتا کہ یہ شخص چالیس برس پہلے شہر دلبن میں آلو بیچا کرتا تھا۔ کوئی کہتا وہ نواح سیفرن ہل میں پچاس برس پہلے کمبلو نکا بیوپار کیا کرتا تھا بہر حال نتیجہ پر آ کر سب متفق ہو جاتے تھے کہ اس شخص نے مختلف ممالک میں رہکر ایک بڑے عرصہ میں یہ بیشمار دولت پیدا کی ہے۔ اخبار فروش تک سڑکوں پر ہانک لگانے لگے تھے کہ ہمارے اخبار میں مسٹر فٹنر جرالڈ کے حالات زندگی چھپے ہیں لوگ بڑے اشتیاق سے ہاتھوں ہاتھ اخبار خرید لیتے۔

بعض چالاک لوگ ایسے تھے۔ جنکا خیال تہا کہ ایسی لازوال دولت کسی ایمانداری کے ساتھ حاصل نہیں کیجا سکتی نہ معلوم کہاں کا ڈاکو ہے۔ نیچے طبقہ کے جہلا میں یہ سنک سوار تہی کہ وہ ایک مدت سے جرمن کے جنگلوں میں شیطان کی تسخیر کیلئے سفلی عملیات کیا کرتا تہا اسکو بہیں یہ دولت ہاتھ آ گئی ہے حتی کہ اپس میں قسمیں کہا کہا کے ایک دوسرے کی تصدیق کرتا غرض ایک عالم تہا کہ ہر نوع کی تہی اور کسی ایک کا خیال دوسرے سے نہ ملتا تہا۔

آرنالڈ ان ساری باتونکو سن کر دل ہی دل میں خوش تہا کہ ہمارے دہوکے کا جادو سر چڑہ گیا ہے اور جسقدر ہمیں امید تہی اس سے زیادہ بول رہا ہے اس کا عنقریب نتیجہ یہ ہوگا کہ عیش ہی عیش میں بسر ہوگی۔

دسواں باب

خبر لاشوق کی جلدی کبوتر میں ترے صدقے
زباں نکے۔ چونچ کے سر کے لو نگے بال کے پر کے

دوسری صبح کو ارنالڈ اپنے ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے نشست کے کمرے میں پہونچا تو اسے مختلف خطوط میز پر رکھے ہوئے ملے جنکے منجملہ پہلا خط جو اس نے اٹہایا وہ ایملی کا تھا جس کا مضمون درج ذیل ہے جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہیں۔

میرے پیارے اسوقت مجھے دو چیزوں نے خط لکھنے پر مجبور کیا ایک تو یہ کہ کم سے کم پوری نہیں تو لفف ہی ملاقات سہی۔ وہ اگر سامنے نہیں تو خط ہی کے ذریعہ اس کو مخاطب کر لوں جس پر اپنا دل قربان کر چکی ہوں اور یوں اپنے بیچین دل کی تسلی ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ یہاں آجکل ایک حیرت ناک خبر اڑ رہی ہے کہ جیمس سے کسی بڑے دولتمند شخص سے جس کا نام فٹنر جرالڈ ہے اور جو لندن میں کسی ہوٹل میں مقیم ہے بڑی گہری ملاقات ہو گئی ہے اور اسکی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ جیمس نے اس کی جان کسی خطرناک موقع پر بچا لی اگر فی الحقیقت اس واقعہ کی کوئی اصلیت ہے اور جیمس ہی ہمارا کا فرد ہے تو ہمارے خاندان کیلئے کسقدر امید افزا خبر ہو سکتی ہے

رسالہ نمائش

جلد ۴	امرداد و شہریور ۱۳۳۴ف	جون و جولائی ۱۹۲۵ء	نمبر ۴۵ و ۴۶

فہرست

۱	تجارت ہند	ایم ۔ ایم ۔ بیگ صاحب	۲۹۵
۲	جوابات	دفتر رسالہ نمائش	۳۰۰
۳	ربر کی مہریں بنانا	"	۳۰۱
۴	سینما	"	۳۰۳
۵	معاشیات اور ہندوستان	جناب محمد غیاث الدین احمد صاحب	۳۰۵
۶	قلعہ ہوشنگ آباد کی سیر	جناب نواب سید محمد علی خانصاحب	۳۰۸
۷	ولایتی بیگن	(ماخوذ)	۳۱۲
۸	ہمارا نقطہ نظر	دفتر رسالہ نمائش	۳۱۵
۹	نیا انکشاف	جناب سید حمید الدین احمد صاحب	۳۱۷
۱۰	مرغیوں کی پرورش	جناب مرزا ساجد بیگ صاحب	۳۲۳

ادبیات

۱۱	سامان تفریح	دفتر رسالہ نمائش	۳۲۷
۱۲	علم دوست خواتین	جناب محمد عظمت اللہ خانصاحب بی لے۔	۳۲۹
۱۳	غزلیات	مختلف	۳۳۳
۱۴	سراب مغرب	جناب ابوالمظفر محمد عبد الواحد صاحب ایم لے	۳۳۵
۱۵	پری	جناب مرزا محی الدین بیگ صاحب	۳۳۹
۱۶	غزل	جناب نذیر حسین صاحب صدیقی جنوبی	۳۵۲

مصوری

پورٹریٹ آئیل پینٹنگ۔ سینک پینٹنگ واٹر پینٹنگ پیسٹل ورک۔ پرشین ورک۔ کرسٹولیم ورک۔ لیکرین ورک کریان ورک۔ لیتھوگرافک پرنٹنگ ورک۔ سائن بورڈ پینٹنگ۔ گولڈن ورک۔ گلاس ایچنگ ورک وغیرہ وغیرہ سے کوئی کام آپ کو کرانا مقصود ہو تو مشتہر کو طلب فرمائیے

(محمد عبد القیوم آرٹسٹ)

گول بنگلہ　افضل گنج　حیدرآباد دکن

سفیر التجار

منیجر نواب شوفیکٹری ہردوئی لکھتے ہیں۔ اتفاق سے سفیر التجار کا ایک پرچہ میری نظر سے گزرا واقعی اس سے مفید رسالہ آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ میری دعا ہے کہ خداوند کریم اسکو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ چنانچہ میں اس کا خریدار ہوگیا ہوں اور انشاءاللہ دوسرے بھائیوں کیلئے کوشش کرونگا کہ اس کے خریدار بنکر فائدہ اٹھائیں۔ نمونہ ۲ کے ٹکٹ پر روانہ ہوتا ہے سالانہ چندہ للعہ

دفتر سفیر التجار صدر بازار دہلی

جب کبھی آپ کو

عینک یا اس کے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف ایکمرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجئے۔ بلکہ لیا ہوا واپس کر دیجئے اس زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے آزمائش شرط ہے۔

ایچ ایف عبد العلی اینڈ کمپنی [illegible] حیدرآباد دکن

ارتقاء

جب سے کہ اس نے نیا لباس زیب تن کیا ہے۔ اس کے مضامین میں بھی اعلیٰ ترقی کیگئی ہے۔ اگر آپ نے ابتک اسکو ملاحظہ نہیں فرمایا ہے تو آج ہی ایک پوسٹ کارڈ لکھکر نمونہ طلب فرمائیے۔ یہ اردو ادب کا ماہوار رسالہ علمی و ادبی، اخلاقی و تاریخی، معاشرتی و تجارتی مضامین کا گلدستہ ہے شوقین گلچین کی ضرورت ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ آزمائیے

چندہ سالانہ (للعہ)

مینجر رسالہ ارتقاء دیوین پلی سکندرآباد دکن

*

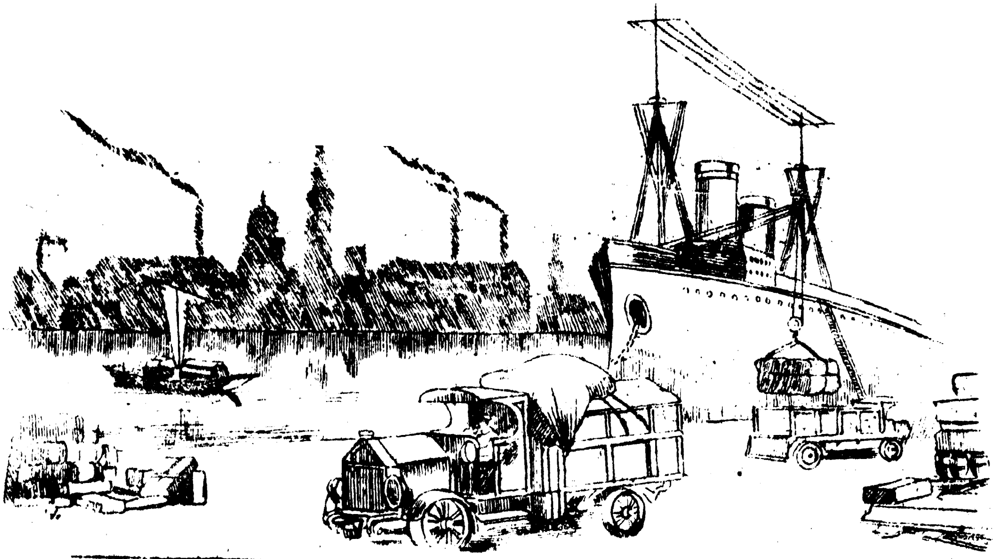

تجارت ہند

مسٹر ایچ۔ اے۔ ایف لنڈزے (سی۔ بی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس) کمشنر تجارت ہند نے برطانوی نمائش کیلئے ہندوستان کی تجارت کی نسبت جو مواد فراہم کیا ہے وہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ صاحب موصوف کے ایک مضمون کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام ہندوستانی تجارت کے مفاد یا نقصان کی نسبت خود رائے قائم کریں

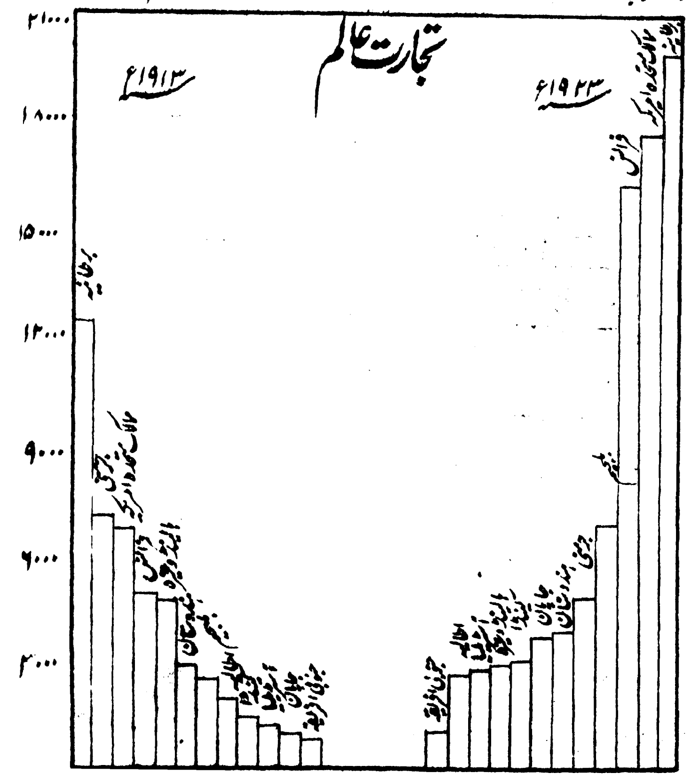

تجارت عالم

دنیا کی بارہ[۱۲] مخصوص ممالک اسکی خاکہ میں درآمد برآمد غرضکہ جملہ تجارت سنہ ۱۹۱۱ء کی سنہ ۱۹۲۳ء کی جملہ تجارت سے مطابقت کی گئی ہے بعض حالتوں میں جہاں سنہ ۲۳ء کے نشانات مہیا نہیں ہوسکے سنہ ۱۹۲۲ء کے نشانات درج کئے گئے ہیں۔ تمام قیمتیں اسٹرلنگ پونڈ میں دی گئی ہیں اور خاکہ کے خانے صحیح پیمانہ پر بنائے گئے ہیں۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں دنیا کے تین عظیم الشان تجارتی ممالک برطانیہ جرمنی اور ممالک متحدہ امریکہ تھے اور چوتھا نہایت دبا ہوا نمبر فرانس کا تھا سنہ ۱۹۲۳ء میں فرانس تیسرے درجہ پر پہنچ گیا اسوقت دنیا میں عظیم الشان تجارتی ممالک برطانیہ، ممالک متحدہ امریکہ اور فرانس ہیں اور دبا ہوا چوتھا نمبر بلجیم کا ہے اور پانچواں جرمنی کا سنہ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان کا نمبر چھٹا تھا اور سنہ ۱۹۲۳ء میں بھی چھٹا ہی ہے کینڈا، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کا نمبر سنہ ۱۹۱۳ء میں علی التوا تر نواں دسواں اور بارھواں تھا۔ اور اب آٹھواں، دسواں اور بارھواں عموماً ہندوستان کی نسبت یہ احساس نہیں کیا جاتا ہے کہ اسکا دنیا کی تجارت میں اتنا پایہ ہے کہ وہ چھٹے نمبر پر رکھا جاتا ہے۔

برطانیہ برآمد برائے ہند و دیگر مقبوضات برطانیہ

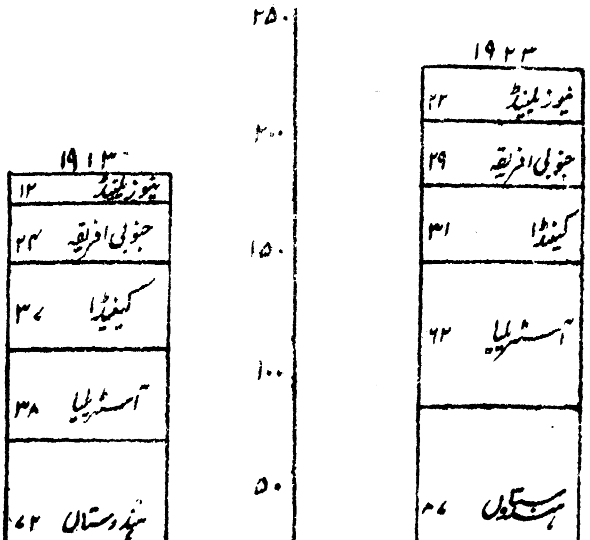

اس خاکہ میں جزائر برطانیہ کی سنہ ۱۹۱۳ء کی اس برآمد کی مطابقت سنہ ۱۹۲۲ء کی درآمد سے کیگئی ہے جو ہندوستان اور دیگر مقبوضات

برطانیہ کو روانہ کیجاتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندی بازار میں برطانوی مال کی وسعت اور قدر کتنی بڑھتی جاتی ہے اگر آپ ہندوستانی مارکٹ کا نیوزیلنڈ، جنوبی افریقہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے بازاروں سے مطابقت کریں تو آپکو معلوم ہوجائیگا کہ برطانوی مال کی خریداری ہندوستانیں مندرجہ بالا چار ممالک سے کتنی بڑھی ہوی ہے سنہ ۱۹۱۱ کی ہندوستان کی خریداری سنہ ۱۹۲۲ء میں ۷۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ سے ۸۷۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہوگئی دوسرا قابل لحاظ مارکٹ جہاں برطانوی مال کی خریداری میں بہت زیادتی ہوی، آسٹریلیا ہے اسلئے سنہ ۱۹۱۳ء میں ۳۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا مال خریدا تھا اور سنہ ۱۹۲۳ء میں ۶۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا لیکن پھر بھی اس نے سنہ ۱۹۲۳ء میں جزائر برطانیہ سے اوس سے کم مال خریدا جو ہندوستان نے دس سال قبل خریدا تھا۔

ہندوستان کی عام پیداوار

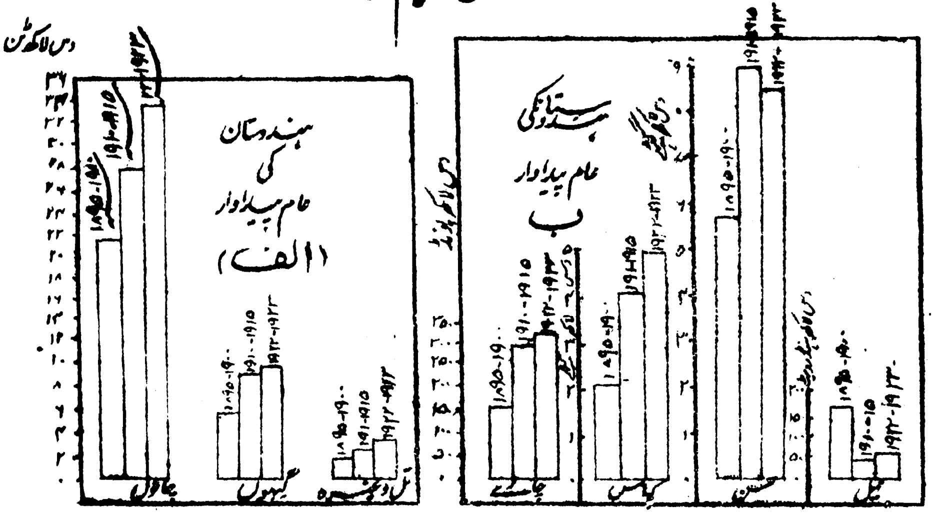

اب ہم چند عام اشیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہیں اور ممالک غیر کو بھیجی جاتی ہیں۔ جہاں یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ گزشتہ پچاس سالوں میں ہندوستان کی عام برآمد میں بہت کچھ فرق ہوگیا ہے اگر سنہ ۱۸۰۸ء قبل کے ہندی برآمد کے کاغذات اٹھا کر دیکھے جائیں تو ظاہر ہوگا کہ اس زمانہ میں روئی اور افیم اول درجہ حاصل کرنے کیلئے لڑ رہے تھے۔ کپاس کو اب بھی ہندوستانکی درآمد میں خاص درجہ حاصل ہے انسانی ہمدردی اور عادت بد کے کم کرنے کی خاطر افیم کی پیداوار اور برآمد بہت گھٹا دی گئی ہے۔ پچاس سال قبل ہندوستانی برآمد میں نیل اور لاکھ نہایت ضروری اشیا تھیں مصنوعی رنگوں کے مقابلہ نے ان دونوں قدرتی رنگوں پر نہایت برا اثر ڈالا۔

مندرجہ بالا خاکہ انیسویں صدی کے بعد کی ہندوستانی عام پیداوار کی برآمد کی ترقی کا اظہار کرتا ہے تین ٹکڑے

سنہ ۱۹۰۸-۱۹۰۵ء اوسطاً سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۵ء اوسطاً اور سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء کی ہر ایک پیداوار کی مطابقت ظاہر کرتے ہیں

ہندوستان میں چاول بہت بڑے پیمانہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن عموماً مقامی خوراک کے کام آتا ہے آبادی کی زیادتی کیوجہ سے اسکی پیداوار بھی آہستہ آہستہ بڑھ گئی ہے۔ گیہوں زیادہ تر شمالی ہند میں بویا جاتا ہے جہاں اسکی غذائیت دوسرے اناجوں سے زیادہ تقویت بخش قرار دیجاتی ہے۔ جنگ سے پیشتر پنجاب اور دیگر شمالی صوبوں میں گیہوں کا صرف ...... ٹن سالانہ تھا اور اب تقریباً ......۹ ٹن ہے

گیہوں کی اتنی عام پسندی ایک حد تک اسوجہ سے ہے کہ دوران جنگ میں شمالی ہند سے فوج میں بھرتی زیادہ ہوئی اور فوجی خوراک میں گیہوں کا آٹا ضرور دیا جاتا تھا۔ تل اور دیگر تیل دار اشیاء بڑے پیمانہ پر بوئی جاتی ہیں۔ جنکا کچھ حصہ برآمد کیلئے ہوتا ہے لیکن بہت بڑا حصہ مقامی صرفہ میں لایا جاتا ہے۔

چائے کی حالت سنہ ۱۹۲۰ء میں بہت ابتر ہوگئی تھی مگر اب اس کا کاروبار اچھی طرح چل رہا ہے سنہ ۱۹۲۳ء کی ......۳۱۱ پونڈ چائے کی برآمد اتنی ہی ہے جتنی کہ جنگ کے زمانہ میں تھی۔ لیکن اب پتیاں توڑنے میں ذرا زیادہ احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور اوسط درجہ کی چائے پہلے سے بہتر ہوتی ہے جنگ کے زمانے سے قیمتیں بڑھ جانیکی وجہ سے کپاس کی پیدائش میں زیادتی ہوگئی ہے۔ اس موسم کی پیداوار ......۵ گٹھوں سے زیادہ ہے جس میں تقریباً نصف باہر جاتی ہے اور نصف ہندوستانی کارخانوں کے صرفہ میں آتی ہے

سن نہایت ضروری پیداوار ہے اور عموماً تھیلے بنانے کے کام آتا ہے گذشتہ موسم کے سرکاری تخمینہ پر اسکی پیداوار صرف .....۵۵ گٹھے تھی۔ لیکن سن کے کارخانے والے اس تخمینہ کو کم سمجھتے ہیں انکا اندازہ .....۸۵ گٹھے ہے نیل کی برآمد میں کمی کی وجہ اوپر بیان ہوچکی ہے کہ جدید طریقہ سے تیار کئے ہوئے نیل کے مقابلے نے اس پر اثر ڈالا قدرتی تیل اب ہندوستان سے صرف عراق عرب ایران مصر اور جاپان جاتا ہے۔

ہندوستانی تجارت کا رخ

اس نقشہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تجارت کسطرح پھیلی ہوئی ہے اور قبل جنگ دوران جنگ اور بعد از جنگ کے زمانہ میں کیا کیا رخ بدلے ہیں درآمد پہلے لیجئے۔ جنگ سے پیشتر کل درآمد کا ۶۳ فیصدی حصہ برطانیہ کا تھا اور اب بھی ا ۶۰ فیصد تقریباً

درآمد

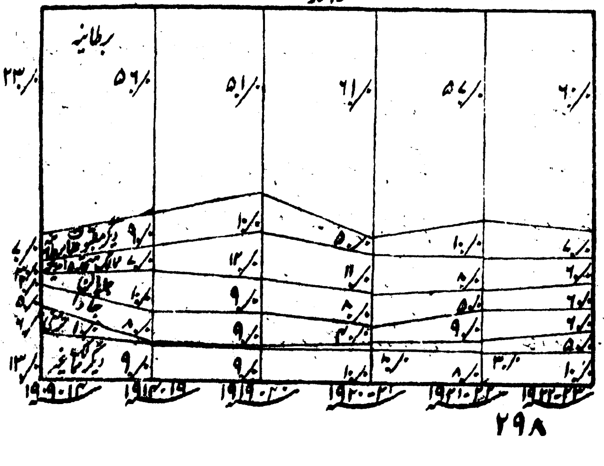

اتنا ہی ہے دیگر برطانوی مقبوضات کے مال کی خریدکی ملکر کل تجارتی درآمد کا ۶۷ فیصد حصہ ہوتا ہے۔ امریکہ اور جاپان سے ہندوستان کو بہت سا مال آتا ہے اور برطانیہ کے بعد یہ دونوں دوسرے درجہ کے دعویدار ہیں۔ جنگ سے پیشتر ہندوستان کی جملہ درآمد ۳ فیصد حصہ ممالک متحدہ امریکہ سے اور ۲ فیصد جاپان سے آتا تھا۔ دوران جنگ میں جاپان نے ہندوستان سے تجارتی تعلقات بہت بڑھائے اور ہندوستان کی درآمد میں ۱۰ فیصد کا حصہ دار بن گیا تاہم جاپانی مالکی قدر ہمیشہ تشفی بخش نہ ہوتی تھی اس لئے جنگ کے آخری زمانے میں امریکہ کا مال جاپان سے زیادہ منگایا گیا۔

گذشتہ سال امریکہ اور جاپان کا ہندوستانی درآمد بھی چھ چھ فیصد کا حصہ تھا۔ اور یہ دونوں ہندوستانی درآمد میں دوسرے نمبر کے دعویدار تھے ہندوستان کو جاوا سے شکر کثیر مقدار میں آتی ہے گذشتہ سال شکر کی قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے جاوا بھی ہندوستانی درآمد میں ۶ فیصد کا حصہ دار بن گیا۔ جنگ سے پیشتر ہندوستانی درآمد کا ۶ فیصد حصہ جرمنی سے آتا تھا جنگ کے بعد سے جرمنی کی تجارت رفتہ رفتہ تقویت حاصل کر رہی ہے۔ اسوقت وہ جملہ درآمد کی ۵ فیصد کمی کی حصہ دار ہے۔

نقشہ درآمد

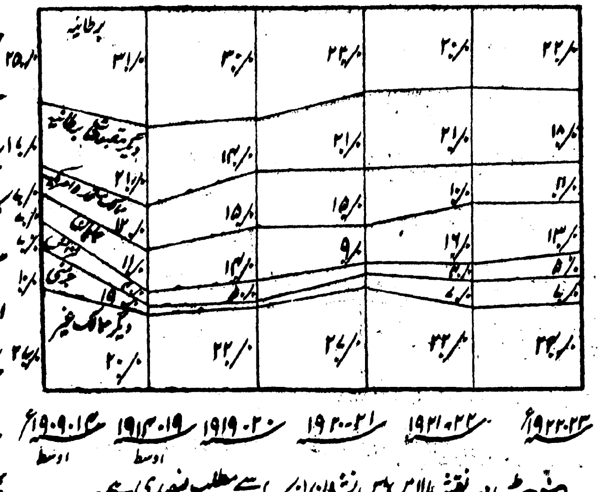

نوٹ:۔ نقشہ بالا میں اس نشان (٪) سے مطلب فیصدی ہے۔

برآمد کے معاملہ میں برطانیہ کا وہ جلیل القدر درجہ نہیں ہے جو درآمد میں ہے تاہم اگر فرداً فرداً دیکھا جائے تو انگلستان ہندوستانی مال کا سب سے بڑا خریدار ہے کیونکہ ہندوستان کی جملہ برآمد کا ۲۰ حصہ انگلستان کو جاتا ہے برطانوی مقبوضات میں جہاں زیادہ تر چاول جاتا

چائے اور چاول جاتا ہے صرف ۱۸ فیصد ہے یہاں پھر امریکہ اور جاپان کا مقابلہ ہے آخرالذکر ۱۴ فیصد کا حصہ دار ہے اور اول الذکر ۱۱ فیصد کا جنگ سے پیشتر یہ دونوں سات سات فیصد کے حصہ دار تھے جرمنی ہندوستانی برآمد کا ۱۰ فیصد مال خریدتا تھا اب صرف ۰ فیصد کا مال خریدتا ہے (ایم ایم جی بگ)

جواب

(۱) ا۔ک۔ج۔ ڈنڈیگل۔ جس پتہ کی آپ کو خواہش ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

THE CRYSTAL WORKS.,
67. DURGA CHARAN MITTER STREET,
CALCUTTA.

(۲) م۔ع۔ع۔ کوہیر۔ بکم لکڑی یعنی تپنگ کی لکڑی اسکو انگریزی میں (LOGWOOD) کہتے ہیں۔

(۳) خریدار نمبر (۶۱۰) مارچ و اپریل کا پرچہ آپکو آپ کی اطلاع پر دوبارہ بھیجا گیا ہے۔ کارڈ مورخہ ۲۵ مئی ۳۵ء کے جواب میں عرض ہے کہ براہ کرم یا تو آپ اپنا پتہ درست فرمائیں یا کچھ ایسا انتظام کریں کہ جس سے رسالہ آپکو برابر پہنچ جایا کرے براہ مہربانی کارپردازان رسالہ سے اسقدر بدظن نہ ہوں۔

(۴) س۔س۔خ۔ گیا۔ جنوبی ہند میں حسب ذیل تجارتی اور زراعتی کالج ہیں۔

1. THE AMERICAN ARCOT MISSION INDUSTRIAL SCHOOL, KUTPADE, MADRAS.
2. THE GOVT. AGRICULTURAL COLLEGE, POONA.
3. MASTER'S COLLEGE OF COMMERCE, BOMBAY.
4. THE GOVT. COLLEGE OF COMMERCE, BOMBAY.
5. THE AGRICULTURAL COLLEGE, COIMBATORE.
6. THE AGRICULTURAL COLLEGE, NAGPUR.

(۵) س۔ب۔س۔ نلمہ الف۔ پنچک بنانیکی مشین کیواسطے حسب ذیل پتہ سے خط و کتابت کیجئے۔

THE ORIENTAL MACHINERY SUPPLYING AGENCY, LTD., 20-1, LAL BAZAR,
CALCUTTA.

بہت کم لوگ مرغیوں کے تیے بیوپار میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں اوسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ اپنا ذاتی تجربہ نہیں رکھتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے کسی ماہر فن سے اسکے متعلق مشورہ کرلیا جائے تو پھر نقصان کا بہت کم اندیشہ رہتا ہے یہ بالکل سچ ہے کہ اس بیوپار میں فائدہ بیحد ہے بشرطیکہ اصول سے کیا جائے ہم ایک ماہر فن کا پتہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

MR. P.C. SIRKAR, 31, ELGIN ROAD,
BHAWANIPUR, CALCUTTA.

(ج) آپ اپنے نمونہ کیمیاوی اجزا (ANALYSIS) دریافت کرنے کے واسطے ذیل کے پتہ پر بھیج سکتے ہیں۔

THE SCHOOL OF CHEMICAL TECHNOLOGY,
127-A, BOW BAZAR, CALCUTTA.

(۶) ک۔م۔ب۔ کراچی شہر۔ آپ کو پہلے خط کا جواب علیحدہ دیا گیا ہے دوسرے کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کے شعبدے بازی کا سامان بنانے والے کا پتہ یہ ہے۔

MR. P.R. JANARDHANAM NAIDU,
P.O. ONGOLE, GUNTUR. S. INDIA.

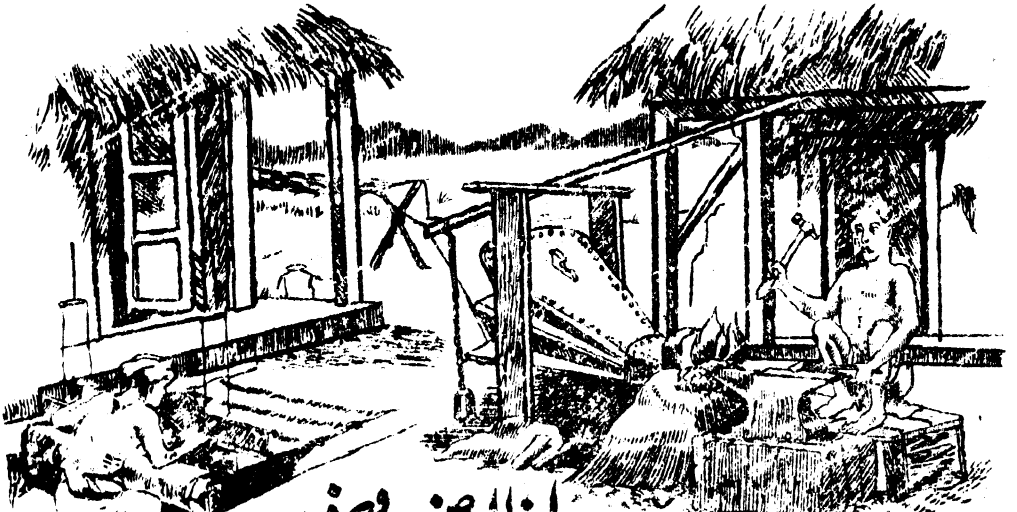

ازراہ صنعت وحرفت

ربر کی مہریں بنانا

گزشتہ سے پیوستہ   گزشتہ سے پیوستہ

جب اچھی طرح دوبارہ داب دیا جا چکی ہو تو سانچہ کے سانچہ کو الگ نکال کر کسی کپڑے وغیرہ سے اوس کو تھوڑا گھسکر ذرا چکنا کر لیا جائے اور ایک نوکدار اوزار سے الفاظ کو بالکل صاف کر لیا جائے۔ سانچہ میں جہاں الفاظ وغیرہ کھد گئے ہیں اونکے تھوڑے فاصلہ پر چھوٹے چھوٹے سوراخ اس لئے کر دینے چاہیں کہ جب ربڑ ڈھالا جائے تو اسکی نمی اون سوراخوں میں جذب ہوتی جائے۔ اب ڈھلنے کو جبیں سانچہ ہے کسی چولھے کے اندر رکھکر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک پکایا جائے۔ پکانے میں بعض وقت مسالحہ کے سانچہ میں درزیں پڑجاتی اور مسالحہ بعض مقامات سے پھٹ جاتا ہے اس کے دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یا تو چولھے

اطلاع

آیندہ ماہ سے ایک نوجوان حسینہ کی ڈائری کے "چند پراگندہ صفحے" شایع ہونے شروع ہوں گے۔ ہم اسکی دلچسپی۔ مذاق اور ادبیت کی بابت کچھ لکھنا اس وجہ سے غیر ضروری خیال کرتے ہیں کہ قلم میں اتنی طاقت نہیں ہے جو اسکی خوبیوں اور دلچسپیوں کو کما حقہ ادا کر سکے۔ اس لئے معاونین اوسکو پڑھکر خود ہی اندازہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔

البتہ اسقدر ضرور عرض کیا جا سکتا ہے کہ زبان اردو میں غالباً اس رنگ کا یہ پہلا مضمون ہے اور چونکہ علاوہ دوسرے امور کے اوس میں زیادہ تر قانونی دلچسپ بحث ہے۔ اس لئے قانون پیشہ اصحاب کیلئے یقیناً بہت ہی زیادہ دلچسپی کا سامان ہوگا ناظرین تھوڑے سے انتظار کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

ایڈیٹر

میں گرمی بہت زیادہ دیدی گئی یا مسالحہ بنانے میں اجزاء کے اوزان میں فرق پڑ گیا ہو۔ جب سانچہ اچھی طرح خشک ہو جائے تو نہایت باریک ریگمال کے کاغذ (SAND-PAPER) سے اسکی سطح کو ہلکے ہاتھ سے گھسا جائے اور پھونک مار کر اوسکی گھسی ہوی خاک کو اڑا دیا جائے۔

ربر کی مہریں بنانے کیلئے جو ربر استعمال کیا جاتا ہے وہ خاص طور پر اسی کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ خصوصیت اسکی یہ ہوتی ہے کہ وہ (UNVULCANIZED) ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ حسب خواہش گرم نہیں ہوتا اور نہ مخصوص شکل اختیار کرتا ہے۔ اس لئے ربر جو خریدا جائے وہ اچھی طرح اطمینان کرکے کہ یہ اسٹامپ بنانے کا ہے خریدا جائے۔ اس کے بڑے بڑے تختے ہوتے ہیں اوسمیں سے حسب ضرورت کاٹ لیا جائے۔

جب سانچے پر ربر رکھکر گرمی دیجاتی ہے اور ربر پگھلتا ہے تو ربر سانچے میں چپک جاتا ہے۔ جس کے لئے بہترین ترکیب یہ ہے کہ سوپ اسٹون کو نہایت باریک پیس کر اور کپڑ چھان کرکے الگ رکھ لیا جائے۔ اور پھر ضرورت کے وقت اوسمیں سے تھوڑا سا لیکر سانچے پر اچھی طرح چھڑک دیا جائے لیکن اگر کہیں ضرورت سے زیادہ چھڑک دیا گیا تو اوسکو کسی چیز سے نکال دیا جائے۔

ربر کو سانچے پر اور ایک ٹین کا ٹکڑا ربر پر رکھکر گرم پریس میں رکھا جائے اس پریس میں تھرمامیٹر لگا ہوا ہوتا ہے جو فارن ہیٹ بتاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ (۳۲۲) فارن ہیٹ سے زیادہ نہ ہونی چاہئے اور پریس کو دبایا جائے۔ پھر جب یہ معلوم ہو جائے کہ تھوڑا ربر پگھل چکا ہے تو پریس دوبارہ پھر ذرا سا کس دینا چاہئے۔ تاکہ اگر کہیں کا حصہ نہ دبا ہو تو وہ دوسری بار داب سے دب جائے۔ اگر پریس اچھی طرح گرم ہے تو صرف تین سے چار پانچ منٹ میں ربر پگھلکر مہر بن جائیگی لیکن اگر پریس گرم نہیں ہے تو ذرا زیادہ عرصہ درکار ہوگا اور اگر پریس بہت زیادہ گرم ہے تو ربر جل جائیگا، اور مہر تیار نہ ہو سکیگی۔ اس لئے یہ تمام چیزیں صرف تجربہ پر منحصر ہیں چند دفعہ کی الٹ پھیر میں اچھا تجربہ ہو جاتا ہے۔

ربر اچھی طرح پگھل گیا ہے اور (VULCA-NIZED) ہو گیا ہے یا نہیں اس کے دیکھنے کیلئے ایک ترکیب یہ ہے کہ پکتے میں ایک سوئی ربر میں چبھو دی جائے اور نکالی جائے اگر ربر اچھی طرح پک گیا ہے تو ربر میں سوئی کا کوئی نشان نہیں رہیگا اور اگر کچا ہے تو سوئی کا سوراخ ربر میں رہ جائیگا۔ دوسرے ربر جب پکنے کے قریب آتا ہے رنگ ہلکا آسمانی ہو جاتا ہے۔

جب ربر اسٹامپ اچھی طرح پک جائے تو تمام سانچے وغیرہ کو پریس میں سے نکال کر آہستہ سے ربر کو اوٹھا لیا جائے اور فوراً ہی باریک سوپ اسٹون برش سے اوس پر لگا دیا جائے۔ اگر اوس میں کئی کئی مہریں ایک وقت میں بنائی گئی ہیں تو قینچی سے کاٹ کر علحدہ علحدہ کر لئے جائیں اور لاکھ کے وارنش سے پیتل پر جما دیئے جائیں۔

ربر اسٹامپ کی سیاہی

اس مضمون کے ساتھ مناسب ہے کہ اسکی سیاہی بنانے کی بھی ترکیب یہاں لکھدی جائے اس کے دو اجزا ہوتے ہیں۔ ایک رنگ دوسرے گلسیرین۔ اس کے اجزا حسب ذیل وزن سے ملائے جائیں۔ الکوہل اس غرض سے دیجاتی ہے کہ جب چھاپا جائے تو چھپا ہوا جلد خشک ہوجانا چاہئے۔

(۱) کوئی رنگ (Aniline Colour) نصف پونڈ

(۲) گلسیرین (Pure Glycerine) ۴ پونڈ

(۳) الکوہل (Alcohol) ۸ اونس

اول گلسیرین میں رنگ گھولا جائے۔ اور آخر میں الکوہل ملاکر شیشوں میں بھر لیا جائے۔ سیاہی تیار ہے اور یہ بہترین سیاہی ہوگی۔

سینما

آجکل سینما کا شوق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اسکی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ وقت زیادہ صرف نہیں ہوتا نہ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ کی تفریح ہے۔ دوم ممالک غیر کے ایکٹر کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سوم دوسرے ممالک کے تمدن و معاشرت سے آگہی ہوتی ہے چہارم دنیا کے مشہور مشہور اور خوبصورت سے خوبصورت مقامات گھر بیٹھے دیکھ لیتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ اخراجات بھی بہ نسبت تھیٹر کے کم ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے شہروں میں تو اس کام کے کرنے کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے لیکن اس کام کو دیہات میں کیا جائے تو بہت کم سرمایہ سے ہوسکتا ہے اور آمدنی وافر ہوسکتی ہے اس کے لئے البتہ سفر کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو مشین کہ ہم یہاں بتاتے ہیں وہ اتنی ہلکی ہوتی ہے کہ اوس کا لیجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ پھر اوس کے ساتھ یہ بھی خوبی ہے کہ کوئی چیز اوس میں خطرناک وغیرہ نہیں ہے۔ بالکل سادی ہے اور ذراسی مشق میں اوس کا چلانا آجاتا ہے اور کام جاری ہوجاتا ہے۔ اس مشین میں میگ نے ٹو (Magneto) لگا ہوا ہوتا ہے اور کوئی ضرورت خشک یا تر "بیٹری" وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ جیسی ہی مشین فلم دکھانے کیلئے چلائی جاتی ہے۔ خود ہی اوس میں بجلی پیدا ہوکر روشنی دیتی ہے جو بالکل بے ضرر اور کافی ہوتی ہے۔

اس مشین کا نام "کاک سینی مے ٹو گراف" (Kok Cinematograph) ہے اور ذیل کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

38, Hornby Road, Fort, Bombay.

اس کی قیمت کم از کم ۲۵ عہ ہوتی ہے اور مختلف ناپ کی تصویریں بنانے والی ہوتی ہیں اگر آپ کے پاس سرمایہ میں گنجائش ہے تو ذرا بڑی مشین لیجائیے۔ مذکورہ بالا مشین تین فٹ سے تین فٹ کی تصویر بناتی ہے اور ڈیڑھ دو سو آدمیوں کیلئے کافی ہوتی ہے۔

اس کے ساتھ کچھ سامان بھی لینا پڑتا ہے مثلاً فلم کو لپیٹنے کی چرخی وغیرہ۔ یہ سب پندرہ بیس روپے میں آجاتا ہے۔ اب رہا فلم کا معاملہ۔ تو ایسے لوگوں کو جو گاؤں پھر کر یہ تماشہ دکھائیں۔ ان کے لئے کرایہ پر فلم لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ نہ تو ایک جگہ عرصہ تک قیام رہ سکتا ہے۔ اور نہ ایسے مقامات پر رسل و رسائل کا معقول انتظام ہوتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ فلم اچھے اور دلچسپ دیکھکر خرید لئے جائیں انکی مختلف قیمتیں ہوتی ہیں۔ ڈیڑھ آنہ سے دو آنہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ فی فٹ قیمت ہوتی ہے۔ اگر تین ہزار فٹ فلم لئے جائیں تو تین سو ساڑھے تین سو روپیہ میں اچھے آجائیں گے جو گھنٹہ سوا گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر تک کیلئے کافی ہونگے۔ اسطرح سات آٹھ سو روپیہ میں جملہ سامان تیار ہو سکتا ہے

کسی گاؤں یا قصبہ میں جاکر اگر اسکول کا بڑا کمرہ اس شرط پر ایک ہفتہ کے لئے مانگا جائے کہ ایک رات مدرسہ کے بچوں کے لئے مفت ہوگا تو غالباً ہر جگہ مل سکتا ہے۔

اب اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ نے گو دو سو نشستوں کا انتظام کیا تھا لیکن صرف سو آدمی آتے ہیں اور ٹکٹ بھی زیادہ نہیں صرف دو آنے فی کس لگایا جائے تو عـہ روزانہ وصول ہونگے اس طرح آپ کی ماہانہ آمدنی ساڑھے تین سو روپیہ ہوسکتی ہے جو اتنے سرمایہ میں بہت زیادہ ہے

جست کا پوڈر نوسادر۔ کسیس۔ برادہ ہاتھی دانت ہموزن لیکر کھرل میں باریک کرکے حسب ضرورت سرکہ ملاکر بالوں کے قلم سے لکھو۔

کانچ پر لکھنے کی سیاہی

ہائیڈرو فلورک ایسڈ سے کانچ پر لکھکر اسے تھوڑا سا سینک دو تو حروف دھندلے ہو جائینگے۔ اگر زیادہ سینک دیا جائے تو نقش ہو جائینگے۔

پتھر کے چھاپے کی سیاہی

السی کا تیل بند منہ والے برتن میں ڈالکر اس قدر اوٹاؤ کہ تیل گاڑھا ہو جائے اور اتار کر رکھ چھوڑو جس کی سیاہی بنانا ہو ویسا ہی رنگ (مٹی کا) ملاکر خوب گھوٹ کر کام میں لاؤ

مقالات و اقتباسات

معاشیات اور ہندوستان

پیوستہ

یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ کسی ملک کی معاشی ترقی کا اندازہ وہاں کے کثرت کاروبار۔ غربا کا معیار زندگی اور انجمن اتحاد مزدوران و امداد باہمی وغیرہ سے ہوتا ہے۔ انہی چیزوں کو مدنظر رکھکر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ یورپ میں دولت زیادہ ہے کام کاج کی کثرت ہے اور مزدوروں کو زیادہ اجرت ملتی ہے اسی لئے وہاں کے مزدوروں کا معیار زندگی اعلیٰ ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان زمانہ موجودہ میں تلاش ہے اس کی دولت سے غیر فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کی صنعت و حرفت تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں مزدوروں کو کم اجرت ملتی ہے اور ان کا معیار زندگی مقابلتہً یورپ کے مزدوروں کے نہایت ہی ادنیٰ ہے۔

ہر معاشیات کے طالبعلم کا فرض ہے کہ ان اسباب کو دریافت کرے جو ہندوستان کی ترقی کے مانع ہیں۔ ان کے قلع قمع کرنے کی خود بھی کوشش کرے اور اپنے ملک والوں کو بھی ترغیب دے میرے ناچیز خیال میں ذیل کے چند اسباب ایسے ہیں جو ہندوستان کو نقصان پہونچانے میں بہت زیادہ حصہ لے رہے ہیں اگر ان کے مٹانے کے اسباب پیدا کئے جائیں تو بہت ممکن ہے کہ ہندوستان بھی دوسرے ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کرنے لگے وہ اسباب یہ ہیں۔ خود غرضی۔ تعلیم کی کمی۔ بچپن کی شادی قدامت پسندی اور حکومت۔

خود غرضی | کون ایسا ہے جو ہندوستان کی گذشتہ صنعت و حرفت کی عظمت کا اعتراف نہ کرے۔ لیکن اگر ہم

دریافت کرے کہ کیا ہوی وہ صنعت و حرفت جسکی بدولت ہندوستان میں ہمیشہ قتل و خون کا بازار گرم رہا کرتا تھا۔ کہاں گئے وہ کاریگر اور صناع جن کے اشتیاق میں یا جن کے درشن کیلئے دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ آیا کرتے تھے۔ میں دعوی کے ساتھ کہونگا کہ ہندوستان کی تباہی کے باعث خود اسی کے باشندے ہیں۔

خود غرضی کی یہ انتہا کہ باپ بیٹے کو اپنا ہنر سکھلانے میں کوتاہی کرتا ہے اور اپنے ہنر کو اپنے ساتھ خاک کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسیطرح ایک ایک کرکے یہاں کی صنعت کے اعلیٰ اعلیٰ نمونے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئے۔

تعلیم کی کمی | ہند میں غریب تو غریب کسی دولتمند کو بھی اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت کم خیال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں غربا کا طبقہ عموماً جاہل اور امرا کا طبقہ نیم تعلیم یافتہ ہے اس جہالت کیوجہ سے غربا تو مصیبت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور امرا کی دولت میں تخفیف ہوتی جاتی ہے۔ البتہ ہند کے متوسط طبقہ کے لوگ تعلیم میں حصہ لیتے ہیں۔ انہی پر ملک کی ترقی کا دارومدار اور یہی آجکل ہند کی سیاسی ہل چل کے باعث ہیں۔ آگے یہ بتلایا گیا ہے کہ ہندوستان کی صنعت و حرفت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اسی لئے یہاں کی آبادی کا زیادہ تر حصہ کاشت کے ذریعہ اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ لازمی ہے کہ جب زمین کی مقدار محدود ہو اور اس کی طلب زیادہ ہو تو زمیندار معمولی سی معمولی زمین کیلئے بھی زیادہ لگان وصول کریگا بعض اوقات کل ماحصل کا زائد جزو اسی کا حصہ ہوتا ہے اور غریب کاشتکار کو اس کی محنت کا بالکل تھوڑا بلکہ حقیر حصہ ملتا ہے۔ حکومت ہند نے لگان پر چند قانونی بندشیں عاید کرکے غریب کاشتکاروں پر بڑا احسان کیا۔ ورنہ ان بیکسوں کی تباہی کوئی غیر ممکن بات نہ تھی۔ اس کے علاوہ اگر کسی کاشتکار کی ذاتی زمین ہو تو اسکو جہالت کے باعث بہت تھوڑا معاشی لگان[1] ملتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اخراجات کا پورا پورا حساب نہیں رکھتا مثلاً اس اصل دائر[2] کی قیمت جو کاشت کیوقت اپنے اپنے گھر سے شامل کی تھی۔ خود کی اور اپنے گھر والوں کی محنت کا صلہ نہیں لیتا اور نہ معاوضہ تنظیم۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا اصل قائم[3] مثلاً بیل ہاگر وغیرہ کچھ عرصہ کے بعد بیکار ہو جائینگے لیکن پھر بھی کچھ رقم بطور مطالبات غیر موجودگی کے اپنی آمدنی کاشت سے منہا نہیں کرتا۔ اس چھوٹی سی مثال سے یہ امر ایک حد تک واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستانیں معاشی ترقی کی کیا رفتار ہے اور کس حد تک یہاں اصول معاشیات کے تحت کام ہوتا ہے۔ تعلیم کی قلت نے نجار کے لڑکے کو سنار بنا دیا۔ اگر تعلیم عام ہوتی تو

---

[1] وہ ماحصل زاید جو زمینداری لگان۔ اجرت۔ معاوضہ تنظیم وغیرہ منہا کرنیکے بعد بچ رہتا ہے۔

[2] وہ اصل جو ایک ہی وقت کے استعمال کے بعد مفقود ہو جائے۔ مثلاً وہ تخم جو مزدوروں کو بطور اجرت دی جاتی ہے کوئلہ جو انجن وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔

[3] اصل قائم زیادہ دیرپا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی کارخانے کی عمارتیں کلیں وغیرہ

ممکن تھا کہ سنار کا بچہ تعلیم پاکر ذلیل پیشہ اختیار نہ کرتا بلکہ وکیل ہوتا یا ڈاکٹر اور ملک کی خدمت کرتا۔

بچپن کی شادی | یہ رسم بھی جہالت کی وجہ ہندوستان میں عروج پر پہونچی۔ غربا میں اب بھی یہ رسم چلی آتی ہے یہی سبب ہے کہ غربا میں کثرت سے اولاد ہوتی ہے کیونکہ اولاد پیدا کرنے کا جو وقت ملتا ہے وہ مقابلتہً تعلیم یافتہ لوگوں کے بہت زیادہ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہر تعلیم یافتہ شخص کو اس وقت شادی کا خیال ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے کو اس قابل سمجھتا ہے کہ اپنی اولاد کو آپ سے اچھی حالت میں رکھ سکیگا۔ اس طرح کے خیالات سے لوگوں کا معیار زندگی اعلیٰ ہوتا ہے۔

قدامت پسندی کی بدولت کوئی کاشتکار زیادہ سے زیادہ اجرت ملنے پر بھی اس بات کو گوارا نہ کریگا کہ وطن ترک کرے یا نجار۔ لوہار وغیرہ کا پیشہ اختیار کرلے۔ کیوں کہ کاشت کار اس قسم کے پیشے اختیار کرنے کو اپنی ذلت خیال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید ایجادات سے کار و بار میں سہولت پیدا کرنا اور ان سے فائدہ اوٹھانا یہاں پر عین جہالت کی علامت ہے۔

حکومت | ملک کی ترقی اور اس کی فلاح و بہبودی کیلئے عمدہ حکومت ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اسوقت جبکہ امریکہ و یوروپ معاشی ترقی میں سرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے ہندوستان میں طوائف الملوکی کے مسموم جراثیم پھیلے ہوئے تھے قتل و خوں کا بازار گرم تھا کاریگر اور صناع جان بچاکر بھاگنے کی فکر میں تھے

لیکن جب ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ورود ہوا او سوقت ممبران کمپنی کو سوائے ہند کی دولت لوٹ لیجانے کے اور کسی چیز سے سروکار نہ تھا۔ ایسی صورت میں غریب ہندوستانیوں کے لئے کیوں کر ترقی کے ذرایع بہم پہونچ جاتے۔ رفتہ رفتہ جب ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت جڑ پکڑتی گئی تو اہل انگلستان کو اپنے ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کا خیال پیدا ہوا۔ غریب کاریگر اور صناعوں سے بھاری بھاری ٹکس وصول کئے جاتے تاکہ وہ اپنی صنعت و حرفت کو یک لخت بند کردیں اس پر بھی اکتفا نکیا گیا بلکہ ملک میں سخت قوانین نافذ کیگئے اور اہل ہند کو اس بات کی دہمکی دی گئی کہ اگر وہ اپنے ہنر کے ذریعہ دولت کمائینگے تو ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائینگے۔ غرض اس طرح کے ناجایز ذرایع سے ہند کی صنعت و حرفت کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن بفضل خدا جب ہند میں چاروں طرف تعلیم کی لہر دوڑنے لگی تو ہندوستانیوں کی آنکھ کھلیں اور اسی حکومت کے تحت جس نے ان کی بربادی کا تہیہ کر لیا تھا ترقی کر رہے ہیں فقط

(غیاث الدین احمد متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ)

خوشخبری ہمارے ایک معاون نے از راہ ہمدردی ملک و قوم۔ رانچی سے اطلاع دی ہے کہ اونکو چھ روپیئے من صابن اور جوتے کا سیاہ اور براؤن پالش چار آنے پونڈ بنانا آتا ہے اگر کوئی صاحب سیکھنا چاہئیں وہ دفتر رسالہ نمائش کو ۲؍ کے ٹکٹ بھیجکر مفت سیکھ سکتے ہیں محمد ...

قلعۂ ہوشنگ آباد کی سیر

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۴۲)

حکومت مالوہ پر غوریوں کے بعد خلجی خاندان کا تسلط ہوا۔ اون بادشاہوں کو بھی عمارتیں بنوانے کا شوق غوریوں سے کم نہ تھا۔ ہم مختصراً اس موقع پر ناصر الدین مانڈو کی عمارت کالیا اور دو تین مقبروں کا ذکر کرینگے۔ کالیا ندی کا نام ہے۔ یہ ندی اُجین کے قریب بہ رہی ہے ندی کے بیچ میں ایک ٹیکری ہے جس کے دونوں طرف مضبوط بلند پشتہ باندھکر زمین مثل جزیرہ کے نکالی اور اوس زمین پر خوشنما محل بنوایا جسکی تیاری اور خوبصورتی قابل دید تھی اس محل کے اطراف باغیچہ نہر حوض۔ فوارے۔ چکا بو اور آبشار مناسب موقعوں پر بنائے گئے تھے جنکی نزہت و فضا سے بہشت کا گمان ہوتا تھا۔ ندی کے پانی کو بند باندھکر روکا گیا تھا جس سے پانی باغ میں آنے کے واسطے ایک نہر بشکل آبشار بنوائی گئی تھی اور جس کے ذریعہ سے پانی بڑے حوض میں جمع ہوکر نالیوں کے راستہ سے دوسرے حوضوں اور نہروں میں گھومتا ہوا اور باغ کو سیراب کرتا ہوا پھر ندی میں گرجاتا تھا ایسی عمارت حیدرآباد میں بھی بن سکتی ہے کیونکہ قدرتی طور پر افضل گنج کے پل مشرقی جانب ندی میں اسی طرح کی ٹیکری موجود ہے جو اس تعمیر میں لائی جاسکتی ہے عمارت مذکور پر یہ عبارت کندہ ہے۔

در سنہ ۴۴ جلوس موافق سنہ ۱۰۰۸ رایات ظفر آیات عازم تسخیر دکن بود باینجا عبور افتاد۔ رباعی

نامی ز فلک دوش بعلم کردسوال　　کز رفتہ و آئندہ بیاں کن احوال
گفتا چہ خبر ز رفتگان نیست اثر　　آئندہ چو رفتگاں چہ پرسی حال

در سنہ ۴۵ الٰہی موافق سنہ ۱۰۰۹ ہجری خلافت پناہی ظل اللہ محمد اکبر بادشاہ ملک دکن و خاندیس را فتح کردہ مراجعت فرمودند۔ اشعار

فتح دکن و خاندیس چوں کرد شاہ　　عازم نزہت گہ معمور شد
یک عدد نامی فرود انگاہ گفت　　"شاہ دالاعازم لاہور شد"

یہ مقام ایسا دلچسپ و پر فضا تھا کہ شاہ جہاں بادشاہ دہلی نے زمانہ ولیعہدی دو مکان عالیشان بنوا کے اس مقام کے حسن کو دوبالا کردیا۔ جسکی تاریخ ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

بحکم شاہ جہاں ساخت ایں عشرت گاہ　　حسن بعہد جہانگیر ابن اکبر شاہ
بہشت روئے زمیں یافت عقل تاریخش　　کہ سرور ان جہاں راست منزل دلخواہ
۱۰۳۰

ندی کے کنارے مدرسہ و مسجد شاہان خلجی کی بنوائی ہوئی ہے۔ افسوس کہ اس مدرسہ میں اب بیل باندھے جاتے ہیں اور مسجد میں گھانس کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) آجکل یہ مقامات مہاراجہ گوالیار کی عملداری میں ہیں امید کہ کارپردازان ریاست توجہ فرمائینگے صفائی اور ضروری مرمت اگر ہوجائیگی تو دیکھنے والوں کی زبانیں ریاست کے حسن انتظام اور امور خیر کے شکر گزار ہونگے۔ ۵

نام نیک رفتگاں ضائع مکن　　تا بماند نام نیکت برقرار

اس مدرسہ کے قریب مختار خاں کا باغ اور اسکی بیٹی کا مقبرہ ہے جسکی شان و شوکت اشعار ذیل سے ثابت ہے۔

معدن فضل و کرم مختار خاں
سبزواری و حسینی بالیقیں
زور ہیجا شہسوار یکہ تاز
حامیٔ دیں مالک تیغ و نگیں
آں سہی سرو روانِ مرتضےٰ
آں نہال بستان ختم المرسلیں
آسماں قدرے کہ مہر دولتش
کرد روشن سر بسر روئے زمیں
ریخت چوں فردوس رنگ روضۂ
گلشن بے مثل چوں گلزار چیں
ہر روش رشک بہار جنت است
بلبلانش در ترنم بے قریں
در طراوت رشک گلزار ارم
از صفا آرامگاہ حور عین
می تراود از زبان ہر گیاہ
ذکر طبتم فادخلوہا خالدین
شد رقم تاریخش از کلک سخن
با طریق تعمیہ با زیب و زیں
آبرو از روئے رضواں در ربود
گلشن بے مثل در دنیا و دیں

اس باغ کے قریب ہی قبرستان ہے جسمیں اکثر مشاہیر علماء و فقراء دفن ہیں۔ پنجشنبہ و جمعہ کو مسلمان فاتحہ خوانی کو جایا کرتے ہیں۔ شیخ راج محمد کی قبر پہ یہ دو شعر کندہ ہیں۔

شیخ راجہ از محمد آنکہ بود   شاہد و مشہور در حشمتِ ہنود
رفت از کوئے ہوا در ملک ہو   در شمارہ صد و ہشتاد و دو
۹۸۲

غیر مناسب نہ ہوگا جو ہم اس سلسلہ میں پیرانِ دھار کے اسلامی آثار بیان کریں۔ اجین سے کچھ فاصلہ پر ایک ریاست ہے جسکے راج دہانی دھارانگری ہے یہاں بھی شاہان مانڈو کے مکانات ہیں جو زمانے کے دست و برد سے نیست و نابود ہوگئے ہیں اب صرف نشان انکے اور حوض مثل چشم بے نور کے باقی ہیں جامع مسجد داؤد شاہ کی بنوائی ہوئی موجود ہے جسپر یہ قصیدہ کندہ ہے۔

خدایگان زمیں سپہر مہر جلال
مدار اہل زماں آفتاب برج کمال
حمیدہ سیرت و عالی نسب ستودہ تبار
فلک جناب و ملک قدر و مسیح مثال
بعدل و بذل و وقار و برزم و بزم و شکوہ
ندیدہ دیدۂ گردوں ورا ندیدہ ہمال
پناہ پشت شریعت عبید شہ داؤد
بلے کہ فخر کند قوم زاں حمیدہ خصال
معین و ناصر دین نبی ولایت خاں
کہ برگزیدہ خداوند ایزد متعال
مرید پیر طریقت نصیر دیں محمود
کہ بود ملجاءِ اوتاد و مرجع ابدال

بشہر دہار بنا کرد مسجد جامع
بوقت سعد و خجستہ بروز فرخ فال
چہ مسجدے کہ جہاں راست کعبۂ ثانی
فزون ز وصف دو عالم برون ز حد مقال
مثال مسجد اقصیٰ و بیت معمور است
کہ یافت عرصۂ گیتی از و بنائے جمال
گذشتہ بود ز تاریخ سال ہشت صد و هفت (۸۰۷ھ)
کہ شد تمام ز اقبال حضرت آمال
بحق آحد مرسل کہ طاعت و حسنات
خداش ثبت کند در جریدۂ اعمال

اس مسجد میں بھی اکبر شاہ کا ستہ ورد کندہ ہے
"در زمانیکہ اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی مظہر حق شناس شاہ اکبر الله تعالیٰ شانہٗ عازم دکن بود بتاریخ ہشتم اسفندار ماہ ۴۴ جلوس مطابق ۱۰۰۸ھ بنواح این جا نزول فرمودند عمل داؤد کندہ کار" اس مسجد کے جانب غرب عبداللہ شاہ چنگال کی درگاہ ہے چنگال کے معنے پتلی کمر والے کے ہیں۔ مقبرہ سلطان محمود خلجی نے بنوایا ہے، زیادہ حالات اس بزرگوار کے ہمارے ماخذوں میں درج نہیں ہیں۔ مثنوی ذیل سے جو اس مقبرہ پر کندہ ہے کچھ پتہ ملتا ہے ارباب بصیرت خود مفہوم سمجھ لینگے زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تعالیٰ ربنا این قبۂ نور
برین قبر از صفا چون بیت معمور
و یا مشکوۃ مصباح زجاج است
فراز کوکب نورا علیٰ نور
و یا خود وادئ قدس کلیم است
کہ بر روئے تجلے میکند طور
بلے این استان شاہ بازیست
کہ در چنگالش آمد دیو ناسور
سر ابدال عبداللہ چنگال
چہ چنگال یکہ شب جنبش سحر سور
سماعش بانگ ترجیع عنادل
شنیدش صوت لحن نحل و عصفور
ہم از حلوائی و حدت طشت مشکین
ہم از معجون وحدتش قرص کافور
شراب شوق اندر جام و ساغر
کباب عشق اندر دیگ و تندور
طوافش میکند ہر دم ملایک
درودش می دہد ہر صبحدم حور
تحت از وے شد این مرکز ملمان
ہمہ اعلام دین زو گشت منشور
شنیدستم کہ پیش از وے تنے چند
رسیدہ اندرین ویرانہ عور
خود وشے خاستہ ہر سو ز کفار
دو دیدہ ہر تنے با تیغ و ساطور
بکشتند آخران مردان دین را
پس از کشتن بجائے کردہ مستور

کنوں آن شہید گنج شہیداں
نشاں ماندہ ازاں پاکان مسرور
چو وقت آمد کہ خورشید حقیقت
شود طالع دریں یلدائے دیجور
رسد ایں شیر مرد از مرکز دیں
دریں دیر کہن با جمع جمہور
ز دہر ہم تماثیل بتاں را
مصلے ساختہ آں معبد زور
چو رائے بھوج دیدش از فراست
مسلماں گشتہ با اہل ہمہ سور
بنورش شمع روشن گشت ایں قصر
رسوم شرک شد مجدوم و مدحور
کنوں ایں روضہ زاں دیرینہ ایام
مطاف عالمے بود ست مشہور
قبوہ از کہنگی ہموار گشتہ
نماندہ پشتہ بر ہیچ مقبور
مقامے ہم نبود از بہر خلوت
کہ آساید درو درویش رنجور
ازاں شاہجہاں فرماں چنیں داد
کہ از سر تازہ سازند ایں مرطور
مرید درگہش خاقان و فغفور
علی الاعدا منصر اللہ منصور
شہنشاہ خلج محمود شاہ آں کہ
شد از عدلش جہاں چوں خلد معمور

ز سر نو کرد ایں کہنہ وطن را
بوئے از سر گرفت ایں ہر دو مجدور
سر قبرش چو وسعت بود حاضر
شد آں قبہ از آں مقبوط و مقصور
قبائے در شمال حجرہ چند
پے شغل و نماز و ذکر و مذکور
صف لنگر گزیراں سمت قبلہ
کہ آساید در و زراہ راندہ دور
مگر صاحب دلے روزے در اینجا
قدم آرد بود یک لحظہ مسرور
نشیند ساعتے با خاطر جمع
دمے فارغ ز غم باد وست معمور
خورد جامے ز دست ساقی غیب
شود زاں ساعتے سرمست و مخمور
کند یاد ہم از تشنہ دلاں نیز
بریزد جرعہ در کام مہجور
دعائے ہم برائے بانی خیر
بقا باد ابجالش تا دم صور
حیات و ملک او بادا بقائے
ہمہ خیرات و سعیش گشتہ مشکور
خدایا تا جہاں باشد بیا دار
بنا و خیر شد تا نفخ ناقور
ہمائے ظل او بر فرق عالم
ہا گستردہ بال از فالق نور

زہجرت ہفصد و پنجاہ و نہ بود
کہ تاریخش مجدد گشت مسطور ۷۵۹ھ
گدای درگہ شاہ و در شیخ
بنظم اندر کشید این در منشور
مگر از زمرہ دریوزہ خواہاں
شود محمود رکن خستہ مذکور

شہر دیار میں مقابر اہل اسلام پختہ و سنگ بستہ بکثرت ہیں درگاہ کمال الدین بن بایزید و خواجہ نصیر الدین کی مشہور ہیں جس پر اشعار ذیل کندہ ہیں۔

این روضۂ رضوان بچنین زیب و جمال
وین قبہ پر نور بایں حسن و کمال
وان صفہ نغز و خانقاہ و دلپذیر
با کوشک با کنگرہ ہمچو ہلال
ہم از پے آسائش ہر اہل دلے
ہم از پے مشغولے ہر صاحب حال
در عہد ہمایون خود آن شاہ جہاں
محمود خلجی خورشید مثال
در ہفصد و شصت و یک آراستہ دلپذیر ۷۶۱ھ
آراستہ باد قصر عمرش ہمہ سال
بر درگہ این دو شاہ دین و دنیا
محمود گدا فتادہ در حقیقت حال
چوں منیت صلائے عام در این درگہا
باشد کہ شود دو کس گویند تعال

(سید محمد علی خاں)

ولایتی بیگن یا بیل بیگن

ترتیب فطری۔ سولی نیسی ئی (NATURAL ORDER SOLENACEAE)

نام۔ اردو میں اس کو بیل بیگن یا ولایتی بیگن انگریزی میں "ٹماٹو" مرہٹی میں "بیل وانگے"۔ تلنگی میں "پندر ونگ کائی" سے موسوم ہے اس کا اسم نباتاتی لائکوپرسکم اسکولانٹم ہے پودہ۔ بیل بیگن یا ٹماٹے کا پودہ تقریباً ۳ فیٹ اونچا روا دار اور بیگن کی جھاڑ سے شباہت رکھتا ہے۔ پتہ جوڑا ہوتا ہے ان میں سے چند اقسام بیل جیسے دوڑتے ہیں اور غالباً یہی وجہ اس کے بیل بیگن کہلائے جانے کی ہوگی۔

پھول۔ پھول چھوٹا اور رنگ میں پیلا ہوتا ہے۔

پھل۔ پھل کی شکل تین یا ۴ طرح کی ہوتی ہے۔ گول چپٹا چکنا۔ دھار والا وغیرہ اور رنگ بھی ۳ یا ۴ طرح کا ہوتا ہے بالکل سرخ۔ پیلا۔ پیازی رنگ والا وغیرہ ذائقہ میں فرق معلوم ہوتا ہے کوئی قسم کا پھل میٹھا ہوتا ہے کوئی کھٹ میٹھا اور کوئی پھیکا ہوتا ہے۔

اقسام پھل بیگن ٹرافی (پھل لال اور بڑا ہوتا ہے) میکاڈو۔ پرنس البرٹ یہ بیج کی شباہت والا۔ کنگ ہمبرٹ وغیرہ۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ان تمام اقسام میں سے ٹرافی و میکاڈو کی زیادہ تر کاشت ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ پھل بڑے اور سرخ ہوتے ہیں جن کو لوگ عام طور پر پسند کرتے ہیں۔

اغراض کاشت یوروپین اور پارسی لوگ اس کو بہت پسند کرتے ہیں اسکی ترکاری چٹنی وغیرہ اچھی بنتی ہے۔ اس کو گوشت کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔ چند لوگ اس کو نمک کے ساتھ کھاتے ہیں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ ایک طاقت دہ اور زود ہضم چیز ہے اور ناتوانوں کیلئے ایک اچھی غذا ہے۔

رقبہ زیر کاشت ممالک محروسہ سرکار عالی یہ باغاتی کاشت کے لئے میں آجکل اہم درجہ رکھتا ہے یہ پھل سب سے پہلے امریکہ میں پایا گیا اسکے بعد اسکی کاشت انگلستان وغیرہ میں ہوی جہاں سے اس کو ہندوستان میں درآمد کیا گیا۔ عام طور پر اگر دیکھا جائے تو اسکی کاشت بہ نسبت دیگر غیر ملکی ترکاریوں کے مثلاً گوبی آلو وغیرہ کے کم ہوتی ہے۔ لیکن خصوصاً بلدہ کے اطراف کے مواضعات اور دیگر خانہ باغجات میں اس کی کاشت دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور امید ہے کہ عنقریب میں ہی اسکی کاشت بھی مثلاً گوبی وغیرہ کے عام طور پر ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ کاشت کار لوگ اس کی کاشت سے بہ نسبت دوسرے دیسی ترکاریوں مثلاً بھینڈی۔ گوار۔ بیگن وغیرہ کی کاشت سے زیادہ نفع اٹھا سکتے ہیں۔

زمین اس کی کاشت ہر کسی زمین میں یعنے ریگڑ نیم ریگڑ ریتلی۔ لال وغیرہ ہوسکتی ہے لیکن نیم ریگڑ زمین جس میں پانی اچھی طرح جذب ہوتا ہو اس کی کاشت کیلئے نہایت موزوں ہے وجہ یہ ہے کہ ایسی زمین میں پیڑ اور مرض ہونیکا اندیشہ کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے پودہ اور پھل خراب نہیں ہوتے۔

آب و ہوا کثرت کی سردی اور بارش اس کے لئے مضر ہے اس کو روشنی کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ پودہ کی نمو گھٹتی ہے۔ پس ایسی جگہ جہاں پر دھوپ و روشنی اچھی طرح نہ پہونچتی ہو اس کی کاشت کے لئے موزوں نہیں ہے۔

موسم ہر موسم میں اس کی کاشت ہوسکتی ہے اس کا بیج ماہ امرداد کے آغاز سے بہمن مہینے کے اختتام تک بویا جاسکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس کو بازار میں فروخت کرکے نفع اٹھانا چاہتے ہیں وہ لوگ اسکو بیج ماہ امرداد یا بہمن کے آغاز میں بوتے ہیں۔ بیج اگر امرداد مہینے کے شروع میں ڈالا جائے تو آبان مہینے کے اختتام تک پھل بیچنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اسوقت پھل موٹے اور خوب لگتے ہیں۔ اور اگر بیج بہمن مہینے میں بویا جائے تو پھل خورداد میں تیار ہوتے ہیں اوسوقت پھل کم اور چھوٹے ہوتے ہیں مگر نرخ بڑھا ہوا ہونیکی وجہ سے نفع خوب ہوتا ہے۔

کھاد مماثل دوسرے فصول باغات کے اسکو بھی کھاد کی ضرورت ہے۔ ورنہ پیداوار میں کمی ہوتی ہے عام طور پر کھاد مویشی کا استعمال ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہوتا ہے۔ کچرہ کوڑہ جس میں راکھ وغیرہ ہوتی ہے بطور کھاد کے استعمال میں لایا جاتا ہے فی ایکر ۱۵ یا ۲۰ بنڈی کھاد دیا جاتا ہے۔ کاشت کاروں کو اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ کھاد جہاں تک ہو پڑا اور

سڑا ہوا ہو ورنہ مرض اور کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں سبز کھاد بھی اس کے لئے مفید ہے۔ اس کا طریقہ عام طور پر ہندوستان میں یہ ہے کہ موسم باراں کے آغاز میں ڈراسن یا تاگ بویا جاتا ہے۔ اور ماہ آذر میں جبکہ اسکو پھول لگتا ہے کاٹ کر بذریعہ ہل زمین میں ملایا جاتا ہے یہ ۱½ ماہ کی مدت زمین میں سڑ جاتا ہے۔ پھر اس زمین پر کاشت کیجاتی ہے۔ مصنوعی کھاد کا اس کے لئے استعمال کیا جائے تو بہ نسبت پوٹاش و فاسفیٹ کے نائٹروجن کم دینا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ نائٹروجن سے پھل کے مقابلہ میں پتہ کی افزائش میں زیادتی ہوتی ہے اور پھل چھوٹے اور کم لگتے ہیں

تخم و تخم ریزی بیگن کا بیج بیگن کے بیج سے بہت مشابہ رکھتا مگر رواں دار ہوتا ہے جسکی وجہ سے اس کی تشخیص ہوسکتی ہے۔ پیداوار عمدہ ہونے کے لئے عمدہ تخم کی ضرورت ہے۔ یہاں پر اکثر لوگ بازار سے کچے ٹماٹے خرید لاتے ہیں اور اس کا بیج تخم ریزی کے لئے استعمال میں لاتے ہیں۔ بیج پختہ نہ ہونے کی وجہ سے نار اچھے نہیں اگتے۔ چند لوگ چھوٹے اور بڑے پھل کے بیج ملا دیتے ہیں اور تخم ریزی کے وقت اس کا استعمال کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے پیداوار کی حالت اور مقدار گھٹ جاتی ہے لہذا کاشتکاروں کو چاہئے کہ تخم اچھے ذریعہ سے منگائیں یا کھیت میں ہی پکے ہوئے اچھے پھل سے تخم جمع کرکے تخم ریزی کریں۔ اکثر تخم ریزی کے لئے چھوٹے چھوٹے کیاریاں بنوائے جاتے ہیں۔ جس میں تخم پتلا پتلا ڈالا جاتا ہے تخم زائد ڈالے جانے سے نار زور دار اور تندرست نہیں ہوسکتے تخم ریزی کے لئے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کیاریوں میں لکیریں بذریعہ چھوٹی لکڑی کے بنائے جائیں اور اس میں بیج پتلا پتلا بویا جائے جس کی وجہ سے نگہداشت اچھی اور آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ جس کی صراحت آگے چلکر نار کی نگہداشت میں کی جائے گی۔

نار کی نگہداشت آبرسانی و کلچائی وقت پر انجام دینی چاہیئے۔ نار کی درمیانی زمین بذریعہ کھرپی ہلکی ہلکی کرنی چاہیئے جس میں نار کی جڑیں اچھی طرح پھیل سکیں۔ نار اگر کیاریوں میں لکیریں بنوا کر ڈالا گیا ہو تو یہ کام اور کلچائی بہت آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے

زمین کی تیاری زمین ہل یا بکھر چلایا جاکر نرم کیجاتی ہے کھاد پھیلایا جاتا ہے اور بذریعہ بکھر زمین اچھی طرح ملایا جاتا ہے بعد از کیاریاں ۲ فیٹ × ۸ فیٹ یا ۸ فیٹ × ۱۰ فیٹ کے وسعت کے بنوائے جاتے ہیں جس میں نار منتقل کیا جاتا ہے اگر کیاریوں کے بجائے بنڈ یا نالہ (RIDGES) تقریباً ۱½ فیٹ یا ۲ فیٹ بنوائی جائے تو بہتر ہے جسکی وجہ نگہداشت اچھی ہوتی ہے اور پانی کی بچت ہوتی ہے بنڈیں بذریعہ پھاوڑا یا جہاں پر غیر ملکی کاشتکاری کے اوزارات استعمال میں لائے جاتے ہیں مثلاً پونہ اگریکلچرل کالج وہاں پر رجر (RIDGER) کے بنوائے جاتے ہیں رجر کے ذریعہ اخراجات اور وقت میں بچت ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

ہمارا نقطۂ نظر

تین اخلاقی کتابیں

۱۔ مثنوی فیاض جناب مولوی محمد فیاض الدین صاحب فیاض مرحوم کی ایک منظوم تصنیف ہے جسمیں حمد و نعت ایثار۔ کسر نفسی اور اسی قسم کے اخلاقی مضامین علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کر کے انکی خوبیاں بیان کیگئی ہیں اور ہر ایک عنوان کے ساتھ بزرگان سلف کے واقعات بھی مثال کے طور پر نظم کر کے درج کئے گئے ہیں۔

شاعری کے موجودہ دور کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ لوگ گل و بلبل اور حسن عشق کے افسانوں کو پھیلانے کی کوشش میں منہمک نظر آتے ہیں۔ ہم نظم نگاری کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن معدودے چند ایسے صاحب فہم و فراست بزرگوں کے علاوہ جنھوں نے حالات حاضرہ کے کافی مطالعہ اور غور و خوض کے بعد یہ دریافت کر لیا ہے کہ ملک اور قوم کو کس قسم کا سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے لحاظ سے ملک کے نظم نگاروں اور شاعروں کا کیا فرض ہے اکثر و بیشتر افراد پرانی باتوں کو ترک کرنے کی انتہائی کوشش کے باوجود اب تک انہیں کانٹوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ ان کی جتنی نظمیں ہوتی ہیں ان سے سوائے اس کے اور کچھ فائدہ نہیں کہ لکھنے والوں پر یا پڑھنے والوں کے جذبات میں ایک عارضی ہیجان پیدا ہو جائے اور جو پہلے غزل اور ریختی کے عنوان سے جس قسم کے خیالات دل و دماغ میں پیدا ہوتے تھے وہی خیالات اور وہی محسوسات اب ان نظموں کے ذریعہ سے انھیں پیدا کر دیئے جائیں۔

گزشتہ زمانہ کی تاریخ شاعری پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جسطرح ہر ملک و قوم کے اصولی رسم و رواج اور تہذیب میں تغیر پیدا ہوتا رہتا ہے اسی طرح شاعری میں بھی انقلاب ہوتے رہتے ہیں۔ فردوسی۔ عنصری وغیرہ کے زمانہ میں مسلمانوں میں عام طور پر جنگی جوش موجود تھا جس کا یہ اثر تھا کہ اونکی شاعری میں جنگی عنصر غالب تھا معشوق کو ترک۔ ستمگر۔ غارتگر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ نیچرل سین باندھتے وقت بھی یہ خصوصیت نظر انداز نہیں ہوتی تھی چنانچہ سرو کی قطار کو صف بستہ فوج سے عام طور پر تشبیہ دیجاتی تھی اس دور کے بعد جب مسلمان عیش و نشاط میں پڑ گئے تو اگرچہ خود شاعری کی نوعیت اور حیثیت میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا لیکن جو سبق عہد اول میں دیا جاتا تھا اس کی نوعیت کے ساتھ ساتھ تشبیہات و استعارات میں بھی انقلاب پیدا ہو گیا "ترک" اور "غارتگر" کی جگہ "گل رو" "لالہ" اور اسی قسم کے اسباب تعیش نے لیلی۔ "تیر نگاہ" کی جگہ "سحر نگاہ" باندھا جانے لگا۔ جب یہ عہد بھی گزر گیا اور تاتاری سیلاب نے عیش و عشرت کے تمام شیرازے بکھیر دیئے تو "سعدی" وغیرہ جیسے فلاسفر پیدا ہوئے جو اپنے

ملک اور قوم کی حالت کو اچھی طرح سمجھکر اسکی فلاح و بہبود کیلئے ساعی ہو گئے۔ "سعدی" چونکہ دونوں دور دیکھ چکے تھے اسلئے "رایت ر پردہ" کے پردہ میں اونہوں نے کہیں کہیں دونوں عہدوں کا تقابل بھی کیا ہے۔ غرض یہ کہ شاعری بھی ان اثرات سے بچ نہیں سکتی مگر دیکھنا یہ ہے کہ ایسے کون کون سے شعرا ہیں جو ضرورت کے مطابق ملک کو سبق دیتے ہیں یا کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستان کی تمام تر شاعری فارسی شاعری پر مبنی ہے اور اس لئے اسمیں لازمی طور پر وہ تمام باتیں جو فارسی شاعری کی خصوصیتوں میں شامل ہیں موجود ہیں چونکہ دربار شاہان مغلیہ کے امرا کو رزم بزم دونوں کی یکساں اہلیت تھی اس لئے ہندوستان کی شاعری میں "فردوسی" اور اس کے بعد کے زمانہ کی دونوں خصوصیتیں باقی رہیں اور ورثہ میں اردو شاعری کو ملیں اور شعرا نے ان پر زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیئے لیکن اب تیسرا دور شروع ہوا یعنے جب ادبار و افلاس کی انتہا ہو گئی تو قدرت نے "حالی"۔ "اقبال" اور "اکبر الہ بادی" جیسے محبان وطن و قوم کی تخلیق کی۔ گویا اردو شاعری میں اخلاقی شاعری کی ابتدا حالی کے وقت سے ہوی اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ چند خاص خاص مثالوں کے علاوہ "حالی" پر ہی ختم بھی ہو گئی۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کیلئے جنکا مطمع نظر قوم کی فلاح و بہبودی ہو کسی ایسی نظم کا تصنیف کیا جانا جسکی غرض و غایت ملک کے نوجوانوں کو سلف کے قدم بہ قدم چلانا ہو ایک بہترین چیز ہے۔

مصنف مثنوی فیاض نے ملک کی انہی ضرورتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مثنوی تصنیف کی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ان کوششوں میں اچھی طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ گو بعض جگہ محاوروں کی غلطیاں ہیں لیکن اوسکی خوبیوں کے آگے یہ سب ہیچ ہیں۔

آجکل کا مذاق دیکھتے ہوئے یہ امید نہیں ہوتی کہ اسکو شوق سے پڑھا جائیگا۔ لیکن اگر ملک کے نوجوان تفریحاً ہی اس مثنوی کو پڑھنا پسند کریں گے تو انکی تدریجی اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ وہ بزرگان سلف کے اکثر کارناموں سے واقف ہو جائینگے۔ مثنوی کی اسی خصوصیت کی بنا پر حکومت حیدرآباد نے اسکی خریداری سے سرپرستی فرمائی ہے۔

اس مثنوی کی ضخامت (۱۰۲) صفحے ہے خوشخط چھپی ہوئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ دفتر رسالہ واعظ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن۔ سے مل سکتی ہے۔

۲۔ حمایت الاخلاق | یہ مثنوی مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب ایڈیٹر رسالہ واعظ کی تصنیف ہے اسم بامسمی ہے صاحب مثنوی فیاض کے آپ فرزند ارجمند ہیں وہی خصوصیات اس میں بھی موجود ہیں جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کے لئے پھر علٰحدہ علٰحدہ انہی خیالات کو دوسرے الفاظ میں دہرانا سوائے طوالت کے کچھ نہیں ہے اس کے صلہ میں بھی سرکار عالی سے مصنف صاحب کی خاطر خواہ ہمت افزائی کیگئی ہے حجم (۱۲۲) صفحے قیمت ایک روپیہ مندرجہ بالا پتہ سے طلب کیجیے۔

(نمبر ۳ آئندہ)

نیا انکشاف

بالیدگی بذریعہ قوت برقی

ایک فرانسیسی شخص مسمی۔ سرنیک پر حال میں قتل کا ایک مقدمہ چلایا گیا تھا اور جائے وقوع ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو تارمنڈی کے ضلع میں واقع ہے جہاں مسٹر جسٹن کرسٹو فلیو ایک اسراری اور طلسماتی طریقہ پر اپنے باغ کی پرورش کرتے ہیں۔ دیہاتیوں کی اوہام پرستی کے مظاہرہ کا بہترین موقعہ وہی تھا جبکہ سرنیک کے خلاف قتل کے مقدمہ کی تحقیقات کیجا رہی تھی۔ چنانچہ اس گاؤں کے رہنے والوں نے عدالت کے نام خطوں کا پل توڑ دیا اور ہر خط میں اس امر پر زور دیا کہ سرنیک بالکل بے گناہ ہے۔ لیکن اگر پولس خود تکلیف گوارا کرکے ایم کرسٹو فلیو کے باغ تک آئیگی اور باغ کو کھود کر دیکھنے کی زحمت گوارا کریگی تو یقیناً مقتول کی لاش یہاں سے برآمد ہو جائیگی۔

ان پے در پے خطوں پر پولیس نے اول اول کوئی اعتنا نہیں کیا لیکن دو تین ہفتوں کے بعد بھی جب انکا سلسلہ منقطع نہیں ہوا تو بالآخر اسے بھی کچھ شبہ ہوا اور ایک روز ساز و سامان سے لیس ہو کر باغ میں جا ہی پہونچی اور لاش کا مطالبہ کیا۔ حیرت زدہ مالک باغ پولیس کے اچانک حملے سے ہکا بکا ہو کر رہ گیا اور ذرا حواس درست ہونے پر پولیس کے استفسارات کا یہ جواب دیا کہ "میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ نہ میرے باغ میں کوئی لاش دفن ہے۔ میرا نام کرسٹو فلیو ہے۔ اور میں الکٹرو میگنیٹک ایپریٹس[1] کا موجد ہوں جس کے ذریعہ سے میں زمین کی اور کرہ باد کی برقی رو کو کھینچکر اپنے پودوں میں دوڑا دیتا ہوں"
پولیس نے اس ہذیانی ایجاد کی کوئی پروا نہ کی اور باغ کو

ؔ۱۔ آلات انجذاب برق۔

کھود کر چھوڑا۔ لاش تو کوئی برآمد نہیں ہوی البتہ بعض ایسی ایسی نئی چیزوں کا انکشاف ہوا جو دنیا کیلئے اپنی نوعیت میں بالکل نئی تھیں۔ اس انکشاف کی خبریں فوراً دور دور پھیل گئیں اخباری نمائندوں نے فوراً حقیقت حال کی تحقیقات شروع کردی اور زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ خاموش اور گوشہ نشین موجد کی حیرتناک ایجاد کی اطلاع تمام کرۂ ارض پر پھیل گئی۔

ادھر تمام راز طشت از بام ہوجانے پر ایم کرسٹو فلیو نے بھی دنیا کے تمام ان لوگوں کو جو کیمیاوی یا دوسرے مصنوعی ذرایع سے بہترین زراعت حاصل کرنے کے دعویدار تھے۔ مقابلہ کا چیلنج دیدیا اور اس کو ثابت کردیا کہ زمین اور ہوا کی برقی لہروں کو جذب کرلینے کے بعد وہ تمام چیزیں خود بخود مہیا ہوجاتی ہیں جن کے حصول کے لئے دنیا کے ماہرین زراعت سالہا سال سے سرگرمیاں تفکر ہیں۔

کرسٹو فلیو کا دعویٰ ہے کہ پودوں کی پرورش زمین نہیں کرتی ہے۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ ہوا میں جو لطیف اجزا موجود ہیں ان کو جذب کرکے پودوں تک پہونچادے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ ہوا میں وہ کون خاص جزو ایسا موجود ہے جو خصوصیت کیساتھ پودوں کی نشو و نما کے لئے مفید ہے یہ جزو موجد کا دعویٰ ہے کہ صرف برقی ہے۔ جس کا ثبوت وہ اسطرح دیتا ہے کہ زندگی کی نوعیت اور خصوصیات پر غور کرنیسے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ سے اعلیٰ اور تمام تازہ ترین

ساز و سامان سے آراستہ معمل میں بھی یہ ممکن نہیں ہیکہ ہے زندگی جس شے کا نام ہے اسکو کیمیاوی یا کسی دوسرے طریقہ پر پیدا کیا جاسکے زندگی دراصل اس خارجی ارتقا کا نتیجہ ہے جو قدرت کے زبردست عناصر میں ہر وقت موجود ہے۔ بعض وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز آسمان سے اترتی ہے اور بعض وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں اسکی تکوین و پرورش ہوتی ہے۔ لہٰذا زندگی نام ہے اس ایک سیال شے کا جسے ہم قدرتی بجلی کہتے ہیں اس قدرتی بجلی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو آسمان سے اترتی ہے اور یہ برق مثبتہ[1] ہے۔ دوسری وہ ہے جو زمین سے نکلتی ہے اور گھاس کے ہر ایک پتی اور پتہ کے ہر ایک ریشے سے نکلکر عالم لامحدود کی راہ لیتی ہے۔ یہ برق منفیہ[2] ہے۔ ان دونوں مثبت و منفی قوتوں کا اتصال ایک عالمگیر حیات پیدا کرتا ہے مخرج و منبع حیات کے متعلق اپنا اطمینان کرلینے کے بعد۔ ایم کرسٹو فلیو نے اس امر کی کوشش کی کہ اس مخرج اور اس منبع سے بالیدگی کی معمولی رفتار میں تیزی پیدا کرنیکا کام لیا جائے مؤئید یا بندہ۔ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور نتائج عام اس سے کہ انکے اسباب و علل کچھ بھی ہوں۔

نمبر ۱۔ POSITIVE ELECTRICITY

نمبر ۲۔ NEGATIVE ELECTRICITY

نمبر ۳ یعنے ایک ایسا ڈنڈا جسمیں کیڑے پکڑنے والا آلہ نصب ہو "آلہ کرم گیر"

نمبر ۴۔ BASE

متفقہ طور پر نہایت حیرت انگیز طریقہ پر مفید ثابت ہوئے

کاشت کے متعلق اس فرانسیسی سائنس داں نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ سب سے پہلے جس کھیت کی کاشت مقصود ہے اس کی شمالی اور جنوبی سمتیں دریافت کی جانی چاہئیں اس کے بعد شمالاً جنوباً متوازی مینڈھیں تین تین گز کے فاصلہ سے ڈالنی چاہئیں اور ہر مینڈھ میں اس کے طول کے برابر قلعی دار لوہے کا ایک تار بچھا دینا چاہئے جس کا شمالی سمت والا سرا زمین میں دفن کیا جائیگا اور ہر مینڈھ کے جنوبی سمت میں اس تار کو ایک آلہ سے ملا دیا جائیگا جو زمین سے ۱۵ سے لیکر تیس فٹ تک باہر نکلا رہیگا (ANTENNAE CARRYING POLE) اور عموداً قایم کیا جائیگا قاعدہ کا کام دیگا

زمین میں داخل کر دیتا ہے زمین کے اندر جو تاروں کا جال پھیلایا تھا وہ برقی موجوں کو جذب کر لیتا ہے جو زمین کی مقناطیسی لہروں میں جن کی رو شمالاً اور جنوباً ہوتی ہے۔ موجود ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے اس امر کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ کاشت کئے جانے والے کھیت کی شمالی اور جنوبی سمتیں نہایت ہوشیاری اور صحت کے ساتھ دریافت کی جائیں اور پھر متوازی مینڈھوں میں تار نصب کئے جائیں اس طریقہ پر یہ منفی امکانی رو ہوا کی برقی لہروں سے ملکر پودوں کی جڑوں کی نشست و نشو کرتی رہتی ہے۔ آفتاب ہوا اور کہر کے اعمال ان مکانات میں اختلاف پیدا کرتے رہتے ہیں اس نقص کو رفع کرنے اور ان اعمال سے مفید مطلب نتیجہ حاصل کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ آلہ گرم گیر کے قاعدہ میں تانبہ اور جست کی ٹکلیاں اور ریت لگا دیئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ایک قدرتی بیٹری (BATTERY) کا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا ہے

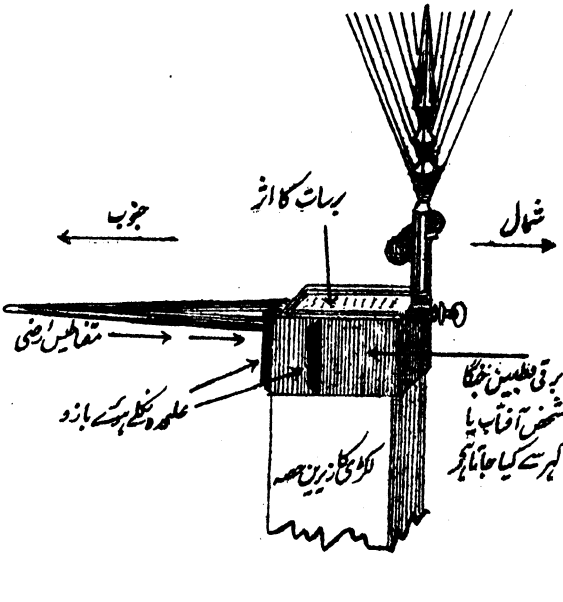

آفتاب ہوا اور کہر کا عمل

" آلہ گرم گیر اس موقع پر بجائے کہر کے پکڑنے کے ہوائی بجلی کو کھینچ لیتا ہے اور مینڈھوں میں جو قلعی دار لوہے کے تار نصب کئے گئے ہیں ان کے ذریعہ سے

شمالاً اور جنوباً جو تار بینڈھوں میں نصب کیا جاتا ہے اس کی تنصیب کی یہ صورت ہے کہ پہلے کچھ حصہ زمین کے اندر ہوتا ہے۔ اور پھر کچھ باہر پھر کچھ حصہ زیر زمین ہوتا ہے اور کچھ بالائے زمین جیسی کہ ذیل میں تصویر دیجاتی ہے۔

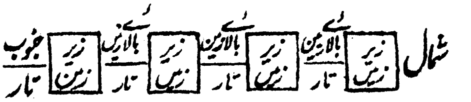

یہ وہ طریقہ ہے جس پر کاربند ہو کر دنیا کا موجودہ پیغمبر برق، اپنے زبردست استادی یعنے قدرتی بجلی کو اپنی زراعت کا ممد و معین بناتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

کرسٹو فلیو کا دعویٰ ہے کہ معمولی طریقہ سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ اسکی بہ نسبت اس کے ایجاد کردہ طریقہ سے کام لینے پر اسی رقبۂ ارض کی پیداوار دگنی ہو جاتی ہے ترقی اثر سے اشیاء میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے اعمال و افعال خواص و منفعت میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں کو کھاتے ہیں ان کی دماغی اور جسمانی قوتیں بڑھ جاتی ہیں زمین میں قلعی دار لوہے کے تاروں سے جو ایک میدانی مقناطیس تیار ہو جاتا ہے وہ تمام قسم کیڑوں کو بھی ہلاک کر دیتا ہے جو زراعت کے سخت دشمن ہیں۔ مردہ درختوں میں اس برقی مدد سے ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں پھل جلدی آنے لگتے ہیں جو جسامت اور ذائقہ کے لحاظ سے معمولی پھلوں سے کہیں بہتر ہوتے ہیں۔ اس تمام انکشاف و ایجاد کا سب سے زیادہ اہم واقعہ یہ ہے کہ اس نشو و نمائے برقی کی وجہ سے بالعموم تمام وہ ماہرین فن زراعت جو زمین کو طرح طرح زرخیز بناتے ہیں اور بالخصوص وہ لوگ جو کیمیاوی طریقہ پر زرخیزی پیدا کر دینے کے مدعی ہیں بالکل بیکار ہو جاتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ نار منڈی کے اس کاشتکار کے انکشافات و ایجادات کا اہم نتیجہ یہی واقعہ ہے اس لئے کہ کیمیاوی طریقہ پر زرخیزی پیدا کرنے میں کثیر اخراجات کے علاوہ اس امر کا بھی بہت کچھ شبہ باقی رہتا ہے کہ کیمیاوی اصول سے جو چیزیں حاصل کیجاتی ہیں ان کا استعمال خصوصیت سے مضر صحت ہے۔

مرض سرطان کے اسباب و علل دریافت کرنے کیلئے اسٹراسبرگ میں جو کمیٹی منعقد ہوئی تھی اس نے اس امر پر بہت زیادہ زور دیا ہے کہ ان تمام مزروعات میں جنکی کاشت بازاروں میں فروخت ہوتی ہے کھاد ہرگز نہیں ڈالنا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی غلاظت کے استعمال سے کھیت ایک حد تک زرخیز ہو جاتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ ایک نہ ایک دن لوگ سرطان کے شکار بن جاتے ہیں موجودہ زمانے میں عام طور پر لوگوں میں یہ عقیدہ پھیل رہا ہے کہ کیمیاوی زرخیزی اور اشیاء سبزی اور غلہ کے ریشوں میں ایک خاص قسم کا مادہ پیدا کر دیتی ہیں جو انسان کے جسم میں جذب ہو جا سکنے کے بعد طرح طرح کی

بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے۔ اگرچہ سرطان کا قطعی سبب اب تک دریافت نہیں کیا جا سکا ہے لیکن بالعموم یہ ضرور تسلیم کیا جاتا ہے کہ زرخیزی اور کیمیاوی اشیاء مثلاً کھاد وغیرہ اس کے ممد و معاون ضرور ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں کیا تعجب ہے کہ ایم کرسٹوفلیو نے اپنی حیرتناک ایجاد سے دنیا کو اس موذی مرض سے بھی نجات دلادی ہو اور اس طرح نادانستہ ایک ایسا کام کیا ہو جسمیں تمام عالم کی منفعت مضمر ہے۔

ایم کرسٹوفلیو کا برقی نشو و نما عالم اصول سے گزر کر دنیائے عمل میں ایک عرصہ ہوا کہ آچکا ہے۔ خود ان کے باغ میں جو کامیاب نتائج حاصل ہوئے ہیں اس کے علاوہ بلجیم اور نارمنڈی کے دوسرے کسان بھی جو ایک عرصہ سے چپکے چپکے ان کے زیر ہدایت عمل کر رہے تھے۔ اسکی تصدیق کرلی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایم کرسٹوفلیو کی ہدایت پر کاربند ہونے سے ان کی کاشت میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے جو ان جدید آلات کے استعمال کا نتیجہ ہے ٹماٹو کے وہ پودے جن پر برقی نشو و نما کا اثر ڈالا گیا تھا معینہ مدت کے بجائے صرف دو ثلث وقت میں پک کر تیار ہوگئے سیب کے ان درختوں میں جنپر برقی نشو و نما کا عمل جراحی کیا گیا تھا اتنے بڑے بڑے پھل لگتے ہیں جنکا دور پانچ پانچ انچ کا ہے آلو کے پودے تین تین فٹ زمین سے بلند ہوگئے ہیں اور ہر طرف سے یہ اطلاعیں آرہی ہیں کہ پژمردہ اور کملائے ہوئے تمام درخت اس طریقے سے از سر نو سر سبز و شاداب ہوگئے اور خشک سالی اور امساک باران میں بھی اس طریقہ نے ان کو اسیطرح سرسبز و شاداب رکھا۔

ایم کرسٹو نے اپنے برقی تجربات کو صرف نباتات تک ہی محدود نہیں رکھا ہے بلکہ حیوانات پر بھی انہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے مرغی خانہ کے کنارہ پر ایک تار نصب کر کے جو (ANTENNAE POLE) سے لایا گیا تھا ڈربہ کے قریب اسکو زمین میں دفن کر دیا اور ایسی ترکیب کردی کہ کوئی برقی لہر ضائع نہو انڈوں میں سے بجائے اکیس کے صرف اٹھارہ روز میں بچے نکل آئے جو معمولی طریقہ پر پیدا ہونے والے بچوں سے ہر طرح تندرست تھے اس طرح خرگوش خانہ پر بھی انہوں نے یہی عمل کیا اور جو بچے پیدا ہوے وہ زیادہ طاقتور تھے۔ متعدد تجربوں کے بعد ایم کرسٹو فلیو نے بالآخر یہ کلیہ قائم کر دیا کہ قدرتی برق کا نباتات کی طرح حیوانات پر بھی نہایت مفید اثر پڑتا ہے

کرسٹوفلیو کے ایجاد کردہ طریقہ پر مرغی کے بچے نکل رہے ہیں مرغی بجائے اکیس کے صرف اٹھارہ دن انڈے سیتی ہے اور تمام بچے ان میں حسب سابق کے زیادہ تندرست ہیں

انسانی جسم کی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ایم کرشو فلیو نہایت زور کے ساتھ اس امر کی سفارش کرتے ہیں کہ زمین کی مقناطیسی موجوں کو استعمال کیا جائے تمام مکانات یا تو شمال رویہ ہونے چاہئیں یا جنوب رویہ تاکہ طولاً جو لوہے کی سلاخیں لگی ہوں وہ ارضی موجہائے برق کو مکینوں تک پہونچا سکیں اور اس طرح وہ ہمیشہ ان حیات آور لہروں میں مصروف رقص ہیں۔

رات کو سوتے وقت تمام پلنگ شمالاً و جنوباً بچھانے چاہئیں تاکہ بحالت خواب موجیں سونے والوں کے جسموں پر اچھی طرح کھیل سکیں چنانچہ دن میں جب کہ لوگ آمد و رفت میں مصروف ہوتے ہیں اس وقت بھی جوتوں کے اندر جو لوہے کی کیلیں وغیرہ لگی ہوتی ہیں وہ ان موجوں کو اپنی وساطت سے دن بھر چلنے پھرنے والوں کے جسم میں منتقل کرتی رہتی ہیں فقط

(ماخوذ)

سید حمید الدین احمد (رعنا)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

برف بنانا اسطرح بھی ممکن ہے کہ کسی باریک کانچ کے شیشے میں پانی بھر کر اس پر روئی لپیٹ دی جائے اور روئی متواتر اسیتھر سے تر رکھا جائے۔

فرانس کے دو آدمیوں نے عہد کیا کہ وہ ۲۴ گھنٹہ تک مسلسل بلیارڈ کھیلیں گے اور درمیان میں صرف ایک منٹ کیلئے باہر جائینگے چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ لیکن جب وقت ختم ہوا تو دونوں بیہوش ہو کر گر پڑے۔ کیوں کہ اس طرح وہ تیس میل کی مسافت طے کر چکے تھے۔

عجیب و غریب ہوٹل

حال ہی میں امریکہ کا ایک ہوٹل آگ سے تباہ ہوا ہے جو بالکل ہاتھی کی صورت کا تیار کیا گیا تھا اس میں آنے جانے کا دروازہ اس مصنوعی ہاتھی کے پیٹ میں بنایا گیا تھا۔

یہیں بعض ہوٹل ایسے ہیں جو بالکل مچھلی کے صورت کے ہیں اور مچھلی کے منہ سے آمد و رفت لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس ہوٹل کے چاروں طرف پانی بھی ہے جس سے ہوٹل حقیقتاً ایک بڑی مچھلی نظر آتی ہے۔

کالیفورنیا میں ایک ہوٹل شیر کی صورت کا ہے اور کھانا اس کے سر پر بیٹھکر کھایا جاتا ہے، جہاں ۵۰ آدمی سما سکتے ہیں۔

کناڈا میں برفباری کے ایام میں برف کے ہوٹل طیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں ایک رات سے زیادہ قیام ممکن نہیں ہوتا۔

فرانس کے ایک شہر میں ہوٹل بنایا گیا تھا جس کا نام "قرون متوسط کا ہوٹل" رکھا گیا تھا، اس میں جدید تہذیب و تمدن کی کوئی چیز نہ تھی، حتیٰ کہ ٹیلی فون اور برقی روشنی بھی نہ تھی، یہاں کھانا بھی اسی زمانہ کا پیش کیا جاتا تھا اور تمام اشیاء اسی عہد کی مہیا کی گئی تھیں۔

(نگار)

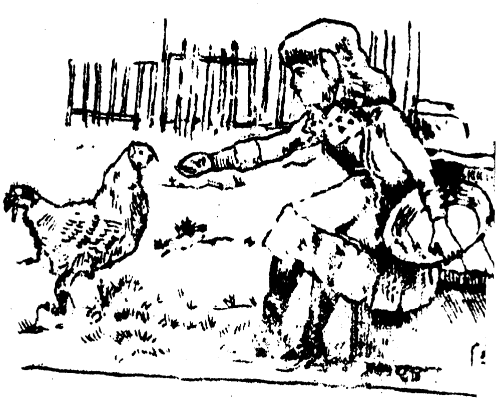

مرغیوں کی پرورش

پیوستہ

اور جتنی مرغیوں کے ساتھ ہم ایک مرغ کا جوڑا لگانا چاہتے ہیں۔ بسہولت لگا سکتے ہیں۔ اسطرح وقت اور جگہہ دونوں کا صرف بھی کم ہوگا۔ ایک مرغ کا ایک ہی مرغی سے جوڑا لگانا نسل لینے کا علم طبعی کے مطابق صحیح طریقہ ہے۔ کیوں کہ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ہمکو ہر جوڑے کے اصلی ماں باپ کے اصلی قومیت اور اونکے حقیقی فطرتی خاصیت کا یقین ہوتا ہے اور جوڑونکی خاصیت اور علامات پر غور کرتے رہنے سے ہم یقین کیساتھ اس امر کے کہنے پر قادر ہوجاینگے کہ والدین میں سے بچوں میں کس کے اثرات بچوں کی فطرتی خاصیتوںمیں پیدا ہوئے ہیں۔ متعلقہ جانوروں کے ذخیرہ میں بھی یہ عمل جوڑے لگا کر رکھا جاسکتا ہے اور جو اون کے تشخیص ولدیت میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوسکتی ہے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ انڈوں پر ہر مرغی کا نشان کیا جاوے۔ اور اونکو اسطرح بٹھایا جائے کہ جب بچہ نکلے تو اوس پر ایک نشان کیا جائے جس سے اوس ماں باپ کا تشخیص و یقین ہو سکے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے کہ بچے کی ولدیت کا یقین و تشخیص پورے یقین کے ساتھ کوئی شخص کر سکتا ہے۔ بعض خوبصورتی پسند لوگونکی خیال میں یہ عمل بالکل غیر ضروری ہے اور بچونکا پیدا کرنا بیفائدہ ہنسی کی حد تک معلوم ہوتا ہے لیکن جو شخص کہ واقعی خوشنمائی پسند ہیں اور اپنے دماغ کو اور اپنے ہاتھوں کو کام لانا چاہتے ہیں یہ کام اوسکی سمجھ میں آسکتا ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ یہی راہ ہے اور یہی طرح سے نتائج پیدا ہوسکتے ہیں یہ امور پرورش کی پرانے طرز عمل کے ذریعہ سے حاصل کرنا ناممکن ہے بعض اوسیقدر خوشی میں گرفتار ہیں جو کچھہ جانوروںکی خوشنمائی سے اون کو حاصل ہوجاتے ہے اور صاحب فہم ہیں وہ علم طبع کے مطابق طرز عمل کو یہ سمجھکر اختیار کرتے ہیں کہ اس میں حسب مرضی فرحت و انبساط کی حالت موجود ہے اور نیز اعضاء جسمانیکی ورزش کا تحریکات دماغیکا عمدہ ذریعہ ہے یہ پرانی بڑھیا دنیا اپنے رازونکو بہ آسانی ظاہر نہیں کرتی ہے اور جبکہ ہم ایسے مختلف اور متعدد اثرات کی حد تک پہونچتے ہیں جو ہماری خوبصورت مرغیونکی کوشش و پرورش کے نتائج کو زیور شکل و صورت سے آراستہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو جہاں تک ممکن ہو ہمکو اس قابل ہونا چاہئے کہ ہم ان اثرات کو محدود کریں اور اونہیں اپنے قبضہ و اختیار میں رکھیں اونکو اپنے اقتدار

میں رکھنے کا طریقہ یا تدبیر بھی ہمکو ایک بڑی حد تک ہماری بہت بڑی ترقی کا کامل یقین دلانے والی ہوگی۔

نر جانور کی حیثیت سی اپنے بچوں کی خاصیت کو اپنے اثرات سے اسلئے متاثر کرنا چاہیئے کہ اوس کا خون ہر بچے کی رگ جان میں پیدا ہوتا ہے متاثر کرتا اس لئے اہم اور ضروری ہے کہ جس قسم کی خاصیت ہم اپنے جانور میں پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں اوس نر جانور میں بالذات اور نیز اوس کے باپ داداکی خون کے ذریعہ سے موجود ہیں مختلف جانوروں کی مختلف تولیدی قوتیں اسقدر ہیں کہ کسی شخص کے واسطے اگر کوئی محفوظ طریقہ ہوسکتا ہے تو یہی ہے کہ اپنے ہی جانوروں کی نسل کو ترقی دے اور نیا خون نہایت ہوشیاری سے ایسے جانور کا جس سے مثل اپنے جانوروں کے پرورش پائی ہو اپنے جانوروں میں شریک کرے۔ اس طرح اثرات منقصہ کا خوف گھٹ کر بہت ہی کم درجہ پر آجائیگا جو شخص جس وضع اور رنگ کے جانور پہلے انتخاب کرلیا جائے اور اوسپر مستقل ہونا چاہیئے۔ اوسوقت بلاشبہہ یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ اپنے انتخاب کے تکمیل مدارج کے مطابق بخوبی کرسکتا ہے اور تاحد امکان اپنی خواہش جملہ صفات سے متصف جانور پیدا کرسکتا ہے بہت سے خوشنمائی پسندوں کے احاطہ مرغیخانہ میں مختلف وضع اور مختلف رنگ کے جانور بغیر کسی انتظام کے نظر آتے ہیں مگر یہ طریق مقررہ طریق کے موافق جیسا کہ ہونا چاہیئے نہیں ہے جسکی طرف ہم کوششوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

خوشنما مرغیوں کی پرورش روز بروز بجائے بہترین پرورش کنندوں کے زیر توجہ ہوتی جاتی ہے اونکی کوشش ایسے جملہ امور کے علم حاصل کرنے کی طرف ہو رہی ہے جو اس سوال کے متعدد اثرات سے متعلق ہیں کہ ہم پرورش کے کاموں سے بہترین نتائج کیونکر حاصل کرسکتے ہیں اگر یہ اثرات پورے اختیار میں نہ آئیں تو ایک معینہ حد تک کامیابی ناممکن ہے اور محدود خاصیت سے زیادہ ہم اپنے جانوروں کو پیدا نہیں کرسکتے ہیں۔ لیکن اون اثرات کے ساتھ جو پورے اختیار میں آگئے ہیں، گو خاصیتوں کا خوشنما پسند کے ذاتی کوشش اور اس کی توجہ پر منحصر ہے جو اون اثرات کیطرف مبذول کی گئی ہے اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ یہ علم طبیعات (سائنس) ہے اور خیال کرتا ہے کہ کوئی جز اوس کے کوشش کے باہر نہیں ہے تو یقیناً وہ اوس درجہ تک کامیابی ہوگی کہ جو کچھ وقت اور توجہ اوس نے مقصود اصلی کی طرف کی ہے کامل معاوضہ مل جائیگا کوئی شخص بیکار اون سے کچھ نفع حاصل نہیں کرسکتا اور جو چیز قیمتی ہے اوسکی حفاظت کے واسطے کوشش بھی ضروری ہے اور یہ اصول مرغیوں کی تجارت کے واسطے اوسیطرح صحیح ہے جس طرح دوسرے امور کے واسطے ہے جو شخص اعلیٰ خاصیت اور صفت کے جانور پیدا کرنا چاہتا ہے اوسکو علم طبیعات (سائنس) بھی حاصل کرنے کی خواہش کرنی چاہیئے کیونکہ علم حیات اونکو وہ علم دیتا ہے جس کے ذریعہ سے اسے حسب خواہش جانور پیدا کرنیکی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(باقی آیندہ)

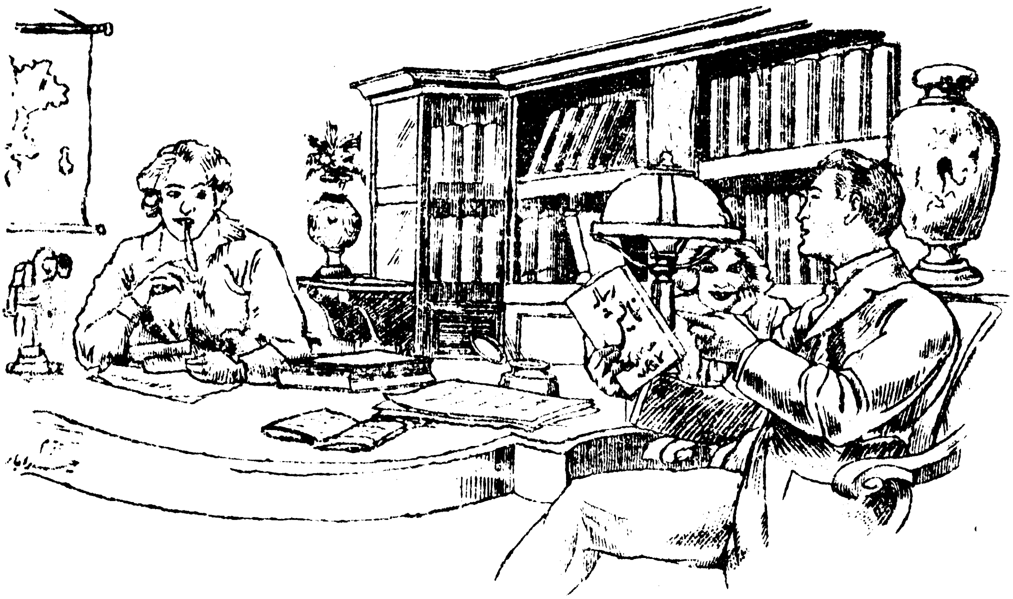

ادبیات

دی انڈسٹریل اینڈ کیمیکل کمپنی لمیٹڈ

واقع دارالشفار — حیدرآباد دکن

رجسٹر شدہ بموجب قانون سرکار عالی نشان (۴) بابتہ سنہ ۱۳۲۰ف

سرمایہ مجوزہ ایک لاکھ روپیہ سکۂ عثمانیہ — جملہ رقم حصص فراہم شدہ سات ہزار روپیہ — فی حصہ پچیس روپیہ

اداشدنی یکمشت یا بہ اقساط — کمپنی موسومہ بالا عرصہ تین سال سے حیدرآباد دکن میں قایم ہے جس نے تین منافع پہلا بحساب چودہ روپیہ اور دوسرا و تیسرا بحساب پندرہ سیکڑہ سالانہ تقسیم کیا یہ کمپنی خاص حیدرآباد کے مفاد اور اہل ملک کو زمانہ حال کے تاجرانہ اشغال میں مشاق بنانے کی غرض سے قایم کی گئی ہے گھر کی مرغی دال برابر کی قدیم مثل کے لحاظ سے ابنائے وطن نے اسوقت تک اس خالص ملکی کمپنی کیطرف بمقابلہ کمپنی ہائے ممالک غیر بہت کم توجہ کی ہے درحالیکہ اس کمپنی میں آپ خود اپنے قوت بازو سے آسمان کے نیچے اور اپنی زمین کے اوپر کمپنی کے ناظم۔ کمپنی کے معتمد کمپنی کے مشیر اور کمپنی کے ہمہ وقت تنقیح کنندہ بن سکتے ہیں۔ اوسوقت تک جسقدر بیت التجارت بلدہ میں قایم ہوئے وہ سب منفردہ ملکیت اور شخصی انتظام و مفاد کی بنا پر قایم ہوے ہیں جن سے اہل ملک کو صرف شخصی فائدہ پہونچا ہے اور مشترکہ مفاد حاصل نہیں ہوا۔ کمپنی ہذا اس نقص کی باحسن الوجوہ اصلاح کرتی پس و پیش نہ کیجئے۔ گھر کی دال کو قورمہ سمجھئے اور ملک کی روزافزوں ترقی کا چاند بنکر آسمان شہرت پر تاباں و درخشاں ہوجئے۔

کمپنی کے حصص ابھی بند نہیں ہوئے ہیں۔ کمپنی میں شراکت اختیار کیجئے۔

معتبر ایجنٹ حصص فروخت کرکے معاوضہ حاصل کرسکتے ہیں۔ کمپنی کا دستورالعمل عندالطلب ہروقت روانہ خدمت کیا جاسکتا ہے اور جو کچھ حالات اشتہار طلب ہوں تحریر یا ملاقات کے ذریعہ حاصل فرماسکتے ہیں۔

المشتہر سید احمد علی اینڈ برادرس مانیجنگ ایجنٹس

بی بی سیفٹی استرا

آجکل بازار میں مختلف قسم کے سیفٹی استرے نہایت ارزاں قیمت کے فروخت ہو رہے ہیں۔ بی بی وہ استرا نہیں ہے کہ ارزاں بہ علت ہو ایکمرتبہ استعمال کیجئے پھر خود بخود تجربہ ہوجائیگا قیمت تمام سکہ کلدار ہے بی بی استرا اکل کا ڈبہ معہ بارہ عدد بلیڈ ر فی لے / بی بی اسٹراپ یعنے بلیڈ تیز کرنیکی مشین ۴/ بی بی سٹ ع ۹۰۶ چمڑیکا کیس ایک مشین ایک استرا اور صرف تین عدد بلیڈ رفی ع بی بی سٹ ع ۱۲۵ نقلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک پیالی ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور عدد بلیڈ رفی ع بی بی سٹ ع ۱۲۹ اصلی چمڑیکا کیس ایک استرا ایک مشین ایک برش ایک صابن ایک آئینہ اور ۱۲ عدد بلیڈ رفی ع

ایم آر بیگ اینڈ کو کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

سامانِ تفریح

انگلستان کے ایک مشہور گول کیپر کو ایک شخص راستے میں ملا۔ اور کہا "کہو یار۔ اچھی طرح تو ہو بہت دن میں ملنا ہوا۔ بیچارا گول کیپر بہت پریشان ہوا۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ کبھی ان صاحب کی شکل نہ دیکھی تھی اس پر یہ بے تکلفی دیکھکر اس نے کہا۔

"جناب والا کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔

"اجنبی۔ ہرگز نہیں تمہارا نام براؤن ہی ہے نا۔

گول کیپر جی ہاں

اجنبی۔ گذشتہ سال تم ہی ائرلینڈ کے فٹ بال میچ میں انگلستان والوں کی طرف سے گول کیپر تھے

گول کیپر جی ہاں۔

اجنبی۔ تمکو یاد ہے کہ جان نے گول کے قریب آکر بہت زور سے شوٹ کیا تھا اور تمہاری ناک سے گیند پوسٹ سے ٹکرا کر جال کے پیچھے آپڑی تھی

گول کیپر جی ہاں۔

اجنبی یار اب بھی مجھکو نہیں پہچانا۔

گول کیپر جی نہیں۔

اجنبی جی میں نے ہی تو گیند اٹھا کر میدان میں واپس پھینکی تھی۔ کہو اب تو پہچان گئے نا۔

بیچ سمندر میں جہاز ڈوبا۔ کچھ بیچارے آفت کے مارے ایک کشتی میں سوار ہو کر اس دریائے ذخار میں کئی روز تک مارے مارے پھرے کسی کنارہ کی شکل نہ نظر آئی۔

ایک دن ایک صاحب نے غل مچایا۔ "وہ ہے کنارہ سامنے" سب اس طرف دیکھنے لگے کنارہ کا کہیں نام و نشان نہ تھا ایک ملاح نے ان صاحب سے پوچھا۔ حضرت آپ کنارہ کسکو کہہ رہے ہیں؟"

"یہ صاحب وہ دیکھو سامنے کیا نظر آرہا ہے"

ملاح وہ تو افق ہے"

یہ صاحب اچھا افق ہی سہی۔ چلو وہیں اتر جائینگے اس طرح سمندر میں مارے مارے پھرنے سے تو بہتر ہوگا۔

ماسٹر۔ لڑکو کیا تم بتا سکتے ہو کہ سلطنت برطانیہ پر سورج غروب کیوں نہیں ہوتا۔ ایک لڑکا۔ جی ہاں اسلئے غروب نہیں ہوتا کہ معلوم نہیں یہ لوگ اندھیرے میں کچھ اور اندھیر نہ کر بیٹھیں

"یہ تمہاری بیوی کی تصویر ہے؟
"ہاں"
تو پھر انہیں بہت مالدار ہونا چاہئے"

ایک ہوٹل کا ویٹر بہت سست تھا۔ ایک صاحب کھانا منگاتے منگاتے تھک گئے۔ لیکن کھانا نہ آنا تھا نہ آیا لاچار ہوکر انہوں نے ویٹر کو بلایا اور کہا۔

"دیکھو جی ہمارے لئے قہوہ لاؤ۔ اور کبھی کبھی بذریعہ خط اطلاع دیتے رہو۔ کہ اسکے تیار ہونے میں کتنی دیر ہے"

ایک صاحب فخریہ بیان کر رہے تھے کہ ترقی اسکو کہتے ہیں جو میں نے کی ہے۔ جب میں اس شہر میں آیا تو میری جیب میں صرف ایک روپیہ تھا۔ اب دیکھو کہ میں لکھ پتی ہوگیا ہوں

دوسرے صاحب نے جل کر کہا جیب میں ایک ہی روپیہ تھا تو کیا ہوا۔ خدا دوسرے کی جیبوں اور تمہارے ہاتھوں کو سلامت رکھے۔

موقعہ .... امتحان طبابت کا کمرہ

ممتحن ڈاکٹر۔ اگر ٹایفائید کے علاج کیلئے تمکو بلایا جائے تو مریض کے پاس جاکر سب سے پہلے تم کیا کروگے۔

طالبعلم (سوچکر) سب سے پہلے۔ سب سے پہلے میں

ڈاکٹر۔ گھبراؤ نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ ہاں۔ ہاں۔ کہو کہو سب سے پہلے میں۔

طالبعلم سب سے پہلے میں وہاں مشورہ کے لئے جناب کو طلب کرونگا۔

نتیجہ امتحان .... کامیاب بدرجہ اعلیٰ

ایک پادری صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ انکے معتقدین شراب میں دھت چلے آتے ہیں۔ انکو سخت رنج ہوا کہنے لگے مجھے افسوس ہے۔ مجھے سخت افسوس ہے۔ ایسے سے

ایک شرابی نشے کی ترنگ میں فرمانے لگے۔ اگر آپکو واقعی افسوس ہے تو ہم آپکو معاف کرتے ہیں۔

چادر گھاٹ کے پل سے جب میں گزرتا۔ ایک بڈھے فقیر کو ایک پیسہ دیا کرتا۔ اس راستہ سے مرا تقریباً روز ہی گزرنا ہوتا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مہینہ سوا مہینہ مرا ادھر جانا نہیں ہوا ایک روز جو پھر ادھر سے نکلا تو فقیر نے آواز لگائی۔ میں نے اس خیال سے کہ بہت دنوں سے اسکو کچھ نہیں دیا ہے ایک اکنی اسکے حوالہ کی فقیر نے لیکر کہا

سرکار ابھی میرے ساڑھے چھ آنہ آپکے ذمہ اور ہیں وہ کب دیجیئے گا۔

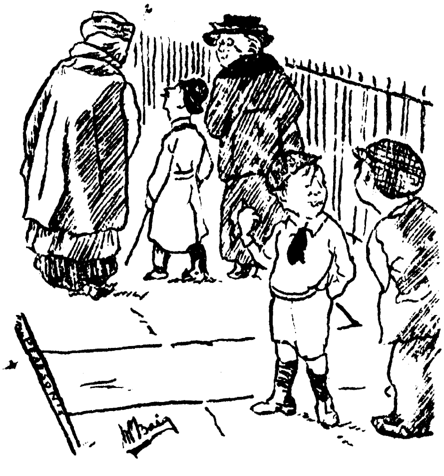

ایک لڑکا دوسرے سے "اس کباب میں بہت کم گوشت معلوم ہوتا ہے کیوں؟"

آن۔ میں شعر شاعری کی خوبیاں بھی نہیں جانتی۔ ذہنی مشاغل سے میں کوسوں دور ہوں۔

فلا۔ تو کیا ہرج ہے۔ مجھے تم سے ابھی ایک ضروری راز کی بات بھی کہنی ہے۔

تر۔ علوم میں کوئی بات نہیں کہ تمہارا دل لگے تمہیں تو یہ جاننے کی دھن ہے کہ کسطرح دلوں کو لبھایا جائے۔

آن۔ نہ مجھے اس کی فکر ہے — میری خواہش ہی ہے۔

بل۔ لے ہے۔ اسوقت تو نوزائیدہ بچے کا خیال چاہئے

فلا۔ چھوکرے جلدی سے کرسیاں لا۔ (چھوکرا کرسی سمیت گر پڑتا ہے) یہ لونڈا کیسا بے ڈھنگا۔ جب ایک دفعہ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مرکز ثقل کے لحاظ سے اپنا جھوک کیونکر سنبھالنا چاہئے تو پھر گر پڑنا کیا معنے!

بل۔ ارے بیوقوف۔ اپنے گرنے کی وجہ بھی تجھے سوجھی تو اس لئے زمین پر آرہا ہے کہ تو اس اٹل نقطے سے جسے ہم مرکز ثقل کہتے ہیں ہٹ گیا تھا۔

لے مین۔ ہاں میم صاحب جب زمین پر آرہا تو مجھے سمجھا ہی دیا۔

فلا۔ بے ڈھنگا کہیں کا۔

تر۔ کیا ہی اچھا ہوا کہ یہ شیشہ کا نہ تھا۔

ار۔ ہائے۔ وہی حاضر جوابی۔

بل۔ کبھی چوکتی ہی نہیں خزانہ میں کمی ہی نہیں۔

فلا۔ اب اپنی ضیافت کا دسترخوان چنئے۔

تر۔ بھلا ایک رکابی صرف آٹھ مصرع والی ہے۔ ایسی کہاں کہ آپ لوگوں کی اس زبردست اشتہا کی آگ بجھا سکے۔ میں سوچتا ہوں کہ اس قطعہ کیا ایک نظم (ہفت بیتی) کی چاٹ بھی مل جائے تو کچھ تو آپ لوگوں کا حلق بھیگیگا۔ ہاں اس نظم کو ایک شہزادی نے۔ میں نام نہ لوں گا۔ نفیس فرمایا اس میں شروع سے آخر تک آپ ظرافت کا نمک مرچ پائینگی۔ اور اس کو اچھی خاصی نظم تصور فرمائیں گی

ار۔ مجھے اس میں شک نہیں۔

فلا۔ بس اب سنا ڈالئے

بل (وہ پڑھنا چاہتا ہے یہ بیچ میں ٹپک پڑتی ہے) میرا دل سننے سے پہلے ہی خوشی کے مارے تھر تھرا رہا ہے مجھے شاعری سے عشق ہے۔ خصوصاً ایسے کلام پر دم دیتی ہوں جس میں عاشقانہ رنگ اور معاملہ بندی ہو۔

فلا۔ اگر تم یونہی بولتی رہیں تو پھر یہ اشعار پڑھ چکے

تر۔ نظ..........

بل۔ اے ہے۔ میری پیاری بھتیجی۔ خاموش۔

تر۔ نظم شہزادی یورانی کے بخار پر۔

گمن نیند میں تھی تمہاری وہ بیدار مغز ہی
لیا جو سر آنکھوں پہ اسکو بصد شان و شوکت
رکھا مہماں اپنے تن میں بصد عیش و عشرت
جو دشمن تمہارا ستم یہ کہ دشمن بھی جانی

بل۔ ہائے! کیا ہی نفیس آغاز ہے۔

ار۔ کیا ہی حسین طرز ہے۔

فلا۔ ایک انہیں کے اشعار میں سہل ممتنع کا کمال

بائی ہول۔ اور پھر آمد تو دیکھو۔

ار۔ "تمگن نیند میں تھی وہ بیدار مغزی" داد کے قابل ہے

بل۔ "رکھا مہمان اپنے تن میں" ۔ کیا کہوں مجھے کیا لطف دے رہا ہے۔

فلا۔ "بصد شان و شوکت ۔ بصد عیش و عشرت" میں تو ان الفاظ پر لوٹ پوٹ ہوں۔ یہ آپس میں کس خوبی سے گھل مل گئے ہیں۔

بل۔ آگے تو سنئے۔ کان مشتاق ہیں۔

تر۔ تمگن نیند میں تھی تمہاری وہ بیدار مغزی
لیا جو سر آنکھوں پہ اسکو بصد شان و شوکت
رکھا مہمان اپنے تن میں بصد عیش و عشرت
۲ جو دشمن تمہارا ستم یہ کہ دشمن بھی جانی

ار۔ "تمگن نیند میں تھی وہ بیدار مغزی"

بل۔ "رکھا مہمان اپنے تن میں"۔

فلا۔ "بصد شان و شوکت۔ بصد عیش و عشرت"

تر۔ کوئی کچھ کہے میں کہونگا نکالو اس افعی
کو انمول پاکیزہ نازک بدن سے بعجلت
ہے محسن کشی بے وفائی سدا اسکی خصلت
نہ پڑ جائیں لالے کہیں جان کے ہی تمہاری

بل۔ خدا کے لئے ٹھیر کر مجھے ذرا سانس لے لینے دیجئے

ار۔ براہ کرم لطف اٹھانے کی مہلت تو دیجئے۔

فلا۔ ان اشعار کو سنکر ایسا معلوم دیتا ہے کہ روح کسی تشریک ہیں۔ ایک تھر تھراتا احساس ہے کہ دوڑ گیا ہے بس وہی کیفیت سمجھو جو غشی سے کچھ پہلے چھا جاتی ہے۔

ار۔ کوئی کچھ کہے میں کہونگا نکالو اس افعی ر
کو انمول پاکیزہ و نازک بدن سے بعجلت

انمول پاکیزہ نازک بدن۔ کس حسن سے ادا کیا گیا ہے ایک ایک لفظ سے طباعی اور قادر الکلامی ٹپکی پڑتی ہے

فلا۔ کوئی کچھ کہے میں کہوں گا۔ کس قدر قابل تعریف ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ میری رائے میں یہ فقرہ انمول ہے

ار۔ میں بھی اسی "کوئی کچھ کہے" پر غش ہوں

بل۔ مجھے بھی آپ سے اتفاق ہے۔ کوئی کچھ کہے کیا جچا تلا بیٹھا ہے۔

ار۔ کاش یہ فقرہ میری قلم سے نکلتا۔

بل یہ فقرہ ایک پوری نظم ہے۔

فلا۔ مگر کیا تم لوگوں کو اسکے نفیس مطالب کی وہ پرچھائیاں بھی سجھائی دے رہی ہیں جو میرے پیش نظر ہیں اور جن کی میں داد دے رہی ہوں؟

بل۔ ار۔ ہائے کیا چیز کہی ہے۔

فلا۔ کوئی کچھ کہے میں کہوں گا۔........

کہتے ہیں اگر لوگ بخار کے جانب دار بھی ہو جائیں تو انکی بیہودہ بکواس پر نہ جانا۔

کوئی کچھ کہے میں کہوں گا۔

ہائے۔ کوئی کچھ کہے۔ ہاں کوئی کچھ کہے۔

اس "کوئی کچھ کہے" میں بہت سے معنے ہیں جو پہلی نظر میں سمجھ میں نہیں آتے کسی کو مجھ سے اتفاق ہو یا نہ ہو مجھے تو ان الفاظ میں لاکھوں ہی معنے دکھائی دیتے ہیں

بل۔ اس میں شک نہیں جامع الفاظ بہت معنے رکھتے ہیں

جو بادی النظر میں ظاہر نہیں ہوتے۔
فلا۔ مگر تم نے موسو جب یہ الفاظ لکھے کوئی کچھ کہے تو کیا
تم نے بھی اس کے پورے زور اور وسعت کو محسوس کیا تھا
تمہارے ذہن میں وہ تمام باتیں مستحضر تھیں جو ہمارے
دماغ میں اس فقرے سے پیدا ہوتی ہیں اور کیا یہ تمہارا
ارادی فعل تھا کہ اس فقرہ میں معنے کوٹ کوٹ کر بھر دیئے
جائیں؟
تر۔ ہاں۔ ہاں۔
آر۔ میرے دل میں تو یہ الفاظ محسن کشی بے وفائی
سدا اسکی خصلت چھا گئے ہیں۔ احسان فراموش قابل
نفرت بخار ان کے ساتھ ہی برا سلوک کرتا ہے
جو اسے پناہ دیتے ہیں۔
فلا۔ مختصر یہ چار چار مصرعوں والے ٹکڑے دونوں کے
دونوں خوب ہیں۔ خدا کے لئے دونوں مثلث جلد لیتے آئیے
ار۔ براہ کرم، کوئی کچھ کہے، کو ذرا دوبارہ ارشاد فرمائیے
تر۔ کوئی کچھ کہے میں کہوں گا نکالو اس افعی۔
فلا۔ ار۔ بل۔ ہائے کوئی کچھ کہے۔
تر۔ کوا منول پاکیزہ نازک بدن سے بعجلت۔
فلا۔ ار۔ بل۔ امنول پاکیزہ نازک بدن۔۔۔۔
تر۔ ہے محسن کشی بے وفائی سدا اسکی خصلت۔
فلا۔ ار اور بل۔ بخار کی محسن کشی۔ خوب۔
تر۔ نہ پڑ جائیں لالے کہیں جان کے بھی تمہاری۔
فلا۔ نہ پڑ جائیں لالے واہ۔
ار اور بل۔ سبحان اللہ۔

تر۔ تمہارے نہ رتبہ کا اسکو ذرا دھیان آیا
پیا خون اس نے تمہارے لہو کا تھا پیاسا
فلا اور بل۔ واہ قلم توڑ دیے۔
تر۔ یہ ڈر ہے کہیں جان پر داؤ چل جائے اس کا
نہانے کو حمام میں آپ کے تم جو بیسر رکھو
کہاں کی مروت جھپٹ اس کی گردن پکڑ لو۔
اور اپنے ہی ہاتھوں اسے حوض میں یوں ڈبو دو
فلا۔ ہائے۔ غضب کر دیا۔ تڑپا دیا۔
بل۔ ہم پر غشی سی طاری ہو گئی ہے۔
ار۔ جان ہے کہ دھڑ رہی ہے اعجاز ہے اعجاز۔
فلا۔ میرے تو سر سے لیکر پیر تک طرح طرح کی سنسنیاں
سی دوڑ رہی ہیں۔
ار۔ نہانے کو حمام میں آپکے تم بسیر رکھو۔
بل۔ کہاں کی مروت؟ جھپٹ اس کی گردن پکڑ لو۔
فلا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں اسے حوض میں یوں ڈبو دو
اپنے ہی ہاتھوں سے، واہ۔ واہ
ار۔ تمہارے کلام کا ہر مصرع پڑھا پڑھا ہوتا ہے
اور اس میں نئی نئی دلفریبیاں ہوتی ہیں۔
بل۔ ہر لفظ کہیں سے لے لو وجد میں لانے کو کافی ہے
فلا۔ ہر لفظ ہر بات سے لطافت ہے کہ ٹپکی پڑتی ہے
ار۔ جو اشارہ جو کنایہ ہے پھولوں کی طرح خوش رنگ
تر۔ تو آپ کے خیال میں یہ سانٹ (ہفت بیتی)
فلا۔ لاجواب۔ جدت بھری۔ نئی چیز ہے کسی کا کلام
اسقدر نفیس اب تک میری نظر سے نہیں گزرا۔

بل۔ ہائیں۔ آزیت! تمہارے دل پر ذرا بھی اثر نہ ہوا
تمہاری حبیب پیاری بھتیجی کس قدر بدنما ہے۔
آن۔ اس دنیا میں ہر ایک کی طبیعت اور اس کا کام
جدا جدا ہے جس میں طباعی اور ذوق شاعری نہ ہو وہ
کہاں سے پیدا کرلے۔

تر۔ شاید میرے کلام سے تم اکتا جاتی ہو۔
آن۔ ہرگز نہیں۔ میں اکتتی ہی نہیں۔
فلا۔ ارے ہے۔ اب اپنا قطعہ سنائیے۔
تر۔ ایک گاڑی پر جس کا رنگ سدا بہار کا تھا اور جو بعض
کی ایک شناسا خاتون کو دی گئی تھی۔
فلا۔ ان کے عنوان تو فاحشہ ہوں یہ بھی جدت سے خالی نہیں
ار۔ ان کا انوکھا پن پہلے ہی سے پتہ دیتا ہے کہ نظم میں
۳۴ کیا کیا طباعی بجلیاں بھری ہوں گی
تر۔ عشق کو فقط تھی دل سے لاگ۔
بل ار۔ اور فلا۔ واہ۔ واہ
تر۔
لگائی جائداد کو بھی آگ
وہ خوشنما تن وہ نیم تام
نفیس قیمتی طلائی کام
وہ میری نورانی صبح و شام
نکلتی ہے۔ ہے دو ... دور نام

فلا۔ کیا خوب۔ نورانی۔ معلومات کی وسعت تو دیکھئے۔
بل۔ کیا نفیس کنایہ ہے۔ جواب نہیں رکھتا۔
تر۔ کہو نہ رنگ کو سدا بہار
روپیہ کے خون کی ہے سب بہار
ار۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ کسقدر نئے خیال ہے کس کو
توقع تھی کہ یہ بات نکالی ہوگی۔

فلا۔ سوائے ان کے اور کس کے کلام میں یہ نفاست اور
ذوق صحیح ہو سکتا ہے۔
بل۔ کہو نہ رنگ کو سدا بہار
روپیہ کے خون کی سب بہار
بہار ذو معنی ہے۔ بھئی واہ کیا بات پیدا کی ہے
سدا بہار کا شوخ سرخ رنگ ہوتا ہے اور روپیہ کے خون
کی ہے سب بہار۔ کیا کہنے۔
فلا۔ کچھ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے جان پہچان سے
پہلے ہی میرا دل تمہاری سحر بیانی کا قائل تھا۔ تمہاری
طرفدار تھی۔ میں تمہاری نظم اور نثر دونوں کی دلدادہ ہوں
تر۔ اگر آپ اپنی بھی کوئی چیز ہمکو سنائیں تو یقین مانئے
ہمیں بھی داد دینے کا موقع ملیگا۔
فلا۔ میں نے شاعری میں تو قدم نہیں رکھا ہے البتہ
مجھے امید ہے کہ عنقریب آپکو محرم راز بنا کر اپنی
اکاڈمی والی اسکیم کے آٹھ باب سناؤنگی۔ افلاطون نے
اپنی کتاب جمہوریت میں اس مضمون کے نفلا حاشیہ
کو چھوا اور چھوڑ دیا۔
لیکن میں اس خیال کو پوری طرح پھیلا رہی ہوں
میں نے کاغذ پر اور نثر میں اس کا پورا خاکا تو بنا ہی
لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے لوگوں کی اس بے انصافی
پر جو ہمارے عقل اور ذہانت کے ساتھ برتی جاتی ہے
بہت ہی غصہ آتا ہے میں اپنی صنف پر سے یہ بہتان
اٹھا کر ہی چھوڑونگی۔

(باقی آیندہ)

حصۂ نظم

مولوی سید علیم الحسن صاحب علیم لکھنوی

وہ لاغر ہوں جو ہو سودائے گیسوئے بتاں مجھکو
الجھ کر تار دامن خود پنھائیں بیڑیاں مجھکو

میری یاد اور انکے دلمیں یہ باور کہاں مجھکو
دیا کرتی ہیں دھوکا آکے پیہم ہچکیاں مجھکو

وفا کی داد چاہونگا خدا سے میں سر محشر
نہ ہونا پیش داور دیکھ کر تم بدگماں مجھکو

سحر میں بھی نہ دیکھی کوئی اطمینان کی صورت
ہوا اس سرزمیں پر بھی گمان آسماں مجھکو

لئے جاتا ہے پھر جوش جنوں زنداں سے صحرا کو
کریں کچھ دستگیری کر و لیں اب بیڑیاں مجھکو

یہی تسکین دیتی ہے اسی سے دل بہلتا ہے
بہت مرغوب حسن و عشق کی ہے داستاں مجھکو

کیا ہے کس جوانمردی سے طے میدان ہستی کو
وہ دیکھیں جو ابھی تک کہہ رہے تھے ناتواں مجھکو

علیم اکسیر جسکو لوگ کہتے ہیں زمانے میں
وہی درکار ہے تھوڑی سی خاک آستاں مجھکو

جناب سلطان احمد صاحب واثق شاگرد جناب یاس

کدھر جاتی ہے کشتی کسطرف ہے راہ ساحل کی
مسافر ہیں حقیقت کچھ نہیں معلوم منزل کی

یہی دل تھا خوشی سے کتنے بار غم اوٹھاتا تھا
نظر کا تیر کیا کھا دیا گیا طاقت مرے دل کی

محبت کا ہے جادو شیشۂ دل اسطرح ٹوٹا
ملی ہیں دلمیں تصویریں پر اک انداز قاتل کی

ازل سے شادی و غم ساتھ آئے بزم عالم میں
رہینگے ساتھ آزادی کے افتادیں سلاسل کی

یہ تربت ہے کہ جنت شمع ہے پھولوں کی چادر ہے
بہاریں لوٹنے والے ہیں کوئے قاتل کی

کیسکے نام سے دل بیقراری میں ٹہرتا تھا | مگر اب رفتہ رفتہ وہ بھی عادت چھٹ گئی دل کی
جوانی اور اگلی صحبتیں یاد آگئیں واثق | میری آنکھوں میں شکلیں پھر رہی ہیں اہل محفل کی

مولوی سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی مرحوم

گئے وقت کو آج کیا رو رہا ہے | ادسی کو غنیمت سمجھ جو رہا ہے
گزرتی ہے کیا غنچہ و گل پہ شبنم | فلک انکے ہنسنے پہ کیوں رو رہا ہے
زمانے کے ہاتھوں وہ پامال ہوگا | گزرگاہ عالم میں جو سو رہا ہے
نہ ہو درد جس دلمیں اوسکی دوا کیا | وہ پائیگا درماں جو جی کھو رہا ہے
محبت کا انجام کیا پوچھتے ہو | جو سوچے ہوئے تھے وہی ہو رہا ہے
خدا جانے یہ آگ پہنچے کہاں تک | دھواں خانۂ دل سے اٹھ تو رہا ہے
گلے مل رقیبوں سے اے تیغ قاتل | مرے سر پہ احساں یہ کیوں دھر رہا ہے

نہیں جب او نہیں پاس الفت کا شوکت
محبت میں تو جان کیوں کھو رہا ہے

جناب سید نبی الحسن صاحب نحیف لکھنوی

دور پردہ اگر ہو غفلت کا | منکشف راز ہو حقیقت کا
داغ دل کام آگیا آخر | بنگیا یہ چراغ تربت کا
تیری زاہد غرض ہے وابستہ | تو ہے طالب خدا سے جنت کا

وہ مجھے قتل کیوں نہیں کرتے — کیا مقرر ہے دن شہادت کا
ہم تو نالے بھی کر نہیں سکتے — پاس ہے یار کی نزاکت کا
نالۂ دل سے خوف ہے مجھکو — ہو نہ ابتر نظام قدرت کا
دن کٹیگا نحیف مشکل سے
رات تھا سامنا قیامت کا

مولوی سید امیر علی صاحب سلیم بلگرامی بی اے بیرسٹر ایٹ لا

صحبتیں اب وہ اگلی یار کہاں — وہ خزاں اور وہ بہار کہاں
ہم میں اگلا سا حال ہی نہ رہا — طاقت سیر لالہ زار کہاں
اب کسی روز ابر کی پروا — اب شب مہ کا انتظار کہاں
ذوق مینائے لالہ فام کسے — ہمکو اب طاقت خمار کہاں
وہ تو گھائل تری مژہ کا ہوا — اب ہمیں دل پہ اختیار کہاں
کھو کے انسان کس طرح سیکھے — اب ہمیں تیرا اعتبار کہاں
پوچھتے کیا ہو راہ چلتوں سے — میرے شیدا کا ہے مزار کہاں
بعد میرے وہ پوچھتے ہیں مجھے
اب سلیم جگر فگار کہاں

جناب موتی لعل سین صاحب فیض

یہ بتاؤں کیا تجھے ہمنشیں کہ فراق یار میں کیا ہوں میں
مجھے اپنی خود ہی خبر نہیں وہ شکست دل کی صدا ہوں میں
تری ذات ہے وہ مسیح دم کہ ہزاروں مردے جلا دیے
جو فنا ہوا ترے عشق میں وہ پکار اٹھا کہ بقا ہوں میں
مجھے بار بار جو چھیڑتی ہے ہوائے تند خزاں تو کیوں
ابھی دو گھڑی بھی ہوئے نہیں کہ چمن میں آ کے کھلا ہوں میں
ترے وعدہ پر میں کیوں جیوں غم عمر میرا شریک ہے
جو قضا ہی مجھ سے پھری کھنچے تو قضا سے اپنی خفا ہوں میں
ہو حبیب خالق دو سرا تمہیں یا محمد مصطفیٰ
مجھے کم شرف ہے یہ کیا بھلا کہ تمہارے در کا گدا ہوں میں
مرے دل کی پوچھو نہ کیفیت جو گذر رہی ہے بتاؤں کیا
کسی شوخ ناز کی بزم سے ہوئیں مدتیں کہ جدا ہوں میں
نہ بدن میں روح کو چین ہے نہ سکون ہے قید حیات میں
جو یہی ہے جوش جنوں مرا تو قفس سے اپنے رہا ہوں میں
مجھے ہائے کوئی رولائے کیوں مرے دل کو کوئی دکھائے کیوں
خود ہی وقف گریہ ہوں فیض میں کہ اسیر دام بلا ہوں میں

میں

(جناب محمد فضل الرحمن صاحب بی اے آنرس)

میں ساغر دوراں ہوں، میں بادۂ عرفاں ہوں
در پردہ ہوں، عریاں ہوں، میں جسم ہوں میں جاں ہوں
میں قطرۂ عاجز ہوں، میں بحر ہوں بے پایاں
میں ذرۂ بے مایہ، میں مہر درخشاں ہوں
میں اوج ہوں، میں پستی، میں نیستی، میں ہستی
میں دور شب ظلمت، میں نور چراغاں ہوں
میں جلوہ، میں آئینہ میں شاہد مہ سیما
اور اپنے نظارے کو میں دیدۂ حیراں ہوں
بد باطن و بد طینت ہم نیک سرشت ایسا
میں آتش آہرمن، میں پرتو یزداں ہوں
میں آپ سزا اپنی میں آپ جزا اپنی
میں آتش سوزاں ہوں میں روضۂ رضواں ہوں
مٹی میں ملا دے تو پر یاد رہے اے چرخ
جھکتے تھے فلک آگے جس کے میں وہ انساں ہوں
آ دایۂ رحمت آ، ایسا نہ ہو جل جاؤں
یہ بزم چراغاں ہے، میں کودک ناداں ہوں

مختصر یہ کہ خیالات کی حد تک تو میں آلودہ دامن ہوگیا تھا۔ میں اکسلا تباہ ہو رہا تھا۔ مگر ابھی تک دست درازی کا جوش اتنا مستولانہ ہوا تھا کہ اپنے ساتھ کسی اور ہستی کو لے ڈوبوں۔

اسی "تذبذب" کے زمانے میں میرے بھائی کے ایک دوست نے، جو طالب العلم اور رنگیلے نوجوان جسے عام اصطلاح میں زندہ دل (یعنے پکا بدمعاش کہتے ہیں) اور جن بزرگ نے ہمیں شراب اور جوے کا چسکہ بھی لگا یا تھا، ایک رات مے نوشی کے بعد وہاں بھی چلنے کی سجھائی اور ہم پہنچے۔ اس وقت تک میرا بھائی بھی معصوم تھا، اور اسی رات کو وہ بھی سنگار ہوا۔ میں سولہ سال کا نوخیز الو بھی اسیطرح گرفتار ہوگیا۔ یہ بھی نہ سمجھا کہ میں نے کیا حرکت کی میرے بزرگوں نے چھوٹے منہ سے بھی کبھی یہ نہ کہا کہ میں جو کچھ کر رہا تھا وہ بیحد برا تھا اور تو اور لطف تو یہ ہے کہ اس زمانے کے لڑکوں کو ان باتوں سے اب بھی باخبر نہیں کیا جاتا یہ سچ ہے کہ انجیل میں "وہ احکام شریعت" کے ضمن میں اسکی تعلیم ہے لیکن "وہ احکام شریعت" کا وجود اسی حد تک ہے کہ مدارس اور یونیورسی کے امتحانوں میں لڑکے رٹو طوطوں کی طرح انکو دھرائیں اس سے زیادہ اسکی وقعت نہیں۔ یقین مانئے کے بعض صرف و نحو کے قواعد پر بھی انکو ترجیح نہیں دیجاتی بہر حال میرے بزرگو نے بھی جنکا میں احترام کرتا تھا مجھکو متنبہ نہیں کیا کہ میری حرکت گناہ صریح پر مبنی تھی اس کے برخلاف ان لوگوں کی زبانی جنکی میرے دل میں توقیر تھی، میں سنا کرتا کہ میری حرکت حق بجانب تھی۔ مجھے سمجھایا گیا کہ ایک مرتبہ اس کا مرتکب ہونے کے بعد میری تمام بے قراریوں اور بے چینیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ میں نے یہ سب سنا بھی تھا۔ پڑھا بھی تھا میرے بزرگوں نے کبھی بھی یہ نہ کہا کہ میں غلطی کر رہا تھا ان لوگوں نے اس قسم کے وتیرے کو نشان مردانگی قرار دے رکھا تھا پس اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے نتائج اچھے ہی ہوں گے کیا مجھے برے نتائج کا کوئی اندیشہ تھا؟ نعوذ باللہ! یہ ڈر بھی دل سے بالکل نکال دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ سلیقہ شعار والدین نے اس کا بھی سامان مہیا کر رکھا تھا۔ ڈاکٹروں کو تنخواہیں دیجاتی ہیں تو اسی دن کے لئے کہ ان معاملات کی دیکھ بھال کریں۔ جناب آج کل ڈاکٹر ہی تو ہیں جو قیام صحت کے اصول وضع کرتے ہیں ڈاکٹروں ہی کی منظوری کے بعد آداب و اخلاق کے سکے چلتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مائیں ان معاملات میں ڈاکٹروں کی ہدایات کے خلاف یکسر مو بھی نہیں ہٹتیں۔ صاحب۔ یہ سب سائنس کی روشنی ہے اسا ئنس اسکی ذمہ دار ہے

میں "کیوں؟ سائنس کیوں ہے؟"

"ڈاکٹر لوگ کون ہیں؟ یہی تو سائنس کے متبرک ہیں ہمارے نوجوانوں کے سامنے قیام صحت کے اصول پیش کرکے انکے اخلاق کون بگاڑتا ہے؟ اور بڑے تپاک و تمیز کیساتھ یہ شیطان امراض کا علاج کرنے بیٹھتے ہیں!"

میں "تو کیا وہ ان امراض کا علاج نہ کریں"؟

"اسلئے کہ سو حصوں میں ایک حصہ بھی اوسوقت کا جو

دفعیہ امراض میں صرف ہوتا ہے، اگر تعیش کے استعمال
میں کام لایا جاتا تو آج ان امراض کا کوئی نام بھی نہ لیتا
مگر نہیں یہ دماغی قوت تو ان برائیوں کی بیخ کنی کرتی نہیں
نہیں۔ بلکہ اسکو نشو ونما دیتے اور ان امراض میں گرفتار
ہونیوالوں کو مزید حرارت دلانے میں صرف ہوتی ہے
بہرحال میرا روئے سخن اسطرف نہیں۔ میرا زور تو اس
امر پر ہے کہ جو کچھ مجھ پر بیتی وہ اگر زیادہ نہیں تو دس
ہیں تو حصہ ہمارے خاص طبقے کیا بلکہ ہماری سوسائٹی
کے تمام افراد پر پیش آتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے
کسانوں کا گروہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ الغرض میں کچھ ایسا اچھا ۱۶
گیا تھا کہ میں نے اپنی اس حرکت کو عشق کے لباس میں
بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ نہیں "عشق" میری
خانہ بربادی کا ہرگز باعث نہیں ہوا۔ میں نے اپنے
ہاتھوں پیر پر کلہاڑی ماری۔ اور دیدہ و دانستہ خود کو
تباہ کیا اس لئے کہ میرے ساتھ کے رہنے سہنے والوں نے
اس چیز کو جو میری تباہی و بربادی کا موجب ہوئی،
بالکل جائز اور فائدہ مند قرار دیا۔ بعضوں نے تو اسکو
بالکل فطری اور قابل عذر ہی نہیں بلکہ نوجوان آدمی کیلئے
ایک معصومانہ اور غیر مضرت رساں مشغلہ اور تفریح کا
ذریعہ سمجھا۔

رہا میں! مجھے خود بھی کبھی ذرہ برابر گمان نہ ہوا کہ
جو کچھ میں نے کیا وہ تباہی کا موجب بھی ہو سکتا ہے
مختصر یہ کہ میں نے اب اور بھی ڈوری ڈھیلی چھوڑنی
شروع کی اس لئے کہ اولاً تو اس کام میں کچھ لذت ملنے لگی
اور پھر اغیار کے یقین دلانے کے بموجب اقتضاء ضرورت
بھی کچھ یہی تھی۔ ایسی ہی ضرورت جیسا کہ شراب کا پینا
اور تمباکو کا استعمال۔ لیکن اس پہلے جرم کے بعد میرے
دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی ایسی کیفیت
جسے افسوس و انفعال کہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ
اس اخلاقی جرم کے بعد میرا جی بے اختیار بھر آیا اور
یہی فکر دامنگیر ہوئی کہ کسی گوشہ میں پھوٹ پھوٹ کر
روؤں! ہاں اس معصومیت کے خون پر، اس غلطی پر
جس کی تلافی برسوں کی اشکباری بھی نہ کر سکتی تھی،
میرا رونا حق بجانب تھا۔

"اب تو عورت کو پاک نہاد اور صاف باطن
لوگوں کی طرح کمال سادگی اور خلوص سے دیکھنے
کی توقع میرے دل سے جاتی رہی۔ جسطرح افیونی
شرابی یا تمباکو کا لتی اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتا
اس حرمان نصیب کا بھی یہی حشر ہوا کرتا ہے جو میری
طرح تباہ ہو۔ ایسا آدمی عمر بھر کیلئے کسی مصرف کا
نہیں رہتا ہمیشہ کیلئے قسمت کو روتا ہے۔ جسطرح افیونی
اور شرابی کا چہرہ، اسکی وضع چال ڈھال، کبھی نہیں چھپتی
ایسا آدمی بھی جس کی قسمت میری طرح پھوٹے ہزاروں
بلکہ لاکھوں میں پہچانا جا سکتا ہے وہ خود پر قابو پانے
اپنی ظاہرا حرکات و سکنات وضع قطع کو درست کرنے
میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے مختصر یہ ہے کہ وہ لاکھ اپنے
نفس اور عادتوں کے خلاف مسلسل برسرپیکار رہے
لیکن ایسا آدمی صنف نسوانی سے کبھی آنکھ سے

سادے سچے، اور خالص تعلقات پیدا نہیں کرسکتے
ایسے بے لاگ تعلقات جو سگے بھائی اور بہن میں ہوتے ہیں
خلاصہ یہ ہے کہ میں پکا ہوس پیشہ بن گیا۔ اور ایسا
ہی رہا۔ اور اس ہوس پیشگی نے مجھے دنیا کا رکھا نہ
دین کا،

—۵—

اس کے بعد میں دن بدن گندگی کے دلدل میں
اترتا ہی گیا۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس
وقت جو کچھ میں دھرا رہا ہوں۔ بعینہ وہی ہے جو میں نے
کیا ہیں..... جو اس سے قبل اپنی معصومیت کے باعث
اپنے ہم عمروں کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا اور ان کے حقارت
آمیز جملے بازیوں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ شوقین نوجوانوں
فوجی عہدہ داروں، اور رنگین مزاج فرانسیسیوں کے
کارناموں کو ہزار کوئی سراہے مگر کیا؟ وہی مثل کہ دور کے
ڈھول سہانے یہ سب کے سب (جنمیں میں بھی شامل ہوں)
زندگی کے بہترین مدارج عیش رانی اور ہوس ناکی میں
طے کرنے اور بے شمار جرایم کے باعث اپنی روحوں
کو آلودہ کرنے کے بعد کتنی مرتبہ ہماری شبستانوں
یا طرب خانوں میں بنے ٹھنے ہوئے اور بیداغ
لباس زیب بدن کئے شرم و حیا کا سراپا نمونہ بنکر داخل
نہیں ہوئے!! سبحان اللہ! یہ منظر بھی کیا ہی
فرحت بخش ہوتا ہے!!
تھوڑی دیر کیلئے ذرا غور کیجئے کہ ایسی حالت
میں ہونا کیا چاہئے، پھر اس کا مقابلہ اصلی صورت
حال سے کیجئے۔ ہونا دراصل یہ چاہئے۔ اس قماش
کا آدمی جب کبھی ہماری بہن بیٹوں کے پاس آئے
ہمارا فرض اولیں یہ ہونا چاہئے کہ اس کا ہاتھ تھام
لیں اور کسی گوشہ میں لیجاکر آہستہ سے کہیں۔
"بھئی تمہاری زندگی کی جو تیرہ ہے وہ ہم سے
پوشیدہ نہیں ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ دن
رات تمہارا کیا شغل رہا کرتا ہے کرم کیجئے! یہاں
آپ کے قدم جمانے کی ضرورت نہیں۔ ان پاکدامن
اور معصوم لڑکیوں سے ہم زبانی کا تمہارا منہ نہیں
لہذا فوراً یہاں سے چلتے ہو جیئے" غرض اس طرح کا
برتاؤ ہونا چاہئے لیکن دراصل ہوتا کیا ہے وہ جب
کبھی ایسا آدمی ہمارے گھروں میں قدم رکھتا ہے ۱۷
اور ہماری بہن بیٹیوں کے ساتھ رقص و سماع میں
شریک ہوتا ہے اور نہایت بے حجابی اور بے جھجکی کے
ساتھ ان کی گردنوں میں باہیں ڈال دیتا ہے تو ہم
بشرطیکہ وہ مالدار اور با اثر ہو، اس کی تمام باتوں کو
ہنسی میں ٹال دیتے ہیں۔ تف ہے ایسے جینے پر! خدا
جانے وہ زمانہ کب آئیگا کہ ان بے شرمیوں اور ظاہر
داریوں سے نجات ملے گی!"
اس نے پھر کئی بار وہی عجیب آواز نکالی
اور پھر چار کی پیالی چڑھالی حق تو یہ ہے کہ چا بجد
تیز تھی اور قریب میں کہیں پانی نہ تھا کہ اسکی تیزی کو
کم کیا جا سکتا۔ دو پیالیاں جو میں نے پی لیں خدا جانتا
ہے کہ برا حال ہو گیا۔ چار کی تیزی کا اثر میرے ساتھی

پر بھی ہوا اسلئے کہ جتنی چار زیادہ وہ پیتا جاتا اتنا ہی اور پرجوش ہوتا جاتا تھا۔ اس کی آواز اور بھی گنجیلی اور صاف ہونے لگی۔ اپنی جگہ پر نچلا نہ بیٹھتا تھا۔ کبھی تو ٹوپی پہن لیتا پھر اتار کر الگ کر دیتا۔ حتی کہ اندھیرے میں بھی اس کے چہرے سے ایک غیر معمولی سرخی اور تابندگی محسوس ہو رہی تھی۔

آخر کار اس نے اپنا قصہ پھر اسطرح شروع کیا۔

"غرض تیس ۳۰ سال کی عمر تک میں نے بھی اسیطرح زندگی بسر کی اور گھڑی بھر کیلئے بھی اپنے ذہن سے شادی کرنے، گھر بسانے اور عزت آبرو سے رہنے کا دھیان جانے نہ دیا اس منصوبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے
اب ایک سلیقہ شعار، نوجوان لڑکی کی تلاش کا خیال
۱۸ پیدا ہوا۔ اب میری نگاہیں ایسی لڑکی کی تلاش میں
جو اپنی عفت اور پاکدامنی کی باعث میری بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے، چاروں طرف پڑنے لگیں۔ میں بہتوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا اس لئے کہ بلا شبہہ وہ میرے نزدیک بے داغ نہ تھیں۔ لیکن وہی مثل "جوئندہ یابندہ" میری محنت رائگاں نہ گئی اور ایسا مال میرے ہاتھ لگا جسکو میں اپنے قابل کہہ سکتا تھا۔

"وہ نہلا کے ایک زمیندار کی لڑکی تھی اس کا باپ کبھی بہت مالدار تھا۔ لیکن زمانہ کی نیرنگیوں نے اب مفلوک الحال کر دیا تھا۔ ایک وقت کا ذکر ہے کہ جب شام میں وہ لڑکی اور میں دونوں کشتی دریا میں ڈالے مشغول سیر تھے، اور اسی محویت میں جب رات ہونیکو آئی اور ہم چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں گھر کا رخ کر رہے تھے۔ اور...... اور...... میں اس کے پاس بیٹھا ہوا اس کے بالوں کے خوبصورت بل، اس کے حسن خداداد کے (جس پر پوشاک نہ یبائش مستزاد تھی) مزے لے رہا تھا اسوقت معاً یہ خیال گذرا کہ اس سے بڑھکر میرے لئے اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی میں نے دل ہی دل میں یہ خیال کر لیا کہ وہ میرا مطلب میرے خیالات اور جذبات کو اچھی طرح سمجھ گئی۔ نیز یہ کہ جو کچھ میں نے سوچا اور احساس کیا تھا اب اس سے بڑھ کر کوئی چیز ممکن بھی نہ تھی۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ میرے تخیل کے گہرائیوں میں بس وہی بل کھائے ہوئے بال وہی خوشنما پوشاک اور سج دھج اور اس سے تقرب حاصل کرنے کا دھیان لیا ہوا تھا۔

یہ خیال کرتا کہ حسن عین خوبی ہے، کتنا زبردست مغالطہ ہے! ایک حسین عورت ہے کہ واہیات وخرافات بک رہی ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ بت کی طرح بیٹھے سنتے ہیں اور یہ گمان ہوتا ہے گویا اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں، وہ صاف لفظوں میں گالیوں کی بوچھار کرتی ہے، اس سے قابل نفرت حرکتیں سرزد ہوتی ہیں ہم اس پر بھی خوش رہتے ہیں اور ماتھے پر بل نہیں آتا لیکن خوش قسمتی سے کہیں ایسا ہوا کہ وہ برے افعال واقوال سے بظاہر پرہیز کرتی ہے اور صورت شکل کی بھی اچھی ہے تو ہم اسکو شرم وحیا کی دیوی سمجھنے لگتے ہیں! (باقی آئندہ)

پری

جس دن اوس نے مجھے جواب دیا، میں نے گھر بار، دوست واقربا کو خیر باد کہا اور در بدر شہر شہر کی سرگردانی کی۔ خیال تھا کہ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے گی کہ میں اوسے بھلا دونگا لیکن...... ع ما درچہ خیالیم فلک درچہ خیال

میرا دل، خدائے تعالےٰ کی اوس حسین ترین، دلربا، چوٹی والی صنعت کی یاد سے معمور رہتا جس نے میری جائز درخواست کو نامنظور کیا، میری امیدوں پر پانی پھیرا، اور مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ اطمینان قلب مفقود تھا، ہر وقت اس کوشش میں رہتا کہ کہیں اوس کے خیال سے پیچھا چھوٹے، راحت آرام اور چین نصیب ہو مگر قسمت کا چکر نکالے نہ نکلتا تھا، میں پریشان تھا کہ کیا کروں ؎

بھُلاتا لاکھ ہوں، لیکن وہ اکثر یاد آتے ہیں
الٰہی ترکِ الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں!

گذشتہ زمانے کی یاد زخم دل کیلئے نمک کا اثر رکھتی تھی۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ وہ محبت کی دیوی، جس نے اپنی بات چیت، بود و باش، میل جول، خط و کتابت غرض کہ ہر قسم کے اشارے کنایے سے اپنی سچی محبت کا اظہار کیا ہو، میری ہو رہنے کا ایک دفعہ نہیں ہزاروں دفعہ اقرار کیا ہے، کیا وہ اتنی بدل سکتی ہے کہ مجھے دل سے نکال کر پھینک دے، پچھلا زمانہ بھول جائے، اپنے وعدوں کو فراموش کر دے؟ نہیں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے وہ ہرگز...... نہیں نہیں آہ! بالکل سچ ہے...... سچ، وہ میری نہیں ہو سکتی...... آہ!"

میں ایک خوشحال خاندان کا فرد ہوں، روپیہ پیسے کی مجھے فکر نہیں، ہر بڑے شہر کی منڈی میں میرا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے۔ اس روح فرسا حادثہ کے پیشتر، میرے رشتہ دار دوست آشنا سب مجھ سے محبت کا سا برتاو کرتے تھے، اقبالمندی میری رہبر، کامیابی اور برکت میرے ہمراہ رکاب معلوم ہوتے تھے، میں کامرانی کے گلے میں بانہیں ڈالے، زندگی کے دن ہنسی خوشی کیساتھ گزار رہا تھا۔ کبھی، ایک مرتبہ بھی میں نے خود کو سمجھنے اور

اپنی ضروریات اور خواہشات کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بس وقت کو گزرنے دیا، فکر تھا تو ملکۂ دل کا اور وہ میرے رنج و راحت کی شریک معلوم ہوتی تھی، غرض کہ محبت کا ہر طرف سے حملہ تھا اور شراب عشق نے مجھے مخمور کر رکھا تھا۔

ع بیخود تھے، عشق تھے، محو تھے، دنیا کا غم نہ تھا۔

روشن دن کے بعد اندھیری راتیں، آندھیاں، سردیاں گزریں تو گویا کا عمل دخل ہو جاتا۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ یہ تبدیلیاں حواس کیلئے تعجب خیز اور خوشکن ہوا کرتی ہیں مگر میرے سامنے سے یہ بدلیوں کی طرح آن واحد میں اوسیطرح گزر جاتیں جسطرح عام طور پر انسانوں کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتی ہیں غرضکہ جب تک اوس مہ خوبی نے میرے جذبات کا پاس و لحاظ کیا مجھے دنیا اور دنیا والوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ اطالیہ کے نامور شاعر ڈینٹے کے الفاظ میرے حسب حال تھے وہ کہتا ہے "مجھے ہر طرف غایت درجہ کی مسرت معلوم ہوتی تھی۔ موجودات کا چہرہ کلیۃً خنداں معلوم ہوتا تھا۔ لا انتہا خوشی ناممکن البیان انبساط امن اور محبت کی دائمی زندگی، لازوال دولت اور لا انتہا برکت ہر طرف نظر آتی تھی"۔

لیکن جب انکار کا تازیانہ پڑا تو آنکھیں کھلیں اور ہر طرف مایوسی کی تاریکی ہی تاریکی نظر آئی، کسیطرح چین کی صورت نظر نہ آتی، مال و دولت کی ملکیت بھلا اوس شخص کو کیا راحت پہنچا سکتی ہے جو خود اپنے دل کا مالک نہ ہو۔ غرض میں شہر بشہر سرگرداں کوشش کرتا، مگر آہ! نامراد عاشق کی ایسی قسمت کہاں کہ اسے کبھی اطمینان قلب نصیب ہو؟

اسی طرح شہر بشہر کی حالت میں بمبئی آیا اور کیفیت رنگ عالم [illegible]

میں پہنچا۔ دار القیام کے رجسٹر میں میں نے اپنا نام لکھ دیا منیجر نے ایک کمرے کی کنجی میرے حوالہ کی اور اپنے ملازم کو میرا سامان بالاخانہ پر پہنچانے کا حکم دے دیا۔ میں سوچنے لگا کہ کیا کروں اس عظیم الشان شہر کو آنے میں میرے کوئی کاروباری غرض پنہاں نہ تھی میں خلاف امید اس آس پر چلا آیا تھا کہ شاید اس شہر کی چہل پہل وہ موہنی صورت صفحۂ دل سے مٹا دے اور کچھ فرحت نصیب ہو، کبھی خیال آتا تھا کہ چلو ہندوستانی سیاسیات میں گم ہو جاؤں اور اپنی بیکار زندگی سے ملک ہی کا کچھ فائدہ کر چلوں مگر پھر وہی پیارا چہرا نظروں کے سامنے آجاتا اور میں کسی کام کا نہ رہتا۔

بمبئی کے نمائشی مقامات، آثار قدیمہ وغیرہ دیکھنے یا شہر کے معمولی زندگی پر ہی نظر ڈالنے کی کوشش کرنے سے کیا فائدہ جبکہ منظور نظر چہرہ کہیں اور نور فگن ہو؟ وہ آواز جسکو سننے کا میں ہمیشہ مشتاق رہتا ہوں، اب بھی موٹر کے ہارن، ٹریم کی گھنٹیوں، گھوڑوں کی ٹپ ٹپ اور کوچوانوں کی مہیب آوازوں سے گزرتی ہوئی صاف صاف آرہی ہے۔

میں اس قسم کے خیالات میں منہمک، ہوٹل کے بڑے ہال میں کھڑا تھا کہ دفعتاً کوئی مجھ سے چند گز کے فاصلہ پر گزرا وہ ابھی سڑک سے ہوٹل میں داخل ہوئی تھی اور زینہ کیطرف جارہی تھی۔

"آہ! وہی جس پر میں اپنی جان و مال نثار کرنے کیلئے تیار ہوں؟ .... وہی؟ .... وہی نہیں؟

شاید ہی ایک منٹ گزرا ہوگا طرح طرح کے خیالات دماغ میں آئے اور گئے۔

کہیں میں دیوانہ ہو چلا ہوں۔ اوسکی محبت نے مجھے وارفتہ کردیا ہے۔ فکر و غم کیوجہ سے دماغ میں فطور آگیا ہے ...... غلط فہمی ضرور ہوی ہے۔ بھلا وہ یہاں کیوں آنے چلی؟ آؤ کیا خبر میں یہاں ہوں! اور ہوتی بھی تو اوسے کیا غرض تھی کہ میرے پیچھے یہاں آتی؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ میری خاطر یہاں آئی ہے۔ اوسے میری کیا پرواہ؟ آہ .... مجھ بدبخت کو کیا سوجھی کہ میں بمبئی آیا۔ کہیں اور ہی منہ کالا کیا ہوتا۔ یہ مڈبھیڑ تو نہ ہوتی زخمی دل کو ٹھیس نہ لگتی۔ اطمینان تو میرے نصیبوں میں تھا ہی نہیں یہ یہاں آنا اور وبال جان ہوگیا۔"

یہی خیالات گردش میں تھے کہ وہ زینہ کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے اوسکے پیچھے جانے کے لئے حرکت کرنی چاہی مگر نہ معلوم کیوں بالکل نہ ہل سکا صرف میری نظریں ہی اسکا تعاقب کرسکیں۔

اوس نے مجھے نہ دیکھا تھا، لباس سیاہ ..... زیب بدن تھا میں حیران تھا کہ "یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ اور کالے کپڑے پہنے! وہ، جس کے سامنے کالا کپڑا آتے ہی تیوری پر بل پڑھ جاتے تھے۔ سیاہ لباس میں ملبوس ہے! اگر میں کبھی اوس رنگ کا کوئی کوٹ پہن لیتا تو وہ بہت برا مانتی یہ صحیح ہے کہ اوسکی والدہ کے انتقال کو بہت کم زمانہ گزرا، تاہم ماں کی موت، اس فرق کی ہرگز ذمہ دار نہیں ہوسکتی اور ہاں یہ تو بیواؤں کا لباس ہے!۔

مانا کہ ماں کی موت نے اوسے آزاد کردیا مگر اوسکے یہ معنے تو نہیں کہ وہ شہر کے شہر چکر لگانے شروع کردے۔ اور یہاں آموجود ہو آزادی اوسے بمبئی کی راہ نہیں دکھا سکتی بمبئی میں اوس کے سینکڑوں دل سب ہم مذہب موجود ہیں۔ شاید اوس کا قریبی رشتہ دار بھی ہو پھر ایک غیر جگہ آکر ہوٹل میں مقیم ہونا کیا معنے؟ بس یہی کہ وہ وہ نہیں کوئی اور عورت ہے جس کی چال ڈھال شکل و صورت اوس سے بہت مشابہ ہے ہاں یہی ٹھیک ہے۔

تاہم دل نہ مانتا تھا کہ یہ کوئی اور عورت ہے میں نے فوراً منیجر کے پاس پہنچکر دریافت کیا، "مس پری دستور جی کتنے دن سے یہاں مقیم ہیں۔"

منیجر نے مسکراکر جواب دیا اس نام کا تو کوئی شخص ہمارے ہاں مقیم نہیں ہے؟ شاید آپ مسز ہمایوں جی کی نسبت دریافت فرمارہے ہیں۔ ہمارے ہوٹل میں اسوقت صرف دو ہی پارسی ٹھیرے ہوے ہیں ایک مسٹر کاؤس جی جو گزشتہ میل کے جہاز سے آئے ہیں۔ اور اپنے گھر جانے سے پیشتر بمبئی کی سیر کرنے کے لئے یہاں ٹھیر گئے ہیں شاید انہیں اور کوئی کام بھی ہے۔ اور دوسری مسز ہمایون جی ہیں جنکو یہاں آکر آج تین دن ہوے۔ وہ بیوہ ہیں یہ حسن اور سن اور بیوہ بڑے افسوس کی بات ہے جوانی میں بیوہ .... "

باتونی بڈھے کی بکواس کا سلسلہ ٹوٹتا نہ معلوم ہوتا تھا میں نے "ہوں۔ ہاں یہ کوئی اور خاتون ہیں۔ شکریہ" کہکر اوس سے پیچھا چھڑایا مگر دماغ میں پھر خیالات کا ہجوم ہونے لگا۔

"مسز ہمایون جی! ...... اچھا تو یہاں اس نام سے مشہور ہیں! ...... بیوہ بنی پھرتی ہیں ....

ایہ حسن اور سن اور بیوہ!......بڈھے منیجر کی بھی کیا نظر ہے۔ میں
......جوانی میں بیوہ؟ اس پردۂ راز میں کیا شے پنہاں ہے
بس یہی کہ یہ عورت دراصل پری ہی نہیں۔ پری کے حسن و جمال
نے مجھے اس قدر مسحور کر رکھا ہے کہ میں اوسے اتنا غیر معمولی
سمجھتا ہوں کہ اوس جیسا کسی اور عورت کا ہونا ممکن نہیں
معلوم ہوتا۔ یہ مان لینا آسان ہے کہ اوسکی ہم شبیہ عورت ہونا
ممکن ہے مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ نیا نام اختیار کئے بیوہ
بنی پھرتی ہے۔

میں وہاں بہت دیر تک منتظر رہا کہ شاید وہ پھر واپس
آئے اور مجھے تصدیق کا موقع ملے مگر قسمت میں یہاں بھی
ناکامیابی ہی لکھی تھی۔ اوس کے کمرہ کا نمبر منیجر سے دریافت
کرنا مصلحت کے خلاف تھا ناچار اپنے کمرہ کو چلا گیا۔

دوسرے دن صبح میں نیچے آیا کہ کہیں جاؤں
دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ وہی "بیوہ" سڑک سے
آتی ہوئی نظر آئی۔ میں ذرا آڑ میں ہو گیا۔ وہ سر جھکائے
خیالات میں منہمک داخل ہوئی۔ اور سیدھی زینہ
کیطرف جاتی ہوئی میرے قریب سے گزری۔

"وہی! وہی برقی مقناطیسی کشش......وہی تیکھے
دلکش چہرہ......وہی بڑی بڑی مخمور آنکھیں وہی
غنچہ دہن......وہی گلابی سیپ جیسے ننھے کان......
وہی چاہ زنخداں......وہی انداز و ادا ہر ایک چیز
وہی ہے وہی سیاہ گھونگھر والے بال چہرہ کے
اطراف فریم بنا رہے ہیں......ہاں یہ پری ہی ہے

پری......دیکھوں تو یہ کونسے کمرے میں مقیم ہیں؟"
میں آہستہ آہستہ اوس کے پیچھے ہو لیا وہ میرے
کمرے سے کوئی چند گز کے فاصلہ پر ٹھیری ایک ننھے سے
بیگ میں سے کنجی نکالی اور قفل کھول کر کمرے میں داخل ہو گئی
داخل ہوتے وقت پلٹ کر تک نہ دیکھا۔

"اچھا تو آپ اس کمرے میں مقیم ہیں......خوب ہوا کہ
میں جلد ہوٹل سے نکل گیا۔ ورنہ اتنا قریب ہونے پر بھی مشکل
سے خبر ملتی......مگر یہ سوانگ کیا اٹھایا ہے
......آخر اسکی ضرورت؟ کچھ بھی مقصد ہو مگر اس کا راز افشا کرنا
میرا کام نہیں اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ یہ نہ مسز ہمایون جی
اور نہ بیوہ تو بڑی مصیبت آ جائیگی۔ اس خطرہ سے اوس کو
ہر طرح بچانا میرا فرض ہے۔
......اوس نے مجھ سے بے وفائی کی دھوکا دیا، آہ!
مجھے کہیں کا نہ چھوڑا......میری پاک اور سچی محبت
کا یہ بدلہ دیا کہ ناطہ توڑ جواب دیدیا میری آرزوؤں کو
خاک میں ملایا۔ مجھے تباہ اور برباد کیا۔ گھر چھوٹا ماں باپ چھوٹے
اس بھری ہوئی دنیا میں اکیلا رہ گیا......آج وہ میرے
......نہیں اوس نے جو کچھ کیا کیا مگر یہ مردانگی کے
خلاف ہے کہ میں اوسے آہنی پنجوں میں پھنساؤں۔ ایک
ضعیف عورت سے انتقام لوں وہ بھی اوس عورت سے
جسے میں چاہتا تھا، نہیں چاہتا ہوں جس کا خیال جسکی
صورت ہمیشہ میرے ساتھ ہے جسکی محبت میرے دل سے
نکالنی ناممکن ہے نہیں مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے
دل کی ملکہ کو غیروں کی ملامت کا نشانہ بناؤں عورت پر ظلم کروں

جب تک تجھ سے ہو سکے مرد کو تختۂ مشق ستم بنا۔ مگر وہ مرد ہی ہوگا۔ جو تیرے ناز و انداز ظلم و ستم سہیگا اور بیکسی اور مصیبت کے وقت کبھی تجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑیگا۔ تیری سختیوں کا بدلہ مہربانی سے دیگا........

........معلوم ہوتا ہے وہ یہاں کوئی پارٹ کر رہی ہے اور نہایت ہوشیاری سے کر رہی ہے........لیکن اسکی ضرورت؟........ اس سوانگ بھرنے کی وجہ........"؟

اس پہیلی کو بوجھنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ بہت دماغ پکایا، بہتیرا سر پٹکا مگر گوہر مقصد پردہ راز کے باہر نہ نکلا کبھی خیال آتا تھا کہ خود کو ظاہر کر دوں اور پری سے اس معمہ کا مطلب دریافت کروں مگر ساتھ ہی گزشتہ واقعات نظروں کے سامنے پھر جاتے۔ تکڑا تو ڑ جواب کانوں میں گونجنے لگتا جب اوس نے اپنے وعدہ اور اقرار کے بعد میری محبت کا پاس نہ کیا تو اب جبکہ میں راندہ دربار عشق ہو چکا تو بھلا میری درخواست پر بلحاظ مناسب کیوں ہونے چلا۔ محبت، جواب لاپرواہی سے مبدل ہو گئی ہے، کہیں رنگ حقارت نہ پیدا کرلے لیکن، ہاں اب مجھے اس سے کیا تعلق رہ گیا ہے کہ میں اوس کا راز دریافت کروں؟ جب اوس نے مجھے صاف صاف سنا دیا کہ وہ میری ہو کر رہنے کیلئے تیار نہیں تو اب مجھے اوس کے معاملات کی چھان بین کرنیکا کیا حق رہا........ اس سوانگ کا مدعا کچھ بھی ہو، یہ اوس کا راز ہے، وہ مجھے ہمراز کیوں بنانے لگی۔ آہ! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ اوسکی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہتی تھی اور اب........ خدا جانے کس مصیبت میں گرفتار ہے۔ چہرے سے فکر کے آثار نمایاں ہیں، نہ معلوم کیا ہونیوالا ہے۔ میں اتنا قریب ہوں لیکن اوسکی مدد نہیں کر سکتا........ اسمیں شک نہیں کہ وہ بچہ نہیں بیوقوف نہیں، نہایت سمجھدار اور دلیر ہے، تاہم عورت ہی تو ہے! دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے"

دو دن اسی کشمکش و پیچ میں گزر گئے مگر اس پہیلی کی بوجھن نہ سمجھ میں آنی تھی نہ آئی۔ اوس کے حرکات و سکنات سے بھی کسی قسم کا پتہ نہ چلا۔ وہ علی الصباح ساحل سمندر کی طرف نکل جاتی اور کسی جگہ بیٹھکر سمندر کی طرف منہ کئے خیالات کے بحر ذخار میں غوطہ زن ہونے لگتی میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ وہاں بیٹھے بیٹھے کیا منصوبے گانٹھتی ہے کیا تجاویز سوچتی رہتی ہے ایک دن خیال ہوا کہ وہ کچھ بھی کہے مگر میں ضرور اوس سے اس غیر معمولی طرز عمل کی وجہ دریافت کرونگا۔ بس میں اس خیال سے تقویت پاکر اوس کے قریب پہنچ گیا اب اسکے اور میرے درمیان کوئی تین چار گز کا فصل ہوگا وہ خیالات میں اتنی مستغرق تھی کہ اوسے میرے اتنے قریب پہنچ جانیکی خبر تک نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی اہم مسئلہ پر غور و خوض کر رہی ہے اسوقت جو نظارہ میرے پیش نظر تھا، شاید ہی کسی اور کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہوگا اب بھی جب کبھی وہ سماں یاد آجاتا ہے تو ایک عجیب حالت طاری ہو جاتی ہے تو میں دل ہی دل میں کہتا ہوں کاش! وہ اسی طرح ہمیشہ سیاہ لباس پہنے غور و فکر میں منہمک پتھر پر بیٹھی رہتی، عقب میں پہلے سمندر کی شریر لہریں پانی کی چھینٹوں سے اوسی طرح لڑتی رہتیں اور میں اوس روئے جمال کی محبت بھری پاک نظروں سے پرستش کرتا کھڑا رہتا!

اس نظارہ نے مجھے کچھ اتنا مرعوب کیا کہ میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہ ہوی ارادے اور جرات نے جواب دیدیا۔ بس یہی خواہش رہ گئی کہ وہ میری نظروں کے سامنے رہے۔ کہیں کوئی ایسی حرکت نہ ہوجائے کہ وہ چونک اٹھے اور اس دلچسپ نظارہ کا لطف زائل ہوجائے۔ بس میں ذرا راستے سے ہٹکر اوس سے کوئی چار پانچ گز کے فاصلہ پر ایک پتھر کی آڑ میں جا بیٹھا۔ ....

مجھ پر ایک عجیب حالت طاری تھی۔ معلوم کتنی دیر تک میں ایک سکتہ کی سی حالت میں بیٹھا رہا۔ مجھے اسوقت ہوش آیا۔ جب پری اوس طرح چونک اٹھی جسطرح کوئی اچھا خواب دیکھ کر اٹھ بیٹھتا ہے اوس کے چہرے پر مسکراہٹ آرہی تھی۔ آہ! دنیا میں مجھے کوئی چیز اتنی عزیز نہیں جو میں اوس مسکراہٹ کو دوبارہ دیکھنے کے لیئے نہ لٹادوں۔!

میں بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا وہ اٹھی اور اوسیطرح اپنے خیالات کا لطف اٹھاتی ہوٹل کیطرف چلی گئی۔ مسکراہٹ نے اوس کے چہرہ پر اتنی غضب کی سرخی پھیلادی تھی کہ اوسکے حسن خداداد میں اور چار چاند لگ گئے تھے میں نے کسی اور میں تو کیا، اوس میں بھی کبھی حسن نسوانی کی وہ لطافتیں نہ دیکھیں جو اسوقت مجھے مسحور کر رہی تھی۔

دن بھر جو مجھ پر گزری کچھ ہی اندازہ کر لیجیئے جو اپنی زندگی عشق صادق کی نذر کر دی ہے قلم میں طاقت نہیں کہ اوسے رقم کر سکے۔

رات کو کھانا کھانے کیلئے میز پر گیا کہ شاید نہیں کچھ وحشت سے نجات ملے اشتہا نام کو بھی نہ تھی طبیعت پر جبر کر کے بمشکل ایک دو نوالے کھائے ہونگے کہ ہاتھ کھینچ لینا پڑا معلوم نہیں میرے ماتھے پر کیا لکھا ہوا تھا۔ کہ جتنے میز پر بیٹھے تھے سب کے سب مجھے دیکھنے لگے۔ ان متجسس نظروں نے مجھے اور بے چین کر دیا۔ میں اٹھا اور بڑے ہال میں چلا آیا۔ میز پر سے ایک عشقیہ ناول اوٹھا کر سوفے پر جا بیٹھا اور پڑھنے لگا۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ کونسی کتاب تھی۔ البتہ اتنا ضرور خیال ہے کہ اوس میں شروع ہی سے عشق و محبت کی رنگینیوں کا ذکر چھیڑ دیا گیا تھا میں پڑھ ہی رہا تھا کہ خیالات کا اتنا ہجوم ہوا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیری چھاگئی کتاب سامنے تھی لیکن ایک حرف بھی سمجھ میں نہ آتا تھا، آخر کار تنگ آکر میں نے کتاب بازو میں رکھی اور خود کو خیالات کے حوالہ کر دیا۔

ایک عرصہ تک محویت کے عالم میں وہاں بیٹھا رہا۔ جب وہاں سے اوٹھ کر کمرے میں آیا تو گیارہ بج چکے تھے طبیعت میں حد درجہ کا انتشار تھا۔ کسی آن چین نہ آتا تھا سونے کی کوشش کی لیکن نیند نے آنے کی قسم کھالی تھی۔ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ طرح طرح کے منصوبے باندھے کہ کسی طرح اطمینان قلب حاصل ہو مگر نتیجہ یہی نکلا کہ سب بے سود ہے۔ اس بے کلی کی حالت میں کوئی دو گھنٹے گزر گئے اب خیال آیا کہ کوئی کتاب پڑھنی چاہئے۔ میں کوٹ پہن کر کمرے سے باہر نکلا اور ہال کی طرف روانہ ہوا کہ وہ کتاب جو کھانا کھانے کے بعد پڑھ رہا تھا اوٹھا لاؤں۔ ہوٹل سنسان پڑا ہوا تھا، ہر طرف اندھیرا تھا۔

زینہ سے اوتر کر نیچے آیا تو یہاں بھی کہیں روشنی کا پتہ نہ تھا۔ یہ ہوٹل اپنی آرائش و زیبائش فرش فرنیچر صفائی اور انتظام کے لحاظ سے بمبئی کا ایک بہترین ہوٹل ہے تاہم منیجر صاحب کی خبر رسی کی وجہ کسی عام جگہ پر بھی کسی شخص کے موجود نہ ہونے پر روشنی کا جلنا فضول خرچی سمجھا جاتا ہے۔ دروازہ پر کسی بجلی کے ہنڈے رات بھر روشن رہتے ہیں مگر بارہ بجے کے بعد سے اندر اندھیرا رہتا ہے

میں ہال میں گیا اور روشنی جلا کر کتاب اٹھا لایا واپس ہوتے وقت چراغ گل کر کے ہال سے دو چار قدم بڑھا تھا کہ کسی کی زینہ پر سے اترنے کی آواز آئی۔ نہ معلوم کیوں میں فوراً رک گیا۔ کوئی اس طرح نیچے آرہا تھا جیسے کوئی چور دبے پاؤں آتا ہے۔ آنے والا تو نظر نہ آتا تھا البتہ آواز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ میری طرف ہی آرہا ہے۔ میرے قریب میں ایک قد آدم اسٹیچو کھڑا ہوا تھا۔ میں اسکی آڑ میں ہوگیا کہ دیکھوں تو یہ رات کا پرندہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔

جوں جوں لمحہ گزرتے گئے آواز بڑھتی گئی اور اب میں یہ محسوس کرنے لگا کہ آنیوالا مجھ سے چند گز کے فاصلہ پر پہنچ گیا ہے میں نے آنکھوں پر زور ڈالنا شروع کیا تو سوائے ایک متحرک سفید سے دھبے کے اور کچھ نہ دکھائی دیا جب ذرا درمیانی فصل کم ہوا تو میں نے دیکھا کہ آنیوالا سیاہ پوش ہے لیکن ناک نقشہ بالکل سمجھ میں نہ آیا وہ اسٹیچو سے کوئی دو فٹ کے فاصلے پر ٹھیرا اور غالباً معلوم کرنے کے لئے کہ کوئی اوسکے مشتبہ حرکات کا دیکھنے والا تو نہیں ادھر ادھر مڑ کر دیکھنے لگا۔ میں خاموش اسٹیچو کی آڑ میں کھڑا اوس کے ہاتھوں کے بیچ میں سے اس مشتبہ شخص کے حرکات و سکنات کو بغور دیکھ رہا تھا کہ اوسکی نظر میری طرف پڑی اور مجھے اوس کا چہرہ.................. یا الٰہی کون؟.........

پری؟............نہیں.........ہاں ہاں.........پری

میں ششدر اور حیران، پتھر کی مورت بنا کھڑا کا کھڑا رہ گیا، غالباً اوس نے مجھے نہ دیکھا کیونکہ وہ میدان کو خالی سمجھ کر آگے بڑھی اور قریب کے ایک کمرے کے پاس پہنچ کر ٹھیری ادھر ادھر دیکھ کر دروازے کے سامنے جھکی اور پھر سیدھی ہو کر آہستگی سے دروازہ کھول کر کچھ اندر کی طرف دیکھا اور داخل ہوگئی۔ دروازہ بند ہو گیا

میں اپنی جگہ سے ہل نہ سکا طرح طرح کے خیالات دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا معاملہ ہے خواب ہے یا عالم بیداری؟......... یہ کیسے ممکن ہے کہ پری رات کے اس سنسان وقت اپنا بستر استراحت چھوڑ کے اور چوری چھپے اوس کسی اور کے کمرے میں داخل ہو؟...... ابھی دن کو کسی سے ملتے ملاتے بھی نظر نہیں آئی...... اسوقت یہاں کیوں آئی؟......... نہیں وہ نہیں آئی میری آنکھوں نے دھوکا دیا۔ میرے خیالات کا قصور ہے میں سو رہا ہوں۔

اسیوقت ہوٹل کی گھڑیال نے ایک بجایا۔ "نہیں۔ میں نہیں سو رہا ہوں" میں نے اپنی کلائی پر چٹکی لی۔ تکلیف نے گواہی دی کہ عالم خواب نہیں عالم بیداری ہے تو پھر میں نے کیا دیکھا؟ کچھ نہیں۔ نہیں نہیں پری تو؟

اوس کمرے میں گئی ہے۔ آج صبح ہو جائے مگر میں یہاں سے نہ ہلوں گا۔ دیکھوں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

مجھ پر جو عجیب حالت طاری تھی بیان نہیں ہو سکتی خیالات کہیں سے کہیں لیجاتے تھے۔ گھڑیال نے دو بجائے مگر اوس کا پتہ نہیں ...... ڈھائی بجے .... تین ساڑھے تین بجے مگر وہ واپس نہ ہوئی میری آنکھیں اوس دروازہ پر جمی ہوئی تھیں۔ جب اوس میں اتنے انتظار کے بعد بھی حرکت نہ معلوم ہوئی تو مجھے شبہ ہونے لگا کہ میری آنکھوں نے ضرور دھوکا دیا بھلا اوسے رات کے چار بجے تک اپنے کمرے سے غائب رہنے کی کیا ضرورت ؟

"یہ کمرہ کس کا ...."

اوس کمرے کے دروازہ میں ذرا حرکت ہوی اور میں بغور دیکھنے لگا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور ایک سر باہر نکلا۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد باقی دھڑ بھی باہر نکل آیا۔

آہ .... وہی .... وہی .... وہی

اوس نے دروازہ بھیڑ کر پھر چاروں طرف نظر ڈالی اور جب سمجھا کہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ جس طرح دبے پاؤں آئی تھی اوسیطرح زینہ کی طرف چلی۔ وہ زینہ پر چڑھ چکی ہوگی جب مجھے کچھ ہوش آیا اور میں جلدی جلدی دبے پاؤں اوپر آیا تو وہ اپنے کمرے میں داخل ہو رہی تھی میں وہیں کھڑا تھا کہ گھڑیال نے چار بجائے میں اپنا سر ہاتھوں میں سنبھال کر اپنے کمرے میں گیا اور پلنگ پر گر پڑا۔

—— x ——

صبح کو یہ فکر ہوی کہ وہ کس کے کمرے کو گئی تھی۔ کیا وہ کمرہ خالی ہے۔ اگر نہیں تو اوسمیں کون مقیم ہے؟ یہ معلوم کر لینا بہت آسان کام تھا۔ میں نے ایک ٹلر سے باتوں باتوں میں دریافت کر لیا اوس کمرہ میں ایک پارسی نوجوان ٹھیرا ہوا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا تھا

"یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے پری اور اس نووارد پارسی کے کمرے میں راتوں کو تو جائے لیکن دن کو اوسکی طرف بھولے سے بھی نظر نہ ڈالے؟ اوس کا حیدرآباد چھوڑنا بمبئی جیسے شہر کو آنا تنہا ہوٹل میں ٹھیرنا، نام و لباس بدلنا۔ کسی سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھنا کچھ کم حل طلب معمے نہ تھے کہ اوس میں ایک اور کا اضافہ ہوتا .... وہ تو ابھی ولایت سے آیا ہے .... ہاں لیکن پری کی اوس سے خط و کتابت ہوگی؟ ہاں ہاں کبھی تو اوسنے صاف جواب دے دیا۔ مگر نہیں۔ پری کی طبیعت تو ایسی نہ تھی کہ وہ مجھے اتنا بڑا دھوکہ دے۔ مجھ سے محبت کا وعدہ اقرار کر کر دوسرے سے دل۔ پر وہ دل لگائے! نہیں اوس سے مجھے یہ امید ہرگز نہیں ہو سکتی پھر اوس نے مجھے کیوں جواب دیدیا۔؟ .... کیا وہ کل بھی جائیگی؟ روز وہاں جاتی ہے۔ ہاں نہیں ہاں یا اللہ مجھ پر رحم کر"

دن کاٹے نہ کٹتا تھا۔ کمرے سے باہر نکلنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ کبھی کرسی پر بیٹھ جاتا کبھی پلنگ پر لیٹ رہتا کبھی کمرے میں ٹہلنے لگتا۔ کبھی کسی سوچ میں کہیں کھڑا رہ جاتا غرضکہ عجیب اضطراب کی حالت تھی کسی آن چین نہ آتا تھا خدا خدا کرکے شام ہوی تو اندھیری نے اور دم گھوٹنا شروع کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں گزر گئے

مگر گیارہ بجنے کے بعد بارہ نہ بجنے تھے نہ بجے۔

آخر کار میں تنگ آکر کمرے سے نکل پڑا اور ہال کیطرف روانہ ہوا۔ ابھی ایک دو آدمی ادھر ادھر پھر رہے تھے، کسی کسی کمرے میں روشنی بھی نظر آجاتی تھی میں ہال میں گھنٹے کے سامنے کتاب لیکر بیٹھ گیا۔ نظریں سوئیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ آج انکی حرکت نہایت سست تھی نہایت تکلیف دہ انتظار کے بعد بارہ بجے۔ میں فوراً اٹھا اور چراغ گل کرکے دروازہ کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا اور زینہ پر نگاہیں جمادیں۔ اس انتظار میں جو صعبتیں میں نے جھیلیں شاید نزع کی حالت میں بھی کسی نے نہ اٹھائی ہونگی کبھی جی میں آتا کہ اٹھکر اپنے کمرے میں چلا جاؤں شاید وہ آج نہ آئے پھر کہتا نہیں وہ آج بھی ضرور آئیگی مجھے جانا نہ چاہئے۔ کبھی خیال آتا۔ پری کا کچھ بھی راز سہی مجھے اوسپر خفیہ طور پر نگرانی کرنے کی کوئی وجہ نہیں میرا ہرگز اب یہ حق نہیں رہا کہ اوس کے مشتبہ حرکات و سکنات پر بھی نظر تجسس دوڑاؤں۔ وہ ہشیار ہے سمجھدار ہے، خود مختار ہے نیک و بد میں بخوبی تمیز کر سکتی ہے مجھے اوس کے معاملات میں دخل دینے یا راز جوئی کرنیکی کوئی ضرورت نہیں"............ ٹن۔

"ایک بج گیا۔ وہ ابھی نہیں آئی۔ نہیں وہ نہ آئیگی۔ کیوں؟ کیا اوس نے کل مجھے دیکھ لیا۔ نہیں اوس نے مجھے ہرگز نہ دیکھا ہوگا۔ میں اسٹیج کی آڑ میں تھا۔ بالکل اندھیرا تھا۔ پھر آج کیوں آئی؟......... شاید آج آنیکا دن نہ ہو.......... یہاں دن مقرر ہونگے آج وہ نہ آئیگی۔ انتظار بیکار ہے مجھے واپس ہوجانا چاہئے میں کمرے کو جانے کیلئے ہال سے نکلا اور اسٹیج کے پاس پہنچا کھٹ.......... زینہ کی اوپر کی طرف سے آواز آئی تھی میں رکا اور فوراً ہی مجھے یقین ہوگیا کہ وہ آرہی ہے کوئی قدم غلط پڑ گیا ہوگا۔ میں کان لگاکر سننے لگا کوئی آواز نہ آئی اب تو مجھے اپنے کانوں پر شبہ ہونیلگا مگر شبہ پیدا ہوتا تھا کہ پھر آواز آئی مگر اسدفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہایت آہستہ آہستہ پھونک پھونکر قدم رکھتا ہوا زینہ پر سے اتر رہا ہے میں نے آنکھوں پر زور ڈالا تو زینہ پر کوئی بے ہنگم شئے متحرک نظر آئی اب تو یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ آنے والی پری ہی ہے میں اسٹیج کی آڑ میں ہوگیا۔ اور آنے والے کا انتظار کرنے لگا وہ آخری سیڑھی پر تھی کہ میری آنکھوں کے سامنے ایک ایسا پردہ سا آگیا کہ مجھے کچھ نظر نہ آیا پھر جو دیکھتا ہوں تو کچھ بھی نہیں۔ میں پریشان تھا کہ یا الٰہی پری کہاں اڑگئی کہ قریب ہی پاؤں کی آہٹ نے مجھے چونکا دیا۔ پری اسٹیج کے قریب کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی میں نے اسوقت اوس کا ناک نقشہ خوب دل کھولکر دیکھا وہ کل کی طرح اوسی کمرے میں کا اوس نے کمرے میں نہایت احتیاط کیساتھ داخل ہوگئی۔

جونہی اس کے پیچھے دروازہ بند ہوا میں نے خود پر لعن طعن شروع کی کہ میں یہاں راز جوئی کیلئے کیوں آیا اور خود پر ایک نئی مصیبت ڈھائی کا ہر جی کا جب خیال آتا تھا تن بدن سے ایک شعلہ سا نکلتا تھا۔

طبیعت بے قابو ہو جاتی تھی مگر پری کا جواب سب عضویوں پر پانی ڈالدیتا ہے۔ "آہ کیا کروں" کہا اور کچھ جواب سمجھ میں نہ آتا؟

ادھر چار بجے اور اودھر دروازے کے کواڑ ہلے اور پری پاؤں دبائے اپنے کمرے کو واپس چلی گئی۔

غرضکہ چار راتوں تک میں یہی تکلیف وہ تماشہ دیکھتا رہا کہ وہ رات میں سوتے وقت اوس پارسی کے کمرے کو جاتی اور صبح ہوتے ہوتے واپس ہو جاتی ۔ پانچویں رات تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ اندر تھی میں چپکے سے دروازہ کے پاس پہنچا اور کان لگا کر سننے لگا لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی۔ دروازہ کے پٹ ملے ہوئے تھے میں نے آہستگی سے انہیں علیحدہ کیا اور اندر نظر ڈالی تو سوائے اندھیرے کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ میں ہٹنے والا تھا کہ اندر ایکدم کچھ روشنی سی ہوئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک کونے میں میز کے سامنے صندوقچہ کے قریب پری کھڑی ہے۔ اوسکے سیدھے ہاتھ میں کنجیوں کا گچھا اور بائیں ہاتھ میں ایک جیبی قندیل ہے وہ میری طرف پیٹھ کرکے صندوقچہ کی طرف جھکی۔

آہستہ سے قفل کھلنے کی آواز آئی اوس نے سر اوٹھا کر ادھر اودھر دیکھا کہ کہیں کسی نے قفل کھلنے کی آواز تو نہیں سن لی۔ جب تشفی ہو گئی تو صندوقچہ کیطرف متوجہ ہوی۔ اب مجھے صندوقچہ صاف نظر آرہا تھا اوس نے اوسے کھولا اور آہستگی سے اوٹھا کر نچلے حصہ میں جیبی قندیل کی روشنی ہر طرف دوڑانی شروع کی کوئی دس منٹ تک وہ اسی طرح روشنی سے کام لیتی رہی اوس کے چہرے پر اس وقت نہایت فکر و تردد کے آثار نمایاں تھے میں اسکے چہرے پر رنج کا اندازہ کر رہا تھا کہ ایک دم تمام چہرے پر سرخی چھا گئی۔ وہ ایک ٹھنڈا سانس لیکر صندوقچہ کے اندر جہاں اوسوقت روشنی پڑ رہی تھی دیکھنے لگی۔ پھر اور آگے بڑھ کر جھکی اور میرے صندوقچہ کے درمیان آگئی۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ پھر قفل میں کنجی پھرنے کی آواز آئی اور جیبی قندیل کی روشنی غائب ہو گئی۔

میں سمجھ گیا کہ وہ واپس آتی ہو گی مگر نہ معلوم کیوں میں فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔ اور اسٹیج کے پیچھے جا چھپا گر وہاں پہنچ کر یہ خیال آیا کہ ابھی تو تین بھی نہیں بجے وہ اتنے جلد کیوں واپس ہونے لگی۔ میں پھر دروازہ کے قریب جانیوالا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور پری نہایت احتیاط کیساتھ باہر نکلی اور آہستہ سے دروازہ بند کرکے اپنے کمرے کی طرف چلی۔ میں بھی چپکے چپکے پیچھے ہولیا۔

زینہ پر چڑھ جانیکے بعد وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور دروازہ کا ایک پٹ کھول کر سیدھا پاؤں اندر رکھ چکی تھی کہ میں نے آگے بڑھکر کہا۔

"پری"

وہ فوراً پلٹی اور ایک لحظے کے بعد ذرا رکتے ہوئے اوس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کیوں؟..... اختر... پیارے "اختر پیارے"؟ آہ بدنصیب اختر اور تمہارا پیارہ! آہ، پری میں...

کیوں پیارے اختر تم میرے پیارے نہیں؟ کیا میں تم سے محبت نہیں کرتی؟ کیا تم سے میں نے اپنی محبت کا اقرار نہیں کیا؟

"اچھا، تو پھر مجھے ٹکرا تو ڑ جواب دینے کے کیا معنی؟"

"پیارے تم جانتے ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میں نے تم کو جواب اس وجہ سے دیا کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میرا اختر ایک ایسی لڑکی سے شادی کرے جسکی نسبت یہ مشہور ہوگیا ہو کہ اسکی کسی اور سے شادی ہو چکی ہے"

"کیا؟ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تو کسی ایسی لڑکی سے شادی کر نیوالا تھا۔ میں نے تو تم سے درخواست کی تھی اور میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری شادی نہیں ہوئی"

"ہاں۔ بالکل سچ کہتے ہو"

"پھر"

"پھر یہ کہ میری نسبت یہ مشہور ہو چکا تھا کہ میری شادی ہوگئی ہے۔"

"کیا؟ کیوں؟ کیا تم نے ابھی نہیں کہا تھا کہ تمہاری شادی نہیں ہوی؟"

"ہاں، کہا تھا اور اب بھی وہی کہتی ہوں"

"تو پھر یہ شہرت کیا معنی؟"

"میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں"

"خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔ صاف صاف بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ للہ اس وقت مذاق نہ کرو۔ میری..."

"میں مذاق کب کر رہی ہوں صحیح واقعہ بیان کر رہی ہوں کہ میری نسبت یہ مشہور ہو چکا تھا کہ میری شادی ہوگئی ہے"

"اور تمہاری شادی نہیں ہوی"

"نہیں"

"تو پھر اس غلط خبر کے اڑنیکی وجہ؟"

"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آئی"

"نہیں"

"نہیں؟ ذرا سوچو"

"دماغ نہیں"

"دماغ نہیں؟ تم اتنے کند ذہن تو کبھی نہ تھے۔ خیر سنو"

"جلد کہو"

"ہاں سنو سنو۔ تمہاری اور میری محبت کا راز کچھ چھپا ہوا تو نہ تھا؟"

"ہاں بالکل پوشیدہ تو نہ تھا محبت چھپائے نہیں چھپتی"

"بس تو سب کو ہم دونوں کے دلی جذبات کا اندازہ ہو چکا تھا، اور میں تمہاری ہم مذہب نہ تھی۔"

"ہاں.... مگر....."

"اگر مگر کو جانے دو۔ میں جو کہتی ہوں ذرا سنو تو سہی ایک مذہب والے اپنی بیٹیاں دوسرے مذہب کے مردوں سے نہیں بیاہتے۔ خدا بخشے والدہ کہا کرتی تھیں جو جس جسم میں پیدا ہوا اوسی میں رہنا چاہیے! خیر جب میرے سرپرستوں نے دیکھا کہ میں تمہارے سوا کسی اور سے شادی نہ کرونگی تو اونہوں نے ایک عجیب و غریب ترکیب سوچی"

"وہ کیا"

"پیارے گھبراؤ نہیں۔ ذرا تو صبر کرو۔ میں سب بیان کرتی ہوں ہاں تمہیں یاد ہے کہ چند سال پیشتر اپنے والدین کے ہمراہ میں ناگپور گئی تھی؟"

"ہاں"

"ہاں اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس ہوٹل میں ایک نوجوان پارسی مقیم ہے"

"ہاں وہی جسکے گھر سے آپ اب واپس ہو رہی ہیں"

"جی ہاں ...... وہی ...... وہی ...... کیا بیوقوف عورتوں کی طرح حسد بھری باتیں کرتے ہو۔ خیر جب میں ناگپور گئی تھی تو انہیں کے گھر میں ٹھیری تھی"

"ہوں"

"یہ میرے رشتہ دار ہوتے ہیں اوس زمانہ میں تعلیم کیلئے ولایت جانے والے تھے تمہیں یاد ہوگا میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ وہاں کتنی بیکاری اور بے لطفی کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ خیر جب سب کو یہ یقین ہو گیا کہ مجھ سے تم کو جدا کرنا آسان کام نہیں۔ تو انہوں نے آپس میں صلح مشورہ کیا۔ غرضکہ پورا پارسی سماج تمہارے خلاف پوشیدہ طور پر جوڑ توڑ کرنے لگا۔ مجھے اس راز کی اسوقت خبر ہوی جب ولایت سے کاؤس جی کا ایک عجیب خط آیا جس میں اس نے مجھے اس طرح خطاب کیا تھا جیسے میں اوس کی خدانخواستہ ...... بیوی ہوں۔ میں نے غصہ میں آکر اوس خط کے دو ٹکڑے کر دیئے مگر پھر خیال آیا کہ والدہ کو خط دکھا دینا چاہئے۔ مجھ کم بخت کو کیا معلوم کہ اوسمیں کس کس کا ہاتھ ہے۔ بس جب میں نے اون کو خط دیا تو اونہوں نے پڑھکر مسکراتے ہوئے کہا کیوں بیٹی اسمیں کونسی برائی ہے" سچ کہتی ہوں اس وقت میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے غصہ سے کہا اسمیں کوئی برائی نہیں ہے؟ آپ نے دیکھا کیا؟ اوس نے اوس بے غیرتی سے خط لکھا ہے گویا میں اوسکی کوئی بیوی ہوں۔ غضب خدا کا والدہ کہنے لگیں "ہاں بیٹی تو کاؤس جی کی بیوی نہیں تو پھر کس کی ہے۔ ان کے ولایت جانے کے بعد پیشتر ناگپور میں تمہاری شادی ہوئی تھی" میں نے کہا اماں جان آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ جواب ملتا ہے "بیٹی کیا کہہ رہی ہو! کیا تمہیں یاد نہیں؟ خوب بیٹی خوب میں نے آج تک یہ نہیں سنا تھا کہ کوئی لڑکی اپنی شادی اور اپنے خاوند کو کسی اور خیال میں محو ہو کر بھول جائے" میں نے پھر کوشش کی کہ انکی غلط فہمی دور کروں اور کہا "اماں جان اماں جان۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے میری شادی ہرگز نہیں ہوئی۔ کہیں کوئی لڑکی اپنی شادی کو بھول سکتی ہے" والدہ نے ذرا غصہ کی صورت بنا کر جواب دیا "بیٹی ہوش کی خبر لے۔ یہی تو میں کہتی ہوں کہ کوئی لڑکی نہیں بھول سکتی آج تجھے کیا ہو گیا ہے کہ بیکار بحث کئے جاتی ہے یہ بھی کوئی مذاق کی بات ہے۔ میرے پاس تیرا نکاح نامہ موجود ہے تیرے خاوند کا خط گواہی دے رہا ہے شادی میں جو شریک تھے بہت سے ابھی زندہ ہیں" میں غم و غصہ سے بھری ان کی صورت دیکھ رہی تھی کہ وہ اٹھکر چلی گئیں اب جو میں نے سوچا تو سمجھ میں آیا کہ مجھے تم سے جدا کرنے کی بڑی گہری تجویز سوچی گئی ہے میں اس مصیبت سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں غلطاں و پیچاں تھی کہ تم آئے تمہیں شاید یاد ہو کہ تم نے مجھے دیکھتے ہی یہ سوال کیا تھا کیوں پیاری، خیریت۔ تمہارا چہرہ اترا ہوا کیوں ہے اسی وقت میں نے چاہا کہ تمہارے سامنے اپنا دکھڑا

بوؤں۔ مگر نہ معلوم کیوں یہ بھی قسمت کا چسکہ تھا.....
ہمت نہ ہوی اور تم میری مصیبت سے بے خبر رہے اہی دن
تم نے مجھ سے درخواست کی اور خدا معلوم میں نے کیا کیا
یہ دیا۔ اس وقت میں میں نہ تھی۔

آہ! سچ کہتی ہوں تمہارے غمگین ہو کر چلے جانیکے بعد
میں بہت پشیمان ہوئی کہ میں نے تم سے یہ راز کیوں چھپایا
رات تڑپتے، تڑپتے، جوں، توں کرتے گزری علی الصباح
میں نے تم کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ تم رات کی گاڑی سے
یکایک نہ معلوم کہاں چلے گئے۔ یقین جانو، اسوقت اپنی
حماقت کیوجہ سے جو مجھے رنج و قلق ہوا بیان نہیں کرسکتی
خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے کوئی ذریعہ ایسا اٹھا نہ رکھا
جس سے تمہارا پتہ چل سکے مگر ہر جگہ ناکامیابی ہی ناکامیابی
ہوی۔ سچ ہے جب مصیبت آتی ہے تو اکیلی نہیں آتی
صبر و شکر کے سوائے چارہ نہ تھا۔ تم سے صلح مشورے،
دلاسے کی امید تھی تم بھی نہ تھے۔ میں اکیلی تھی اور وہ
مصیبت کی گھڑیاں......خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے

چند مہینے ہوے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا اور مجھے
کسی قدر آزادی حاصل ہوی مگر میں عورت ذات کیا کرسکتی
تھی کاؤس جی کے خط پر خط چلے آتے تھے دو تین ہفتہ پہلے
ایک خط میں نے کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان
آرہا ہے میں نے سوچا کہ کہیں بھاگ جاؤں یا خودکشی
کرلوں۔ اسی فکر میں تھی کہ ایک عجیب ترکیب سمجھ
میں آئی اوس نے لکھا تھا کہ وہ جہاز سے اتر کر ایک
ہفتہ تک ٹھیریگا۔ خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی کہ

اوس کے پاس وہ خطوط ضرور ہونگے جو میرے رشتہ داروں
نے لکھے ہوں گے کہ وہ اس طرح بزدلی اور بے غیرتی
سے مجھے خط لکھے۔ پس میں اس ہیبت کذائی سے
یہاں اوس سے دور روز قبل پہنچ گئی۔ ہر رات اوسکے
کمرے میں جاتی تھی کہ کسی طرح وہ خطوط مل جائیں
مگر کل تک میں ناکامیاب رہی۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر
ہے کہ آج مجھے وہ خط بھی ملے اور تم بھی.........
دیکھو یہ تمام کاغذات وہی ہیں۔ اب میں آزاد ہوں میرا
کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔! اب وہ سب میرے قبضے میں
اور میں تمہارے۔"

"تو تم میری ہو"

"ہاں پیارے تمہاری لونڈی"

"نہیں، نہیں، میری ملکہ، میری جان، میری پیاری
کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ ابھی دم بھر میں
یہ خوشکن سماں۔ دھوئیں کی طرح نظروں سے غائب
ہو جائیگا اور میں وہی مصیبت زدہ بد اختر آختر رہ جاونگا"

"نہیں خواب نہیں۔ پیارے لو یہ کاغذات لو
اپنے ہی پاس رکھو تم ان کی مجھ سے زیادہ حفاظت
کرسکتے ہو۔ یہ تم کو یاد دلائینگے کہ مصیبت کا زمانہ گزر گیا
اور راحت کی گھڑیاں".........

"ہاں تو پیاری پری میری ہے"

"ہاں تمہاری ہمیشہ کیلئے تمہاری"

"میں بڑا خوش قسمت ہوں۔

"اور میں بھی!"

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"جو تمہاری مرضی ہو"

"تو پھر صبح کی نماز کے وقت مسجد کو چلیں اور تمام فرائض ادا کریں"

"جیسے آپ کی خوشی"

"تو منظور ہے"

"بھلا میں انکار کر سکتی ہوں!"

"اچھا تو خدا حافظ، پیاری جاؤ آرام کرو، صبح سویرے اٹھنا ہے!"

"خدا حافظ"

"ہاں پیاری ایک نہایت ضروری بات تو میں بھول ہی گیا تھا

اب ہمیں اس وعدہ اور اقرار کی رجسٹری کروا دینی چاہیے"

"یعنی"

"یعنی حکومت عشق کی مہر ہو جانی چاہیے!"

"معلوم نہیں کیا چیستاں کہہ رہے ہو"

"چیستاں! غالب کا وہ شعر یاد ہے جس کا مصرع اولے یہ ہے ؎

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں"

"خدا حافظ"

مرزا محی الدین بیگ

مولوی نذیر حسین صاحب صدیقی

جنون

نالۂ غم مرا گلخندۂ عشرت ہو جائے
تو جو مل جائے تو دنیا مجھے جنت ہو جائے

کچھ بھی مشکل نہیں تسکین طبیعت کا حصول
آرزوں کو گھٹا دے ابھی راحت ہو جائے

جس کو منظور ہو اندوہ جہاں سے چھٹنا
مجھ سا وارفتہ دیوانہ طبیعت ہو جائے

جانتا ہوں کہ چھپانے کی ہے یہ بات مگر
کیا کروں نظروں سے ظاہر جو محبت ہو جائے

اس سے آگاہ نہیں میں نہ سہی اے واعظ
کیا یہ کچھ کم ہے مجھے اپنے سے غفلت ہو جائے

بادۂ حسن ترا اور سرور افزا ہو
اس میں پیدا کہیں رنگ محبت ہو جائے

حاصل سعی جہاں کچھ بھی نہیں ہے نہ سہی
ختم کیوں کشمکش فکر معیشت ہو جائے

اپنی محرومی قسمت کا گلہ کس سے کریں
تو ہی جب دشمن ارباب محبت ہو جائے

اب بھی کچھ دل میں رعونت کی جھلک باقی ہے
اے خدا پھر کسی بدخو سے محبت ہو جائے

کچھ ملے یا نہ ملے پر یہ دعا ہے کہ مجھے
ہاتھ ساقی کا ملے جذب کی حالت ہو جائے

سیکھ لے گر تو مصیبت میں کہیں خوش رہنا
قابل رشک جنوں تیری طبیعت ہو جائے

رسالہ نمائش

جلد ۴	مہر ۱۳۳۴ فصلی	اگست ۱۹۲۵ء	نمبر ۷

فہرست

۱	فن طباعت	دفتر رسالہ	۳۵۵
۲	ہوائیات	"	۳۵۹
۳	ولایتی بیگمیں	ماخوذ	۳۶۳
۴	ہمارا نقطۂ نظر	دفتر رسالہ	۳۶۵
۵	خوش مذاقی	"	۳۶۶
۶	ایک نواب صاحب کی ڈائری کے چند پراگندہ صفحے	مرزا الم نشرح صاحب	۳۶۷
۷	سامان تفریح	دفتر رسالہ	۳۷۳
۸	عملدوست خواتین	مولوی عظمت اللہ خاں صاحب بی اے	۳۷۵
۹	غزلیات	مختلف اصحاب	۳۸۱
۱۰	سراب مغرب	مولوی ابوظفر عبدالواحد صاحب ایم اے	۳۹۳
۱۱	ادب جدید الحبشی	مولوی مرزا محی الدین بیگ صاحب	۳۹۴

مصوری

پورٹ ریٹ آئیل پنٹنگ ۔ سینک پنٹنگ
ہیٹل ورک ۔ رشین ورکٹ ۔ کرسٹولیم ورک ۔ لیکرین ورک
کرسے آن ورک ۔ لیتھو گرافک پرنٹنگ ورک سائن بورڈ
پنٹنگ ۔ گولڈن ورک ۔ گلاس ایچنگ ورک وغیرہ وغیرہ
سے کوئی کام آپ کو کرانا مقصود ہو تو مشتہر کو طلب فرمائیے

محمد عبد القیوم آرٹسٹ گول بنگلہ
افضل گنج حیدر آباد دکن

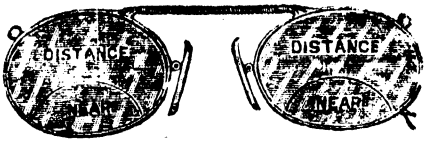

جب کبھی آپ کو

عینک یا اسکے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف
ایکمرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیے اگر قیمت زیادہ معلوم ہو یا سامان
ناقص ہو تو نہ لیجیے بلکہ لیا ہو واپس کر دیجیے اس سے زیادہ کیا اطمینان
ہو سکتا ہے آزمائش شرط ہے

ایچ الیف عبد العلی اینڈ کو تھڑ گٹی نغل حیدر آباد دکن

دی انڈسٹریل اینڈ کمیکل کمپنی لمیٹڈ واقع ارالفنا حیدر آباد دکن

رجسٹر شدہ بموجب قانون سرکار عالی نشان (۴) بابتہ سنہ ۱۳۳۲ف

سرمایہ مجوزہ ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ　　جملہ رقم حصص فراہم شدہ ساٹھ ہزار روپیہ فی حصہ دس روپیہ ادا شدنی یکمشت یا بہ اقساط　　کمپنی ہو سوسہ بلا عرصہ تین سال سے حیدر آباد دکن میں قائم ہے جس نے تین منافع پہلا بحساب چودہ روپیہ دوسرا دو روپیہ تیسرا بحساب بندرہ سیکڑہ سالانہ تقسیم کیا کمپنی خاص حیدر آباد کے مفاد اور اہل ملک کو زمانہ حال کے تاجرانہ اشغال میں مشاق بنانیکی غرض سے قائم کیگئی ہے گھر کی مرغی دال برابر کی قدیم مثل کے لحاظ سے ابنائے وطن نے اسوقت تک اس خالص ملکی کمپنی کیطرف مقابلہ کمپنی ہائے ممالک غیر بہت کم توجہ کی ہے درحالیکہ اس کمپنی میں آپ خود اپنے قوت بازو سے آسمان کے نیچے اور اپنی زمین کے اوپر کمپنی کے ناظم کمپنی کے معتمد کمپنی کے مشیر اور کمپنی کے ہمہ وقت تنقیح کنندہ بن سکتے ہیں اوسوقت تک جس قدر بیت التجارت بلدہ میں قایم ہوئے وہ سب منفرد ملکیت اور شخص انتظام و مفاد کی بنا پر قایم ہوئے ہیں جن سے اہل ملک کو صرف شخصی فائدہ پہونچا ہے اور مشترکہ مفاد حاصل نہیں ہوا کمپنی ہذا اس نقص کی باحسن الوجوہ اصلاح کرتی ہیں دیکھیں نہ کیجیے گھر کی دال کو تو مسمجھیے اور ملک کی ترقی کا چاند بنکر آسمان شہرت پر تاباں درخشاں جیسے کمپنی کے حصص ہی بند ہوئے ہیں کمپنی میں شراکت اختیار کیجیے معتبر ایجنٹ حصص فروخت کر کے معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں کمپنی کا دستور العمل عند الطلب ہر وقت روانہ خدمت کیا جا سکتا ہے اور جو کچھ حالات اشتہار طلب ہوں تحریر یا ملاقات سے حاصل فرما سکتے ہیں۔

المشتہر　　علی اینڈ برادرس مینیجنگ ایجنٹس

ارتقاء

جب سے کہ اس نے نیا لباس زیب تن کیا ہے اسکے مضامین میں بھی اعلیٰ ترقی کیگئی ہے اگر آپنے اسکو اب تک ملاحظہ نہیں فرمایا ہے تو آج ہی ایک پوسٹ کارڈ لکھکر نمونہ طلب فرمائیے یہ اردو کا ماہوار رسالہ علمی و ادبی ، اخلاقی و تاریخی ، معاشرتی و تجارتی مضامین کا گلدستہ ہے شوقین گلچین کی ضرورت ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ آزمائیے خدمۃً للانام اللعم

مینیجر رسالہ ارتقاء بوین پلی سکندر آباد دکن

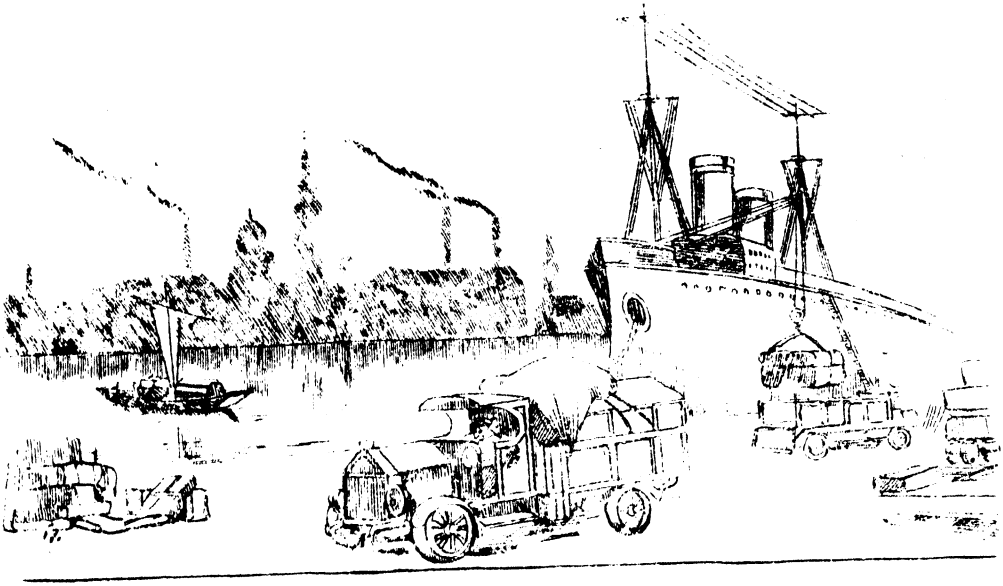

فن طباعت

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر (۴۴))

اوسکو پلیٹ پر لگاکر چھاپا جائے۔ اندھیرے میں لیجاکر اسکو پانی میں اوسوقت تک کیلئے ڈالدیا جائے۔ جبتک کہ جلیٹن خوب اچھی طرح پھول کر نہ نکل جائے اور صرف وہی حصہ رہ جائے جو تصویر کے متعلق ہے اسپرال وغیرہ (یا ASPHALT) ڈالدو اور وارنش کا ایک کوٹ تختی کی پشت اور کناروں پر کردو تاکہ تیزاب ان مقامات پر اثر نہ کرے اسطرح یہ تمام چیزیں تیار ہوجانیکے بعد اسکو تیزاب میں ڈالدو تیزاب اون تمام مقامات کو کھالیگا جن پر روشنی نہیں پڑی تھی اور صرف تصویر رہ جائیگی اب بلاک تیار ہوگیا اسکو لکڑی پر لگاکر چھاپا جاسکتا ہے۔

(۷) ہاف ٹون بلاک HALF TONE BLOCK

ابتک جسقدر بلاک وغیرہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ صرف لکیروں کے بلاک کے متعلق تھا۔ اصول سب کا ایک ہی ہے لیکن ذرا ذرا فرق ہونے کی وجہ سے انکے نام بھی بدل دیئے گئے ہیں۔

ہاف ٹون بلاک جب سے کہ ایجاد ہوا ہے چھاپے میں ایک جدت اور آسانی ہوگئی جب تک کہ یہ ایجاد نہیں ہوا تھا اوسوقت تک تمام تصاویر کا کام ہاتھ سے کیا جاتا تھا لیکن اسکی ایجاد نے ان تمام مشکلات کو یک لخت دور کردیا اب نہ کسی مصور کی ضرورت رہی اور نہ کسی اہل فن کی حاجت جس کو ذرا سی فوٹوگرافی سے واقفیت ہے وہ یہ کام باسانی کرسکتا ہے

اول ہی بیان کردیا گیا ہے کہ اگر کسی تصویر میں جو چھاپی جائے۔ کوئی سایہ وغیرہ دکھانا ہے یا (LIGHT اور SHADE) ہیں تو وہ بغیر اسکرین کے نہیں

چھپ سکتی۔

اسکرین (SCREEN) کے متعلق ہم اوپر بھی مختصر طور پر بیان کر آئے ہیں یہ صاف شیشے کی ایک پلیٹ ہوتی ہے۔ اسپر ایک معمولی مصالحہ یا موم کی تہ چڑھا کر ایک ایسی مشین میں لگادی جاتی ہے جو خاص اسی کام کی ہوتی ہے اور اسپر لکیریں گرائی ہے یہ لکیریں ایک انچ میں (۲۰۰) سے (۳۰۰) تک ہوسکتی ہیں اس مشین کی اس سوئی کی نوک جو لکیریں کھینچتی ہے ہیرے کی ہوتی ہے۔ مشین میں لکیریں کھینچ جانیکے بعد اسکو ہائیڈرو فلورک ایسڈ میں ڈالکر اور زیادہ گہری کردیتے ہیں یہ بالکل اسی طرح سے ہوتا ہے جسطرح کہ آئینہ پر موم لگا کر تیزاب سے کچھ لکھا جاتا ہے۔ جب لکیریں ذرا گہری ہوجاتی ہیں تو اون لکیروں میں کوئی ایسا گہرا رنگ بھر دیتے ہیں جس میں سے آر پار نہ دکھائی دیتا ہو اسیطرح کی دو پلیٹیں آپس میں ملادی جاتی ہیں ان دو میں سے ایک کی لکیریں اوپر سے نیچے کی طرف اور دوسرے کی سیدھی طرف سے الٹی طرف ہوتی ہیں ان کو ملانے سے نہایت چھوٹے چھوٹے مربع بن جاتے ہیں۔ یا اسکرین تیار ہوگئی لیکن یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان اسکرینوں کی لکیروں کا فصل اوس کاغذ کی مناسبت سے ہوتا ہے جس پر کہ یہ تصویر طبع کیجاتی ہے۔ یعنے اگر کاغذ معمولی اور پتلا ہے تو اسکرین کی لکیریں ذرا دور دور ہونی چاہئیں۔ لیکن اگر آرٹ پیپر ہے تو جسقدر بھی قریب لکیریں ہونگی اوتنی ہی خوبصورت تصویر طبع ہوگی

ان اسکرینوں سے تصویر لینے کا کیمرہ علیحدہ آتا ہے جسمیں اسکرین پلیٹ سے بہت ہی قریب سامنے کی طرف رہتی ہے۔ پلیٹ سے اسکو جسقدر بھی قربت ہو اچھا ہے لیکن بالکل ملانا نہ چاہیے تصویر لینے کا وہی معمولی اصول ہے البتہ اس میں جو پلیٹ استعمال کیجائے یا ڈیولپنگ (DEVELOPING) کا جو نسخہ برتا جائے وہ ایسا ہونا چاہیے جس سے پلیٹ دھل جانے کے بعد نہایت گہری سیاہ اور بالکل سفید ہو عام طریقہ تو یہ ہے کہ کولوڈین (COLLODIUM) کی گیلی پلیٹیں (WET PLATE) استعمال کیجاتی ہیں یہ پلیٹیں فوراً تیار کرکے اوسی وقت استعمال ہوتی ہیں۔ بہتر ہوگا اگر ہم یہاں اسکے بنانے کا بھی طریقہ لکھدیں۔

(کولوڈین گیلی پلیٹ COLLODIUM WET PLATE)

معمولی شیشے کی پلیٹ اول خوب دھوکر صاف کیا جائے پھر اسکو اسپرٹ جس میں کچھ امونیا (AMONIA) ملا ہوا ہو اوس سے صاف کیا جائے بعدہٗ ریشمی رومال یا سانبر کے چمڑے سے چکنا کردیا جائے۔

ذیل کا نسخہ کولوڈین پلیٹ کیلئے بہترین ہے ان ہر دو کو علیحدہ علیحدہ بنایا جائے۔

(الف) (۱) پیروکسلین (PYROXYLIN) (۱۰) گرین
الکوحل (ALCHOHOL) (۱۰) اونس
ایتھر (ETHER) ۱۰ اونس

پہلے ان کو ملالیا جائے حل جانے کے بعد اسمیں حسب ذیل ادویات شامل کیجائیں۔

(۲) امونیم ایوڈائیڈ (AMONIUM IODIDE) ۵ گرین
کیڈمیم ایوڈائیڈ (CAMIUM IODIDE) ۴ گرین
کیڈمیم برومائیڈ (CADMIUM BROMIDE) ۴ گرین

ان سب کے حل ہو جانے کے بعد جس وقت کولوڈین کی شکل ذرا لیسی سی ہو جائے تو پلیٹ کو اسمیں ڈالکر اسپر اس مصالحہ کو چڑھایا جائے اور نسخہ (ب) جو ذیل میں دیا جاتا ہے اوس میں پلیٹ کو ڈالدیا جائے۔

ب۔ سلور نائیٹریٹ (Silver Nitrate) ۔ ۲۰ گرین
پانی (Water) ۲۰ اونس

اب یہاں ہوشیاری ہاتھ کی صفائی درکار ہے کہ پلیٹ پر یہ ادویات ایسی جلدی اور یکساں چڑھیں کہ کسی جگہ بال برابر بھی خالی نہ رہے اسکی ڈش (وہ رکابی جس میں پلیٹ ڈوبی جاتی ہے) بعض لوگ ڈبہ نما گہری استعمال کرتے ہیں اور بعض لیٹی ہوئی بہر حال جو کچھ بھی ہو غرض یہ ہے کہ مصالحہ سب جگہ یکساں چڑھے جبتک کہ ان ادویات میں پلیٹ کو ڈالے رکھا جائے متواتر ہلاتے رہنے چاہیے۔ تاکہ بلبلے وغیرہ پیدا نہ ہوں جب یہ کام ختم ہو جائے تو دو تین منٹ کیلئے اسکو علیحدہ رکھکر پھر ڈارک سلائیڈ (Dark Slide) میں لگاکر فوراً کام میں لائی جائے۔ یہ پلیٹ رکھی نہیں جا سکتی یعنے اگر آپ چاہیں کہ اس پلیٹ کو کل کام میں لائیں تو یہ ناممکن ہے۔ بہت جلد خراب ہو جاتی ہے۔

ایکسپوز (Expose) ذرا زیادہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اول تو اس نسخہ کی خاصیت ہے دوم سرگرن کی وجہ سے بھی اسمیں ذرا زیادتی ضروری ہوتی ہے جب ان چیزوں سے فراغت ہو جائے تو اسکو ڈارک روم (Dark Room) میں سرخ روشنی کے سامنے رکھکر حسب ذیل نسخے سے ڈیولپ (Devolope) کیا جائے

پیروگیلک ایسڈ (Pyrogallic Acid) ۲ گرین
ایسیٹک ایسڈ (Glacial Acetic Acid) ۲/۱ ڈرام
پانی (Water) ۱۹ اونس

معمولی پلیٹوں کی نسبت یہ ذرا دیر میں دھوئی جاتی ہے اسکو ڈش میں مذکورہ بالا نسخے کے ساتھ ڈالکر ہلکے ہلکے ہلاتے رہنا چاہیے۔ بہت آہستہ آہستہ تصویر ظاہر ہونی شروع ہوگی اگر سیاہی میں کچھ کمی معلوم ہو (یعنی پلیٹ کی سیاہی میں) تو چند قطرے سلور نائٹریٹ اوپر والے نسخے میں ملاکر دھونا چاہیے۔ جس سے سیاہی میں معتدبہ اضافہ ہو جائیگا۔ اب یہ پلیٹ بلاک کے واسطے خواہ زنکو کیلئے ہو یا ہاف ٹون کیلئے تیار ہوگئی۔

شروع میں صرف جست ہی ایک ایسی دھات تھی جو بلاک بنانے میں استعمال کیجاتی تھی لیکن نرم ہونے سے بلاک کچھ زیادہ پائدار نہیں ہوتے تھے اب اب تانبا زیادہ استعمال کیا جاتا ہے مگر ارزاں بلاک کیلئے ابھی جست پہ بلاک تیار کئے جاتے ہیں خیر دھات کوئی بھی ہو بہرحال اوسکی سطح نہایت ہموار ہونی چاہیے اور وہی جلاٹین (Gelatine) اور بائی کرومیٹ آف پوٹاش (Bichromate of Potash) والا نسخہ اس دھات کی پلیٹ سے اوس دھات والی پلیٹ کو پرنٹنگ فریم (Printing Frame) میں لگاکر معمولی فوٹوگرافی کے قاعدہ سے چھاپ لیا جائے۔

اسکے بعد کی تمام باتیں وہی ہیں جو اول بیان ہو چکی ہیں کہ چھاپنے کے بعد اسکو اسطرح دھویا جائے کہ

یعنی ... پر رنگا جاتا جو اول بیان کیا گیا ہے اور

جلاٹین کا وہ حصہ جس پر روشنی نہیں پڑی ہے نکل جائے بقیہ حصہ جلاٹین کو آگ کے سامنے رکھکر ذرا جلا دیا جائے تاکہ اوس حصہ جلاٹین پر تیزاب کچھ اثر نہ کرے اور تیزاب میں ڈالکر ہلاتے رہنا چاہیئے۔ کہ بلبلے نہ پیدا ہوں تھوڑی دیر کے بعد اس جگہ سے جہاں جلاٹین نہیں ہے۔ تیزاب کھا جائیگا۔ دوسرے الفاظ میں کھا جانے کا مطلب یہ ہے کہ پلیٹ کھد جائیگی۔ اب اسکو نکال کر دھو لو یہ بلاک تیار ہو گیا لیکن یہ ابھی بالکل صاف اور عمدہ بلاک نہیں ہوا اسلئے ضروری ہے کہ اسکو دوبارہ اسیطرح کھودا جائے اور پھر وہی عمل نئے تیزاب کے ساتھ کرنا چاہیئے دوبارہ کھودنے میں ذرا ہوشیاری اور تجربہ کی ضرورت ہے جو تھوڑے الٹ پھیر کرنے کے بعد آسکتا ہے۔

اتنا پڑھ جانے کے بعد غالباً آپ کے ذہن میں ایک خیال آ گیا ہوگا کہ بلاک کسطرح تیار ہوتے ہیں اول تو جب آپ اس کام کو کرینگے تو کام خود بھی بہت کچھ بتا دیگا۔ دوم ذرا سی عقل کو بھی کام میں لایا جائے تو کچھ مشکل نہیں ہے ہر کام کیلئے نصف کاریگر سے بھی زیادہ کاریگر اوزار اور آلات میں جسقدر عمدہ اوزار اور آلات آپکے پاس ہونگے اتنا ہی اچھا کام نکلیگا۔ آپ یہ چاہیں کہ معمولی سامان سے اچھا نتیجہ حاصل کیا جائے تو یہ ایک حد تک مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے البتہ اگر غیر معمولی فراست سے کام لیا گیا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب پلیٹ کو تیزاب میں ڈالا گیا تو اول اول تو وہ اوس جگہ کو نیچے کی طرف کھانا شروع کریگا جہاں جلاٹین نہیں ہے لیکن جب ذرا سی بھی گہرائی ہو جائیگی تو جسطرح وہ نیچے کی طرف کھائیگا یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اوسی جگہ کے بازوؤں کو بھی کھانا شروع کریگا۔ اسکا کیا ہوگا۔ یہ ہوگا کہ جو الفاظ یا تصویر کی لکیروں کی جڑیں ہیں اوسکو تیزاب کے کھانے کی وجہ سے کمزور ہو جائینگی اور جب وہ پریس میں رکھکر داب دیا جائیگا تو یقیناً کمزور ہونے کی وجہ سے دب جائینگی اسطرح بلاک بالکل بیکار ہو جائیگا

اس خرابی کو دور کرنا ضروری ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ جب دوبارہ کھودنے کیلئے تیزاب میں پلیٹ کو ڈالا جائے تو اوس سے پیشتر کوئی چکنی چیز کسی رولر (ROLLER) وغیرہ سے اوس پر لگا کر آگ سے گرم کیجائے یہ چیز تھوڑی پگھل جائیگی اور یہ گر کر اون حروف یا لکیر یا نقطہ کے چاروں طرف نیچے چلی جائیگی۔

اس طرح اب جو تیزاب میں پلیٹ کو ڈالا جائیگا تو تیزاب اوس چکنی جگہ پر اثر نہ کریگا بلکہ صرف نیچے کیطرف کھاتا رہیگا اور آپکا مطلب پورا ہو جائیگا۔

ہم اس مضمون کو اسقدر لکھنے کے بعد ختم کرتے ہیں ہندوستان میں ابھی اسقدر ترقی نہیں ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ کی ضرورت ہو۔ یہاں ابھی معمولی چھپائی کی بھی کوئی واقف نہیں ہے چہ جائیکہ مزید تفصیلات وغیرہ دی جائیں ہمکو چاہیئے کہ جس قدر بھی ہمارے پاس ہے اوسی کو بہتر بنایا جائے۔ خدا کرے کہ ہمارے کاریگر دل سے کام کریں فقط

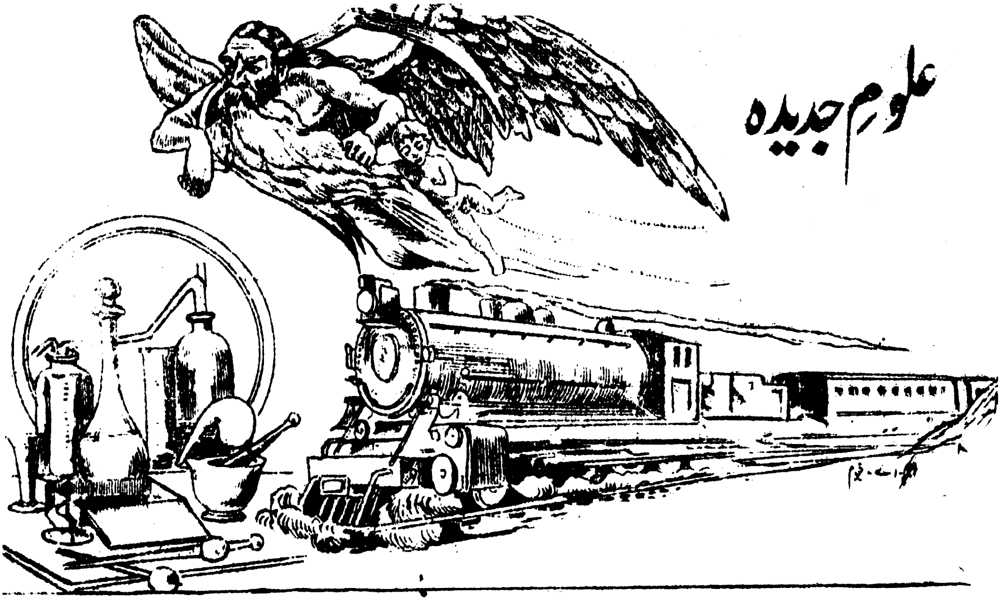

علوم جدیدہ

ہوائیات

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ نمبر ۱۴)

ایسی صورت میں کہ ماڈل میں عمودی پتوار قایم کیا گیا ہو یہ بہتر ہوتا کہ اس پتوار کے متصل ایک عمودی فِن استعمال کیا جائے۔ سب سے آسانی اور بہت سی صورتوں میں نہایت قابل اطمینان طریقہ یہ ہے کہ اس غرض کیلئے فرازندہ (ELEVATOR) سے کام لیا جائے جس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی مزید وزن پیدا کرنے یا غیر معمولی نمونہ تیار کرنیکی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس غرض کیلئے فرازندہ کو ایک یونیورسل جوائنٹ (UNIVERSAL JOINT) پر ماونٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس میں صرف آگے یا پیچھے کیطرف کم و بیش زاویہ پر جھکنے کا رجحان ہی پیدا ہو جائے بلکہ یہ کناروں کی طرف جھک جائے تاکہ اس میں متوازی الافق پرواز کی صلاحیت پیدا ہو سکے

سابقہ باب میں وسطی ڈنڈے سے ربر کیساتھ فرازندہ کو ملحق کر دینے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہی اس غرض کے حاصل کرنیکا بھی ایک نہایت آسان اور سیدھا سادہ ذریعہ ہے ایک تار فرازندہ کے کناروں والے سرے سے نکالکر صورت دادہ ٹکڑے کے سرے پر لا سکتے ہیں اور یہاں اسکو اسطریقہ سے باندھا جا سکتا ہے کہ فرازندہ میں کناروں کیطرف جھکاؤ پیدا ہو جائے اسی طرح اسپرنگ بھی چھوٹے چھوٹے توازن قائم کرنیوالے پٹیس یا ایلیرانس کے ذریعے جو اصل ایرو فوائل کے انتہائی کناروں سے باندھے جائینگے کہ ایک کا جھکاؤ اوپر کیطرف ہو اور دوسرے کا نیچے کیطرف حاصل کیجا سکتی ہے۔ یہ بہرحال نہایت تعجب خیز ہے کہ ایک ذرا سے زیادہ وزن سے قوت مدافعت میں بیشی ہو جاتی ہے۔ اور پرواز میں کمی۔ ایرو فوائل کے پاس وزن پیدا کر دینے سے بھی یہی نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ

موڈل جھکاؤ کی پیروی کرتا ہے۔

یہ امر نہایت ہی ضروری ہے کہ ایک تنہا پروپیلر (TORQUE) میں نہایت درستی اور صحت کیساتھ توازن قائم کیا جائے جسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ پروانہ دائرہ کی شکل میں حاصل ہوتی ہے۔

اگر پروپیلر کو موڈل کے وسط سے ذرا ہٹا ہوا قائم کیا جائے تو مذکورہ بالا طریقہ سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس میں اصلاح ہوسکتی ہے اب رہا یہ سوال کہ صحیح مقام تنصیب کسطرح دریافت کیا جائے تو یہ صرف تجربہ ہی سے معلوم ہوسکتا ہے اگر یک چوبی اصول پر اسکو تعمیر کیا جائیگا تو نسبتاً اس میں زیادہ دشواریاں لاحق ہوں گی جن کو حسب ذیل طریقہ سے رفع کیا جاسکتا ہے۔ بریکٹ کو جو اسپرنگ کو سہارا ہوتا ہے اور جسمیں پروپیلر کا تیر حرکت کرتا ہے وسطی ڈنڈے کے متوازی قائم کردیجیے۔

جس موڈل میں علیحدہ طور پر اسٹک کا استعمال کیا جاتا ہے اسمیں نسبتاً یہ عمل زیادہ آسان ہوتا ہے۔

باب یازدہم

ہیلی کوپٹر نمونے

سب سے پہلے جو موڈل تیار کئے گئے تھے اور بلحاظ نتیجہ کامیاب رہے تھے وہ ہیلی کوپٹر تھے ۱۷۹۶ء میں سر جارج کیلے نے ایک ہیلی کوپٹر موڈل تیار کیا تھا جو ہر حیثیت سے کامیاب رہا تھا یہ دو کارکس ایک پتلے ڈنڈے۔ وہیل مچھلی کی ہڈی کے ایک ٹکڑے اور رنگے ہوئے پروں سے کام لیا گیا تھا۔

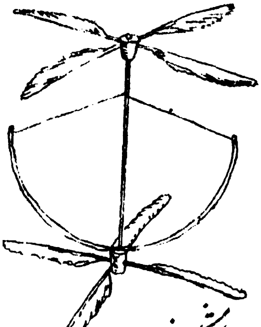

شکل نمبر (۸۰)

۱۸۴۲ء میں ایک اور کامیاب ہیلی کوپٹر موڈل تیار کیا گیا جو طاقت سے چلتا تھا۔ اس موڈل کا وزن ۲ پونڈ تھا اور آلات محرک بیکرس ل کے اصول پر تیار کئے گئے تھے۔

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اسوقت تک کوئی فل سائز کامیاب ہیلی کوپٹر مشین تیار نہیں کیجا سکی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ جو موڈل تیار کئے جاسکتے ہیں وہ ہیلی کوپٹر ہی ہیں جن سے نہایت دلچسپ تجربے حاصل کئے جاسکتے ہیں نہ صرف بڑے بڑے اور پیچیدہ ساخت والے موڈل ہی سے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسقدر سادہ ساخت والے موڈل سے بھی عجیب غریب تجربے حاصل ہوسکتے ہیں جیسے کہ شکل نمبر ۸۱ کی صورت ہی

شکل نمبر (۸۱)

شکل نمبر (۸۱) میں جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ بجائے خود ایک نہایت عمدہ چھوٹا سا کھلونا ہے جو ایک چوبی ڈنڈے سلولائیڈ (CELLULOID) پروپلیر بلیڈس کا بنا ہوا ہے اور جنکو ملحق کرنے کیلئے پیتل کی ایک ڈھیر پیسے کام لیا گیا ہے۔ اسکی قیمت زیادہ سے زیادہ ایک آنہ ہے اس سے پرواز حاصل کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ اسکو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے بیچ میں گھماتے ہیں۔ گھماتے گھماتے ایکدم ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور جس صورت سے بھی پرواز اختیار کرے اسی اڑنے دیتے ہیں اس شک نہیں کہ اس معمولی سے اور بالکل سادہ ساخت کے موڈل کو بھی مجو پرواز کرنیکے لئے لازمی طور پر کسی قدر ہوشیاری اور مشق کی ضرورت ہے اس موڈل سے تجربہ حاصل کرنے کیلئے بہترین اصول یہ ہے کہ پروپلیر بلیڈس کو بناتے وقت ایک وسیع تر اور تنگ تر زاویہ دونوں میں قائم کیا جائے۔ یعنے دونوں بلیڈ ایک دوسرے کے ساتھ ایک بالکل غیر مساوی زاویہ کی صورت میں ملحق کئے جائیں۔ یہی صورت پرواز حاصل کرتے وقت بھی ہونی چاہئے کہ اسکو پہلے ہاتھوں میں خوب چکر دیا جائے اسکے بعد اسکو سیدھا ہوا میں پھینک دیا جائے تیلی نما ہیلی کوپٹر ماڈل بھی نہایت کامیاب کھلونوں کی حیثیت رکھتے ہیں انکو یا تو کاغذ سے بنایا جاتا ہے یا جھلی سے۔ جھلی سے بنانا زیادہ بہتر ہے اور پھر صرفہ کسی صورت میں آٹھ آنہ سے زیادہ نہیں ہوتا یہ موڈل دراصل ایک دہرا ہیلی کوپٹر ہوتا ہے جس میں دو پروپلیر ہوتے ہیں۔ جو دونوں مخالف سمتوں میں گردش کرتے ہیں اس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ جو بات ہے وہ بڑے پروپلیر کے کورنگ ۵ کا ڈھیلا پن ہے۔ یہ موڈل خاص طور پر کسی وسیع عمارت یا کشادہ کمرہ میں حصول پرواز کیلئے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

ایک دوسرا اور سب سے قدیم ہیلی کوپٹر موڈل اور بھی ہے جسمیں صرف پروپلیر پرواز کرتا ہے۔

شکل نمبر (۸۲)

یہ نتیجہ ایک مخصوص قسم کے گھماؤ اور ریلیز ایپریٹس (RELEASE APPARATUS) کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے جسکا تذکرہ عنقریب کیا جائیگا۔

پروپلیر یعنے ہیلی کوپٹر کو بہتر یہ ہے کہ سہ شاخہ بنایا جائے تاکہ بہتر بیلنس اور وسیع بلیڈ ایریا (BLADE AREA) حاصل ہو سکے بلیڈس کے سروں میں عام طور پر کسی دھات کا ایک ہلکا چھلا ہوتا ہے جو انکے گرد گھومتا رہتا ہے اور اسطرح انہیں خود بھی نقصان اور مضرت سے بچاتا ہے اور زمین پر اترتے وقت اگر موڈل کسی پر آ پڑیں تو اس صورت میں بھی کسی شخص کو ان کی وجہ سے ضرب نہیں آسکتی اسی کے ساتھ اس چھلے سے ایک یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اسکی وجہ سے بلیڈس زیادہ دیر تک گردش کرتے رہتے ہیں بلیڈس کو آسانی کیساتھ

۵ COVERING

اسقدر وسیع بنایا جا سکتا ہے کہ اسکا ڈائمیٹر چھ انچ کا
ہو اور ہوا میں نہایت آسانی کے ساتھ کسی سو فٹ کی
اونچائی تک وہ پرواز کر سکتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے
موڈل نے ایک مرتبہ ایکہزار فٹ کی بلندی تک ہوا میں پرواز
کی تھی۔ ایسی صورت میں کہ ہوا تیز چل رہی ہو اگر انھیں
ہوا میں پرواز حاصل کرنیکی غرض سے چھوڑ دیا جائے گا تو
وہ بہت دور تک اڑتے رہینگے اور کئی چھوٹے چھوٹے
میدان یا کھیت طے کر لینگے۔

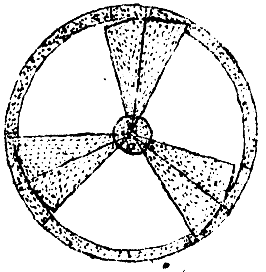

شکل نمبر (۸۳)

اس شکل میں یہ بتایا گیا ہے کہ سہ شاخہ ہیلی کوپٹر موڈل
دھات کی ایک ہی ٹکڑے سے کسطرح بنایا جا سکتا ہے
بلیڈس کے وسطی خطوط کا درمیانی زاویہ
(۱۲۰) ڈگری کا ہے۔

اصلی اسکرو المونیم کا سب سے اچھا بنتا ہے اسمیں
فولادی تار کا ایک چھلا بھی ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ
اور کم سے کم اتنا موٹا ہو جتنی کہ عام طور پر سینے کی سوئیاں
ہوتی ہیں۔ تانبہ اور لوہے کا تار بھی استعمال کیا جا سکتا ہے
مگر وہ اسقدر عمدہ نہیں ہوتا جتنا کہ فولاد کا تار ہوتا ہے

بالخصوص اسلئے کہ وہ آسانی سے مڑ سکتا ہے اور بہت جلد اسکی
وہ صورت باقی نہیں رہتی جو ابتداً تھی۔ تار کا چھلا بنانے کی
ترکیب گزشتہ باب میں بیان کی جا چکی ہے اس کا ڈائمیٹر تقریباً
۳/۱۴ انچ اور سہ شاخہ پروپیلر کے ڈائمیٹر سے چھوٹا ہونا چاہئے
اسکو باندھنے کا یہ طریقہ ہے کہ بلیڈس کے سِٹس میں ایک چھوٹا سا
دندانہ بنا لیتے ہیں اور آدھے دندانہ کو چوٹی کے اوپر جھکا دیتے
ہیں اور آدھے کو اس چھلے کے نیچے باری باری سے جھکا دیا
جاتا ہے۔ مگر اسمیں نہایت صفائی اور ہوشیاری سے
کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے شکل نمبر (۸۴) میں دستہ
تکلہ اور ریل بتایا گیا ہے جس پر وہ ڈوری جس کے ذریعہ سے
اسکو گھماتے ہیں لپیٹ دی جاتی ہے۔

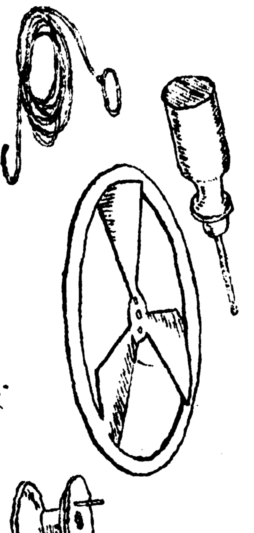

شکل نمبر (۸۴)

موڈل ہیلی کوپٹر کے اجزا دستہ اور تکلہ ڈوری اور چھلہ اسکرو چرخی
معہ اون نوکوں کے جنکی وجہ سے اسکرو بھی اسی کے ساتھ گردش کرتا ہے

مقالات و اقتباسات

ولایتی بیگن یا بیل بیگن

سلسلہ گزشتہ

نار کی منتقلی قبل اس کے کہ نار آخری طور پر منتقل کیا جائے نار بیج بویا جانے پر ہر (۱۰) ۱۲ روز کے فاصلے سے ایک دو وقت مختلف مقاموں پر کیا جائے تو بہتر ہے جس کی وجہ سے نار مضبوط بنتا ہے بیج کے بوئے جانے پر ۳۰ یا ۴۰ روز میں آخری طور پر منتقل کئے جانے کے قابل ہوتا ہے۔

فاصلہ ہر دو پودوں کے درمیان ۳ فیٹ کا فاصلہ چھوڑا جاتا ہے چند لوگوں کی رائے ہے کہ فاصلہ زیادہ چھوڑے جانے سے فی ایکر پودوں کی کاشت گھٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے پیداوار میں کمی ہوتی ہے مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ پودوں کے درمیانی فاصلہ گھٹانے سے ایک پودہ کے شاخیں دوسرے میں مل جاتی ہے جن کو پھل چھوٹے اور کم لگتے ہیں پس ہر پودوں کے درمیان فاصلہ چھوڑا جانا چاہیئے ورنہ پودوں کی نمو پوری طور سے نہیں ہوتی۔

(۱) نگہداشت آبرسانی نار کے زمین میں لگائے جاتے ہی ایک مرتبہ پانی دیا جاتا ہے پھر تیسرے روز بعد ازاں موسم کے لحاظ سے آبرسانی ہوتی ہے موسم سرما میں ہر چھٹے یا آٹھویں روز موسم گرما میں ہر تیسرے یا چوتھے روز اور موسم باراں میں جب کبھی زمین سوکھی معلوم ہو

(۲) مقدار آبرسانی ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس کی کاشت زیر باولی ہوا کرتی ہے ہر آبرسانی کے تقریباً ایک یا ۱½ انچ پانی دیا جاتا ہے۔ زیادہ پانی دینے سے جڑ سڑ جاتی ہیں تعداد آبرسانی زمین اور موسم پر منحصر ہے وجہ یہ ہے کہ آبرسانی کی درمیانی مدت موسم باراں میں زیادہ ہوتی ہے لہٰذا تعداد آبرسانی بہ نسبت موسم سرما اور گرما کے کم ہوتی ہے۔ اسی طرح ریگر زمین میں بہ نسبت

ریتلی زمین کے پانی کم مرتبہ دیا جاتا ہے چونکہ ریگڑ زمین میں پانی جذب کرنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اسکے دوران فصل میں موسم سرما میں ۱۵ یا ۲۰ مرتبہ موسم گرما میں ۳۰ یا ۴۰ مرتبہ پانی دیا جاتا ہے۔

(۳) ٹیکا جب پودہ تقریباً ۱½ فینٹ اونچا ہوجاتا ہے اسکو بانس کے یا شاخوں کے ٹکڑوں کا ٹیکا دیا جاتا ہے ورنہ پودہ اور پھل خراب ہوجاتا ہے۔

(۴) کلچالی کہ بذریعہ کھرپی یا دندانے دار پکھر کے ہوتی ہے چھپا یہ کہ اس کی کاشت مینڈوں پر (Ridges) ہوی ہو دندانے دار پکھر ایک غیر ملکی اوزار کاشت میں سے ہے اس کے استعمال سے دو کام ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ گھانس جڑ سے اکھڑ جاتا ہے جس کو چن کر پھینکا جاتا ہے اور دوسرا کام مٹی ہلائی جانے کا ہوتا ہے مٹی ہلائی جانے سے دو چار طرح کا فائدہ ہوتا ہے۔

(۱) کیڑے جو زمین میں چھپ گئے ہیں ان کو باہر نکال دیا جاتا ہے

(۲) پیندھ مضبوط بنتا ہے

(۳) پھل خراب نہیں ہوتے

(۴) درو آسانی کے ساتھ ہوتی ہے

دوران فصل بیج بوئے جانے پر ۴۰ روز میں نار آخری طور پر منتقل کرنے کے قابل ہوجاتا ہے اور نار آخری طور پر منتقل کرنے پر ۲½ یا ۳ ماہ کے بعد پھل فروخت کرنے کے قابل ہوجاتا ہے جس کی درو مسلسل دو ماہ تک جاری رہتی ہے اسی طرح دیکھا جائے تو کل مدت تقریباً ۶ ماہ کی ہوتی ہے

پیداوار فی ایکر پیداوار ۱۰ سے ۱۵ ہزار پونڈ ہوتی ہے۔

فروخت بلدہ حیدرآباد میں یہ دو طریقہ پر بکتا ہے ایک تو یہ کہ تاجر گنیوں کا بھاؤ ٹھہرا دے کر بغیر تولنے کے لیتے ہیں اور دوسرا تول کر۔ یہ ۸ سیر سے لیکر ۲۰ سیر تک بکتا ہے بھاؤ کی کمی وبیشی پیداوار کی خصوصیت پر منحصر ہے۔

مرض (۱) بلائٹ (جو پتوں پر سفید کنگی نظر آتی ہے۔)

(۲) روٹ راٹ (جس میں پودے کے جڑ سڑ جاتی ہیں)

(۳) فروٹ راٹ (جس میں پھل سڑ جاتے ہیں) ولٹ (جس میں پودہ مرجھا جاتا ہے۔ جڑ سڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ہندوستان میں ان تمام امراض میں سے ولٹ کی فنگس اکثر نظر آتی ہے جس کی رفع حسب ذیل طریقہ سے ہوسکتی ہے

(۱) مریض پودہ کو اکھیڑ کر پھینک دینا چاہئے۔

(۲) فصول متدایرہ کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے ایک ہی فصل سالہا سال ایک ہی زمین میں مسلسل کاشت نہ کرنی چاہئے پانی کم دینا چاہئے اسکے سوائے اور بھی طریقہ ہیں مثلاً زمین کو نار کی تلی کے پہلے بذریعہ فارمیالن وغیرہ چھڑک کر پاک کرنا مگر یہاں کے کاشتکار لوگ بوجہ مفلسی ایسے طریقوں کو اختیار نہیں کرسکتے۔

اخراجات کاشت ٹماٹے کی کاشت بہت آسانی کے ساتھ ہوتی ہے اور اخراجات کاشت نفع کے لحاظ سے کچھ زیادہ نہیں ہوتے ایک ایکر کی کاشت کیلئے تقریباً ۱۵۰ روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے

ہم عصروں پر ایک نظر

منظوم ترجمہ قصیدہ بردہ قصیدہ بردہ ایسی چیز نہیں ہے جس کیلئے کسی تعارف وغیرہ کی ضرورت ہو مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب نے اس کا ترجمہ اردو میں نظم کیا ہے اور خوب کیا ہے گو ترجمہ لفظ بلفظ نہیں ہے۔ لیکن بے انتہا کوشش کی ہے کہ اوس کا اصلی مطلب اور قوت نہ ہونے پائے اور حقیقت میں ترجمہ کی خوبی بھی یہی ہے ہم اسپر مولانا کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں حجم (۲۳) صفحے چھپائی صاف اور اچھی قیمت ۴ر

منیجر صاحب دارالاشاعت علی منڈہ حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے

رئیس ہند اس نام کا ایک رسالہ دارالسلطنت دہلی سے شائع ہو رہا ہے جسمیں تمام مضامین ریاستہائے ہند کے متعلق ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہم نے مطالعہ کیا ہے نہایت انصاف کی رائے ہوتی ہے اکثر روساء کے حالات اور عادات پر خاص روشنی ڈالی جاتی ہے بہرحال ایک اچھا رسالہ ہے لکھائی چھپائی کاغذ نفیس۔ ٹائٹل کئی رنگ میں خوبصورت چھپا ہوا ہوتا ہے تقطیع چھوٹی لیکن موزوں حجم (۶۴) صفحے قیمت سالانہ عوام سے (للعہ)

منیجر رسالہ رئیس ہند دہلی سے طلب کیجئے۔

وصل حبیب علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ مضامین کا دعویدار ہے ناظرین کو غالباً یاد ہوگا کہ سال گزشتہ ہم نے پیام محبت سے روشناس کیا تھا۔ وصل حبیب رسالہ پیام محبت کا قائم مقام ہے ہم نے پیام محبت پر اپنا خیال ظاہر کیا وہ بند ہو گیا تھا اب معلوم ہوتا ہے کہ بیچارہ وصل حبیب کا بھی وہی حشر نہ ہو۔ مضامین وغیرہ کے متعلق صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ لاہور کا عام رسالہ ہے قیمت سالانہ عہ چھوٹی تقطیع (۸۰) صفحے لکھائی چھپائی کاغذ معمولی۔

منیجر رسالہ وصل حبیب علی کابلی مل لاہور

کاشتکار ہند یہ ایک زراعتی رسالہ ہے ہندوستان بلحاظ زراعتی ملک ہونے کے اسمیں جسقدر رسالے زراعت کے متعلق نکلتے ہیں وہ بہت کم ہیں زراعت کی طرف ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بہت کم متوجہ ہے جو لوگ زراعت سے دلچسپی لیتے ہیں وہ عام طور پر لکھے پڑھے نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ ہم زراعت میں صدیوں پہلے جہاں تھے وہیں ہیں کاشتکار ہند اپنی بساط سے زیادہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ ایسے مضامین پیش کرے جو حقیقی معنوں میں مفید اور کار آمد ثابت ہوں۔ نسل کشی مویشی پر بھی چیدہ چیدہ مضمون ہوتے ہیں ہمارے خیال میں رسالہ کا حجم کم اور قیمت زیادہ ہے چھوٹی تقطیع اور (۳۲) صفحے ہیں قیمت سالانہ ۳ ہے نمونہ ۳ر منیجر رسالہ کاشتکار ہند کوٹ مرزا غلام محی الدین بیگ ڈاکخانہ اکنی ضلع شیخوپورہ (پنجاب) سے طلب فرمائیے۔

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

خوش مذاقی

ادب اردو میں جہاں اور بہت سی باتیں ناپید ہیں اس قسم کی ظرافت بھی جسے انگریزی میں (HUMOUR) کہتے ہیں اور جسکا ترجمہ ہم نے "خوش مذاقی" مناسب سمجھا ہے بالکل مفقود سے ہے "خوش مذاقی" کی تعریف بہت مشکل چیز ہے البتہ اسکے مفہوم کو اس طرح سمجھا سکتے ہیں کہ آپ ایک معمولی سا مضمون لکھیں اس سرخی سے "ایک روپیہ کی سرگزشت" اور اسکو اسطرح لکھیں کہ پڑھنے والے یہ بھی مانتے جائیں کہ آپ نے ٹھیک لکھا ہے اور ہنستے بھی جائیں ہنسی کے یہ معنی نہیں کہ آدمی قہقہہ کا بمب ہی اڑائے یا کھلکھلا کر بندوقوں کی باڑ سی ہی داغ دے۔ ہنسی ایک ذہنی کیفیت ہے ایک طرح کی بشاشت یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہئے ایک نفسی انبساط ہے اگر دل و دماغ پر اس انبساط کی کیفیت چھا جائے اور کبھی کبھی لبوں پر ہلکی مسکراہٹ کھیل جائے اور ایک آدھ دفعہ قارئین پھول کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑے تو ایسا مضمون "خوش مذاقی" کا بہترین نمونہ ہوگا "خوش مذاقی" کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں رکاکت اور صوفیانہ پن بالکل نہ ہو اور منطقی پیترے اور داؤ پیچ ذہن کیلئے پر لطف ورزش بھی ہوجائیں بہرحال اس نوٹ میں "خوش مذاقی" کے زیادہ تجزیہ کی گنجائش نہیں یہاں ہم اپنے معزز قارئین کی خدمت میں اتنا عرض کرتا ہے کہ قارئین کرام کی خاطر اور اردو ادب میں "خوش مذاقی" کی کمی کے مدنظر ہم اس ٹوہ میں تھے کہ کوئی اس قسم کا نفیس اور گدگدانے والا صاحب قلم ہاتھ لگے ہماری نظر ایک صاحب پر تھی لیکن کچھ تو طبعی کاہل وجودی اور بہت کچھ عدیم الفرصتی کی وجہ سے انکو لکھنے پر آمادہ کرنا خیر جوئے شیر کا لانا تو نہیں ہاں کسی نو دریافت محبوبہ سے کچھ کرنے سے کم نہ تھا۔ انہیں کے قلم کی ستم ظریفی ہے اور انہوں نے اسکو پسند فرمایا کہ "مرزا الم نشرح" کے نام کے پردہ میں اپنے آپکو مخفی رکھیں ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین "اس الم نشرح" اخفا کا خیال نہ فرمائینگے ایسی صورت میں کہ "مرزا الم نشرح" کی لطیف تحریر اور لطیفہ سنج طبیعت انکو محظوظ کرتی رہے ہماری نظر میں انکا مضمون "ایک نوابصاحب کی ڈائری کے چند پراگندہ صفحے" جو قارئین کے ملاحظہ میں پیش ہے اور اسی قبیل کے مضامین جو آئندہ ہدیہ ناظرین ہونگے "خوش مذاقی" کی ان خصوصیات سے سجے سجائے ہوئے پائے جائینگے جن کا ہمنے ابھی ذکر کیا ہے مطالعہ کے بعد ہمیں یقین ہے کہ یہ بات آپ پر خود "الم نشرح" ہوجائیگی

(ایڈیٹر)

ایک نواب صاحب کی ڈائری

کے

چند پراگندہ صفحے

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ سے فکر میں تھا کہ رسالہ نمائش کیلئے کوئی مضمون لکھوں مگر اس کے لئے فرصت چاہیئے۔ مجھے دفتر سے چھٹکارا نہیں۔ چند روز ہوے پیارے لال پنساری کے ہاں سے گھر میں کچھ سودا آیا تھا میں دفتر سے آکر لیٹا تھا۔ پڑیوں پر نظر پڑی اوٹھاکر دیکھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی سوانح عمری کے صفحات ہیں مضمون دلچسپ اور خط صاف تھا۔ تمام پڑیاں کھول ڈالیں۔ دیکھوں تو عجب پر لطف واقعات ہیں اسیوقت پیارے لال کے ہاں پہنچا وہاں اور بھی چند کاغذات ملے۔ مگر سب متفرق و پریشان۔

جو کچھ ملا ہے اسکی نقل روانہ کرتا ہوں میں محنت سے بھیجا۔ اور آپکو ایک دلچسپ مضمون مل گیا لیکن افسوس اسکا ہے کہ ڈائری کا مکمل نسخہ نہ ملا اور نہ اب ملنے کی امید ہو سکتی ہے خیر حاضر ہیں

صحت ہیں والسلام

(مرزا الم نشرح)

دیباچہ ڈائری

یہ ناچیز خادم ملک و ملت نواب اسد یار خاں

ناظرین کرام کی خدمت عرض پرداز ہے کہ اس کمترین کو کتوں سے ہمیشہ نفرت رہی ہے اور رہنی بھی چاہیئے تھی کیوں کہ جب باری تعالیٰ نے ان ناپاک ہستیوں کو نجس العین فرمایا ہے تو انسان ضعیف البنیان کی کیا ہستی ہے کہ ان احکام کی خلاف ورزی کرے اور جب ہمارے ہادی برحق نے کتوں سے کنارہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے تو اب کس کی مجال ہے کہ ان ہدایتوں پر عمل کرنے سے گریز کرے

اکثر اصحاب اس ناچیز سے دریافت فرماتے ہیں کہ آخر کتوں سے نفرت کرنے کی وجہ کیا ہے اسکا جواب میں پہلے تو شکسپیر کے اس فقرہ سے دیتا ہوں کہ "جذبات انسانی طبیعت کے تابع ہیں طبیعت اپنی حسب دلخواہ ان جذبات کو نفرت یا رغبت جس طرف چاہے پھیر دیتی ہے" دوسرے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میرے خیال ناقص میں کتوں کا ہلاک کرنا کار ثواب ہے۔ ثواب ہی نہیں بلکہ جہاد اور جہاد بھی لیسا کہ جہاد اکبر۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ کافر نجس ہیں نجس العین نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ کتے نجس العین ہیں۔ جب نجس کو ہلاک کرنا جہاد ہے تو نجس العین کو مارنا یقیناً جہاد سے

بھی کچھ افضل ہے۔ یہی خیالات تھے جنکی وجہ سے میں کتوں کا جانی دشمن ہو گیا۔ جہاں پاتا۔ مارتا۔ اور جہاں دیکھتا کم سے کم دو تین لاتیں تو ضرور رسید کر دیتا۔ البتہ بعض کتے بڑے زبردست اور خوفناک ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں چونکہ اپنی جان کی حفاظت فرض ہے اسلئے ذرا احتیاط کو کام میں لاتا کبھی کچلہ سے اور کبھی کسی اور طرح انکو ٹھکانے لگا دیتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری محنت مشکور ہوئی اور میری اس سرگرمی کی یہ داد ملی کہ پبلک نے مجھے "غازی" کی بجائے "نواب کتے مار خاں" کا خطاب دیا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

جو جو مشکلات اور مقابلے مجھے اس جہاد میں پیش آئے انکو میں نے اپنی ڈائری سے لیکر ایک جگہ جمع کیا اور اس کا نام "فتوح الکلاب" رکھا ؎

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا امید

امید ہے کہ قارئین کرام ان حالات کو پڑھکر فائدہ اٹھائینگے اگر میری اس تحریر نے بعض اصحاب کے دل میں کتوں سے نفرت پیدا کر دی اور وہ میری طرح کتوں کو مارنے میں ہر مشکل کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو گئے تو میں یہ سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ؎

نصیحت کسے سود مند آیدش
کہ گفتار سعدی پسند آیدش

والسلام علی من اتبع الہدیٰ
خاکسار نواب کتے مار خاں

نوٹ۔ اسکے بعد کے چند صفحات غائب ہیں۔

کتا پیٹھ میں مکان ملا۔ سامنے ہی ایک نواب صاحب رہتے تھے۔ ان کا بڑا کارخانہ تھا۔ میری شومئی قسمت (یا خوش قسمتی) سے ایک بڑا زبردست کتا بھی انکے ہاں پلا ہوا تھا جب دیکھو دروازہ کے باہر بیٹھا ہے۔ اور ہر آنے جانے والے پر بھونکتا ہے۔ ظاہر کہ اس کا مارنا مجھ پر فرض ہو گیا۔ آمنے سامنے کے مقابلہ کی تو ہمت نہ پڑی۔ ہاں یہ ترکیب اختیار کی کہ جب ادھر سے گزرتا کوئی نہ کوئی چیز اسکے کھانے کو ڈال دیتا۔ اسکو بھی کھانے کا مزا پڑ گیا اور چند دنوں میں مجھ سے کسیقدر مانوس ہو گیا۔ آخر ایک دن وہی میں کچلہ دیکر اسکو جہنم واصل کر دیا۔

نواب صاحب کو خبر ہوئی۔ وہ میرے خطاب اور حالات سے واقف تھے۔ مگر ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے میرا کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے اسلئے خون کے گھونٹ پیکر خاموش ہو گئے۔ چلو گئی گزری بات ہوئی۔

ایک روز میں باہر گیا ہوا تھا۔ کوئی دس گیارہ بجے جو واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دروازہ کے سامنے کتوں کا جمگھٹا ہے اور میونسپلٹی کا ایک چپراسی ایک ٹوکری بغل میں مارے کتوں کو گوشت پھینک رہا ہے۔ مجھے بہت برا معلوم ہوا۔ بچتا بچاتا چپراسی صاحب کے پاس تک پہنچا اور کہا "بدمعاش یہ تو نے کیا گڑ بڑ مچائی ہے۔ کیا اپنے باوا کی فاتحہ کا کھانا تقسیم کرنے کو میرا ہی دروازہ ملا۔ اب یہاں سے جاتا ہے یا نہیں یا پھر اور طرح خبر لوں" چپراسی ناک بھوں چڑھاکر بولا "اجی جا ہم سرکاری حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ حکم ہوا ہے کہ روز دس سیر گوشت اس جگہ کتوں کو ڈالا جائے۔ سرکاری شرک چاہیا ہی برا معلوم ہوتا ہے جو جاکر ہمارے نام کی نالش کر دو" گوشت

کی بو پاکر ادھر ادھر کے کتے ٹوٹ پڑے اور تھوڑی دیر میں ہزاروں کا مجمع ہوگیا۔ راستہ بند۔ گھر میں جاؤں تو کسطرح جاؤں اتنی ہمت نہ ہوتی تھی کہ ایسی بڑی فوج کو چیر پھاڑ کر گزر جاؤں۔ آخر سوچتے سوچتے یہ سوجھی کہ اس بارہ میں کسی وکیل سے مشورہ کرنا چاہئے۔ ان دنوں لالہ شیو سیوان لال کی وکالت زوروں پر تھی۔ سیدھا انکے پاس پہنچا تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ نواب بخول خاں پر میرے جانب سے استغاثہ دائر کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ کارروائی نواب صاحب نے کی ہے۔ میں نے کہا کہ "ہو نہ ہو یہ انہی کی کارستانی ہے وہ میونسپل کمیٹی کے ممبر ہیں انہوں ہی نے اس نامعقول چپراسی کو اس ننگر کی تقسیم پر مقرر کیا ہے"۔ وکیل صاحب نے کہا کہ قیاسات پر کسی کو ملزم نہیں بنا یا سکتا میں نے کہا تو میونسپل کمیٹی کو ملزم بنا دیجئے۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو میں نے جل کر کہا تو اچھا کتوں ہی کو ملزمین بنائیے۔

وکیل صاحب..... معاف فرمائیے میں کتوں کو ملزمین بنا کر اپنی وقعت کھونا نہیں چاہتا۔

میں... معلوم ہوتا ہے کہ کتوں میں اپنی بڑی قدر و منزلت ہے اور ان میں اپنی وقعت کم ہونے سے آپ گھبراتے ہیں۔ یا شاید پہلے جنم میں آپ کتے تھے کہ اپنے سابقہ رشتہ داروں اور دوستوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا نہیں چاہتے

وکیل صاحب نے بہت تیلے پیلے ہو کر میری طرف دیکھا مگر سمجھ گئے کہ ہاتھ پاؤں سے مجھ پر در آنا مشکل ہے اسلئے کہنے لگے "جناب میں نے عدم تعاون کے اصول پر کالا منہ ہو کر وکالت ترک کر دی ہے آپ کسی دوسرے وکیل کی تلاش کیجئے۔"

یہاں سے کورا جواب مل گیا تو میں نے دل میں کہا کہ چلو خود ہی قانون دیکھ ڈالو۔ انہی وکیل صاحب میں کیا خاب کا یہ ہے کہ یہی قانون سمجھتے ہیں دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ آتے آتے تعزیرات ہند اور ضابطہ فوجداری خرید لیا گھر پہنچکر تمام رات میں ان دونوں کتابوں کو دیکھ ڈالا۔ معاملہ کوئی ایسا پیچیدہ نہ تھا۔ قانون صاف تھا۔ کتوں کے افعال سے جرم مزاحمت بیجا ہو رہا تھا۔ چنانچہ دفعہ ۳۳۹ تعزیرات ہند کے تحت استغاثہ مرتب کیا ترتیب استغاثہ کے وقت یہ وقت پیش آئی کہ آخر ملزمین کن کو بنایا جائے قانون پر غور کرنے کے بعد میں نے استغاثہ کا عنوان اسطرح قائم کیا

نواب اسد یار خاں المخاطب بہ کتے مار خاں بہادر　　مستغیث

بنام

جمیع سگاں خورد و کلاں بازاری (فاتر العقل) اور لایعنی میونسپل کمیٹی　　ملزمین

عملت

مزاحمت بیجا زیر دفعہ (۳۳۹) تعزیرات ہند

استغاثہ میں تمام واقعات مذکورہ بالا کی صراحت کر کے استدعا کیگئی تھی کہ چونکہ فاتر العقل ہونے کی وجہ سے کتے مستثنیات عامہ کی دفعہ ۸۴ میں داخل ہو جاتے ہیں اسلئے بعد تحقیقات میونسپل کمیٹی کو سزائے قانونی صادر فرمائی جائے۔

استغاثہ مرتب کر کے دوسرے دن ڈپٹی کلب علی صاحب مجسٹریٹ ضلع کے اجلاس پر داخل کر دیا۔ میرے حلفی بیان کے بعد عدالت سے میونسپل کمیٹی کے نام سمن

جاری ہوئے اور تاریخ پیشی پر مقدمہ پیش ہوا۔ میونسپل کمیٹی کی جانب سے مسٹر گوبلی بیرسٹر ایٹ لا کونسل تھے۔ اپنی طرف سے میں نے خود پیروی کی۔

سب سے پہلے کونسل ملزمین نے یہ بحث چھیڑی کہ میونسپل کمیٹی کتوں کی ولیہ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ کہ کتوں کے فاتر العقل ہونے کی کوئی شہادت یا ثبوت نہیں ہے۔ مجسٹریٹ صاحب نے میری طرف دیکھا۔ میں ان مباحث کے لئے پہلے ہی سے تیار تھا میں نے بحث کی کہ میرے فاضل دوست نے اپنی بحث کی ابتدا ہی غلط کی ہے کہ پہلے ولایت کا مسئلہ چھیڑا ہے اور بعد میں کتوں کے فاتر العقل ہونے کا ثبوت طلب کیا ہے۔ چاہئیے یہ تھا کہ پہلے کتوں کے فاتر العقل ہونے پر بحث کیجاتی اگر وہ فاتر العقل قرار پاتے تو اسی صورت میں ولایت کی بحث کیجاتی۔

بہر حال پہلے میں اپنے فاضل دوست سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انہیں کتوں کے فاتر العقل تسلیم کرنے میں کیوں تامل ہے۔

مسٹر کولی۔ میں بغیر ثبوت کے کسی چیز کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

ڈپٹی صاحب میرے خیال میں بعض کتے اپنے مالکوں سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہوتے ہیں۔

> یہ کچھ عجیب اتفاق ہے کہ ہمارے نواب صاحب کو مکان ملا تو کتا بیٹھ میں مدمقابل ملے تو بخول خاں بیرسٹر ملے تو مسٹر کولی ڈپٹی صاحب ملے تو کلب علیخاں وکیل صاحب ملے تو شیو سیوال غرض کتوں کے تلازمہ سے کہیں نجات نہیں ملی۔
>
> واقعی اتفاقات ہیں زمانہ کے۔ ایڈیٹر

مسٹر کولی۔ جناب والا صحیح ا[illegible]اتے ہیں۔ خود میرا کتا ٹوبی ایسا ہی ہے۔

میں ممکن ہے کہ مسٹر کولی کا کتا خو[illegible] وا[illegible]سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہو۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کتے فاتر العقل نہیں ہوتے بلکہ اگر منطقی نتیجہ نکل سکتا ہے تو یہ نکل سکتا ہے کہ مسٹر کولی کتوں سے بھی زیادہ فاتر العقل ہیں۔

مسٹر کولی۔ جناب والا میں ان الفاظ کی برداشت نہیں کر سکتا

میں۔ حضور اس مسئلہ کا صغری اور کبری خود مسٹر کولی نے قائم کیا ہے۔ میں نے تو صرف اسکی بنا پر نتیجہ کا اظہار کیا مجھے کیا معلوم تھا کہ مسٹر کولی کتوں سے زیادہ بیوقوف ہیں انہوں نے خود اپنی عقل کا معیار ظاہر کیا تعجب ہے کہ اسی کے دہرانے کو یہ اپنی توہین خیال فرماتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب۔ اچھا اب آپ اپنی بحث کی طرف رجوع کیجیے

میں جناب والا کسی کے عاقل یا فاتر العقل ہونے کا اندازہ اسکے افعال سے لگایا جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ کتے بازروں میں کھڑے ہڈیاں چباتے ہیں اور اور انکو اپنے اس فعل پر شرم تک نہیں آتی تو انکو فاتر العقل کہنے میں کون امر مانع ہو سکتا ہے کیوں کہ خود انکے افعال انکے فاتر العقل ہونے پر دلالت کرتے ہیں

مسٹر کولی۔ میرے خیال میں انکا اسطرح ہڈیاں چبانا ان کے فاتر العقل ہونے کا ثبوت قطعی نہیں۔

میں اگر میرے فاضل دوست سڑک پر کھڑے ہو کر ہڈیاں چبانے لگیں اور کوئی ان کو فاتر العقل نہ کہے تو میں کتوں کو بھی فاتر العقل کے زمرہ سے نکال دینے پر بالکل تیار ہوں۔

مسٹر کولی میں معزز عدالت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مستغیث

نے جو الفاظ میرے نسبت استعمال کئے ہیں وہ میری توہین کی حد تک پہنچتے ہیں۔

میں جناب والا میرے فاضل دوست نے ثبوت طلب کیا۔ میں نے منطق سے اس کا جواب دیا اگر یہ میرے اعتراض کا علمی ثبوت دینے پر تیار نہیں ہیں تو یہ کتوں کو فاتر العقل تسلیم کر لیں۔ چلو چھٹی ہوی نہ مجھکو حجت نہ انکو شکایت۔

ڈپٹی صاحب۔ بہتر ہوگا کہ اگر آپ اس قسم کی تمثیلات سے پرہیز کریں

میں۔ جناب والا۔ قانون ہمیشہ تمثیلات سے اچھی طرح سمجھا جاتا ہے۔ اگر تمثیلات سے جناب کو ایسی ہی نفرت ہے تو مناسب ہوگا کہ قانون سے انکو خارج کر دینے کی تحریک فرما دیجائے۔

ڈپٹی صاحب۔ آپ خیال رکھیں کہ یہ گفتگو آپ کہاں کر رہے ہیں ممکن ہے کہ آپ کے الفاظ کی بنا پر تحقیر عدالت کا مقدمہ آپ پر قائم ہوجائے۔

میں۔ حضور والا کی تقریر سے خود میرے حجت کی تائید ہوتی ہے عدالت کوئی عاقل شئے نہیں ہے جسکی تحقیر ہوسکے اگر خدانخواستہ تحقیر ہوگی تو جناب والا کی اور اگر مقدمہ قائم ہوگا تو اس عنوان سے قائم ہوسکیگا کہ

عدالت (فاتر العقل) بولایت صاحب مجسٹریٹ بہار مستغیث

ڈپٹی صاحب آپ اپنی بحث میں احتیاط کیجئے اور آگے چلئے۔

میں دوسری بحث فریق مخالف کی جانب سے یہ کیجاتی ہے کہ میونسپل کمیٹی کتوں کی ولیہ نہیں ہے اس کا جواب میں میونسپل کمیٹی کے ضابطہ سے دینا چاہتا ہوں میرے فاضل دوست اس امر کو تسلیم کرینگے کہ تمام رعایا کے مکانات سے میونسپل کمیٹی ٹیکس وصول کرتی ہے۔ لیکن جو جائداد خود میونسپل کمیٹی کی ہے اس پر ہوس ٹیکس نہیں لیا جاتا۔ اصول یہ ہوا کہ میونسپل کمیٹی کی جو چیز ہے وہ ٹیکس سے مستثنٰے ہے اب اس کا عکس ملاحظہ کیجئے رعایا کے کتوں پر میونسپل کمیٹی ٹیکس لیتی ہے۔ لیکن بازاری کتوں پر کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جنگلی کتے میونسپل کمیٹی کی ملک ہیں اور چونکہ (جیسا میں اوپر ظاہر کر آیا ہوں) یہ کتے فاتر العقل ہیں اسلئے انکا مالک قابض یعنے میونسپل کمیٹی انکی ولیہ جانی ہے۔

مسٹر کولی۔ میں معزز عدالت سے عرض کرنا چاہتا ہونکہ میرے دوست کے ان فقروں سے میرے موکلین کی توہین ہوتی ہے۔

میں۔ میں اپنے فاضل دوست سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انکے موکل کتے ہیں یا میونسپل کمیٹی اس صراحت کی مجھے اسلئے ضرورت ہوی ہے کہ مستغیث کی نگاہ میں بحیثیت ملزمیں اس مقدمہ میں کتوں اور میونسپل کمیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے

مسٹر کولی میں معزز عدالت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ یہ دوسرے پہلو سے میرے موکلین پر حملہ کیا جا رہا ہے۔

میں۔ میرے فاضل نے میرے سوال کا جواب عنایت نہیں فرمایا۔

مسٹر کولی میں میونسپل کمیٹی کی طرف سے پیروی کر رہا ہوں۔

میں۔ جب مسٹر کولی کتوں کے طرف سے کونسل نہیں ہیں اور یہ میونسپل کمیٹی کو کتوں کی ولیہ بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کونسے قاعدے کی رو سے کتوں کی طرف سے بحث کر رہے ہیں انکو چاہئے تھا کہ اپنے موکل کا

نام زمرہ ملزمین سے خارج کرانے کی کوشش کرتے ہیں جانتا
اور بقیہ ملزمین ۔ ہم خود آپس میں بھگت لیتے بحالت موجودہ
مونسپل کمیٹی نے جو ایک بیرسٹر مقرر کر کے رعایا کا روپیہ
برباد کیا ہے اس کے متعلق میں عدالت سے نہایت ادب
کیساتھ درخواست کرونگا کہ مجھے رعایا کی جانب سے مونسپل کمیٹی
پر خیانت مجرمانہ زیر دفعہ (۴۰۹) تعزیرات ہند مقدمہ دائر
کرنے کی اجازت دیجائے ۔

ڈپٹی صاحب ۔ آپ صرف اپنے مقدمہ سے سروکار رکھیے

مسٹر کولی ۔ میں مستغیث کے ان مباحث قانونی کا کوئی
جواب دیکر عدالت کا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا ۔ معزز
عدالت خود انکی وقعت پر غور کر کے فیصلہ صادر فرما سکتی ہے
مجھے صرف ایک قانونی بحث اور کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ کہ
تعزیرات ہند میں صرف افعال اشخاص سے بحث کی گئی ہے
جانوروں کے افعال اس میں داخل نہیں ہو سکتے اگر میں
تسلیم کرلوں کہ چند کتے مستغیث کے دروازہ کے سامنے
جمع ہوئے اور بفرض محال ان کے سدراہ بھی ہوئے
تو ان کے افعال انکو مزاحمت بیجا کے جرم کے تحت میں نہیں لا سکتے

میں ۔ میں اپنے فاضل دوست کی اس بحث کی قدر کرتا ہوں
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعزیرات ہند کو نہایت سرسری
نظر سے دیکھا ہے ۔ میں ان سے دریافت کرنا چاہتا ہوں
کہ کیا مونسپل کمیٹی قانوناً "شخص" کی تعریف میں داخل ہو سکتی ہے؟

مسٹر کولی ۔ ہو سکتی ہے

میں ۔ کیوں کر؟

مسٹر کولی ۔ کیوں کہ چند مونسپل کمشنروں کے مجموعہ کا نام
مونسپل کمیٹی ہے ۔ اس وجہ سے لفظ "شخص" کا اطلاق
قانوناً اس پر ہو سکتا ہے

میں ۔ میرے فاضل دوست نے خود اپنے اس جواب سے
اپنے اعتراض کو رفع کر دیا ۔ جب چند جانداروں کے مجموعہ
پر لفظ "شخص" کا اطلاق ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں
معلوم ہوتی کہ کتوں کا مجموعہ لفظ "شخص" کے تحت میں
کیوں نہ آئے اور جب کتوں کا مجموعہ لفظ "شخص" سے قانوناً تعبیر کیا
جا سکتا ہے تو جو افعال اس کتوں کے مجموعہ سے سرزد ہوئے
ہیں ان سے تعزیرات ہند کے جرائم متعلق ہو جائینگے ۔

مسٹر کولی ۔ میں اس بحث کے سمجھنے سے قاصر ہوں ۔

میں ۔ مجھے آپکے دماغ سے یہی امید تھی ۔ کیا اچھا ہوتا
اگر آپ اپنے کتے کو بھی ساتھ لے آتے ۔ شاید دونوں ملکر
اس بحث کو سمجھ لیتے ۔

ڈپٹی صاحب ۔ اچھا آگے چلیے ۔

میں ۔ اب رہی یہ بحث کہ کتوں کا سدراہ ہونا مزاحمت
بیجا ہو سکتا یا نہیں تو میں اس کے متعلق نہایت زور سے
کہونگا کہ ہو سکتا ہے اور ضرور ہو سکتا ہے میں اپنی اس
بحث کو ایک تمثیل سے بہت اچھی طرح ذہن نشین کرا سکتا ہوں
فرض کیجیے ہمارے بیرسٹر صاحب اپنے مکان میں داخل ہونا
چاہتے ہیں اور ہمارے ڈپٹی صاحب انکے سدراہ ہوتے
ہیں اور اسی کشاکش میں ہمارے فاضل دوست کے دو چار
ٹھوکریں بھی پڑ جاتی ہیں میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا مزاحمت
بیجا کا جرم مکمل ہو گیا؟

مسٹر کولی ۔ جرم ضرور ہوا اگر جن الفاظ میں وہ بیان کیا گیا ہے

وہ عدالت کی توجہ کا محتاج ہے
میں۔ اب بیرسٹر صاحب کے دروازہ پر ڈپٹی صاحب کو کتا سمجھ لیجئے اگر یہ اس کشمکش میں ہمارے فاضل دوست پر بھونکیں اور کاٹ بھی کھائیں تو کیا جرم مزاحمت بیجا مکمل نہیں ہوا۔

مسٹر کولی۔ مفروضات کو قانون میں دخل نہیں ہے۔

میں۔ یہ قانونی مفروضات ہیں میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ کتے لفظ "شخص" کی تعریف میں قانوناً آسکتے ہیں اور آپ یہ تسلیم کرینگے کہ ڈپٹی صاحب بھی قانوناً شخص ہیں اس لئے اپنی بحث میں اگر میں نے یہ فرض کرلیا کہ ڈپٹی صاحب کتے ہیں تو کیا ظلم کیا۔ بہرحال جب ڈپٹی صاحب کا سد راہ ہونا جو سر کولی کم تعلیم یافتہ ہیں مزاحمت بیجا ہے تو کتوں کا سد راہ ہونا بدرجہ اولےٰ مزاحمت بیجا ہے۔ کیوں کہ ہمارے فاضل دوست تسلیم کرتے ہیں کہ بعض کتے ان سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں

اس سے آگے کے صفحات غائب ہیں

مرزا الم نشرح

(باقی آئندہ)

ایک نواب صاحب موٹر میں جارہے تھے۔ دیکھا کہ ایک گنوار موٹر کو بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے موٹر روکی گنوار سے پوچھا کہ موٹر میں سوار ہوگے وہ راضی ہوگیا۔ انہوں نے اپنی موٹر پوری رفتار سے چھوڑی گنوار کو بڑا مزا آیا۔ راستہ میں تھی کیچڑ۔ موٹر پھسلی اور سڑک کے کنارہ کے ایک درخت سے ٹکر کھا کر رک گئی لیکن خیریت یہ ہوئی کہ چوٹ کسی کے نہ آئی۔ گنوار نے پوچھا سرکار سواری تو اچھی ہے۔ مگر جہاں درخت نہ ہوتے ہونگے وہاں آپ کیسے روکتے ہونگے

ایک دوست نے دوسرے کی دعوت کی۔ میزبان گانے کے بہت شوقین تھے۔ اور مہمان گانا نہ سمجھتے بھی نہ تھے کھانا کھاتے کھاتے رات کے گیارہ بارہ بج گئے۔ کھانے کے اٹھنے کے بعد میزبان نے کہا۔ "تو یار کیا یاد کروگے چلتے چلاتے سوہنی کا بھی مزہ چکھ لو

مہمان۔ بس خدا کے لئے معاف کرو۔ پیٹ اتنا بھر گیا ہے کہ اب سوہنی کا ہضم ہونا مشکل ہے اگلی دعوت میں کھا جاؤنگا

ایک دوست۔ کہئے آخر آپکے صاحبزادے صاحب موٹر خرید کر ہی رہے۔ اب تو ان کا پتہ بھی نہ چلتا ہوگا۔

دوسرے دوست۔ جی ہاں جب سے موٹر خریدی ہے انکے دو پتے معلوم ہوئے ہیں۔ ایک چار مینار کا تھانہ دوسرا افضل گنج کا ہسپتال۔

ملازم سرکار۔ تم نائیوں کے دماغ خراب ہوگئے ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت دن بدن بڑھاتے چلے جاتے ہو

حجام۔ سرکار ہمارا کام بھی تو بڑھ گیا ہے۔

ملازم سرکار۔ یہ کیونکر

حجام۔ آجکل کی فکروں سے آپ لوگوں کے چہرے بھی تو سوکھ سوکھ کر دن بدن کھنچتے چلے جارہے ہیں۔

محمود نے شادی کی۔ بیوی نکلی ٹھنگنی۔ یاروں نے چھیڑنا شروع کیا۔ محمود نے کھسیانا ہوکر جواب دیا یار مصیبت جتنی کم ہو اتنی غنیمت ہے۔"

ایک شاعر اپنا دیوان طبع کرانے لیگئے۔ مالک مطبع سے پوچھا! ”کہو صاحب اس کی نکاسی کی بھی کوئی امید ہے“ مالک مطبع نے جواب دیا ”کیوں نہیں جب لوگ سودا۔ میر اور غالب کو بھول جائینگے تو پھر آپکے ہی دیوان بکنے کا نمبر ہے“

ایک میم صاحب پہلے پہل سودا خرید نے بازار گئیں خیال تھا کہ اپنی عقلمندی کا سکہ دوکانداروں پر بٹھائیں تاکہ آئندہ انہیں کوئی دہوکہ نہ دے۔ ایک دوکان پر انڈے خریدنے کو ٹھیریں قیمت پوچھی دوکاندار نے کہا چار پیسہ انڈا۔

میم صاحب۔ یہ بہت چھوٹے ہیں دوکاندار ”چھوٹے ہیں مگر تازہ ہیں۔ ابھی گاؤں سے آئے ہیں“ میم صاحب ”یہ گاؤں والے بڑے بیوقوف ہوتے ہیں۔ قبل از وقت بیچنے کے شوق میں مرغیوں میں سے انڈے نکال لیتے ہیں پورا پکنے بھی تو نہیں دیتے“

ختم جنگ پر ایک جرنیل صاحب میدان جنگ کا معائنہ کرنے فرانس گئے۔ وہاں ایک گنوار کھڑا تھا اس سے پوچھا۔

جرنیل۔ کیا اسی میدان میں لڑائی ہوئی تھی۔

گنوار۔ جی نہیں سامنے کی پہاڑی پر ہوئی تھی

جرنیل۔ لیکن موقعہ کے لحاظ سے لڑائی کے لئے پہاڑی سے یہ جگہ زیادہ مناسب ہے یہاں مقابلہ ہونا چاہئے تھا۔

گنوار۔ جناب یہ میرے بیٹے کی زمین ہے میں بچوں کو اس میں فٹ بال تو کھیلنے نہیں دیتا لڑائی کے لئے کیا دینے والا تھا

ایک مسافر پنجاب میل میں سوار ہوئے۔ دوپہر ہوگئی بھوک سے بیتاب ہیں لیکن گاڑی نہ آج ٹھیرتی ہے نہ کل۔ آخر خدا خدا کرکے ٹھیری۔ آواز آئی۔ کھنڈوہ کھنڈوہ آپ نے کھڑکی سے سر نکالکر آواز دی اجی میاں سودے والے دو پیسے کا کھنڈوہ ہمکو بھی دیتے جانا

فقیر۔ کچھ اللہ کی راہ پر دلوانا۔

ماما۔ سائیں۔ اسوقت برکن ہے۔ رات کو آنا۔

فقیر۔ اب کچھ دینا ہے تو دیدو رات کو میں نہیں آسکتا (میرے بھیک مانگنے کا وقت صرف گیارہ بجے سے پانچ تک ہے)

ایک دفتر میں تختہ حاضری میں دیر حاضری کی وجہ درج کرنا پڑتی تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ سہولت کے لحاظ سے بعد میں آنے والے وجہہ کے خانہ میں صرف لفظ ایضاً لکھ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک نے لکھا کہ لوکل دیر سے پہنچی۔ دوسرے نے اسکے نیچے ایضاً لکھدیا۔ اور اسکے بعد میں آنے والے بھی لفظ ایضاً کا اعادہ کرتے رہے لیکن ایک دفعہ (خواہ بدمعاشی سے کہو خواہ صحیح سمجھو) ایک اہلکار نے وجہہ کے خانہ میں لکھا ”آج میرے ہاں جوڑواں دو بچے پیدا ہوئے“ بعد میں آنے والے تو لکیر کے فقیر تھے سب نے ایضاً لکھکر تختہ کی تکمیل کر دیئے۔

نوٹ۔ کیا انکے اس اندراج کو صحیح سمجھا جائے۔

اس کا یہ پھل ملیگا کہ عورت ذات کو مردوں نے آپ جس حیثیت میں ڈال رکھا ہے وہ اس سے کہیں بلند اور مرفع ہو جائیگی ہماری قابلیت صرف اسی حد تک محدود کر دی گئی ہے کہ جب چاہے گھریلو زندگی بسر کریں اور علمی بلندیوں اور جولانیوں کے راستے ہمارے لئے بند کر دیئے گئے ہیں۔

ار۔ ہماری صنف لطیف کی یہ ذہانت ہے کہ ہماری ذہانت اسی قابل سمجھی جائے کہ انگیہ کی وضع قطع کو جانچ پائیچوں کی تراش خراش سمجھ سکیں اور لیس اور بیلوں پر رائے زنی کی جائے۔

بل۔ ہم کو چاہئے کہ اس شرمناک پستی سے اپنے آپ کو بچا کریں اور مردوں کے کھولتے کے بل جو رسیاں کد وائی ہیں انکو کاٹ کر آزاد ہو جائیں۔

تمر۔ میں جس حد تک خواتین کا احترام کرتا ہوں وہ دنیا کو معلوم ہے میں اگر انکی آنکھوں کی چمک دمک کا پرستار ہوں تو ساتھ ہی انکی ذہنی دنیا کی بھی عزت کرتا ہوں۔

فلا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری صنف بھی ذہنی امور میں تمہارے ساتھ منصفی کرتی ہے۔

لیکن ہم بعض تنگ نظر لوگوں پر جو ہم کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم عورت ذات ہیں تو ہوا کریں علوم سے ہمارے دماغ بھی سجے سجائے ہیں ہم بھی مردوں کی طرح علمی مجالس کر سکتے ہیں اور زیادہ بہتر طریقہ سے ہم چاہتے ہیں کہ جو چیزیں اور جگہ علیحدہ کر دی گئی ہیں انکو ملادیں ایک ہی انجمن میں ادبی حسن بیانی اور اعلٰے علوم کی جہاد کو اکٹھا کر دیں ہر قسم کے اختلاف رائے کو مسائل زیر بحث کے متعلق اس انجمن میں راہ دیں اور کسی ایک رائے کے طرفدار نہ بنیں۔

تمر۔ نظام حکمت کے بارے میں مجھے ارسطو پر اعتقاد ہے

فلا۔ جہانتک مجرد خیالات کا تعلق ہے میں افلاطون پر دم دیتی ہوں۔

ار۔ ایپی کیورس میں مجھے حلاوت آتی ہے اس کا استدلال بہت قوی ہوتا ہے۔

بل۔ میں ذرات کے نظریہ سے اپنے دل کو تسکین دیتی ہوں لیکن مجھے خلا کا احساس مشکل نظر آتا ہے اسی سے مجھے مادہ لطیف کا نظریہ زیادہ بھاتا ہے۔

تمر۔ مقناطیس کی بحث میں میرا خیال ہے کہ دیئے کارتے بہت کچھ حق بجانب ہے

ار۔ میں تو اس کے ذراتی چکروں پہ جان دیتی ہوں

فلا۔ میں اس کے گرتے تاروں پہ جان چھڑکتی ہوں

ار۔ میری آرزو ہے کہ جلدی سے ہماری مجلس کی افتتاح ہو اور ہماری شہرت کی بنیاد کوئی نیا انکشاف ہو

تمر۔ آپکے ذہن رسا سے بڑی توقعات ہیں میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ فطرت کا کوئی راز آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں

فلا۔ خود ستائی میں نہیں کرتی لیکن اتنا کہہ سکتی ہوں کہ مجھے ایک انکشاف ہاتھ لگ چکا ہے مجھے صاف صاف چاند میں آدمی دکھائی دیتے ہیں۔

بل۔ میں یہ تو کہہ نہیں سکتی کہ میں نے آدمی دیکھے ہیں البتہ مجھے چاند میں مینار اور برجیاں ضرور دکھائی دی ہیں

ار۔ طبیعیات گرامر تاریخ شاعری اخلاقیات اور سیاسیات

علوم کی گہرائیاں تک ہم کھنگول ڈالینگے۔

فلا۔ فلسفہ اخلاق مجھے بہت مرغوب ہے اس لئے کہ بڑے بڑے حکیموں نے قدیم زمانہ میں اسکو اپنا محبوب مطالعہ قرار دیا اس میدان میں میں سٹواک فرقہ کی ہمزبان ہوں کہ عقل برترین شے ہے اور نیکی اخلاقیات کی کسوٹی ہے۔ انہوں نے جو دانشمند انسان کا خیالی نمونہ پیش کیا ہے اس سے نفیس تر کوئی چیز نہیں ہوسکتی

ار۔ کچھ زیادہ دن نہیں لگینگے کہ زبان کے متعلق ہمارے قواعد وضوابط دنیا کے سامنے پیش ہونگے۔ اس بارے میں ہم یہ دعوے کرسکتے ہیں کہ ہمنے کچھ تبدیلیاں کی ہیں یہ کچھ قدرتی طور پر اور کچھ غور وخوض کرکے ہم میں سے ہر ایک نے چند الفاظ کو قابل نفرت راندۂ درگاہ قرار دیا ہے ان الفاظ میں اسما بھی اور افعال بھی شامل ہیں اور ہم نے یہ آپس میں طے کرلیا ہے کہ ان مردود لفظوں کو ترک کردیں ہم انکی موت کے فتوے تیار کررہے ہیں اور ہماری علمی مجالس کی افتتاح یوں ہی ہوگی کہ ان مختلف الفاظ کی نثر اور نظم میں ممانعت کی منادی کردی جائے گی۔

فلا۔ لیکن اس ہماری اکادمی کی نفیس ترین تجویز تو یہ ہے کہ زبان کو ایسے گندے اجزا سے پاک کیا جائے جو حسین سے حسین الفاظ سے طرح طرح مل کر خیال کو فحش اور سوقیانہ پن کی طرف لیجاتے ہیں اور کوڑ مغز گندہ ہوں کے دماغ کے کھلونے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں رکیک اور بے شرمی کے کنایات کا گودام بنجاتے ہیں اور جن سے ایسے نابکار مستورات کی حیا اور غیرت کا خون کرتے ہیں۔ یہ تجاویز ایک عظیم الشان ذمہ داری ایک شہرت دوام کی تدبیر ہے جس پر میں تو دل وجان سے لوٹ ہوں۔

تر۔ یقیناً یہ تجاویز قابل قدر ہیں۔

بل۔ ہمارے لسانی قوانین آپ ملاحظہ فرمائیگا ذرا وہ قطعی طور پر ضبط قلم ہولیں۔

تر۔ مجھے یقین ہے کہ ہر قانون مکمل اور عقل و دانش سے لبریز ہوگا۔

ار۔ یہ ہمارے وضع کئے ہوے قوانین ہم کو ہر تصنیف کا فیصلہ کرنے میں مدد دینگے۔ خواہ تصنیف نظم میں ہو یا نثر میں اس کو ان قوانین کی کسوٹی پر کسا جائیگا۔ سوائے ہمارے اور ہمارے خاص خاص دوست احباب کے اور کسی کو یہ حق نہ رہیگا کہ دماغ داری اور طباعی کا دم مار سکے ہم ایک ایک کی نکتہ چینی کرینگے اور چن چن کر عیب نکالینگے یہانتک کہ بس ہمارے سوا اور سب تصنیف سے ہاتھ اٹھالیں۔

سین تیسرا

لے مین۔ ترسوتین۔ فلامنت۔ بلیس۔ ارماند۔ آرنیت
وادیوس

لے۔ موسو کوئی آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے اس کے کپڑے کالے ہیں اور بہت دھیمی آواز میں بولتا ہے۔

تر۔ اہو۔ یہ وہی میرے عالم فاضل دوست ہیں جن کو آپ سے شناسائی کا بیحد شوق ہے اور بڑے اصرار سے میرے پیچھے پڑے ہوے ہیں کہ تعارف کردو۔

فلا۔ آپ شوق سے تعارف کرائیے آپ کو پوری اجازت ہے دیکھو ہوشیار ہم کو اپنی ذہانت اور طباعی کا بڑی خوبی

اظہار کرتا ہوگا۔ ہاں آنریت کہاں چلیں میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے تم سے کچھ کہنا۔۔۔

آن۔ آخر کیا کہنا ہے؟

فلا۔ آؤ یہاں بیٹھو میں ابھی تم سے کہدونگی۔

تر۔ یہی وہ صاحب ہیں جو آپ سے ملنے کے بیحد مشتاق ہیں اور انکو آپ سے ملانے میں مجھے کوئی تامل نہیں اس لئے کہ یہ ایک فاضل اور قابل آدمی ہیں ان پڑھ اور معمولی لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اور بڑے سے بڑے قابل اور بذلہ سنج لوگوں کے مجمع میں کسی سے ہیٹے نہیں۔

فلا۔ جن صاحب سے ان کا تعارف کرایا ہے وہ ان کے علم و فضل اور کمالات کی کافی ضمانت ہیں۔

تر۔ یہ قدیم مصنفوں سے مکمل واقفیت رکھتے ہیں اور یونانی خوب جانتے ہیں فرانس میں ان سے زیادہ اس زبان کا جاننے والا شاید ہی کوئی نکلے۔

فلا۔ یونانی۔ ماشاءاللہ۔ یونانی۔ بہنیں یہ صاحب یونانی زبان جانتے ہیں۔

بل۔ میری پیاری بھتیجی سنتی ہو۔ یونانی۔

ار۔ یونانی۔ کیسی خوشی کی بات ہے۔

فلا۔ ہاں تو موسو آپ واقعی یونانی جانتے ہیں؟ یونانیوں کی خاطر اجازت دیجئے کہ میں آپ کو گلے لگالوں۔

(وہ سبھوں سے گلے ملتا ہے سوائے آنریت کے)

آن۔ موسو مجھے معاف رکھئے۔ میں یونانی نہیں سمجھ سکتی

فلا۔ میں یونانی کتابوں کا بڑا احترام کرتی ہوں۔

وا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آج ہی نیاز حاصل کرنے کے شوق نے اس قدر مجبور کیا کہ کہیں میں بار خاطر یا مخل نہ سمجھا جاؤں اور کسی عالمانہ بحث میں خلل انداز ہو جاؤں۔

فلا۔ موسو یونانی سے واقف ہونے کے بعد آپ کبھی باعث ہرج ہو ہی نہیں سکتے۔

تر۔ صرف یونانی کا جاننا ہی نہیں۔ یہ شاعر ہیں اور انکے کلام میں جدت اور اعجاز ہوتا ہے اور اگر وہ رضامند ہو جائیں تو آپ لوگوں کو محظوظ بھی کریں۔

وا۔ مصنف یا شاعر ہو کر کمزوری ان میں پائی جاتی ہے کہ ہر محفل میں وہ اپنی ہی تصنیفات اور کلام کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ دربار ہو یا عالموں کا مجمع۔ گھریلو صحبتیں ہوں یا دسترخوان یہ کمبخت اپنے سمع خراش اشعار سنائے جاتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ مصنف یا شاعر کا واہ واہ کا بھیک کی طرح در بدر مانگتے پھرنا ایک احمقانہ حرکت ہے اور ایک دفعہ جہاں کوئی ہتھے چڑھ گیا اور کان پر قابو پالیا تو بس پھر نزاخفش کی طرح انکے کان کے کیڑے تک جھاڑ دیتے ہیں کبھی یہ حماقت یہ خبط کسی میں نہیں پایا میں تو اس یونانی حکیم کا ہم خیال ہوں جس نے تمام عالم کو منع کیا ہے کہ اپنی تصنیفات کسی کو نہ سنائیں۔ یہ سنانے کا شوق اور بیتابی ایک بدنما کمزوری ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہاں خوب یاد آیا یہ چند ناچیز اشعار ہیں جو نوجوان طبیعتوں کے لئے لکھے گئے ہیں میں ان پر آپ کی رائے سننا چاہتا ہوں۔

تر۔ آپکے کلام میں ایسی خوبیاں ہوتی ہیں کہ اور کسی کے کلام میں نہیں پائی جاتیں۔

وا۔ حسن اور شاعری کی دیویاں آپ کے کلام کو دلکش بناتی ہیں

تر۔ آپ کا اسلوب آزادانہ ہے اور الفاظ کا انتخاب جو آپ

نہیں رکھتا۔

وا۔ آپکے ہاں آمد کا بہاؤ ہے اور جذبات ہیں کہ امڈے پڑتے ہیں

تر۔ ہمنے آپکے قصیدے دیکھے ہیں۔ اسلوب کا حسن اور بندش کی نفاست میں ٹھوکر ہی نس اور وجل بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔

وا۔ آپکے قصیدے اعلیٰ جذبات اور عاشقانہ رنگ میں ہاریس سے کہیں آگے ہیں۔

تر۔ آپ کے لی ریک سے کوئی شے بہتر ہو سکتی ہے۔

وا۔ آپ کی سانٹ (ہفت بیتی) سے کوئی چیز لگا کھا سکتی ہے

تر۔ آپ کے نغمے مثلث سے زیادہ کسی کلام میں حلاوت آسکتی ہے

وا۔ آپ کے مستزاد میں جو ظرافت اور ذہانت ہوتی ہے وہ کسی اور کے ہاں کب ملتی ہے؟

تر۔ خصوصیت کے ساتھ ترجیع بند آپ کا حصہ ہے۔

وا۔ آپ کا مرصع کلام پرستش کے قابل ہے۔

تر۔ کاش فرانس کو آپ کی قدر ہوتی۔

وا۔ کیا ہی خوب ہوتا کہ زمانہ طباعی کے ساتھ انصاف کرتا۔

تر۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایک نہ ایک دن سنہری بگی میں پھرا کروگے۔

وا۔ ہم دیکھینگے کہ لوگ تمہارے بت کھڑے کرینگے۔ اہا۔ حسن اتفاق سے یہ ایک ترجیع بند جیب میں پڑا رہ گیا۔ براہ کرم اس پر میری استدعا ہے کہ بیلاگ ....

تر۔ آپ نے وہ چھوٹی سی سانٹ (ہفت بیتی) ابھی دیکھی شہزادی یورانی کے بخار پر۔

وا۔ ہاں۔ کل کسی نے ایک محفل میں سنائی تھی۔

تر۔ آپ کو معلوم ہے وہ کس کی ہے؟

وا۔ نہیں۔ لیکن اتنا مجھے خوب معلوم ہے کہ سچ پوچھیے تو یہ سانٹ (ہفت بیتی) لغو بھی ہے۔

تر۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک تحفہ نظم ہے

وا۔ تو کیا ہوا! لوگوں کا خیال ایک چیز کو لچر ہونے سے نہیں باز رکھ سکتا ہے آپ نے اگر اس نظم کو دیکھا ہوتا تو آپ بھی میرے ہمزبان ہوتے۔

تر۔ اس معاملہ میں یقین مانئے میں ایسا ہرگز نہ کرتا گنتی کے ہی آدمی ہوں گے۔ جو ایسی نظم لکھ سکیں۔

وا۔ خدا مجھ سے ایسی خرافات نہ لکھوائے۔

تر۔ میرا دعوے ہے کہ اس سے بہتر چیز نہیں لکھی جا سکتی اور اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اس نظم کا لکھنے والا میں ہوں

وا۔ آپ؟

تر۔ ہاں میں۔

وا۔ مجھے اچنبا سا ہے۔

تر۔ واقعہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے اس نظم میں کوئی بات آپکے مذاق کی نہ ہوگی اس لئے آپ کو لطف نہیں آیا۔

وا۔ آپ نے کچھ تو مجھ سے نہیں سنا ہوگا۔ یا پڑھنے والے نے بگاڑ کر پڑھا ہو خیر اس مضمون کو بدلئے اور میرے ترجیع بند کو سنیئے

تر۔ بات یہ ہے کہ ترجیع بند ایک پھیکی سی چیز ہوتی ہے اور اب تو اس کا رواج بھی نہیں رہا۔ اس میں سے کچھ پرانے پن کی بوباس آتی ہے۔

وا۔ تاہم بہت سے لوگ ترجیع بند کو دلکش سمجھتے ہیں۔

تر۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ انکی رائے مجھے خرافات سمجھنے سے باز رکھے۔

وا۔ محض آپکے سمجھنے سے کوئی یہ صنف سخن بری ہونے سے تو رہی۔

تر۔ البتہ ترجیع بند دکھاوے کے شاعروں اور عالموں کیلئے دلکش ضرور ہے۔

وا۔ لیکن باوجود اس کے بھی آپ اسے پسند نہیں فرماتے۔

تر۔ تم ناسمجھی سے اپنی برائیاں اوروں پر ڈالتے ہو۔

وا۔ تم گستاخانہ طور پر اپنے معائب اوروں کے سر چپکتے ہو۔

تر۔ خان ہو یہاں سے۔ بھک منگا گداگر ہاتھ سے قلم کو گھس گھس کے سوا اور کیا آتا ہے۔

وا۔ منہ کالا کر لکھے کا مضمون نگار اس شریف پیشہ کا بدنما داغ

تر۔ لبابن اوروں کی کتابیں اپنا نام سرقہ کرنے اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لیکر۔

وا۔ دور ہو۔ مسخرا

فلا۔ صاحبو بس جانے دیجئے۔ آخر آپکا اب منشا کیا ہے؟

تر۔ جا جو شرمناک چوریاں یونانی اور لاطینی مصنفوں کی کی ہیں اس کا بدلہ یہ کر کہ چینی بھر پانی میں ڈوب مر

وا۔ جا۔ ہارس کے اشعار کا جو خون کیا ہے اس کا بدلہ یوں کر کہ دیوار سے سر پھوڑ لے۔

تر۔ اپنی کتاب کو بھول گیا۔ کیسی مری پیدا ہوئی۔

وا۔ اور تو نے فراموش کر دیا کہ تیری کتابیں جس مطبع میں چھپیں اس کا دیوالہ پٹ گیا۔

تر۔ میری شہرت قائم ہو چکی ہے اس کو اب کون مٹا سکتا ہے

وا۔ خیر جاتا کہاں ہے میرے دست ہجو گو کے تجھے نہ حوالے کیا ہو تو جب کہنا

تر۔ اور میں بھی تجھے اس کے حوالے کرونگا

وا۔ لیکن منہ دھو رکھو مجھے معلوم ہے کہ وہ میری نسبت عمدہ رائے رکھتا ہے جہاں کہیں مجلس میں مٹ بھیڑ ہو جاتی ہے تو وہ بے تکلفی سے میری پسلیوں میں ہلکے سے انگلی بھونکدیتا ہے لیکن تمہارا کسی نظم میں پیچھا نہیں چھوڑتا اسلئے تیر ہمیشہ تم کو ہی نشانہ بناتے ہیں۔

تر۔ یہی تو وجہ ہے کہ میرا اعجاز زیادہ ہے تم کو معمولی لوگوں میں شمار کرتا ہے ان غیر ممتاز لوگوں میں جنکا وجود توجہ کے لائق نہیں ایک وار تمہارا کام تمام کر دینے کو کافی تھا اور پھر کبھی اس نے دوسرے وار کی تمہیں عزت نہیں بخشی لیکن مجھ سے دست بدست ہوتی ہے جیسا کہ معزز مخاصمین کا دستور ہے وہ جانتا ہے کہ میرے مقابل میں اپنا سارا زور لگانا پڑیگا۔ اسکے وار طرح طرح سے اور مختلف سمتوں سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ اسے کبھی اپنی جیت کا یقین نہیں آتا۔

وا۔ میرا قلم تمہیں دکھا دیگا کہ میں کس قسم کا انسان ہوں

تر۔ اور میرا یہ ثابت کر دیگا کہ میں تمہارا استاد ہوں

وا۔ بھری محفل میں ٹوکتا ہوں کہ نظم و نثر یونانی لاطینی جس میں چاہو مقابلہ کو موجود ہوں

تر۔ بہت خوب کبھی تو تم بارین کی دکان میں اکیلے ہاتھ لگو گے۔

سین چوتھا

ترسوتین۔ فلامنت۔ ارماند۔ بلیس۔ آنریت

تر۔ میں غصہ میں آگ بگولا ہو جاتا ہوں آپ خیال نہ کریں
مجھے تو اس پر آگ لگی کہ آپ نے عمو میری سامنے (اسفت مبتی) کے
متعلق رائے قائم کی اس پر حملہ کیا جائے۔

فلا۔ میں اس بات کی کوشاں رہونگی کہ آپ دونوں میں
مصالحت ہو جائے۔ خیر اب اور کوئی تذکرہ کیجئے۔ آنریت
اوسرآ! مدت سے مجھے الجھن ہے کہ تم میں ذہانت اور طباعی
کی کوئی تو علامت ظاہر ہو۔ میں نے اب ایک تدبیر سوچی ہے
جس سے یہ چیز تم میں پیدا ہو جائیگی

آن۔ آپ خواہ مخواہ میرے بارے میں اتنی پریشانی
اٹھاتی ہیں علمی ذکر اذکار میرے حصہ میں نہیں آئے ہیں تو
سیدھی سادی زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ ہر وقت اسی
سوچ بچار میں رہنا کہ کوئی پھڑکتی پھڑکانے والی بات کہی جائے
ایک وبال ہے میرے دماغ میں اس قسم کا شوق و ذوق
آنے نہیں پاتا۔ اماجان میں اپنی کوڑ مغزی پہ شاکر ہوں
میں تو اسی طرح کی بول چال پسند کرتی ہوں جو اور لوگ عموماً
بولتے ہیں۔ مجھے نفیس نفیس علمی زبان سے الجھن سی ہوتی ہے

فلا۔ اور یہی تو وہ بات ہے جس نے میرے دل میں گھاؤ
ڈال دیئے ہیں۔ اپنے ہی گوشت پوست لخت جگر سے مجھے اس
رسوائی کی ہرگز توقع نہ تھی حسن صورت سطحی ہوتا ہے اسکی
جڑیں جلد کے نیچے نہیں جاتیں وہ ایک بوداز یور ہے
ایک پھول مرجھانے والا۔ گھڑی بھر کی طمطراق ہے۔
حسن باطن مضبوط اور پائدار ہوتا ہے اسی لئے مجھے اس
بات کی تلاش تھی جس سے تم میں وہ حسن بھی نمودار ہو
جسے زمانہ مٹا نہیں سکتا سوچتی تھی کہ ایسا ذریعہ ہاتھ لگ جائے
جس سے تمہارے دل میں علم و فضل کا شوق پیدا ہو
اور تم بھی علمی زیور سے بن سنور جاؤ۔ قصہ مختصر
میں نے یہ بات طے کر لی ہے کہ تمہیں کسی زبردست عالی دماغ
آدمی کے پلے باندھ دوں اور یہ موسیو وہ آدمی ہیں اور میں
تم سے کہے دیتی ہوں کہ اب انکو اپنا دولہا سمجھو جسکو میں نے
انتخاب کیا ہے

آن۔ اماجان میں۔

فلا۔ ہاں تم اور کون۔ اب کوئی دن جاتے ہیں کہ اپنے
آپ کو جان بوجھکر سٹرن بنانا بھول جاؤ گی۔

بل۔ ہاں میں تاڑ گئی! تمہاری آنکھیں میری اجازت
کی طالب ہیں کہ آپ اپنا دل جواب تک میرا تھا کسی اور کے
حوالے کریں۔ ہاں شوق سے ایسا کیجئے میں بخوشی اجازت
دیتی ہوں میں آپ کی ان نئی زنجیروں کے سپرد کئے دیتی
ہوں۔ اس شادی سے آپکے سب معاملات بنجائینگے۔

تر۔ میم صاحب مجھے اپنی خوشی کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں
ملتے اس رشتہ سے جسکی مجھے عزت حاصل ہوئی ہے۔

آن۔ ذرا رسان رسان وہ وقت تو آجائے ابھی یہ بات
طے نہیں ہوئی ہے اتنی جلد بازی نہ کیجئے۔

فلا۔ یہ بھی کوئی جواب ہے؟ تم جانتی ہو خیر تم میرا مطلب
سمجھ گئیں۔ آئیے انکو تنہائی میں سوچنے کا موقع دیں۔
یہ اپنے آپ ٹھیک ہو جائینگی۔

(باقی آئندہ)

حصہ نظم

جناب صاحب عالم مرزا نظام شاہ صاحب لبیب

خوب رو فرقت میں اور اشک رواں میں ڈوب جا
سوز دل بن جا سراسر اور فغاں میں ڈوب جا

دامن افشاں اٹھ بگولے کی طرح سوئے فلک
قطرہ زن جوں ابر ہو یا بحر جاں میں ڈوب جا

جوں بصیرت دل نشیں رند مئے آشام ہو
جوں بصارت دیدۂ پیر مغاں میں ڈوب جا

یا فضا میں پھیل جا نور سحر کے رنگ میں
یا ستارہ بن کے اے دل آسماں میں ڈوب جا

یا نہ رہ مانند عنقا اور جہاں میں نام کر
یا ہما بن کر اسی نام و نشاں میں ڈوب جا

نالہ و فریاد بھی اک داغ ہستی ہے لبیب
درد بن جا اور اپنی داستاں میں ڈوب جا

خمار صہبا

جناب صہبا صاحب مارہروی علیگ

اسیران قفس کو پھر تمنا ہے بیاباں کی
مجھ ہی پر گر پڑیں یارب یہ دیواریں گلستاں کی

تصور سے نگاہ یار کے اکثر بناتا ہوں
میں اپنے دل کے ہر گوشہ میں تصویریں گلستاں کی

دل مجبور پھر قیدی بنا ہے تیری زلفوں کا
یہی تعبیر ہے شاید مرے خواب پریشاں کی

مری اک یاد آئی تھی اسے بھی تم نے ٹھکرایا
یوں خاطر کیا کرتا ہے کوئی اپنے مہماں کی

مری قسمت میں سودا ہے تری زلف پریشاں کا
مری تقدیر میں تصویر ہے زلف پریشاں کی

جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی مرحوم

جب تصور میں وہ جلوہ نظر آتا ہے مجھے
بیچ میں آنکھ کا پردہ نظر آتا ہے مجھے

محفل حسن کہاں مصر کا بازار کہاں
یہ اوسی عشق کا سودا نظر آتا ہے مجھے

عشق چشم بت کافر میں خدا پہ ہے نظر
صاد آنکھوں پہ اوسی کا نظر آتا ہے مجھے

اوس جفا جو کی چمکتی ہوئی تلوار کا گھاٹ
بحر الفت کا کنارہ نظر آتا ہے مجھے

کس توقع پہ لکھوں حال دل زار اونہیں
ورق امید کا سادا نظر آتا ہے مجھے

یاد آجاتی ہے پیری میں جوانی کی بہار
جب کبھی دھوپ میں سایا نظر آتا ہے مجھے

حشر میں تیرا سیہ نامۂ عصیاں شوکت
دامن عفو پہ دھبا نظر آتا ہے مجھے

جناب نذیر حسین صاحب صدیقی جنون

نا واقف خیال نشاط و سرور ہوں
ہنستا ہوں اس لئے کہ میں دنیا سے دور ہوں

سر تا بپا خطا ہوں سراپا قصور ہوں
الفت ہی جرم ہے تو میں مجرم ضرور ہوں
وہ دل ہوں جسکو چین نہیں کائنات میں
وہ شیشہ ہوں کہ سنگ حوادث سے چور ہوں
یارب کشاکش غم ہستی کہاں تلک
دنیا کے ذرہ ذرہ سے میں اب نفور ہوں
بے صبریوں کا میری جنوں پوچھنا ہی کیا
عاشق کا دل ہوں اور دل ناصبور ہوں

جناب وامق صدیقی صاحب بدایونی

جہاں غبار اٹھا آہ شعلہ بار کے ساتھ
حجاب قدس [illegible] چھپنی غبار کے ساتھ
[illegible]
ملا دیا تیری رحمت نے تار [illegible] کے ساتھ
مری جہان تمنا کے سبزہ زاروں میں
اٹھا ہے جوش نمو آمد بہار کے ساتھ
تمہارے وامق حسرت پرست نے ابتک
نبھائی کشمکش جبر و اختیار کے ساتھ

جناب سلطان احمد صاحب واقف

نہ جانے عشق میں کیا انقلاب ہوتا ہے
ہر ایک بات میں اک اضطراب ہوتا ہے
کسیکو نشہ یونہی بے شراب ہوتا ہے
ہوا جو سر میں ہو قطرہ حباب ہوتا ہے
نقاب رخ پہ سر خلوت میں بھی معاذ اللہ
وہ کہیں آتے ہیں تو بھی حجاب ہوتا ہے
بلائے جاتے ہیں محشر میں دیکھنے والے
اب اس ادا سے کوئی بے نقاب ہوتا ہے
ہم اونکے بندے ہیں اور امنسے ناامید نہیں
بلا سے حشر کے دن گر حساب ہوتا ہے
جب اوسکے سامنے کچھ بات بن نہیں پڑتی
گلہ ترا دل خانہ خراب ہوتا ہے
سمجھکے پوچھتے ہیں شرح آرزو سنکر
بیان کسکا پریشان خواب ہوتا ہے
دلوں سے پوچھیے اک ناوک مژہ کا اثر
ہزار درد جگر کا جواب ہوتا ہے
ہزاروں جام نظر آتے ہیں بزم میں واقف
جو شبکو دور میں جام شراب ہوتا ہے

جناب قطب الدین خاں صاحب فاکر

جگر زخمی زباں سوکھی پریشانی خیالوں کی
یہی ہوتی ہے حالت اون سے الفت کرنیوالوں کی
زبان پر اثر میری تمنا یہی لائے گی
پہنچتی ہیں صدائیں اونکے گھر تک میرے نالوں کی
سیہ بختی ہی اپنی خوش نصیبی کی علامت ہے
کہ روشن اندنوں رہتی ہے دنیا شمع جمالوں کی
دھواں اوٹھتا ہے جلتی ہے زمیں آتش برستی ہے
ابھی دیکھی نہیں تاثیر تم نے میرے نالوں کی (طرح)
جنوں نے ٹھانلی ہے دشت پیمائی کی پھر دیکھیں
دوبارہ تازگی ہوگی میرے پاؤں کے چھالوں کی
بہاری خوبیاں مرتے ہی فاکر جاتی رہیں
[illegible] گی اک تاریخ [illegible] کمالوں کی

اور اسکی پرستش میں بھی کوئی تامل نہیں ہوتا۔ خیر میرا ماجرا سنئے، کہ میں گھر لوٹا اور یہ ٹھان لی کہ ایسی لڑکی، یہ حسن، یہ دلربائی!...... یقیناً وہ میری بیوی بننے کے قابل ہے غرض دوسرے دن میں نے پیغام بھیجا۔

"اس نئی روشنی پر خدا کی مار!! انہزار آدمی نہ صرف ہمارے سماجی طبقہ میں بلکہ بدقسمتی سے غربا کے یہاں بھی!.... غرض جن کے سر شادی کا سہرا بندھا ہے، میرا خیال ہے کہ ایک بھی ایسا نہ ہوگا جسکی غازی میاں کی طرح بیاہ سے پہلے بیسیوں شادیاں نہ ہو چکی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ اب بھی میں پاکدامن نوجوانوں کے متعلق جو پاکدامنی کو محض کھلونا نہیں سمجھتے بلکہ اس پر انکا کافی اعتقاد ہے، سنا کرتا ہوں اور انکے نیک سیرت ہونے کا مجھے اعتراف ہے خدا ایسے نوجوانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے!!! لیکن ہمارے زمانے میں تو ہزاروں میں ایک بھی ایسا نظر نہ آتا تھا بہر حال ہمارے یہاں کی یہ ایک عام حالت ہے گر اس پر اب بھی ہم جان بوجھ کر انجان بنے ہوئے ہیں گویا ہمارے یہاں یہ واقعات رونما ہی نہیں ہوتے

"تمام ناول **ہیرو** کے حرکات و سکنات، جذبات و احساسات، درخت و صحرا کے دلچسپ مناظر جہاں عشاق اختر شماری کیا کرتے ہیں!...... غرض اس قسم کے غیر ضروری واقعات سے مالا مال ہیں لیکن جہاں کسی نوخیز لڑکی سے محبت کا ذکر آتا ہے تو **ہیرو** کے گذشتہ واقعات زندگی کا کوئی ذکر و مذکور ہی نہیں ہوتا یا اگر اس قسم کے ناول ہیں بھی تو وہ ان بیچاریوں سے جو ان واقعات کو جاننا اور سمجھنے کیلئے بیتاب رہتی ہیں، مستور چھپائے جاتے ہیں

انہیں دہوکا دیا جاتا ہے کہ یہ بدکاریاں جو ہمارے شہر اور دیہات کے مزدوروں کی زندگی کا بہترین حصہ غارت کر دیتی ہیں حقیقتاً خارج الوجود چیزیں ہیں ہم بھی سنتے سنتے اس ظاہرداری کے اتنے خوگر ہو جاتے ہیں کہ رفتہ رفتہ ہمیں بھی یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم اخلاقی فضا میں رہتے ہیں اور اخلاقی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لڑکیاں! غریب بچیاں اسکو صحیح سمجھنے لگتی ہیں میری بدنصیب بیوی کا بھی میرے متعلق یہی گمان تھا۔ میں نے اسکو اپنی شادی سے قبل کا روزنامچہ دکھایا تاکہ اسے میری گذشتہ زندگی کا اندازہ ہو سکے، اور اپنے شہدے پن کے کارنامے بھی خاص طور سے دکھلائے مبادا اسکی خبر مبالغے کے ساتھ اغیار اسکے کانوں تک پہونچائیں یقین مانئے کہ یہ سب دیکھکر وہ چونک اٹھی اور دہشت و استعجاب کے مارے اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے فوری قطع تعلق کے لئے بالکل آمادہ تھی۔

میں "لیکن ایسا کرنے کیلئے اسے کونسی چیز مانع تھی؟"

اسنے پھر اپنی وہی عجیب آواز نکالی۔ کچھ دیر ساکت رہا اور پھر چاء پی لی۔

"ایسا ہوتا تو البتہ خوب ہوتا..... ایسا ہی ہونا تھا میرے لئے بھی ٹھیک ہوتا،"

(۶)

"بہر حال یہ میرا مقصد نہیں۔ میں کہنا تو یہ چاہتا ہوں کہ فی الحقیقت اسمیں دہوکا غریب لڑکیوں کو ہوتا ہے ایسے شوہروں کے ہاتھوں تباہ ہو کر اپنا بدلہ خوب نکالتی ہیں

اور مردوں کو بھلاوے میں رکھکر خاصہ بیوقوف بناتی ہیں پھر اپنے اور اپنی بیٹیوں کے لئے خاطر خواہ مرد پیدا کر لینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتیں آپ کیا کہتے ہیں مردوں کو پھانسنے کے ہتکنڈے وہ خوب جانتی ہیں۔

"دراصل مرد ہیں جو اس راہ میں بالکل کورے رہتے ہیں ہمارے کورے پن کی صاف وجہ یہ ہے کہ ہم ان معاملات کو سوچنے سمجھنے کی مطلق پروا نہیں کرتے عورتیں خوب جانتی ہیں کہ محبت کی شعریت اور لطافت کا انحصار حسن اخلاق پر نہیں بلکہ از دیاد تعلقات پر ہے، یا تو پھر ظاہرہ بناؤ سنگار، مثلاً بالوں کی صفائی یا پوشاک کی سج دھج پر کسی طرح طنازی سے جسکا ہر روز کا یہی کام ہو کہ مردوں کو اپنی جانب کسطرح مائل کرلے، ذرا سوال تو کیجیے کہ ان دو خطرناک صورتوں میں وہ کونسی صورت اختیار کریگی...... آیا وہ اپنی بے حیائی، ہرجائی اور عیاری کی سزا بھگتنا پسند کریگی، یا اپنے عشاق کے سامنے بلا زیب و زینت، پھٹے حالوں اور گندے لباس میں آنا؟ یقین مانیے کہ وہ اول الذکر صورت اختیار کریگی۔ یہ کیوں؟ محض اسلئے کہ اسکو مردوں کی کمزوریوں کا اچھی طرح سے احساس ہے، وہ خوب جانتی ہے کہ مرد اعلےٰ جذبات اور خواہشات کا محض دعویٰ ہی دعوے کرتے ہیں لیکن انکا اصلی مقصد عورت کی ذات اسکے گوشت و پوست سے وابستہ رہتا ہے اس لئے وہ عورت کی اخلاقی کمزوریوں کے نظر انداز کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن وہ میلی کچیلی پوشاک کو جس سے بدتمیزی یا پھوہڑ پن کا اظہار ہو کبھی درگزر نہیں کرتے ایک چنچل عورت سے لیکر معصوم اور بے گناہ لڑکیوں تک سب میں یہ مرض عام طور سے پھیلا ہوا ہے اس فن میں سب کی سب طاق ہیں۔

اگر ایسا نہیں تو یہ تکلف کا جوبن، پوشاک کے اوپر آگے پیچھے یہ ذرا ذرا انگل ابھار یہ برہنہ شانے، یہ بے نیام بازو؟ یہ جگمگاتے ہوئے سینے کس لئے ہیں؟ عورتیں...... خصوصاً ایسی عورتیں جو مردوں کی تختہ مشق رہ چکی ہوں، غالباً اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ مردوں کے ساتھ اعلیٰ مباحث و مسائل پر ہم صحبت ہونا کیا ہی بے معنی چیز ہے اسلئے کہ ایسے موقع پر مرد کی انتہائی خواہش عورت کے گوشت و پوست اور اسکی دلفریب جلوہ آرائیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی غرض دونوں کچھ سمجھ بوجھ کر ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد عمل قائم کرتے ہیں۔"

میں بھی گراجویٹ ہوں اور تو بھی گراجویٹ
علمی مباحثے ہوں ذرہ پاس آ کے لیٹ

اے کاش اگر ہم بیہودگی اور نازیبا تکلفات کو جو آجکل ہماری فطرت کا ایک جزو لاینفک ہیں، دور کرسکیں اور طبقہ امرا کی اصلی اور صحیح طرز معاشرت پر غور کریں تو ہمیں ایک شرمناک مرقع نظر آئیگا۔

آپکو مجھ سے اتفاق نہیں؟ اچھا تو میں اسکو ثابت کرتا ہوں" مجھ سے قطع کلام کرتے ہوئے اس نے یہ الفاظ دعوے کے ساتھ کہے۔

"اچھا تو آپکا کہنا یہ ہے کہ ہماری عورتیں اعلیٰ تر مقاصد کی طلب میں جسکی گرد کو بازاری عورتیں پہونچ نہیں سکتی کوشاں رہتی ہے کہ؟ لیکن میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ

ایسا دراصل نہیں ہوا کرتا میرا یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ اسکا ثبوت بھی ابھی پیش کرتا ہوں اگر لوگوں کے مقاصد زندگی اور انسانی حیات و ممات کے معنی اور مفہوم میں بلا کا اختلاف ہو تو اس اختلاف کی جھلک ان کے ظاہرہ عادات و اطوار میں صاف نظر آئیگی اسیطرح افراد اور ان کے مقاصد میں بھی بلا کا اختلاف ہوگا۔ اچھا تھوڑی دیر کیلئے ان بدنصیب، حقیر و ذلیل عصمت فروش عورتوں کے حال پر بھی غور کیجئے اور پھر ان کا شریف گھرانوں کی عورتوں سے مقابلہ کیجئے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وہی بناؤ سنگار، وہی لباس، وہی تیل پھلیل وہی دست و بازو کی عریانی، وہی جوبن، وہی ابھار وہی بیش قیمت جواہرات اور زیورات کا خبط، وہی تعیش، ناچ رنگ، گانا بجانا!!! اسکے سوا اور بھی کچھ نظر آتا ہے؟ جسطرح بازاری عورتیں یہ چونچلے اپنے دام میں پھانسنے کی غرض سے کام میں لاتی ہیں، شریف بیویاں بھی اس سے نہیں چوکتیں۔ اس حیثیت سے دونوں میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں

(۷)

"غرض یہ کہ میں انھیں شعبدے بازیوں کا شکار ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ میری گرفتاری قابل تعجب نہ تھی اسلئے کہ میری تو ترتیب ہی اسی قسم کی ہوئی تھی۔ ذرا ہمارے محرک اور پر تکلف کھانوں پر تو غور کیجئے جو انسان کو کاہل الوجود بنانے کے علاوہ شہوت پرستی کی جانب مائل کر دیتے ہیں۔

"آپکو استعجاب ہو خواہ نہ ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں لیکن میں نے جو کچھ بیان کیا ایک حقیقت ہے مجھے خود بھی اس حقیقت کا انکشاف اس سے قبل تک نہ ہوا تھا اور مجھے بڑی کڑھن تو اس بات کی ہے کہ لوگ اب بھی اس سے باخبر نہیں ہوتے اور اسیطرح واہیات خرافات بکا کرتے ہیں جیسا کہ کچھ دیر پہلے وہ "لیڈی" صاحبہ کہہ رہی تھیں۔

"پار سال غالباً موسم بہار کے زمانے میں ہمارے محلے کے چند کسان ریلوے پل کی تعمیر میں کام کر رہے تھے عام طور سے ایک توانا کسان کی غذا جبکہ وہ کھیتی باڑی کے معمولی کام میں مصروف ہو تو روٹی اور پیاز کی ڈلی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور یہی کھا کر وہ زندہ تندرست اور چاق و چوبند رہتا ہے جب وہ ریلوے کمپنی کا کام کرتا ہے تو اسکی روزانہ غذا دلیہ اور سیر آدھ سیر گوشت ہوا کرتی ہے اور یہ گوشت اسے سولہ گھنٹے کی مستقل عرقریزی میں بخوبی کام دیتا ہے۔ اسکے برخلاف ہم گوشت انڈے مچھلیاں اور نہ جانے کیا کیا محرک اور حرارت پیدا کرنیوالی غذائیں ڈھکوس لیتے ہیں اور آپکو معلوم ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

اس سے دنیا بھر کی بے اعتدالیاں، حد درجہ کی بے شرمیاں رونما ہوتی ہیں جنکو ہم محبت اور عشق کے نام سے ملقب کرتے ہیں۔

اسیطرح مجھپر بھی عشق کا بھوت سوار ہوا اور اسکی تمام علامتیں مجھ میں پائی جاتی تھیں۔ خود رفتگی، نشاط عشق، جوش محبت، غرض شان عاشقی کا پورا لوازمہ مجھ میں موجود تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری محبت ایک طرف تو نفس حیوانی کی خباثت اور حسن کی جامہ زیبی کا نتیجہ تھی اور دوسری طرف پر لطف غذاؤں اور تن پروری کا۔ سچ کہتا ہوں

شام کی ہوا خوریاں اور شاہدان شوخ و شنگ کی یہ بے حجابیاں اگر نہ ہوں تو دنیا کو ایک سرے سے سکون ہی سکون رہے اگر میری بیوی سیدھا سادا حجاب اختیار کرتی اور پردہ میں بیٹھتی اور میں بھی اجنبیوں کا وتیرہ چھوڑ کر اعتدال کی زندگی بسر کرتا تو کاہے کو ان ناپاک نتائج کا شکار ہوتا اور کیوں مفت میں ان واقعات سے جو چار و ناچار دیکھنے پڑے دو چار ہونا پڑتا۔

(۸)

"بہر حال گرد و پیش کے واقعات، خود طبیعت کی افتاد، جامہ زیبیوں اور ہوا خوریوں نے میری زندگی کو تھوڑے زمانے تک کامیاب بنا دیا اسمیں شک نہیں کہ اس سے قبل بیسیوں مرتبہ مجھے ناکامی ہوئی تھی مگر اگلی مرتبہ میری مراد بر آئی اور کہنا یہ چاہیے کہ بالآخر کار میں ایک جال میں پھنس گیا۔

"میرا یہ کہنا کہ آجکل کی شادیاں بھی ایک قسم کا جال ہیں مذاقیہ پیرایہ میں نہیں ہے آپ ہی فرمائیے کہ ان شادیوں میں کوئی چیز بھی آئین فطرت کے موافق ہوتی ہے؟ ایک لڑکی بالغ ہوتی ہے اور اس کا بیاہ دینا ضروری ہے بادی النظر میں یہ ایک معمولی سی بات ہے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ لڑکی چنچل نہیں ہے اور اسکے بیسیوں طلبگار کھڑے ہو جاتے ہیں اگلے زمانے کو جانے دیجئے اسوقت تو کوئی بات نہ تھی لڑکی ایام بلوغت کو پہنچی اور ماں باپ نے فوراً اسکو کہیں ٹھکانے لگا دیا یہ طریقہ چینیوں، ہندوستانیوں، مسلمانوں ممالک وسط کے نیچے طبقوں بلکہ دنیا کے بیشتر حصوں میں اب بھی رائج ہے اور بجز معدودے چند کسی نے بھی ابتک کوشش نہیں کی کہ اس مسئلہ میں ترمیم و تنسیخ کیجائے یا یہ کہ شادی کا ایک سرے سے نظام ہی بدل دیا جائے بہر حال یہ تو آپ جانتے ہی ہونگے کہ اس نظام نو کے خصوصیات کیا ہیں؟ لڑکیاں گھر میں بیٹھی رہتی ہیں اور جسطرح گاہک مال کی تلاش میں نکلتے ہیں تاکہ اپنی پسند کا سامان ٹھوک بجا کر لیں، اسیطرح عشاق بھی بیویوں کی جستجو میں گھر گھر تاکتے جھانکتے پھرتے ہیں لڑکیاں بھی اپنی جانب مضطرب و بےچین رہتی ہیں کہ خدا جانے کسکی نظر انتخاب انکی آرزوؤں کا فیصلہ کرے لیکن باینہمہ صاف تو کہہ نہیں سکتیں کہ مجھ پر بھی ایک نظر! خدارا ایک نظر ادھر بھی!! اے کیسے جنس حسن کے خریدار ہو؟ اس کالی بلی میں کیا دھرا ہے؟ مجھے دیکھو! میں صانع حقیقی کی قدرت کا سراپا نمونہ ہوں! دیکھو تو یہ سج دھج یہ جوبن یہ جوانی یہ صورت، پہلے بھی کبھی دیکھی تھی؟" یہ تو عورتوں کا مذکور تھا۔ مرد بھی ہیں کہ نہایت مگن ہو کر قدم بازیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ادھر نظر دوڑائی۔ ادھر آنکھ لڑائی اور دل ہی دل میں خوش ہیں کہ "بندہ" تو نہیں پھنسنے کا کھلاڑی کچی گولیاں نہیں کھیلتے!! غرض اسطرح نظر بازیاں کرتے پھرتے ہیں اور ہر اچھی صورت کو تکتے ہیں اور مارے خوشی کے جامے میں نہیں سماتے بالآخر تمام چالاکی اور عیاری دھری ہی رہ جاتی ہے اور کوئی نہ کوئی بیوقوف بنکر جال میں گرفتار ہی ہو جاتا ہے۔

میں:۔ "پھر آپکا مطلب کیا ہے؟ آپکا یہ تو منشا نہیں کہ لڑکیاں خود ستو باندھکر بر تلاشی کریں؟"

اگر بیاہ منگنی کا دلالوں یا شاطروں کے ذریعہ قرار پانا دولت پر مبنی ہے تو میرا خیال ہے کہ ہمارا موجودہ نظام اس سے اسدرجہ ذلیل ہے اس لئے کہ اول الذکر صورت میں طرفین کو روہی سہولتیں اور آزادیاں حاصل رہتی ہیں۔ اسکے برخلاف مؤخر الذکر صورت میں عورت کی حالت اس غلام سے کم نہیں جو ہر بازار بیچا جائے یا یہ کہ وہ مردوں کے پھانسنے کا محض ایک جال ہے۔

"کسی ماں یا اس کی لڑکی سے یہ کہئے تو سہی کہ اسکے تمام منصوبوں کا لب لباب یہ ہے کہ وہ مردوں کو الو بنا کر پھانسنا چاہتی ہے خدا کی پناہ!! بھلا اس سے بھی بڑھکر کوئی کلمۂ کفر ہو سکتا ہے؟ لیکن مزہ تو یہی ہے کہ سب کہ سب یہی کیا کرتی ہیں اور اسکے سوا کوئی چارہ کار انہیں نظر بھی نہیں آتا خصوصاً بعض اوقات تو یہ دیکھکر بڑی کوفت ہوتی ہے کہ بالکل نوخیز نوعمر اور بھولی لڑکیاں بھی اس سے نہیں بچتیں کیا یہ افسوس کا مقام نہیں! لیکن کم سے کم یہ حرکتیں اگر علے خزینے کیجائیں تو کوئی بات نہ تھی لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب جعلسازیاں ہیں، دھوکے بازیاں ہیں۔

"کتنی مائیں ہیں جو اسطرح وہ ان کی نہیں لیتیں (مسئلہ ارتقا (ڈارون) نے بھی بیکا دماغ پایا تھا۔ میری مینا تو کتاب کا کیڑا ہے اخبار اور رسالے بغیر تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی، نمائش کی وہ شیدا اور پیام یار کی دلدادہ ہے۔ تم نمائش مصنوعات ملکی دیکھنے جاؤ گے بڑی ہی سبق آموز جگہ ہے۔ شام کی ہوا خوری اور موٹر کشتی تصویر موسیقی ..... واہ کیا کہنے یہ چیزیں تو روح میں بالیدگی پیدا کرتی ہیں، میری مینا تو موسیقی کی دیوانی ہے .... طبلہ پر تو وہ تھاپ دیتی ہے کہ بجانے والے ہی شاید کچھ پہچان سکیں مگر بھئی، تم کیسے بےحس ہو کہ تمہیں ان چیزوں میں دلچسپی ہی نہیں"

بہر حال ان تمام اشارات کا مطلب ایکساں ہے دو چار لفظ بڑھا دیجئے اور پھر تمام مطلب صاف ہے یعنی یہ کہ "کچھ جیب خالی کرو کھاؤ کھلاؤ اڑاؤ لٹاؤ بیوی کہیں مفت ملتی ہے، خدا کی پناہ! اس جعلسازی اور دروغگوئی پر خدا کی مار"

اور پھر بچی کھچی چائے کو ختم کرکے اسنے پیالیاں اور برتن اٹھانے شروع کئے

(۹)

گفتگو کا سلسلہ پھر شروع کرتے ہوئے اور چاء اور شکر کو ایک تھیلے میں ڈالتے ہوئے۔

"ہاں جناب! مردوں پر عورتوں کے غالب ہونیکا راز اسی میں ہے اور اسی کے باعث تمام دنیا ایک عذاب الیم میں گرفتار ہے۔

میں" عورتوں کا غالب ہونا کیا معنی؟ جملہ حقوق اور آزادیاں تو مردوں کا حصہ ہیں۔

"ہاں ہاں!! یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں یہیں تو اس عجیب حقیقت کا پتہ لگتا ہے کہ ایک حیثیت سے تو عورتیں بالکل بیکس اور بندۂ مجبور ہیں اور دوسری حیثیت سے انکی ٹکر کا کوئی نہیں پہلی صورت میں تو انکی روداد بالکل یہودیوں سے ملتی جلتی ہے جسطرح یہودی اپنے ستم رسی کی تلافی حصول مال اور تاثر سے کر لیتے ہیں، عورتوں کا بھی

یہی حال ہے۔ یہودی اپنے دل ہی دل میں کہتے ہیں ہمیں محض
تجارت پیشہ جانکر تم ہم پر حکومت کرتے ہو اچھا تو سہی کہ ہم تاجر
ہی رہکر تمہیں کیا چنے نہ چبوائیں‘‘ عورتیں بھی اسیطرح کہتی ہیں
اچھا اچھا! تم لوگ ہمیں آلہ تفنن و تفریح جانکر ہمارے سر پر
ہاتھ پھیرنا چاہتے ہو۔ خیر! ہم بھی تمہیں پانی نہ بھرائیں تو سہی
عورت کو حقوق سے باز رکھنے کے یہ معنی نہیں کہ اسکا
کونسلوں میں ووٹ (VOTE) دینا ممنوع قرار دیا
جائے، یا کونسلوں میں اسے جگہ نہ دی جائے، یا یہ کہ فلاں
فلاں معاملات میں اسے مداخلت کا موقع نہ دیا جائے بلکہ
عورت کی کم مائیگی کا اظہار تمام سماجی معاملات میں خیرہ صنفی
امتیازات کا دار و مدار ہے برابر ہونا چاہیئے۔ مثلاً شوہر
انتخاب کرنیکی وہ مجاز نہیں بلکہ خاموشی کیساتھ اسکو مرد کے
کا منتظر رہنا چاہیئے

میں: اچھا تو آپکا یہ مطلب ہے کہ ان حقوق کا دینا
اسکے حق میں ستم ڈھانا ہے خیر تو یوں کیوں نہ کہا جائے کہ
مرد ہی ایک سرے سے دست بردار ہو جائیں۔

لیکن عورتوں کا
تو اس روشن زمانے میں بھی مرد کی ملکیت میں شمار کیا جاتا ہے
ہے لہذا عورت بھی اس نقصان کی تلافی میں مرد کے حواس ظاہری
پر چھاپا مارتی ہے اور وہ اسکے حواس پر اتنا غالب ہو جاتی ہے
کہ مرد کے حق۔ انتخاب کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی حق
تو یہ ہے کہ عورت صحیح معنی میں انتخاب کرتی ہے اور ایک
مرتبہ غلبہ پانے کے بعد وہ اس سے جائز فائدہ نہیں اٹھاتی
بلکہ مرد پر نہایت خوفناک طریقہ سے حاوی ہو جاتی ہے۔

(میں) لیکن اس نادر قوت کا اظہار کسطرح ہوتا ہے؟

’’جناب ہر طرح سے اور ہر موقع پر مثلاً کسی بڑے
شہر کے چوک سے گزر جائیے۔ دوکانوں کی آرائشگی
سے دولت اور تمول کا اندازہ کرنا آپکو محال نظر آئیگا
علیٰ ہذا القیاس انسانی جانفشانی اور عرق ریزی کا تخمینہ
اس سے بھی زیادہ مشکل ہوگا بغور دیکھنے کے بعد یہ بات آپ پر
روشن ہو جائیگی کہ ان اشیاء کا دس حصوں میں نواں حصہ
بھی طبقہ ذکور کے مصرف کا نہیں ہوتا ہے تجارت اور تعیشات
زندگی کا تمام انحصار نسوانی احتیاجات پر موقوف ہے
کارخانوں کو لے لیجئے بیشتر تعداد ان میں ایسی ہوگی کہ
جہاں فضول آرائشی سامان بیکار فرنیچر اور کھلونے محض
عورتوں کے مصرف کے بنائے جاتے ہیں کروڑہا آدمی غلاموں کی
نسلیں سزاوار کارخانوں میں محض اسلئے عرق ریزی کرتے
ہیں کہ نسوانی تلون کو اور روز بروز ترقی ہو غرض عورتیں
ملکہ بنی بیٹھی رہتی ہیں اور انہیں کی بدولت قید خانے آباد
ہوتے ہیں،،

’’بہرحال عورتوں کو مساوی حقوق نہ دینے کا
یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اسطرح بدلہ نکالتی ہیں انکی تمام عشوہ
سازیوں کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مردوں کے غیر اخلاقی طبیعت
پر قابو پانا چاہتی ہیں اور اپنے جال میں پھانسنا
چاہتی ہیں۔

(باقی دارد)

ادبِ جدید ایجنسی

میں دیوان خانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے۔ میں ان سے بالکل ناواقف تھا۔ سامنے آتے ہی انہوں نے فرمایا۔

"السلام علیکم۔ غالباً میں مسٹر مرزا سے ہمکلام ہوں" میں نے سلام کا جواب دیکر آہستہ سے کہا "جی ہاں۔ میرے اکثر دوست مجھے مرزا ہی پکارتے ہیں" مگر حیران تھا کہ یاالٰہی ان حضرت کو مجھ سے کیا کام ہوگا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس شش وپنج میں زیادہ دیر غلطیاں و پیچاں نہ رہنا پڑا کیونکہ انہوں نے خود ہی اپنے کاروبار کی نسبت یوں سلسلہ جنبانی شروع کی۔

"مرزا صاحب میں "ادب جدید ایجنسی" کا مالک ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ اس ایجنسی کی نمایاں کارگزاریوں سے باخبر ہونگے۔ چونکہ جناب کو ادبی ذوق شوق ہے اس لئے مجھے اس امر کے وضاحت کی ضرورت نہیں کہ آجکل ناولوں میں نفسیاتی نقطۂ نظر کی جستجو ہوتی ہے اور میں اسکی اہمیت پر بھی بحث کرنا نہیں چاہتا ہوں کیوں کہ یہ الٹا بانس بریلی لے جانا ہوگا۔ لیکن اتنا عرض کرنیکی جرارت کرتا ہوں کہ تعلیم یافتہ پبلک کا رجحان نہایت تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے وہ ناولیں جن میں جانبازی بہادری کے کارنامے درج ہوتے ہیں عموماً پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھی جاتیں اب پڑھنے والے یہ ڈھونڈتے ہیں کہ مصنف نے اشخاص ناول کی حسرت اور کردار کی کہاں تک چھان بین کی ہے اور کریکٹر کی رنگ آمیزیوں سے کیا کیا خوشنما پھول کھلائے ہیں۔ اب آپ ہی خیال فرمائیے۔ ایک شہر کا رہنے والا اگر دیہاتی زندگی پر قلم اٹھائے تو بھلا وہ کیوں کر کامیاب مصنف بن سکتا ہے کیوں کہ ایک خوانچہ والے کی نسبت وہ جتنا مواد فراہم کرسکتا ہے ایک کسان کی نسبت نہیں بہم پہنچا سکتا۔ وہ ان خصوصیات اسباب اور خواہشات سے کیا خاک واقف ہوسکتا ہے جو دیہاتی کو صرف گاؤں کی کھلی ہوئی آب و ہوا میں نصیب ہوتی ہیں اب تو مصنف کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ ہر حرکت ہر چھوٹے سے چھوٹے خیال کی کنہ تک پہنچے اور یہ ثابت کرسکے کہ اوسکے اشخاص ماحول سے موثر ہیں یا خاندانی خون انکی خاص حرکتوں کا ذمہ دار ہے بہرحال سیرت نگاری فن ادب کی ایک خاص الخاص شاخ ہے اس موضوع پر قلم اٹھانا ہرکس وناکس کا کام نہیں۔ یہاں تخیل کی ریل گاڑی سیرت نگاری کے ہوائی جہاز کا ساتھ نہیں دے سکتی مرزا صاحب یہی وجہ ہے کہ میں نے ان تمام مشکلات کے مدنظر جو آئے دن مصنفین کی کامیابی کی راہ میں ناگزیر دشواریاں پیدا کرتی ہیں "ادب جدید ایجنسی" قائم کی ہے"

"ادب جدید ایجنسی" کے مالک صاحب جب ذرا دم لینے کیلئے رکے تو میں نے آہستہ سے کہا "ادب جدید ایجنسی؟ میرے سامنے کبھی پہلے اس ایجنسی کا ذکر نہیں آیا۔"

میرے محترم مہمان نے مجھ پر ایک ترحمانہ نظر ڈالی اور کہا "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ "ادب جدید ایجنسی" سے واقف نہیں؟"

میں ممکن ہے۔

مالک .... خیر سنئے۔ اس ایجنسی کا یہ فرض ہے کہ مصنفین کو مجرب اور پسندیدہ مجسم معمول ایک مقررہ فیس پر بہم پہنچائے۔ غور تو فرمائیے مصنفین کو کتنا آرام ہو گیا اب وہ نہایت آسانی کے ساتھ اُسکے حرکات و سکنات، خیالات و احساسات غرضکہ سیرت کے ہر ایک پہلو کا مطالعہ کر سکتے ہیں اور پھر اپنی کتابیں پبلک کے سامنے پیش کر کے شہرت دوام اور صحیح سیرت نگاری کا تمغہ حاصل کر سکتے ہیں۔

"شیخ و برہمن، واعظ و پجاری، کار یگر، کسان، انجینیر اور طبیب، زاہد و دنیا دار غرضکہ ہر قسم، رنگ، روغن، وضع قطع، پیشے، دھندے، طبقے وغیرہ کے مرد، عورتیں اور بچے ہمارے پاس موجود ہیں آجکل ہمارے ہاں سیاست کے نام لیواؤں کا بہت ہنگامہ ہے ان میں کچھ عجیب بے چینی پھیلی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے عہد نامہ سے منحرف ہونا چاہتے ہیں سچ پوچھیئے تو انکا دھندا کچھ دیر پا نہیں معلوم ہوتا میں نے انکا ذکر کسی خاص وجہ سے نہیں کیا میں جانتا ہوں کہ آپ کو ان سے بہت کم دلچسپی ہے اسلئے یقین جانئے میرا ہرگز یہ خیال نہیں کہ آپ انکی طرف متوجہ ہوں۔

"البتہ اگر آپ حوا کی نئی پود اور جدید زمانے فیشن پر کچھ لکھنے والے ہوں تو یقین جانئے آپکو مس فنڈول خاتون جیسا چہکتا مہکتا معمول ہرگز کہیں اور نہیں مل سکتا آجکل وہ نئے ہندوستان کی جان اور سوسائٹی کا ایمان ہے۔ تعلیم یافتہ فرقہ اناث میں شاید ہی کوئی اس جیسی فیشن کی دلدادہ نظر آئے۔ ساڑی سے اُسے نفرت۔ پیجامے سے اُسے تنفر۔ گون ہوں ولایت کے جرابیں ہوں ولایت کی جب کہیں اسکے آنکھیں سکھ، کلیجے ٹھنڈک ہو۔ نہ معلوم کیوں اسکے سینے پر پہیہ دونوں جیسی کوئی آدھے گز کی والہ کی اوڑھنی رہتی ہے جسکا ایک سرا شانے پر اور دوسرا کمر میں سیفٹی پنوں سے جکڑا رہتا ہے۔ غالباً یہ مشرقی شان کا مغربی فیشن ہے لمبے لمبے بالوں کے ہندوستانی فدا ہوں، یہ انکی کج فہمی ہے وہ کہتی ہیں کہ بالوں کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ گھنے ہوں مگر شانوں کے اوپر ہی رہیں پس انکے جو بال مقررہ حد سے بڑھ جاتے ہیں حجام کی نذر ہو جاتے ہیں وہ یوروپی نہیں اور نہ ہی اوس کے خاندان میں کوئی مغربی خون والا گزرا ہے تاہم ہندوستان میں کوئی لڑکی اوس سے بہتر یوروپ کی نقالی کا دم نہیں بھر سکتی۔ طرہ یہ ہے کہ ان پڑھ جاہل نہیں۔ گفتگو میں وہ وہ چلے چست کرے کہ آپ ہم کو چپ ہی سادھنی پڑے۔ علوم و فنون کا ذکر ہو تو ایسا معلوم ہونے لگے کہ ایک جید عالم و محقق حیات کو پانی کی طرح بہا رہا ہے کھیل کود کے میدان میں آئے تو بڑے بڑے کھلاڑی واہ واہ کے نعرے بلند کریں غرض یہ ہے کہ وہ ہر فن میں طاق اور ہر کھیل میں مشاق ہے اوس کی صحبت سے گھبرا کر کوئی اٹھتا دکھائی نہیں دیتا۔"

نہیں جناب مجھے ایسے ہر فن مولا کی ضرورت نہیں۔

مالک .... خیر تو اس کا ذکر بھی جانے دیجئے مگر میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ آپ جس قسم کا معمول چاہیئں ادب جدید ایجنسی فراہم کر سکتی ہے مجھے قوی امید ہے کہ جناب اب اس ایجنسی کی قدر کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں ..... کیا میں چند معمول عالیجناب کی خواہش کے موافق

پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں؟"

میں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا "مجھے ایک زمانے سے ناول لکھنے کا خیال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میاں بیوی..... میرا جملہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ صاحب موصوف فرمانے لگے۔

"خوب! پھر تو میں ایک عجیب و غریب جوڑا پیش کر سکتا ہوں کہ آپ دونوں فریقین میں نہایت دلچسپ مماثلت دیکھیں گے۔ انہیں تعلقات زناشوئی سے قطع نظر ایک نہایت پر لطف رشتہ قائم ہے۔ میاں، بیوی کے باپ کے سسرے ہوتے ہیں اور بیوی کے باپ میاں کے سسرے طرفین کا بیاہ دوبارہ ہوا ہے میاں کی پہلی بیوی زندہ ہے تو بیوی کا پہلا شوہر بقید حیات ہے میاں کی پہلی بیوی نے ایک لڑکا چھوڑا ہے تو بیوی کے پہلے خاوند کی بھی ایک فروگزاشت موجود ہے اسطرح اسوقت دونوں ایک کی بجائے دو بیٹوں کے ماں باپ کہلانے لگے ہیں۔ ملنساری اور رکھ رکھاؤ کا مادہ دونوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے صورت میں بھی کوئی ایک دوسرے سے کم نہیں۔ دونوں ماشاءاللہ سے صانع حقیقی کی لاجواب صنعتیں ہیں۔ دونوں کے چہرے مہرے میں اتنی یکسانیت ہے کہ اگر ایک کے سر پر لمبے بال اور دوسرے کے چہرہ پر مونچھیں تفریق اصناف کا ثبوت نہ ہوتیں اور دونوں ہستیاں ایک ہی قسم کے لباس سے تن ڈھاکے ہوتیں تو پوشیدہ فرق میں امتیاز کرنا دشوار کام ہوتا۔ چونکہ دونوں اعلیٰ تعلیم سے مدرجۂ احسن مستفید ہو چکے ہیں اسلئے دونوں اپنا اپنا روٹی کپڑا خود کماتے ہیں۔ یہ بھی اچھا ہی ہے ایک کو دوسرے کا ممنون منت نہیں ہونا پڑتا اخراجات خانہ داری کا تمام بار صرف مونچھوں والے کے سر ہی نہیں پڑتا اور وہ ناقابل برداشت محنت اٹھانے سے بچا رہتا ہے مگر اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ آجکل کی تعلیم نے نہیں تعلقات زناشوئی کے بہترین راز سمجھائے اور نہ الفت کی راہیں دکھائی ہیں۔ اس دولہا دلہن سے تو یہ امید ہوتی تھی کہ ان دونوں کی زندگی نہایت ہنسی خوشی سے گزر جائیگی۔ مگر سنا ہے کہ آجکل دونوں میں صفائی نہیں ہے اندرونی تعلقات سے تو ہم واقف نہیں لیکن ظاہر وصورت حال سے تو اس ناموافقت کا شبہ نہیں ہوتا آجکل وہ پہلے سے زیادہ ہی ساتھ اٹھتے بیٹھتے نظر آتے ہیں۔ مجھے ایک یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ ان دونوں کی شادی صرف والدین کی رضامندی سے ہی نہیں بلکہ عشق و محبت کی وجہ سے ہوئی ہے اسوقت یہ مان لینا کہ اتنے جلد آپس میں شکر رنجی ہو گئی ہے اور یہ ظاہر رکھاؤ صرف دنیا کے دکھلانے کیلئے قائم ہے سخت مشکل ہے۔ لیکن اگر انکی ماما کی باتوں کا یقین کیا جائے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ دونوں کا میل ملاپ بناوٹی ہے ایک کو دوسرے سے نفرت نہ سہی تو انس بھی نہیں ہے تاہم.........."

میں..... معافی چاہتا ہوں قطع کلام ہوتا ہے مگر میں ایسے میاں بیوی کی تلاش میں ہوں جنہیں فطرت کے سچے نمونے کہا جا سکے جن میں شادی کے بعد کم از کم پانچ سال تک کسی قسم کی نوک جھونک نہ ہوئی ہو۔ عام طور پر ناول نویس میاں بیوی کو لڑانا لازمی قرار دیتے ہیں مگر میرا ہرگز یہ خیال نہیں ہے۔ فطرت کے سچے نمونے

کجروی سے پاک ہونے چاہئیں پس اگر آپکے اسٹاک میں میری خواہش کے موافق فطرت کے سچے نمونے موجود ہوں تو پھر میں اس معاملہ میں کچھ سوچ بچار کروں"۔

یہ سنکر وہ اٹھ کھڑے ہوئے دروازہ کی طرف رخ کیا مگر پھر پلٹ کر فرمانے لگے۔

جناب آپ کی درخواست بالکل ناقابل لحاظ ہے آپ عجیب ہیچ پوچ سوال کرتے ہیں مجھے اس کاروبار میں اتنے دن ہوئے مگر آج تک اس قسم کے دو افراد سے ہمیں ہوا پیدا کرنیکا موقع نہیں ملا اور جناب اگر آپ مانگ اور فائدہ کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ وہ ہستیاں جنہیں فطرت کے سچے نمونے کہا جائے بالکل نابود ہیں اگر کوئی ہستی عدم میں سے نکل آئے تو وہ فائدہ بخش نہیں ہوا کرتی"

یہ کہکر وہ بے تکلف پلٹے اور دروازہ سے نکل گئے۔

بندۂ خدا نے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا میں نے دل میں کہا خیر ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

مرزا محی الدین بیگ

وحشت کلکتوی مدظلہ

آئینہ خیال تھا عکس پذیر راز کا
پایہ بہت کیا بلند اوس نے حریم ناز کا

خستگی کلیم نے نکتہ عجب سمجھا دیا
طور شہید ہو گیا جلوۂ دلنواز کا

دیر ملا تھا راہ میں کعبہ کو ہم نکل گئے
تا نہ پہنچ سکے غبار رہگذر نیاز کا

بندگی اور صاحبی اصل میں دونوں ایک ہیں
ورنہ حریف میں بھی تھا اس مژہ دراز کا

کوتہی نصیب نے دور رکھا تو کیا ہوا
جذبۂ شوق میں دماغ کس کو ہوا امتیاز کا

شوق ترا ہے موخزن، ذوق ترا ہے سانہ جو
جسکا غلام ایاز ہے، وہ ہے غلام ایاز کا

مستی بیخودی سے یاں، آنکھ کھلی نہ حشر تک
بندۂ خانہ زاد ہوں، اسکے قد دراز کا

آہ و فغاں کے ساتھ ہی، چھا گئی ایک بیخودی
کھول نہ دیں بھرم کہیں، پردگیاں راز کا

خاک میں مل گئے ولے، آنکھ اٹھی نہ شرم سے
یعنے یہی جواب تھا، نرگس نیماز کا

مطرب خلد کیا سنائے، وحشت خستہ کیا سنے
قطع زباں ضرور تھا، شمع زباں دراز کا

هم سے ہوا نہ حق ادا، اسکی نگاہ ناز کا
معتقد قدیم ہے، زمزمۂ حجاز کا

رسالہ نمائش

جلد ۴ — آبان ۱۳۳۴ف — ستمبر ۱۹۲۵ء — نمبر ۸

فہرست مضامین

۱	دکن میں اردو (تنقید)	دفتر رسالہ نمائش	۳۹۵
۲	تاج (”)	”	۴۰۱
۳	گھریلو کارآمد نسخے	”	۴۰۵
۴	کارآمد نسخے	مولوی سید احمد علی صاحب	۴۰۸
۵	کیا دھاتیں بھی کام کرنے سے تھک جاتی ہیں	مولوی میر غوث الدین علی صاحب سائینٹسٹ	۴۰۹
۶	چارہ کے لئے گھانس کی حفاظت		
۷	چارہ (فاڈر)		
۸	ایجادات و اطلاعات	دفتر رسالہ نمائش	۴۱۳
۹	نواب صاحب کی ڈائری	مرزا الم نشرح	۴۱۷
۱۰	غزلیات	مختلف اصحاب	۴۲۷
۱۱	علمدست خواتین	مولوی محمد عظمت اللہ خاں صاحب بی اے	۴۲۹

مصوری

پوٹریٹ آئیل پنٹنگ۔ سینک پنٹنگ
پینسل ورک۔ رشین ورک۔ کرسٹولیم ورک۔ ملیکرین ورک
کرسٹان ورک۔ لیتھوگرافک پرنٹنگ ورک سائن بورڈ
پنٹنگ۔ گولڈن ورک۔ گلاس ایچنگ ورک وغیرہ وغیرہ
سے کوئی کام کرانا مقصود ہو تو مشتہر کو طلب فرمائیے

محمد عبد القیوم آرٹسٹ کوڑل بنگلہ افضل گنج حیدرآباد دکن

دی انڈسٹریل اینڈ کومیکل کمپنی لمیٹڈ واقع دار الشفا حیدرآباد دکن

رجسٹر شدہ بموجب قانون سرکار عالی نشان (۴) بابت ۱۳۲۰ ف
سرمایہ مجوزہ ایک لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ جملہ رقم حصص فراہم شدہ [illegible]
ادا شدنی یکمشت یا بہ اقساط کمپنی ہر سہ ماہ [illegible] سال سے حیدرآباد دکن میں [illegible]
تین منافع پہلا بحساب [illegible] سالانہ تقسیم کیا گیا کمپنی
حیدرآباد سے منفعلاً اور اہل ملک کو زمانہ حال کے تاجرانہ انحطاط میں خلاص بنانے کی
غرض سے قائم کی گئی ہے کمپنی مرغی وال بنانے کی قدیم صنعت کو ترقی دینا چاہتی ہے
اسوقت اس خالص ملکی کمپنی کی طرف بمقابلہ کمپنی ہائے ممالک غیر بہت کم توجہ کی
درحالیکہ اس کمپنی میں آپ خود اپنے قوت بازو سے آسماں کے نیچے اور اپنی زمین
اور اپنی کمپنی کے ناظم کمپنی کے معتمد کمپنی کے مشیر اور کمپنی کے ہمہ وقت تنقیح کنندہ ہیں
ہیں۔ جس قدر کمپنیاں التجارت بلدہ میں قائم ہوئے وہ سب منفرد ملکیت اور شخص
انتظام و مفاد کی بنا پر قائم ہوئے ہیں جن سے اہل ملک کو صرف شخصی فائدہ
پہونچا ہے اور مشترکہ مفاد حاصل نہیں ہوا۔ کمپنی ہذا اس نقص کی باحسن الوجوہ اصلاح
کرتی۔ پس و پیش نہ کیجئے گھر کی وال کو قدر سمجھئے۔ اور ملک کی ترقی کا چاند بنکر
آسمان شہرت پر تاباں و درخشاں بنئے کمپنی کے حصص ابھی بند ہوئے ہیں۔ کمپنی
شراکت اختیار کیجئے معتبر ایجنٹ حصص فروخت کرکے معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں۔
کمپنی کا دستور العمل عند الطلب ہر وقت روانہ کیا جا سکتا ہے اور جو کچھ حالات
اشتہار طلب ہوں تحریر یا ملاقات سے حاصل فرما سکتے ہیں۔

مشتہر
سید علی اینڈ برادرس مانیجنگ ایجنٹس

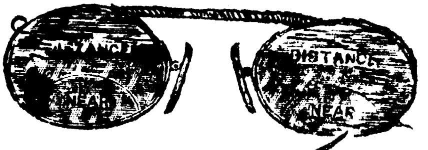

جب کبھی آپ کو

عینک یا اسکے متعلقہ سامان کی ضرورت ہو تو صرف
ایکمرتبہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائے اگر قیمت زیادہ معلوم ہو
یا سامان ناقص ہو تو نہ لیجئے یا لیا ہوا واپس کر دیجئے اس سے
زیادہ کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ آزمائش شرط ہے

ریلائیبل عبد العلی اینڈ کو ٹھیر سال نصاحب آباد دکن

ارتقاء

جب سے کہ اس نے نیا لباس زیب تن کیا ہے اسکے مضامین
میں بھی اعلیٰ ترقی ہوگئی ہے۔ اگر آپ نے اسکو ابتک نہیں ملاحظہ فرمایا
ہے تو آج ایک پوسٹ کارڈ لکھکر نمونہ طلب فرمائیے یہ اردو کا
ماہوار رسالہ علمی و ادبی، اخلاقی و تاریخی، معاشرتی و تجارتی
مضامین کا گلدستہ ہے۔ شوقین ناظرین کی ضرورت ہے شنیدہ
کے بود مانند دیدہ آزمائیے چندہ سالانہ (للعہ)

منیجر رسالہ ارتقاء بوئن پلی سکندرآباد دکن

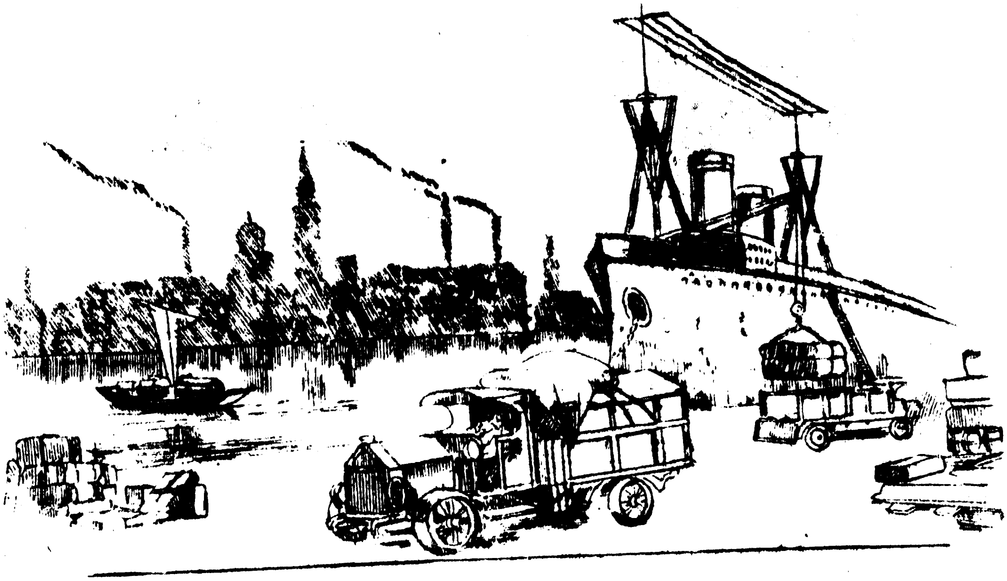

ہمارا نقطۂ نظر

دکن میں اردو

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے "دکن میں اردو" کے نام سے ایک کتاب لکھکر بغرض ریویو ارسال فرمائی ہے۔

ہاشمی صاحب نے اردو کے چار دور قایم کئے ہیں اور غالباً اردو شاعری کی مرکزیت کی بحث سے متاثر ہوکر اردو کے ہر دور کا سہرا جنوبی ہند کے سر باندھا ہے! ایسی کوشش جہاں تک استدلال اور جستجو کا تعلق ہے۔ قابل قدر ہوتی ہیں۔ آجکل یہ روش عام ہوگئی ہے کہ اپنے ہم خیال مصنفین کی تصانیف کو سطحی تعریف و توصیف کا وہ جامہ پہنایا جاتا ہے۔ جس سے نہ مصنف کو کچھ لطف آتا ہے نہ ناظرین کو۔

صحیح تبصرہ غالب کے اس قول کے مطابق ہونا چاہئے

پرسش حسب تملق نہیں، مدارا نہیں ـ تو جو مجھکو نظر آتا ہے بے حیف و میل کہونگا"۔ یا آجکل کے الفاظ میں یوں کہئے کہ آزاد رائے رکھنے والے خواہ تبصرہ کریں یا تقریظ لکھیں۔ اونکا فرض ہے کہ تصنیف کے حسن و قبح پر بے لاگ نظر ڈالیں اور پبلک کو صحیح رائے قائم کرنیکا موقع دیں۔ ہم ہاشمی صاحب کی جانکاہی اور تجسس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن ساتھ ہی یہ بھی عرض کردینا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اردو کے دور اول، دوم وسوم کا سہرا جنوبی ہند کے سر باندھنے میں زبردستی اور زیادتی سے کام لیا ہے۔

"آب حیات" کی تصنیف تک مولانا آزاد نے ولی کو اردو شاعری کا آدم قرار دیا تھا۔ مگر بعد کی تحقیقات نے قطب شاہ کے سر سہرا باندھا۔ ہاشمی صاحب نے ان تمام دعووں کو مسترد کرکے وہی سہرا وجدی کو عطا کیا ہے۔ پھر بھی وجدی پر انکو

پورا بھروسہ نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ دھلی سے پہلے بھی غالباً کوئی اور ہوا ہوگا جسکا کلام ہمکو دستیاب نہ ہو سکا۔

باوجود اس شبہہ کے صاحب موصوف نے کوشش کی ہے کہ اردو کے ہر پہلو کی ابتدا دکن سے متعلق کیا جائے اسکے ثبوت میں انہوں نے نظم و نثر کے اقتباسات دیکر بلحاظ تاریخ، دکن سے منسوب کیا ہے، دراصل جنوبی ہند میں جسطرح تامل اوڑیا تلنگو اور مرہٹی وغیرہ زبانیں آجتک بولی جاتی ہیں۔ اوسیطرح پنجاب سے لیکر گنگا جمنا کے سنگم تک۔ کہیں کہنڈ۔ بدیل کہنڈ راجپوتانہ۔ مالوہ اور گجرات تک پراکرت کہا جائے یا اوسکی شاخیں۔ تھوڑے بہت تغیر و تبدل کے ساتھ آجتک بولی جاتی ہیں۔ جہا بھارت میں یوں تو کروڑوں آدمیوں کا اجتماع کہا جاتا ہے۔ لیکن لاکھوں میں شک بھی نہیں ہے۔ اغلب یہ ہے کہ برج بھاشا کی ابتدا اسی جنگ میں ہوئی اور چونکہ کرشن جی کے جنم کی وجہ سے متھرا بندرابن ہندوؤں کا تیرتھ بن گیا تھا۔ دیس دیس کے جاتریوں کے جمع ہونے سے برج بھاشا عام زبان ہوگئی۔ اتفاق سے مسلمان فاتحین نے بھی خطۂ برج کو دارالسلطنت بناکر برج بھاشا میں فارسی اور عربی کی آمیزش کردی

حضرت امیر خسرو نے خالق باری لکھکر پہلی دفعہ فارسی اور برج بھاشا کی لغت تیار کی سہ

بیا برادر۔ آؤ رے بھائی　　بنشیں مادر۔ بیٹھ ری مائی

شاہ جہاں کے عہد میں بھی اطراف ملک کے صوبہ دار اور اونکی فوجیں، اور جنگی قیدی یا غلام اوسی برج میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اسلیئے مختلف زبانوں نے آپس میں ملکر فارسی کے میل سے اردو کی تشکیل کی۔

برج اوس حصہ ملک کو کہتے ہیں جہاں کرشن جی نے جنم لیا تھا۔ یعنی متھرا بندرابن اور اوسکے مضافات۔ اسلئے ہر قانون سے اردو کا بھی اصل جنم بھوم وہی برج ہوا اور ہے

ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اردو نظم کی ابتدا پہلے دکن میں ہوئی اور اسکا سہرا دکن ہی کے سر ہے اور یہ کہ سنہ ۹۶۵ھ میں شاہی دفتر فارسی سے دکھنی زبان میں آگیا تھا

افسوس ہے کہ ”دکھنی اردو“ کے مفہوم سے ہم ناواقف ہیں کیا دکھنی اردو کوئی علیحدہ زبان تھی جو شمالی ہند کی زبان سے مختلف۔ بہتر یا بدتر تھی؟ اوسکا ماخذ یا اوسکے ماں باپ جدا تھے؟ ان دونوں میں کیا فرق تھا؟ یا آجکل کی مروجہ زبان کو ہی ”دکھنی اردو“ کہا جاتا ہے؟ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دکن میں جو اردو عام طور پر بولی جاتی ہے وہ لکھی نہیں جاتی۔ مثلاً نکو۔ ہاؤ۔ کاڑی۔ بتنی۔ گڑگی۔ وغیرہ ایسے بیسوں الفاظ عام طور پر بولے جاتے ہیں لیکن تحریر میں نہیں آتے۔ کسی کا شعر ہے۔

مال و زر میرے کو نکو ہونا　　تیرے در کی گدائی بس تقصیر

کیا اس شعر سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہی ”دکھنی اردو“ ہے اور کیا یہی دکھنی عالموں کی زبان ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ہاشمی صاحب نے نہیں معلوم کس بنا پر یہ دفتری اور کتابی اردو کو دکھنی اردو ثابت کرنیکی کوشش بھی فرمائی ہے حالانکہ یہ وہی اردو ہے جو اسوقت بھی۔ لکھنؤ۔ کانپور۔ آگرہ اور دہلی وغیرہ میں عام طور پر بولی جاتی ہے اور اون مقامات میں اسی اردو کو مادری زبان کا خطاب کم از کم ایک صدی سے مل چکا ہے۔

یہ مسلمہ ہے کہ فاتحین جہاں مستقل سکونت اختیار کرتے ہیں وہاں ایک جدید زبان کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ اسلئے ماننا پڑیگا کہ پنجاب۔ بنگال۔ گجرات وغیرہ کی بولیوں نے فاتحین کی زبان سے میل کھایا اور اس طرح ایک یا متعدد جدید بولیاں پیدا ہوگئیں۔ تاکہ فاتح اور مفتوح کی کار برآری ہوسکے اسی طرح دکن کی زبانوں سے فارسی اور عربی نے ملکر ایک زبان پیدا کردی جو دکھنی زبان کہلائی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہی اردو کا بنیادی پتھر ہے۔ کیوں کہ اول تو شمالی ہند میں بہت پہلے ایک مشترکہ زبان پیدا ہوچکی تھی دوسرے اگر اسی دکھنی زبان کو اردو کا بنیادی پتھر کہا جائے تو ہندوستان کے ہر حصہ کو جہاں ایسی مشترکہ زبانیں پیدا ہوی ہیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ "ہمارے ہاں بھی اس سے پہلے اردو موجود تھی"۔ ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اردو کیا ہے اور بلحاظ حالات اس کا جنم بھوم کونسی جگہ ہوسکتی ہے اس بات کا پتہ چلانے کے لئے ہمکو اردو زبان کی ترکیب کو دیکھنا پڑیگا۔ دکھن کی جو اردو ہمارے سامنے ہے اسکی بنیاد دکن کی مروجہ زبانوں میں سے خاص کر مرہٹی پر رکھی گئی ہوگی۔ وہ زبان جسکو ہم اردو کہتے ہیں اگر اسی دکھنی زبان سے بنی ہے تو اس میں دکھنی زبانوں کے الفاظ کی بہتات کا ہونا لازمی تھا۔ لیکن صورت اسکے خلاف ہے اس میں مرہٹی کے کم۔ تلنگی کے اس سے کم اور کنٹری کے شاذو نادر ہی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسکے موجودہ اردو میں برج بھاشا کے الفاظ بہت زیادہ ہیں اس کا صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ اردو کا جزو اعظم برج بھاشا ہے۔ برج کے وطن کی نسبت اوپر بحث ہوچکی ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ دکھنی زبان کوئی علیحدہ زبان نہ تھی بلکہ وہی برج بھاشا تھی (جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے) اور صدیوں تک اس میں کسی نے ترقی کا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا تھا۔ تو ایسی زبان کے شاعر کو کبھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اوس نے اردو شاعری کی ابتدا کی۔ کیوں کہ جب شمالی ہند میں اوس سے پہلے متعدد شعرا ایسے گذر گئے ہوں جنھوں نے اس سے بہتر زبان (بھاشا) کو شاعری میں استعمال کرلیا ہے اس کے ثبوت میں تلسی داس وغیرہ بھی پیش کئے جاسکتے ہیں (ملاحظہ ہو تنقید بر رسالہ تاج)

ہاشمی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ وجدی پہلا شاعر تھا اس سے ہم متفق نہیں۔ یہ تو سب کو ماننا ہوگا کہ امیر خسروؒ سب سے پہلے شاعر تھے جنھوں نے اس نئی زبان کو عروض سے آراستہ کیا۔ یہ مانا کہ اس میں عربی فارسی عنصر غالب تھا۔ لیکن اردو کی نئی تخلیق ہونے کی وجہ سے یہی مخلوط زبان تھی جسکو موجودہ اردو کی ماں کہنا حق بجانب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ خسروؒ کو سب سے پہلا شاعر نہیں مانا جاتا۔ جب کہ اونھوں نے اردو کے ابتدائی زمانے کی اصل تصویر پیش کردی ہے بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر خسروؒ اپنی پہیلیاں اور مکرنیاں نہ چھوڑ جاتے تو آج وجدی یا قطب شاہ وغیرہ کے زمانہ تک ہی اردو کی عمر کو محدود کردیا جاتا۔ کیوں کہ وجدی سے قبل اور امیر خسروؒ کے بعد کے زمانہ کی کوئی نظم کی کتاب ان کے خیال کے مطابق اب تک دستیاب نہیں ہوسکتی ہے۔

امیر خسروؒ نے جو اردو اپنے اشعار میں لکھی ہے اوسکے بہت سے الفاظ حالیہ اردو میں بھی موجود ہیں اسلئے کوئی

وجہ ایسی نظر نہیں آتی کہ اوسکو اردو نہ کہا جائے۔ جو کلام کہ وجدی اور قطب شاہ کا پیش کیا جاتا ہے اونکی زبان کو اگر امیر خسرو کے کلام کے مقابلہ میں رکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس تین سو سال میں دکن کی اردو نے بجائے ترقی کے انحطاط ہی حاصل کیا تھا اگر ترقی کہی جاسکتی ہے تو وہ صرف اس قدر ہے کہ امیر خسرو کے کلام میں جملے کے جملے اور مصرعے کے مصرعے فارسی کے ہیں انکے ہاں یہ بات نہیں۔

غالب جیسے مستند شاعر نے بھی پورے مصرعے کے مصرعے اپنے اردو اشعار میں باندھے ہیں۔ اگر امیر خسرو نے ایسا کیا تھا تو کیا گناہ کیا تھا۔ ع دشنۂ غمزہ جاں ستاں ناوکِ ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں ۵؎۔ اور یہ بھی نہیں ہے کہ اون لوگوں نے بھی فارسی یا عربی کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہو ملاحظہ ہو۔

وجدی

کہ جس سے ہوہے او گم عشق کا — اجوں لگ اٹھا ہے خم عشق کا
پڑیا عکس اس نور کا جس سخن — جھلکنے لگا آرسی کے تمن
نکل کنج مخفی سے خلوت کے ہاں — کیا جلوہ کر کثرت بے شمار

قطب شاہ

پیا باج پیالا پیا جائے نا — پیا باج یک تل جیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے — کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا
قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند — دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

اس کے مقابلہ میں تین سو سال پہلے کا کلام سامنے رکھئے اور انصاف کیجئے کہ اس میں اردو کونسی آجکل کے محاورات کے مطابق ہے اور اس میں سے کتنے ایسے الفاظ ہیں جو آجکل متروک ہیں۔ اور

۵؎ آجکل کی بھی ہوا بگڑی ہوئی ہے اور خواہ مخواہ بلا ضرورت فارسی عربی کے الفاظ اردو میں ٹھونسے جاتے ہیں۔ اسوقت تک تو چونکہ اتنے الفاظ اردو میں صنع نہیں ہوئے تھے اون لوگوں کیلئے بالکل بجا اور جائز تھا کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرتے لیکن آج کیا ہے جو اسکی شدید ضرورت محسوس کی رہی ہے البتہ اگر کوئی لفظ اردو میں نہ ہو اوس جگہ ایسا کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہم نے جہانتک غور کیا ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ درحقیقت اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانا اصل مقصود ہوتا ہے شاعری میں اس کا زور بہت زیادہ ہے۔ مولوی عظمت اللہ خانصاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔

”بد قسمتی سے اردو ادبی دنیا میں شاعری کا مدار لکھوا گیا ہے کہ نری لفاظی ہی لفاظی شاعری کی جان سمجھی جانے لگی ہے..... شاعر کی قادر الکلامی کے یہ معنے ہوگئے ہیں کہ توڑ مروڑ کر الفاظ کی ایسی نرالی نامانوس اور بے ضرورت ترکیبیں نکالی جائیں کہ شاعری عام لوگوں سے کالے کوسوں دور جا پڑے“

نظم کے قطع نظر نثر میں بھی یہی حالت ہے جہاں معمولی سے الفاظ سے کام چل سکتا ہے بلا وجہ وہاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر فارسی عربی کے لغات بھر دئے جاتے ہیں یہی حالت ترجمہ کی ہے انگریزی کے ترجمہ کے وقت یہ خیال زیادہ مستحکم ہوجاتا ہے ہمکو بہت اچھا معلوم ہوا جب ہم نے ایک جگہ ہنی مون (HONEY-MOON) کا ترجمہ ”عسل ماہ“ دیکھا اسی طرح بہتر ہوگا کہ کورٹ شپ (COURTSHIP) کا ترجمہ درباری جہاز کیا جائے جب اردو مستقل زبان سے ملکر بنی ہے تو انگریزی نے ایسا کونسا گناہ کبیرہ کیا ہے کہ اسکو شامل نہیں کیا جاتا۔ کوئی آیت ایسی نہیں کوئی حدیث ایسی نہیں کہ انگریزی کی شمولیت سے کفر کا فتویٰ عاید ہوجاتا ہو۔ خصوصاً ایسے الفاظ کیلئے تو بجائے خود ضروری ہے جنکا ترجمہ اگر کیا جائے تو بالکل ہی مطلب خبط ہوجاتا ہے اب تک انکے بہت سے الفاظ اردو میں شامل بھی ہوچکے ہیں مثلاً اسٹیشن گلاس وغیرہ وغیرہ اور یہی نہیں کہ صرف انگریزی الفاظ شامل ہوگئے ہونگے بلکہ طرز عبارت پر بھی اس نے بہت اثر کیا ہے دکن میں اردو عنوان بھی انگریزی فیشن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا یہ مرض عام ہوگیا ہے کتاب کا نام رکھتے وقت انگریزی کتابوں کے ناموں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اگر ہمارے مؤلفین اور مصنفین اس قسم کی بے ضرورت پیروی سے احتراز کیا کریں تو بہت مناسب ہے۔

آیا امیر خسروؒ کی اردو۔ اردو ہے یا نہیں۔ اگر یہ اردو نہیں ہے تو کیا اسکو سنسکرت۔ پراکرت۔ بھاشا۔ فارسی یا عربی کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے تو لازماً یہ وہی مخلوط زبان ہے۔ جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول سے پیدا ہوئی تھی جسکو بعد میں اردو کا لقب دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی غور طلب امر ہے کہ شمالی ہندوستان میں نویں صدی ہجری میں زبان جتنی ارتقا پا چکی تھی اس وقت باوجود تین سو سال گزرنے کے دکن کی زبان میں اس کی عشر عشیر بھی ترقی نہ ہوئی تھی اور باوجودیکہ شمالی ہند کے لوگ ہمیشہ دکن میں آتے رہتے تھے اور اپنے ساتھ اچھے اچھے الفاظ لاتے تھے تاہم یہاں اون پر بہت کم توجہ کیجاتی تھی۔

امیر خسروؒ

شبان ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

نہ سب کوئی اسکو جانے ہے پر ایک نہیں پہنچانے ہے
آٹھ دھڑی میں لیکھا ہے فکر کیا ان کو دیکھا ہے

اندر چلمن باہر چلمن بیچ کلیجہ دھڑکے
امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے

رہا یہ امر کے خسروؒ نے ہندی شاعری کو صرف پہیلیوں اور مکرنیوں تک ہی محدود رکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ امیر خسروؒ جیسے شاعر کے شایاں شان نہ تھا کہ وہ اس نوزائیدہ زبان میں اپنے اون بیش بہا خیالات کو ادا کرکے خود کے خیال کے مطابق ضایع کرتے بلکہ شمالی ہند میں ابتداً مسلمان فاتحین کو اپنی مادری زبان سے اتنا انس تھا (اور ہونا بھی چاہئے تھا) کہ وہ اس

جدید اور مفتوحہ قوم کی زبان کو اپنے روزمرہ کی مطلب برآری کے علاوہ استعمال کرنا بھی خلاف شان سمجھتے تھے۔ دور کیوں جائیے اس کا ثبوت یہ ہے کہ غدر سے کچھ قبل تک شاعروں کے خیالات دیکھنے جائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اردو شعر کہنا ایک گری ہوئی بات سمجھتے تھے۔ چنانچہ غالب ایک جگہ طنزاً کہتے ہیں ع

انچہ در گفتار فخر تست آں ننگ من است

اوپر کی بحث سے دو نتیجے نکلتے ہیں اول یہ کہ مسلمانوں نے پہلے شمالی ہند کو فتح کیا اور اس کے بہت عرصہ کے بعد جنوبی ہند کو اس لحاظ سے اس جدید زبان (خواہ اسکو کسی نام سے یاد کیا جائے) کی ابتدا بھی شمالی ہند میں ہونی چاہئے نہ کہ جنوبی ہند میں۔ دوسرے یہ کہ اس جدید زبان میں تصنیفات کی عدم موجودگی کے کچھ اور اسباب ہیں۔

امیر خسروؒ کا زمانہ ۶۵۳ھ سے ۷۲۵ھ ہے اب تک دکھنی اردو کے متعلق جسقدر بھی تاریخیں پیش کیگئی ہیں وہ تمام کمال ۱۰۰۰ھ کے بعد کی ہیں اس وقت تک کوئی ایسی تحریر نظم یا نثر ایسی نہیں ہے جو امیر خسروؒ سے پہلے کی ہو وجدی کو ۱۰۱۵ھ کا بتایا گیا ہے جو امیر خسرو کے تین سو برس بعد کے ہیں (حالانکہ یہ سن غلط ہے اور رسالہ تاج نے بارہویں صدی ہجری بتایا ہے)

ہمارے خیال میں اس تین سو سال میں جبکہ امیر خسروؒ بنیادی پتھر رکھ گئے تھے تصانیف کا سلسلہ ضروری جاری رہا ہوگا لیکن سلطنت کے آئے دن کے جھگڑوں کی وجہ سے ممکن ہے کہ تلف ہوگئے ہوں۔ یا جو کچھ بھی باقی رہے ہونگے غالباً خاندانوں کی تباہی کے باعث (خصوصاً دکن کے سفر کی وجہ سے) زمانہ نے

مٹا دیا ہوگا۔ ورنہ اتنی بڑی مدت ممکن نہیں کہ تصنیفات سے خالی رہی ہو۔

حضرت برہان الدین غریب کے ہمراہ چار سو بزرگان دین دکن کو آگئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی ایسے اکثر سلسلے جاری رہے ممکن ہے کہ ان کی تصنیفات بھی اونکے ساتھ دکن میں آگئی ہوں

"آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اگرچہ امیر خسرو کے اردو کلام میں اعلیٰ جذبات، خیالات کی جدت مضامین کی بلند پایگی۔ استعارات اور تشبیہات نہیں ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے (جبکہ اس میں عروض کی پابندی کے ساتھ ساتھ ردیف اور قافیہ کے تمام قیود موجود ہیں۔) کہ اون کے اشعار دائرہ شاعری میں ہی داخل نہیں کئے جاسکتے اور بقول علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔

"اس بات کا مجھکو مطلق خوف نہیں کہ اس فیصلہ میں عام مورخین میرے حریف مقابل ہیں، نہایت جلد نظر آجائیگا کہ حق اکیلا تمام دنیا پر فتح پا سکتا ہے" ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امیر خسرو ہی اردو کے پہلے شاعر گزرے ہیں۔

البتہ یہ سچ ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں اردو کو بہت نقصان پہنچا (گو آجکل ہر شخص یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اردو نے اس زمانہ میں ترقی کی ہے مگر یہ غلط ہے) کیونکہ ہندوستان کی حکومت اور ہندوؤں کی زیادہ آبادی کا اصل منشا یہ تھا کہ ہندوستان کی زبان انگریزی یا ہندی ہوجائے اور اسوقت بھی یہی کوشش ہے اس لحاظ سے کوئی تعجب نہ تھا کہ چند سال کے عرصہ میں اردو ہندوستان سے اسطرح غائب ہوجاتی جیسے کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی لیکن مثل مشہور ہے "دشمن اگرقوی است نگہبان قوی تر است" خدا کا فضل شامل حال تھا اور اوسکو خطرہ نہ ہوا کہ جس زبان کا بنیادی پتھر امیر خسرو جیسے بزرگ دین کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا اوسکو اسطرح آسانی سے مٹا دیا جاتا چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ صاحب جود وسخا علم پرور۔ حامل لوائے ملت محمدیہ اعلیحضرت قدر قدرت۔ دارا حشمت۔ سکندر شوکت۔ رستم دل ارسطوئے زماں ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصفجاہ مظفر الممالک والممالک۔ نظام الملک۔ نظام الدولہ۔ سلطان العلوم محی الملتہ والدین۔ ظل اللہ۔ نواب میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ بی۔ ای خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ نے اپنے فیض وکرم سے اردو کی بیکسی پر رحم فرماکر اوسکی سرپرستی فرمائی اور عثمانیہ یونیورسٹی کو قائم فرماکر اسکو نزع کی حالت میں دم عیسیٰ سے بالکل صحت یاب کردیا اب یہ امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت اس چشمہ فیض سے تمام ہندوستان سیراب ہوتا رہیگا ؎

ہوا کیا گر کسی نے قصر عالی کی بنا ڈالی
رقم ہے کہنگی ہر سقف و گنبد کی سیاہی پر
مگر شاہا مبارک ہو یہ فخر جاودان تم کو
کہ طرہ علم کا تمنے سجایا تاج شاہی پر
(ہاشمی فرید آبادی)

خیر یہ تو ایک خاص معاملہ کی بحث تھی حقیقت میں ہم ہاشمی صاحب کی محنت اور جانکاہی کی تعریف کرتے ہیں کیا اونہوں نے ایسے بھولے بسرے اور گمنام شعرا کے مضامین اور کلام سے ہم لوگوں کو آشنا کیا ہے جو زمانہ کی گردش کا شکار ہوچکے تھے اگر کچھ عرصہ تک اور خبر نہ لی جاتی تو شاید انکا پتہ بھی نہ چلتا۔

یہ کام ابھی تکمیل طلب ہے۔ اسلئے ہم امید کرتے ہیں کہ ہاشمی صاحب اس کمی کو طبع ثانی میں پورا کرنے کی پوری کوشش فرمائینگے اور "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" مقولہ کو صحیح کر دکھائینگے۔ ہماری استدعا ہے کہ بلاشک اس کتاب کو خرید کر اپنی واقفیت میں اضافہ اور مولف کی قدر افزائی کریگی۔ تاکہ ایسے ضروری مضامین پر دوسرے اہل قلم کو لکھنے کی جرأت اور شوق ہو۔

کتاب کی تقطیع (۲۲+۲۲) ہے لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب ہے قیمت عالی۔

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی خلف مولوی عبدالقادر صاحب رہبر ارترپ بازار حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے۔

تاج

ہم ناظرین کرام کا تعارف رسالہ تاج سے جو حیدرآباد کا ایک مشہور رسالہ ہے پہلے بھی کرا چکے ہیں۔ اسوقت چونکہ تاج کا یہ خاص "اردوئے قدیم" نمبر بغرض ریویو وصول ہوا ہے اور ارتقائے زبان اردو کی بحث چھیڑی ہوئی ہے اسلئے لگے ہاتھوں اس پر بھی تنقید کرنی نامناسب نہ ہوگی۔

تاج کا یہ نمبر کاش اسم بامسمہ ہوتا اور تمام ہندوستان میں اردو نے جو ترقی کے مدارج طے کئے ہیں وہ تاریخی حیثیت سے دکھائے جاتے اور نمونے پیش کئے جاتے تو بہت مناسب تھا زیادہ تر دکن میں اردو کی ارتقاء کی تاریخ پیش کیگئی ہے اس مضمون کی سرخی "دکن میں اردوئے قدیم" زیادہ صحیح ہوتی

ابتک جسقدر بھی تذکرے لکھے گئے ان میں اکثر یہ التزام رکھا گیا کہ ہر ہر زمانے کے علیحدہ علیحدہ شعرا اور انکے کلام مرتب کئے گئے ہیں لیکن اس میں دکن کی سلطنتوں اور خاندانوں کی ایک مجمل تاریخ پیش کیگئی ہے اور اس زمانے کے جو شعرا گزرے ہیں انکے متعلق چند چند سطروں میں مختصر حال لکھدیا گیا ہے نمونہ کلام کے نہ دینے سے کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ شعر کس پایہ کے تھے۔ آیا وہ واقعی شاعر کہلانے کے مستحق تھے یا نہیں

صاحب مضمون حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری نے حقیقتاً نہایت عرق ریزی کی ہے اور تاریخی تحقیقات نہ صرف داد کے قابل ہے بلکہ اردو داں دنیا کو انہوں نے رہین منت کر دیا ہے

حکیم صاحب بھی موجودہ لکیر سے نہ بچ سکے اور اردو شاعری کی ابتدا کو دکن سے ہی منسوب کرکے فرماتے ہیں کہ گو شمالی ہند میں اسکی (اردو کی) ابتدا پہلے ہوئی لیکن وہ علمی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

ہم بہت حیران ہوتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں شمالی ہند کی اردو علمی حیثیت نہیں رکھتی تھی اور نہ امیر خسروؒ کا کلام قابل سمجھا جاتا ہے ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ امیر خسرو رح کی خالق باری جو ایک منظوم لغت ہے کیا وہ علمی درجہ نہیں رکھتی؟ جبکہ حقیقتاً وہ آنے والے اردو شعرا کیلئے چراغ ہدایت ہی نہیں بلکہ استاد تھی ہمارا خیال ہے کہ امیر خسرو رح نے خالق باری صرف انہی لوگوں کیلئے لکھی تھی جو اس زمانہ کی اردو یا بھاشا سیکھنا چاہتے تھے اب ایک ایسی چیز جو مستند علماء اور شعراء کی مدت تک استاد رہی ہو وہ خود علمیت کا بہترین پایہ کسی نے شاید ایسے ہی موقع کیلئے کہا ہے۔

گوسالہ با پیر شد و گاؤ نہ شد

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے دکن کا پہلا شاعر وجدی کو قرار دیا ہے اور اس کا زمانہ ۱۰۵۱ھ مانا ہے برخلاف اسکے حکیم صاحب نے وجدی کو ۱۱۵۳ھ کا شاعر لکھا ہے اس لحاظ سے پھر وہی قطب شاہ سب سے اول اردو کے شاعر سمجھے جاتے ہیں (مولوی ہاشمی صاحب فرید آبادی نے بھی "گل رعنا" پر تبصرہ کرتے ہوئے خالق باری کو دوسرے الفاظ میں استاد مانا ہے)

"دکن میں اردو" پر تنقید کرتے ہوئے ہم حضرت امیر خسروؒ کی نسبت کافی بحث کر چکے ہیں۔ اس جگہ دہرانا باعث طوالت ہے لیکن یہ ضرور جتائے دیتے ہیں کہ امیر صاحب کا صرف یہی اردو کلام (پہیلیاں مکرنیاں وغیرہ) نہیں ہے جو اسوقت ہم تک پہنچا ہے۔ میر تقی میر اپنے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اشعار ریختہ آں بزرگ بسیار دارد

دریں خود تردد نیست

سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کے زمانہ تک امیر صاحب کا اردو کلام بہت تھا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ زمانہ کی دستبرد نے ایسا مٹایا اور چھپا دیا کہ آج اس کا پتہ تک نہیں چلتا۔ ورنہ ممکن تھا کہ اس میں وہ باتیں نہ ہوتیں جو حضرت خسروؒ جیسے شاعر کے کلام میں خواہ وہ کسی زبان میں ہو۔ ہونی ایسی ہی لازمی ہیں۔ جیسے پھول میں رنگ یا بو باس اور سب سے بڑا ثبوت تو یہ موجود ہے کہ میر صاحب جیسے واقف کار اور جید شاعر نے اپنے تذکرہ میں سب سے پہلے امیر خسروؒ کو جگہ دی ہے ورنہ میر صاحب جیسے نازک خیال اور باریک بین شاعر سے یہ امید کہاں کہ انہوں نے صرف بزرگی کی خاطر ایسا کیا ہے۔ بت ہے

محمد حسین صاحب آزاد کی نسبت میر صاحب شعر و سخن کو بہت بہتر جانتے تھے۔ آزاد صاحب کا یا کسی اور کا امیر خسروؒ کو اردو شاعر نہ ماننا کوئی قرآن کی آیت نہیں۔

ہمارے خیال میں حکیم صاحب نے اردو کے متعلق صرف ایک ہی رخ کا زیادہ مطالعہ فرمایا ہے شمالی ہند کے شعرا کو اردو قدیم سے علیحدہ رکھکر انکے کلام اور حالات پر کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی۔ اور کبیر داس وغیرہ کی زبان کو ہندوؤں کی روزمرہ بول چال تک محدود کر کے علمی درجہ عنایت نہیں کیا حالانکہ کبیر جو ایک دنیا کا زبردست شاعر ہے اسکے دوہے آجتک مقبول عام ہیں۔ اردو دراصل (جیسا کہ ہم اول ذکر کر چکے ہیں) مخلوط بھاشا ہے۔ سنسکرت کے الفاظ کی بھتات اوسکو دائرہ اردو سے خارج نہیں کرسکتی۔ زبردستی ایک علیحدہ چیز ہے یہی نہیں بلکہ وجدی اور قطب شاہ کے ہاں بھی بھاشا کا وہی زور ہے۔

حکیم صاحب کی تاریخ سے سب سے پہلے شاعر سلطان محمد قلی (۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ) ثابت ہوتے ہیں اس قول کی تصدیق میں مولوی عبدالحق صاحب بی اے کے مضمون کا اقتباس بھی دیا ہے۔ مولوی صاحب نے سلطان موصوف کو پہلا شاعر تسلیم کر لیا۔ ہم کو مولوی صاحب کے استدلال اور نتیجہ دونوں سے اتفاق نہیں ہے اس لئے کہ سلطان محمد قلی سے صرف پچیس تیس سال قبل ہی تلسی داس جیسا شاعر انکو مل سکتا تھا۔

تلسی داس شہنشاہ اکبر سے صرف ایک سال چھوٹا تھا ۹۵۰ھ میں پیدا ہو کر شمالی ہند کا مشہور شاعر گزرا ہے ہم

اور اس کا صرف ایک شعر پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین قطب شاہ اور تلسی داس کی اردو میں خود مقابلہ فرمالیں اور دیکھ لیں کہ ہندی الفاظ کی زیادتی اگر یہی اردو ہونے کا معیار مان لیا جائے کس کے کلام میں ہے ہمکو یقین ہیکہ تلسی داس کی اردو کی سلاست اور بندش کا بھی خاص طور پر خیال رکھا جائیگا۔ نیز تلسی داس اور قطب شاہ دونوں کی اردو میں سے متروک الفاظ نکالکر ملاحظہ فرمایا جائیگا کہ کس کے ہاں کم اور کس میں ایسے الفاظ ہیں جو اب متروک ٹھہرائے جاچکے ہیں ؎ تلسی داس

بچپنے میں در بدر میں بھیک ہی مانگا کیا
نعمتیں دو چار تھیں بس چار دانے مل گئے

قطب شاہ

پیا باج پیالا پیا جائے نا　　پیا باج یک تل جیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے　　کدھیں اس سے مل بیسیئے جانا
قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند　　دوانے کو کچ پند دیا جائے نا

اسوقت ہمارا مقصد کوئی مستقل مضمون کا لکھنا نہیں ہے نہ اس تنقید سے خدانخواستہ کسی کی ذات پر حملہ مقصود ہے البتہ اردو کے متعلق ہمارے جو کچھ خیالات ہیں وہ ان مختصر الفاظ میں عرض کردیئے ہیں اب اس کا فیصلہ کرنا کہ کون حق پر ہے۔ ارباب بصیرت کی منصف مزاجی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ابھی ان امور کے تصفیہ کیلئے مزید تحقیقات مطالعہ اور غور کی ضرورت ہے جن ناظرین کو ان امور سے دلچسپی ہو انکو چاہئے کہ ایسی کتابوں سے استفادہ کریں جنمیں اس قسم کا مواد مل سکے اس مختصر سے تبصرہ میں تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں۔ بہر حال حکیم صاحب کی محنت اور تلاش قابل ستائش ہے کیونکہ جو تاریخ زبان اردو کی پیش کی گئی ہے وہ بسا غنیمت ہے اور تذکرہ نویس حضرات کیلئے بہت کچھ مفید ہے۔

اردو کی تاریخ رسالہ کے (۱۲۰) صفحوں پر ختم ہوئی ہے بقیہ (۳۰۱) صفحوں پر "معراج العاشقین" ہے جس کا دیباچہ مولوی عبدالحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ نیز تصحیح بھی فرمائی ہے "معراج العاشقین" کو مولوی صاحب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رح" کی تصنیف فرماتے ہیں اسلئے ہم کو ناشر صاحبان کا مشکور ہونا چاہئے کہ ایسے بزرگ دین کے جن زرین اقوال سے ہم آجتک محروم تھے وہ اسطرح زیور طبع سے آراستہ ہوکر ہم گنہگاروں کو داخل حسنات کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ بندہ نواز رح اپنے والدین کے ہمراہ دہلی سے اورنگ آباد پانچ سال کی عمر میں تشریف لائے اور اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ پندرہ سال کی عمر میں واپس دہلی تشریف لیگئے اور پھر بکر اسی سال کی عمر میں رونق افروز دکن ہوئے موجودہ صورت میں جسکو خود مولوی صاحب نے تسلیم کیا ہے حضرت بندہ نواز رح کی مادری زبان اردو کو کسطرح دکھنی اردو سمجھ لیا ہے۔ یہ ایسا ہی نظریہ ہے۔ جیسے کوئی ترقی کی فارسی کو ہندوستان کی فارسی تسلیم کرلے۔ اسکے علاوہ "معراج العاشقین" میں شاذ و نادر ہی الفاظ دکھنی پائے جاتے ہیں۔ برج بھاشا اور پنجابی (ہندی) الفاظ کی کثرت ہی نہیں بلکہ ترکیب بندش وغیرہ ساری کی ساری شمالی ہند کی ہے مثلاً ہمہ۔ سول کیان۔ دہسنا۔ دسرا۔ تسرا۔ میریاں وغیرہ یہ الفاظ آجتک بجنسہ پنجاب میں رائج ہیں۔

بہرکیف "معراج العاشقین" ایک متبرک رسالہ ہے ہمکو کارکنان رسالہ کا ممنون ہونا چاہئے جنھوں نے ایسے مفید معلومات کیلئے اپنا رسالہ وقف کردیا ہے۔

رسالہ تاج کے علاوہ یہ دونوں چیزیں تاج پریس نے علیحدہ علیحدہ بھی طبع کی جنکی قیمتیں یہ ہیں :-

(۱) تاریخ زبان اردو قسم اول عہ قسم دوم عہر

(۲) معراج العاشقین قسم اول ۱ر قسم دوم ۸ر

رسالہ خوشخط طبع ہوا ہے امید کہ پبلک خریدفرما کر کارکنان رسالہ کی ہمت افزائی کرتے ہوئے "معراج العاشقین" سے مستفید ہوگی۔ قیمت رسالہ عہ

دفتر رسالہ تاج چھتہ بازار حیدرآباد دکن سے ملسکتا ہے

خوشخبری

ہم نہایت مسرت کے ساتھ اپنے معاونین کو اس امر کی اطلاع دیتے ہیں کہ سال آیندہ یعنے ماہ آذر ۱۳۴۵ ف سے رسالہ نمایش کے اڈیٹوریل اسٹاف میں ایک جائنٹ اڈیٹر کا اضافہ کیا گیا ہے یقین ہے کہ سال آیندہ سے رسالہ نئی آب و تاب سے شایع ہوا کریگا اور مضامین کو انتہا درجہ دلچسپ اور مفید بنانے کی امکانی کوشش کیجائیگی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین بھی مسرت کیساتھ رسالہ کی نئی جلد کا انتظار کرینگے۔ اور اس انتظار کے دوران میں رسالہ کی ان خوبیوں کی بنا پر جنکا ہم انہیں یقین دلا رہے ہیں ضرور بالضرور توسیع اشاعت میں حصہ لینگے اور اپنے خوشگوار فرض کی انجام دہی کرینگے۔

اڈیٹر

ارزاں صنعت وحرفت

گھریلو کارآمد نسخے

اونی کپڑوں سے میل دور کرنا اونی کپڑوں میں میل جم جانیکی وجہ سے اوس میں ایک خاص چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکو نہایت آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ اول کپڑے کو برش سے اچھی طرح صاف کر لیا جائے تاکہ اوس میں جو خاک اندر بیٹھ گئی ہے وہ نکل جائے۔ اب نیچے لکھے ہوئے عرق کو کسی سخت بال کے برش (مثلاً دانت مانجھنے کے برش) سے یہ عرق اس دھبہ کی جگہ پہ لگا کر خوب بار گڑا جائے تھوڑی سی دیر میں کپڑا صاف ہو جائیگا۔ اب دوسری طرف سے استری کردی جائے۔

نوسادر .... ایک میز کا چمچہ

پانی .... تین پاؤ (PINT)

پوڈر لگانیکا پھو صاف کرنا (POWDER PUFF) کثرت استعمال سے میلے ہو جاتے ہیں اسکو اسطرح صاف کیا جاسکتا ہے کہ اول گرم پانی میں کسی اچھے صابن کے جھاگ نکال کئے جائیں۔ اور اوسمیں ایف لو کئی مرتبہ غوطے دیئے جائیں جب اوس کا میل نکل جائے تو خالی گرم پانی میں دو تین غوطے اچھی طرح دئے لئے جائیں صاف ہو جائیگا۔

ارنڈی کے تیل کی بو نکالنا اکثر ارنڈی کے تیل کا استعمال اسوجہ نہیں کر سکتے کہ اوسمیں بو ہوتی ہے اس بو کو اسطرح نکال سکتے ہیں کہ انڈے کی سفیدی کو تیل میں اچھی طرح گھول دیا جائے۔

میلے سیاہ ریشم کو دھونا سیاہ رنگ کا جو ریشم میلا ہو جائے اسکو اسطرح دھویا جاتا ہے کہ حسب ضرورت پانی میں آلو کو اچھا ابالا جائے آلو نکال دئے جائیں اور اس پانی میں اوس ریشم کو دھو لیا جائے خوب صاف ہو جائیگا۔

چاندی کا سامان صاف کرنا چاندی کا سامان صاف کرنیکی سینکڑوں ترکیبیں ہیں منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے کہ پھٹے ہوئے دودھ میں چاندی کا سامان ڈالکر آدھے گھنٹے کیلئے چھوڑ دیا جائے بعد ازاں نکال کر صاف پانی سے دھو لیا جائے۔

آئینہ صاف کرنا کسی کپڑے پر اسپرٹ (SPIRITS OF WINE) ڈالکر اوس سے آئینہ صاف کیا جائے اور پھر خشک صاف کپڑے سے اوسکو اچھی طرح پونچھ ڈالا جائے۔ آئینہ خوب صاف ہو جائیگا۔

فولاد کا زنگ دور کرنا فولاد کی چیزیں صاف کرنے کے بھی بہت سی ترکیبیں ہیں سب سے سستی ترکیب یہ ہے کہ زنگ آلود فولاد پر ایک دن پہلے پیاز کا عرق تھوڑی دیر تک ملکر چھوڑ دو۔ دوسرے دن اینٹ کی باریک چھنی ہوئی ریت میں تارپین کا تیل ملا کر اوسکو خوب اچھی طرح رگڑ کر صاف کر لو۔

لیمپ کی روشنی کو صاف کرنا بعض مقامات پر تیل اچھا نہ ملنے کی وجہ لیمپ صاف روشنی نہیں دیتے ہیں اگر کافور کا تھوڑا سا ٹکڑا تیل میں ڈالکر لیمپ جلایا جائے تو روشنی صاف ہوگی۔ اگر کافور نہ ملے تو سرکہ کے چند قطرے بھی ڈالکر یہی کام لیا جا سکتا ہے۔ اگر تیل خود ہی صاف ہوگا اور اس میں کافور ڈالدیا جائیگا تو روشنی اور بھی صاف اور خوبصورت ہوگی۔

کپڑے سے سیاہی کے دھبے نکالنا لیمو اور نمک کو ملا کر ریشمی یا سوتی کپڑے کے سیاہی کے دھبوں پر ملنے سے دھبے نکل سکتے ہیں بعد میں اچھی طرح صاف پانی سے دھو کر صاف کر لیا جائے۔

سنہری چوکھٹے صاف کرنا تصویروں کے سنہری چوکھٹے میلے ہو جاتے ہیں اونکو اسطرح صاف کر لو کہ نیم گرم پانی میں ذرا سا سرکہ ملا کر اوس سے اونکو دھو ڈالو صاف ہو جائینگے۔

کرسیوں کی ڈھیلی بید تنگ کرنا اگر کرسیوں کی بید ڈھیلی ہو گئی ہے اور آپ اوسکو بغیر کھولے تنگ کرنا چاہتے ہیں تو بہت تیز گرم پانی میں تھوڑا سوڈا (SODA) گھولئے اور اوس سے ڈھیلی بید کو دو تین مرتبہ اچھی طرح سے دھوئیے اور خشک کرنے کے لئے دھوپ میں رکھ دیجئے۔ بید اپنی اصلی حالت پر آجائیگی۔

پیاز کی بو ہاتھ سے نکالنا پیاز کاٹنے یا استعمال کرنے سے ہاتھوں میں اسکی سخت بو ہو جاتی ہے جو صابن وغیرہ سے ذرا مشکل سے نکلتی ہے اسلئے اگر تھوڑے پسے ہوئے بن (پسی کافی) یا نمک ہاتھ میں ملکر دھو ڈالے جائیں تو بو بالکل نکل جاتی ہے۔

بالائی کی قایمقام اگر قہوہ پیتے وقت بالائی موجود نہ ہو تو اوسکی قایمقام بالائی بنائی جا سکتی ہے اوسکی ترکیب یہ ہے کہ ایک انڈے کی سفیدی کو تھوڑے خالص مکھن (مسکہ) میں خوب پھینٹ لی جائے اور اوسکو قہوہ کی پیالی میں ڈالدیا جائے بالکل بالائی کا کام دیگی۔

اسی طرح اگر قہوہ میں تھوڑا سا نمک ڈالا جائیگا تو اوسکی گاد نیچے بیٹھ جائیگی اور پھر لطف یہ کہ خوشبو بڑھ جاتی ہے لیکن کہیں زیادہ نہ ڈال دیا جائے ورنہ بجائے بہتری کے خرابی پیدا ہو جائیگی۔

لکڑی کے سامان کی لکیریں مٹانا ہر گھر میں کسی نہ کسی طرح یا اٹھانے بٹھانے کی وجہ سے لکڑی کے سامان میں نشانات اور لکیریں پڑجاتی ہیں انکو نہایت آسانی سے نکال دیا جاسکتا ہے وہ یوں کہ اول ان لکیروں اور نشانات پر تھوڑا گرم پانی لگاؤ اور دو تین تہہ کرکے بادامی (براؤن) کاغذ اسپر رکھو اور تھوڑا پانی ان کاغذوں پر بھی چھڑک دو اب استری گرم کرکے اسپر اتنی دیر تک پھیرو کہ نیچے تک خشک ہوجائے آپ کو تعجب ہوگا جب آپ کاغذ اٹھائینگے تو نشانات بالکل غائب ہوگئے ہیں غالباً تین مرتبہ استری پھیرنا اسکے لئے کافی ہوگا۔

اونی کمبلوں کو بغیر دھوپ کے محفوظ رکھنا اونی قالین اور کمبلوں کو ہمیشہ دھوپ دینے کی ضرورت ہوتی رہتی ہے اگر کسی پاس ایسا مقام نہیں ہے جہاں یہ دھوپ میں ڈالے جاسکیں وہ یہ کرسکتے ہیں کہ گرم پانی کی بوتلیں اون میں رکھدیں وہی کام دینگی جو دھوپ میں ڈالنے کا مقصد ہے۔

لکڑی کی درز کو بند کرنا اگر لکڑی کے سامان میں کوئی درز پڑجائے تو اوسمیں اول موم بھر دو اور سینڈ پیپر (ریگمال) سے اسکے چاروں طرف ایسا رگڑو کہ خوب برادہ نکلے اس برادہ کو اوسی درز میں بھردو کہ موم پر چپک جائے اب تمام پر رنگ کردو۔ درز بالکل معلوم نہیں ہوگی اور سستے میں کام نکل جائیگا۔

لیمپ کے کالک صاف کرنا جو لیمپ یا قندیلیں (لالٹین) روزانہ جلتی ہیں انکے اکثر اور جو بہت کم جلتی ہیں انکے گلے (برنر) کبھی کبھی سوڈے ملے ہوئے پانی سے دھوڈالا کرو۔ روشنی ہمیشہ صاف رہیگی۔

مٹھاس میں اضافہ کرنیکی ترکیب اگر کوئی میٹھی چیز پکائی جارہی ہے تو اوسمیں پکاتے وقت بہت تھوڑا سا نمک ڈالدو جس سے شکر بھی کم خرچ ہوگی ذائقہ بھی اچھا ہوگا اور چیز اچھی رہیگی۔

ریشمی جرابوں کی احتیاط پاؤں کا میل ریشم پر بہت اثر کرتا ہے اور جلدی خراب کردیتا ہے اسلئے بہتر یہ ہیکہ ایک ہی جراب کو روزانہ استعمال نہ کیا جائے بلکہ ایک مرتبہ پہننے کے بعد اوسکو اگر دھوڈالا جائے تو اسکی عمر دوگنی ہوجاتی ہے۔

چاقو اور استرے کی احتیاط چاقو کو ہرگز گرم تیل یا گھی میں نہ ڈالنا چاہئے کیونکہ اس سے اوسکی دھار خراب ہوجاتی ہے۔

گوند والی بوتل کا کارک جس بوتل میں گوند۔ سریش یا اسی قسم کی اور چپکنے والی چیز ہے اوسکے کارک پر اگر کوئی چکنی چیز لگادی جائے تو کارک بوتل کے منہ میں نہیں چپکتا ورنہ اکثر وقت ہوتی ہے اور کارک بہت خراب ہوجاتے ہیں۔

بادامی چمڑیکے دھبے نکالنا اگر بادامی چمڑے میں (خواہ جوتا ہو یا کوئی اور چیز) کچھ دھبے پڑجائیں تو پہلے چمڑے کو اچھی طرح کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کرلینا چاہئے تھوڑا سا پٹرول فلالین پر ڈالکر اوس سے آہستہ آہستہ دھبوں پر پھیرا جائے بعد ازاں جب دھبے نکل جائیں تو خشک ہوجانیکے بعد حسب خواہش پالش کرلیا جائے۔

مفید نسخے

از جناب مولوی سید احمد علی صاحب

گھوڑے کی ساز کی سیاہی ایک اونس بھیڑ کی چربی ۰۔۱۶ اونس موم دو اونس صابن ان سب اشیاء میں پانی ڈالکر آگ پر گلالو پھر اس میں عمدہ نیل ایک اونس ملا دو۔ ان سب کے برابر آئیل آف ترپنٹین ملاکر اسپنج سے گھوڑے کے سامان پر لگاکر برش سے پالش کردو۔ بوٹ اور جوتوں پر بھی یہ سیاہی لگ سکتی ہے۔

بوٹ اور جوتے کی سیاہی رکٹی فائیڈ اسپرٹ ۴۸ اونس۔ لاکھ دو اونس۔ کاجل دو اونس پہلے رکٹی فائیڈ اسپرٹ میں لاکھ کو گلالیں پھر کاجل شامل کرکے جوتے کو بھیگے کپڑے سے پونچھکر پھریری سے لگائیں اس پر برش کرنے کی ضرورت نہیں۔

جاوید سیاہی لکھنے سے پہلے کاغذ کو گالک ایسڈ میں تر کرکے خشک کرلو۔ اس کاغذ پر لکھنے کے بعد کسی حروف کا گھٹانا بڑھانا ناممکن ہے اور سیاہی کاغذ پھٹنے تک نہیں مٹے گی۔

جادو کی سیاہی پہلے ہاتھ یا کاغذ پر مدار کے دودھ سے لکھکر خشک کرلو پھر اس پر کوئی سیاہ شے مثلاً کاجل یا کوئلہ کا سفوف مل دو تو لکھا ہوا معلوم ہوگا لوگ دیکھکر تعجب کرینگے۔

لکھا مٹانا سائینڈ آف پٹاس کو پانی میں گھولکر الگ برتن میں رکھو اور مگنز اکمک ایسڈ کو پانی میں ملاکر دوسرے برتن میں رکھو جس حروف کو مٹانا ہو اسے پہلے پھریری سے

پوشیدہ سیاہی نوسادر اور نیلا طوطا ہم وزن لیکر پانی میں گھولکر لکھنے سے کچھ نظر نہیں آئیگا۔ مگر آگ کے سامنے کرنے سے حروف صاف نظر آنے لگیں گے اور ٹھنڈے ہونے پر پھر گم ہوجائینگے

دیگر ایضاً دودھ یا عرق لیمو یا عرق پیاز سے کسی کاغذ پر لکھے خشک ہوجانے پر لکھا ہوا معلوم نہ ہوگا لیکن آگ کی ذرا گرمی پہونچ جانے سے صاف پڑھا جائیگا۔

سیاہی کا داغ مٹانا املی۔ ٹاٹارک اور آگزالک ایسڈ سے رگڑنے سے انگریزی سیاہی کا داغ مٹ جاتا ہے۔

پرانے خط کی نقل اتارنا ہیڈرو کلورک ایسڈ ایک تولہ کو ۱۲ تولہ پانی میں ملاؤ پھر اسمیں کاغذ تر کرکے جس تحریر کی نقل لینی ہو اسکے اوپر رکھکر پریس یا کسی وزندار ہموار چیز سے دباؤ۔ اسکو نکال کر الکراموئیہ گیس لگا دینے سے نقل اصل اتر آئیگی۔

ہاتھی دانت پر لکھنا ہاتھی دانت پر پہلے موم بچھاکر سوئی یا نوکدار چیز سے لکھو پھر اسمیں آئیل آف وٹرول چھوڑ دو نقش ہوجائیگا۔

کانچ پر لکھنا موم اور الکتر برابر لیکر آگ پر گلاکر حل کرلو پھر کانچ پر لیپ کردو خشک ہوجانے پر نوکدار قلم سے جو چاہو لکھو۔ پھر اس پر ہیڈرو فلورک ایسڈ لگاکر کچھ دیر بعد پانی سے دھو ڈالو۔ اولیم ترپینٹین سے موم اور الکتر الگ ہوجائیگا۔

مقالات و اقتباسات

کیا دھاتیں بھی کام کرنے سے تھک جاتی ہیں

ہمارے ہم وطن مشہور عالم جگادس چندر ابھوس کے تجربوں اور تحقیقاتوں کی بنا پر ہمکو بہت زمانہ پہلے سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کی طرح دھاتیں بھی جب ان سے زیادہ کام لیا جاتا ہے تو تھک جاتی ہیں۔ اس یقین کے خلاف جو یورپ میں بھی نہایت شدومد کیساتھ پھیلا ہوا تھا۔ خاصکر ہوائی جہازوں کے پرزوں کے متعلق خواہ وہ لوہے کے ہوں یا کسی اور دھات کے، ایک آرٹیکل پروفیسر جنکر (JUNKER) کے لفتفورکھنر ناخرشٹن بلاٹ (LUFTVERKEHR NACHRICHTEN-BLATT) میں شائع ہوا ہے جس میں ایک جرمن سائنس داں نے "بھرت" (ALLOY) ڈورالیومن (DURALUMIN) پر اپنے معلومات کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:-

اگرچہ تھکان کا واقعہ ہر کس و ناکس کے احاطۂ علم میں آچکا ہے۔ پھر بھی اسکی حقیقت کو بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ اور خاص کر ان لوگوں پر اس کا بہت برا اثر پڑا ہے جو فن سے ناواقف ہیں اب اس کے ساتھ ساتھ اس واقعہ نے علمی دنیا میں بہت کچھ ضرر پہنچائے ہیں لیکن آخر کار سائنٹفک دنیا نے اس کو بے بنیاد ہی ثابت کر کے چھوڑا۔ حال کی منتخب تحقیقاتوں سے یہ صاف طور پر ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ تکان کا واقعہ کوئی وجود نہیں رکھتا ہے لیکن اس کے خلاف ہر مادی چیز کے لئے جبکہ وہ تمام خرابیوں سے پاک ہو استعمال کی ایک خاص حد ہوتی ہے اور اس حد کے اندر وہ ایک غیر محدود استحکام کی مالک ہوتی ہے اور جس عرصہ تک چاہیں ہم اسکو استعمال کر سکتے ہیں اگر کسی طرح سے وہ چیز اس حد سے باہر بار بار استعمال کیجائے تو لازماً ٹوٹ جائیگی۔ اس حد سے باہر جتنا زیادہ مطالبہ اس پر ہوگا اتنا ہی جلد وہ ٹوٹے گی بھی یہ حد مختلف

دھاتوں میں مختلف ہوتی ہے اور اس کا انحصار کام کے وقت جھٹکوں اور تناؤ کی قوت پر ہے۔ لیکن جب یہ حد معلوم ہوسکتی ہے تو ہم ساخت کے پرزوں کا ناپ لیکر یہ معلوم کرنا کہ وہ جھٹکے جن کی تحت میں وہ چیز ہوتی ہے وہ اس حد کے اندر ہے یا نہیں بہت آسان کام ہے۔

اس کے بعد یہ محقق ڈورالیومن کے متعلق اپنے مختلف تجربوں کا اظہار کرتا ہے اور اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ ڈورالیومن کام کرنے سے تھکتی نہیں ہے اور یہ کہ ہوائی جہاز میں متواتر جھٹکے اس کی لوچ (TENASITY) یا استحکام میں اگرچہ وہ مفصلہ بالا حد سے باہر ہی کیوں نہ ہوں کوئی خرابی پیدا نہیں کرتے بشرطیکہ ان پرزوں کی ساخت میں دھات کی سائنٹفک خاصیتیں نظر انداز نہ کی گئیں ہوں

چارہ کیلئے گھانس کی حفاظت

گھانس کو پہلے پہل جانوروں کی غذا میں دوسری چارہ کی چیزوں کے ساتھ ضمنی طور پر دیا جاتا تھا۔ چونکہ یورپ میں گھوڑوں کو خالص جئ (OATS) نہیں دیجاتی بلکہ اس کے ساتھ باریک کٹی ہوئی گھانس بھی شریک کیجاتی تھی۔ زمانہ جنگ میں اس بات کے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ گھانس کی غذائی طاقت کو دریافت کیا جائے معلوم ہوا کہ اس میں البومن (ALBUMEN) وغیرہ کی کثیر مقدار موجود ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ غذائی چیزیں جانوروں کے معدہ کے بہت کم درجہ تک موافق آتی ہیں اسوجہ سے اصلی تقویت بخش چیزیں کثیر مقدار میں بغیر ہضم ہوئے جانوروں کے جسم سے فضلا کی صورت میں خارج ہوجاتی ہیں اس خرابی کو مدنظر رکھتے ارباب بسط وکشاد نے جانوروں کو دینے سے گھانس کو چند کیمیائی مرکبات سے تعامل کرنے کا موقعہ دیا۔ چنانچہ گھانس کو سوڈے۔ کاسٹک سوڈے یا اسی طرح کی کسی اور چیز کے ساتھ پکایا جاتا ہے اس کے بعد اسکو دھوکر خشک کرلیا جاتا ہے۔ اس طرح کی گھانس جب جانوروں کو کھلائی گئی تو معلوم ہوا کہ جب وہ معمولی گھانس کو پہلے بیس فی صدی ہضم کرتے تھے تو اب اس گھانس کو اسّی فی صدی تک ہضم کرسکتے ہیں۔ اس طور پر گھانس میں چارہ کی اعلیٰ درجہ کی خوبی پیدا ہوگئی۔ اس کے علاوہ اس گھانس میں دوسری خوبی یہ پیدا ہوجاتی ہے کہ یہ غیر محدود عرصہ تک محفوظ رکھی جاسکتی ہے۔

مفصلہ بالا طریقے ہندوستان کیلئے کچھ کارآمد نہیں ہوسکتے کیوں کہ اس طرح کے عمل کے لئے نہایت قیمتی آلات اور سامان کی ضرورت پڑتی ہے خاصکر دھونے اور چھاننے کیلئے۔ اس کے علاوہ جن کیمیائی ادویات کی ضرورت پڑتی ہے وہ بھی بیش قیمت ہوتی ہیں لیکن گھانس کو بہتر صورت میں لانیکے اور بھی طریقے ہیں جو ہمارے ملک کیلئے بہترین ثابت ہوسکتے ہیں۔

اس عمل کیلئے جن خام اشیا کی ضرورت پڑتی ہے وہ میٹھے رس کے پھلوں کی صورت میں موجود ہیں جو میٹھے پھلوں کی کثیر مقدار سے حاصل ہوسکتی ہیں اگر ان پھلوں کے پانی حوضوں میں بجھے ہوئے چونے کی ایک تہ کیساتھ رکھا جا۔

توالعبد الذکر کا کلشیم اکسائیڈ پھلیوں کی شکر کیساتھ تعامل کریگا۔ مصفا محلول کو جس میں یہ کیمیائی مرکب ہوتا ہے گھانس میں جذب ہونے کا موقعہ دیا جاتا ہے اور پھر اسکو بخارات بناکے اڑا دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ "شکر چونا" گھانس کے سیلیولوز (CELLULOSE) پر وہی عمل کرتا ہے جو سوڈا کرتا ہے اس صورت میں دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پکانیکی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اسکے علاوہ گھانس کو دھونیکی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسکی غذائی طاقت بھی بہت بڑھ جاتی ہے جانور اسکو بہت رغبت کیساتھ کھاتے اور آسانی سے ہضم بھی کرسکتے ہیں۔

اگر گھانس کو بغیر کاٹے کے لانبی لانبی کاڑیوں کی شکل میں استعمال کیا گیا ہے تو پھر اسکو خشک کرنا اور گٹھے باندھنا آسان ہوجاتا ہے اور اس شکل میں اسکی نقل و حرکت بھی سہل ہوجاتی ہے۔ اسطرح کے گٹھوں کو اگر سایہ میں رکھا جائے تو وہ سالہا سال تک جانوروں کے چارہ کے کام آسکتے ہیں جرمنی میں یہ کیمیائی طور پر حاصل کی ہوئی گھانس باریک کترا ہوا کیک کی صورت میں دبائی جاتی ہے اس طریقہ سے چارہ ممالک غیر کو بھی بھیجا جاسکتا ہے لیکن اسکے لئے مشین درکار ہوگی۔

اوپر کے سادہ ترین طریقہ سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دور ترین دیہات کے کسان بھی میٹھے پھل کے ذریعہ با آسانی اپنے جانوروں کے لئے بہترین گھانس مہیا کرسکتے ہیں اور اس عمل میں کسی مشین یا آلے کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے۔

چارہ (فاڈر) اور کھاد کے طور پر بادام کے چھلکوں کا استعمال

حکومت فلسطین کا زرعی متشاج (ANALYST) نے مذکورہ بالا مضمون پر ایک آرٹیکل کمرشل بلیٹن میں شایع کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس ملک میں بادام کے ۱۷۱۶۴۰ درخت ہیں اور سالانہ فی درخت ۵.۱ کیلو خشک مغز بادام حاصل ہوتے ہیں اور ہر درخت سے ۳ کیلو چھلکا برآمد ہوتا ہے۔ اس حساب سے تمام ملک میں ۵۰۰ میٹرک ٹن پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کے یقین کیلئے کہ آیا یہ فضلہ حیوانات کے چارہ اور کھاد کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے کہ نہیں متعدد تجربے کئے گئے اور اس سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

بادام کے چھلکوں کی غذائی قابلیت نشاستہ کی طاقت کے لحاظ سے ۴۹ر۴۱ ہے اس کا مقابلہ اور دوسرے چارہ کے طور پر استعمال ہونیوالی چیزوں کے نشاستے سے کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلیٰ درجہ کی گھانس میں نشاستہ کی طاقت		۴۰ر۱
(۲) اسٹنجاش مثل بچھوکے درخت کے پتے	"	۴۸ر۰
(۳) الیم (ELM) کے پتے	"	۵۰ر۰
(۴) سیراڈلا	"	۴۸ر۹
(۵) اکارن نیم خشک		۵۱ر۱
(۶) بارلی بران (BARLEY BRAN)		۴۷ر۳
(۷) مولاسس (MOLLASSES)		۴۸ر۰

(۱۰) ہیمپ کیک (HEMPCAKE) ۰ء ۴۹

اس مقابلہ سے نظر آئیگا کہ بادام کے چھلکے میں کثرت سے غذائیت موجود ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان چھلکوں میں بافراط ٹینن (TANNIN) "ایک قابض چیز" بھی موجود ہوتی ہے جو زیادتی کی صورت میں گھریلو جانوروں کے کیلئے مضر ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے جانوروں کو دیتے وقت اسکی احتیاط کیجائے اور کسان جو اس مضر چیز سے نجات پانا چاہیں انہیں چاہیے کہ پہلے اس امر کا اندازہ کرلیں کہ کتنی مقدار کس جانور کیلئے بے ضرر ثابت ہو سکتی ہے پہلے پہلے چھلکے دوسرے چارہ کیساتھ ملا کر دیئے جائیں اور پھر آہستہ آہستہ انکی مقدار بڑھائی جائے یہاں تک کہ وہ اس حد تک مل جائے جبکہ کوئی مضر اثر پیدا ہوتا ہو اسطور پر یہ نقطہ برداشت معلوم کیا جا سکتا ہے پھر تو نہایت کامیابی کیساتھ بغیر کسی خطرے کے چھلکے جانوروں کو دیئے جا سکتے ہیں تجربہ سے ظاہر ہوگا کہ ایک جانور دوسرے کی نسبت ٹینن کی زیادہ مقدار برداشت کر سکتا ہے اس اختلاف پر نظر کرنے پر ہر شخص اس امر کا اندازہ بخوبی کر سکتا ہے کہ کونسا تناسب ایک معمولی برداشت کا جانور بھی بغیر کسی شکایت کے برداشت کر سکتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چھلکے جسقدر باریک پسے ہوئے ہونگے اسیقدر ان میں کے تقویت بخش اجزا اپنا اثر زیادہ کرینگے۔ اسلئے جانوروں کو جب چارہ کے طور پر دیں تو بہت باریک پیس کر دیں۔

بادام کے چھلکوں کو کھاد کے طور پر استعمال کرنیکے متعلق جو مختلف تجربے کئے گئے انکی بنا پر اسکی راکھ کا حسب ذیل تشریح یہ ہے۔

نائٹروجن	فی ہزار گرام	۰ء۴ گرام
پوٹاشم	،،	۱۸ء۸ ،،
فاسفیٹس	،،	۱ء۲ ،،

معفلہ بالا اعداد ان چھلکوں کی کھاد کی طاقت کو کافی طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہی تجربوں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر بادام کے چھلکے اپنی طبعی حالت میں استعمال کئے جائیں تو پھر نامیاتی مادوں کے سڑنے گلنے کا عمل بہت سست ہو جاتا ہے اس امر کا اظہار بھی بہت ضروری اور فائدہ سے خالی نہیں کہ باریک پسا ہوا چھلکا اپنے اندر قوت جاذبہ بھی زیادہ رکھتا ہے اور اس بنا پر اس کی ایک تہ جانوروں کے باندھنے کی جگہ مثلاً طویلوں وغیرہ میں بچھادی جا سکتی ہے اسطور پر یہ اپنے کھاد کے خواص کو بڑھا لیتا ہے کیونکہ اسمیں پیشاب میں کے ائٹروجنی مادہ جذب ہو جاتے ہیں حفظان صحت کے لحاظ سے بھی جانوروں کے تھانوں میں چھلکوں کا استعمال نہایت قیمتی ہوگا۔ کیونکہ ان میں گیسوں کے جذب کرنیکی بھی بے حد طاقت موجود ہے۔ طویلوں میں یہ جرم کش کا بھی کام دیسکتے ہیں۔ کیونکہ نامیاتی مادوں کی سڑان وغیرہ کو روک دیتے ہیں۔

کھاد کے طور پر اسکو استعمال کرنیکا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسکو ہوا میں خشک کر کے جلا دیا جائے اور راکھ کو کھاد کے طور پر استعمال کریں۔ اگرچہ اس صورت میں کھاد کے بعض ضروری اجزا بہت زیادہ مقدار میں ہونگے لیکن نامیاتی مادہ بالکل :

نظام ریلوے اور دار الصناع

ہندوستان کی دوسری ترقی پذیر ریلوں کی طرح ہز اگزالٹیڈ ہائی نس دی نظامس گارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوی سسٹم نے بھی نہ صرف اس لحاظ ہی سے قابل قدر ترقی کی ہے کہ روزانہ آمد ورفت رکھنے والوں کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ پہلے کی نسبت لوگ اسپر زیادہ سفر کرنے لگے ہیں اور مال کی بھی کثرت کے ساتھ درآمد و برآمد ہونے لگی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مال کی درآمد و برآمد کے ساتھ مسافروں کی تعداد میں کثرت ہو جائیگی تو اسی مناسبت سے گاڑیوں اور انجنوں میں اضافہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ عہدہ داران متعلقہ نے اس ضرورت کا احساس کرکے گاڑیوں اور انجنوں کی تعداد میں اضافہ کرنیکی کوششیں شروع کردی ہیں۔

لیکن لالہ گوڑہ میں جو ورکشاپ (دار الصنائع) قائم ہے اس میں باوجود انتہائی کوششوں کے رفتار کار میں اسقدر شتاب کاری پیدا نہ ہوسکی کہ روز افزوں مانگ کے برابر گاڑیوں اور انجنوں کی ساخت عمل میں آسکے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو مسافروں کی کثرت اور گاڑیوں کی قلت کی وجہ سے سفر کرنے والوں کو بے انتہا تکلیف ہونے لگی۔ اور دوسری طرف غیر معمولی بار عاید ہوجانیکی وجہ سے جسقدر گاڑیاں اور انجن پہلے سے موجود تھے ان میں بھی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ جن سے ان کی تعداد میں معتد بہ کمی واقع ہوگئی اور پھر عین اسوقت جبکہ ان کی بیشتر ضرورت تھی۔

لالہ گوڑہ ورکشاپ میں مانگ کے مطابق کام نہ ہوسکنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ورکشاپ (دار الصناع) کے کاروبار کو ایسے متعدد شعبوں میں تقسیم کیا گیا کہ کچھ تو ان کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ مناسب طریقہ کار کسی شعبہ میں بھی موجود نہ تھا۔ کام کرنے والوں کے لئے جن جن سہولتوں کی

ضرورت عموماً ہوا کرتی ہیں وہ سب بدقسمتی سے وقتوں میں بدل گئی تھیں۔

جب تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا لاالہ گوڑہ کے دارالصناع میں اصلاحت نافذ کرنا بالکل محال تھا لیکن سنہ ۱۹۲۴ء میں مسٹر جی آر جی ہڈلسٹن نے جو لوکو کیرج اور واگن ڈپارٹمنٹ کے افسر اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے تمام امور کا بہ امعان نظر مطالعہ کیا اور ایک وسیع اسکیم تیار کی جس میں نہ صرف موجودہ نقائص اور خرابیوں کے ازالہ ہی کی تدبیریں پیش کی گئی تھیں۔ بلکہ ایسی صورت میں تجویز کی گئی تھی۔ جن پر عمل پیرا ہو کر آئندہ پندرہ سال تک ریلوے لائن کو کسی قسم کی مزید وقت کے پیش آنیکا امکان باقی نہ رہتا اور ضرورت کے مطابق گاڑیاں اور انجن تیار ہو جاتے۔

اس اسکیم میں جو خاص خاص باتیں تجویز کیگئی تھیں وہ ساخت اشیاء میں عجلت اور جن چیزوں سے کیرج اور انجنوں کے بنانے میں کام لیا جاتا ہے انکی بآسانی تشکیل سے متعلق تھیں۔ ان امور کے حاصل کرنے کی یہ تجویز بنائی گئی تھی کہ از سر نو شعبہ بندی کی جائے اور جدید ترین اشیاء سے کام لیا جائے تاکہ تعمیل کار کے ساتھ ہی ساتھ جو چیزیں دارالصناع میں بنائی جائیں وہ زیادہ مستحکم اور قابل اطمینان ہوں اور کم وقت اور کم محنت کے ساتھ بن سکیں۔

مسٹر ہڈلسٹن کی تجویز پر بالتفصیل بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے مختصر طور پر یہ سمجھ لیا جائے کہ جدید عمارتوں کی تعمیر اور مزید سہولتوں کے حصول کے لئے انہوں نے گنجائش کا مطالبہ کیا تھا۔ جدید عمارتیں جنکی تجویز کیگئی ہے یہ ہیں ذخیرہ موزنجات۔ مکان رنگ سازی۔ گودام۔ دوکان برقی بائیلر شاپ۔ اور موجودہ ارکٹنگ شاپ کی توسیع جن سہولتوں کو حاصل کرنے کا ارادہ تھا وہ بعض شاپس اور سائڈنگس کی تنظیم جدید۔ نئے کرنیس وغیرہ وغیرہ سے متعلق ہیں۔

ذیلی مشین شاپس

مسٹر ہڈلسٹن کی اسکیم کا اہم ترین جزو جسکو بہت زیادہ اہمیت دی جارہی ہے یہ ہے کہ مشینوں اور اوزاروں کی تنصیب کے لئے وسیع تر اور زیادہ کشادہ مقام نیز ایک جدید بائیلر شاپ کی فوری ضرورت ہے اس اسکیم کے مطابق بائیلر ورک کو موجودہ مقام سے ایک دوسرے مقام پر منتقل کردیا گیا ہے جسکی وجہ سے نہ صرف مشینوں کی مناسب گروپ بندہی عمارت میں کشادگی پیدا ہوگئی ہے۔ بلکہ انتظام متعلقہ میں بھی ایک کامیاب تنظیم جدید عمل میں آئی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مشین شاپ کی قابلیت کار کے اضافہ کے ساتھ ساتھ تمام مشینیں کچھ ایسی مناسبت کے ساتھ نصب ہوگئی ہیں کہ جسکی وجہ سے اشیاء ساخت شدنی کو پہلے جو ایک شعبہ سے دوسرے شعبہ میں منتقل کرنیکی لازمی طور پر ضرورت ہوا کرتی تھی وہ باقی نہیں رہی ہے بلکہ ایک مشین کا کام ختم ہونے پر جو چیز تیار کی جارہی ہے وہ خود بخود دوسری مشین تک پہونچ جاتی ہے اور پھر تیسری اور پھر چوتھی تک غرض اسیطرح منتقل ہوتے ہوتے کامل طور پر تیار ہوکر دارالصناع سے باہر آجاتی ہے اور اسطرح

ظاہر ہے کہ وقت اور محنت میں کسقدر اور کس حد تک کمی پیدا ہوگئی ہے اس اسکیم کے مجوزین نے نہ صرف برقی قوت اور نیومیٹک پاور سے کام لینے ہی پر زور دیا ہے بلکہ انہوں نے کمال بھی بتایا ہے کہ ان دونوں چیزوں پر عملی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ مجوزہ اسکیم میں ان دونوں قوتوں سے کس کس طرح اور کیا کیا کام لئے جاسکتے ہیں۔

باور کیا جاتا ہے کہ جس قدر قوت برقی کی ضرورت اس غرض کیلئے داعی ہوتی وہ سرکاری محکمۂ برقی واقع حیدرآباد سے حاصل کیجائے گی۔

جدید ترین مشینوں کے استعمال کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو تمام دوسرے امور سے بہت زیادہ اہم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مجوزہ اسکیم نے اسکی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور تمام امور سے زیادہ وضاحت کے ساتھ اسی امر پر بحث کی ہے۔

اندازہ کیا جاتا ہے کہ تمام اسکیم کے نفاذ کیلئے جس میں کرینس (CRANES) کی تنصیب اور نیومیٹک اور برقی سامان و سامان کے اخراجات بھی شامل ہیں کم و بیش پانچ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی اس خصوص میں سب سے زیادہ دلچسپ جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس اسکیم کا دوسری ریلوے لائنوں کی مجوزہ اسکیموں سے جو گزشتہ پانچ سال کے دوران میں نافذ کیگئی ہیں۔ مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے بعض اسکیموں کیلئے جو صرفہ تجویز کیا گیا ہے وہ اسقدر کثیر ہے معاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زیادہ مجوزہ اسکیم نے دیانت داری سے بھی کام لیا ہے اور ریلوے لائن کے اغراض و مقاصد کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے ساتھ دست و گریباں کردیا ہے۔

بحالت موجودہ اخراجات مجوزہ کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ وہ مناسب اور کفایت شعارانہ ہیں لیکن اگر موجودہ اخراجات بفرض محال کافی نہ ہوئے تو اس کا بھی ابھی سے انتظام کرلیا گیا ہے کہ بعض ایسے ذرایع سے کام لیا جائیگا جس سے اخراجات میں کوئی قابل لحاظ اضافہ ہوئے بغیر ضروری کام انجام پاجائیں۔

آخر میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ بھی اعلیٰحضرت حضور نظام سابع خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہ کے امن رعایا کی بہبود اور فلاح کے متعلق اعلیٰ خیالات کا نتیجہ ہے کہ جو کام دوسری ریلوے لائنیں اس صرفہ سے جو کہ صرفہ میں بھی انجام نہ دے سکیں وہ ہماری حکومت میں بفضل ایزدی ۵ لاکھ کے قلیل رقم سے عنقریب انجام پانے والا ہے جس کے بعد مسافروں کو کسی قسم کی کوئی شکایت باقی نہیں رہیگی۔ اور ہر قسم کی سہولت خود بخود پیدا ہوجائیگی۔

عثمانیہ ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ

ریاست ابد مدت حیدرآباد نے رعایا کو ٹکنیکل تعلیم دینے کی غرض سے حال ہی میں ایک ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ عثمانیہ ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ کے نام سے قائم کیا ہے جو اب بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے۔

مٹی کے برتن بنانا۔ بڑھئی کا کام سکھانا۔ اور مشینوں وغیرہ کی ساخت کی تعلیم دینے کافی سے زیادہ

انتظام ہو گیا ہے اور بحالت موجودہ اسمیں ساڑھے تین سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ طریقہ تعلیم یہ رکھا گیا ہے کہ ایک وقت میں ان میں سے نصف کو دار الضرب سرکار عالی میں عملی تعلیم اور نصف کو اسی وقت میں کتابی تعلیم دیجاتی ہے اسکے بعد پہلے طلباء کی جگہ تعلیم حاصل کرتے اور دوسرے پہلوں کی جگہ۔ غریب طالب علموں کے لئے وظائف مقرر کئے گئے ہیں۔ جو طلباء تعلیم ختم کر چکتے ہیں ان کی تنخواہیں مقرر کر دی جاتی ہیں۔ فی الحال ایک عمارت خاص اس درسگاہ کیلئے زیر تعمیر ہے اور امید کیجاتی ہے کہ دو ایک مہینہ میں تکمیل پا جائیگی جسکے بعد مدرسہ کو اس میں منتقل کر دیا جائیگا

جرمنی کی جدید شعاع ہلاکت

چالیس میل کے نصف قطر میں کوئی زندہ نہیں بچ سکتا

ہوائی جہازوں کا استعمال بیکار ہوگا

ایک برطانوی رسالہ کے پیرس کے نامہ نگار کا تار اس مضمون کا شایع ہوا ہے کہ اطلاع ملی ہے کہ جرمنی اب ایک جدید شعاع ہلاکت کا مالک ہے جو مسٹر گرنڈل میتھیوس کے شعاع سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔

مسٹر ڈوہرٹی ممالک متحدہ امریکہ کے کمشنر تجارت مقیم برلن کے قول کے بموجب جس کو واشنگٹن کے محکمہ تجارت نے شایع کیا ہے کہ یہ چھ گھنٹوں میں فضاء آسمانی کو ۲۴ ہزار فٹ بلندی تک دشمن کے ہوائی جہازوں سے خالی کر دے سکے گی اور ساتھ ہی ساتھ ۴۰ میل کے نصف قطر کے اندر سارے آدمیوں کو ہلاک کر دیگی۔

اس جدید خطرہ کا نام

جدید خطرہ کے موجد نے اس کا نام "ہلیوٹراپ" رکھا ہے بیان کیا گیا ہے کہ اس جدید شعاع کی وجہ سے دوران جنگ میں ہوائی جہازوں کا استعمال بیکار ہوجائیگا اور ساری فوجیں عضو معطل ہوجائیں گے۔

اس ایجاد میں امریکہ کی دلچسپی

واشنگٹن سے "نیویارک ہرالڈ" کے نام موسومہ ایک بحری تار مظہر ہے کہ امریکہ کا محکمہ بحری اس ایجاد میں گہری دلچسپی لے رہا ہے اور ایک تفصیلی رپورٹ کا منتظر ہے جو مزید تجربات کا نتیجہ بیان کرے گی۔ (رہبر)

دنیا کے بیش بہا تصاویر

برٹش نیشنل گلکشن میں سب سے زیادہ قیمتی تصویر ہالبین کی بنائی ہوئی ڈچس آف ملن کی تصویر ہے جسکو ڈیوک آف نارفلک نے تقریباً ۳۰ سال تک نمائش کے طور پر رکھا تھا اور جو ۱۹۰۹ء میں ...۲،۷ پونڈ کی قیمت پر قومی ملک بنگئی دوسری قیمتی تصویر فیل کی بنائی ہوئی انسائی ڈی میڈینا کی تصویر ہے جو ۱۸۸۵ء میں ڈیوک آف مارل برو کے پاس سے ...۷ پونڈ کی قیمت پر خریدی گئی تھی یعنے جسکی تخمین فی مربع انچ ۱۴ پونڈ ہوتی ہے قومی گیلری کے ڈائرکٹر نے اسکی قیمت ...۱۵۵ پونڈ لگائی تھی۔ وینس اور کیوپڈ کے تصاویر ۱۹۰۶ء میں نیشنل گلکشن میں ...۴۰ پونڈ کی قیمت پر لائے گئے تھے اور ۱۹۰۴ء میں ٹیٹین کی بنائی ہوئی ارسطو کی تصویر نیشنل گیلری کیلئے ...۳۰ پونڈ کی قیمت پر جارج ڈونلڈسن کے پاس سے خریدی گئی دوسرے قیمتی تصاویر میں وین ڈائک کی بنائی ہوئی چارلس اول کی تصویر ہے جسکی قیمت ...۵۰،۷ پونڈ ہے ہالبین کی بنائی ہوئی جو امباسڈرس کی تصویر - ولاسکوئز کی بنائی ہوئی اڈمیرل پولیڈوری کی تصویر اور موزونی کی بنائی ہوئی آٹالیس توبلین کی تصویر یہ سب تصویریں لانگفورڈ کے قلعہ سے ...۵۵ کی قیمت پر خریدی گئیں جن میں سے ...۳۰ پونڈ کی رقم خانگی چندوں کے ذریعہ جمع کی گئی تھیں۔

آبان ۱۳۴۳ ف

ایک نواب صاحب کی ڈائیری کے چند پراگندہ صفحے

گزشتہ سے آگے

خدا خدا کر کے مکان ملا۔ مکان گو چھوٹا تھا لیکن میری ضرورت کو کافی تھا۔ گھر میں تھا کون۔ میں۔ میری بلیاں اور ایک کھوسٹ ماما۔ دیوار بیچ مولوی قطمیر صاحب کا مکان تھا۔ بچارے بڑے بھلے آدمی معلوم ہوتے تھے، مجھ سے آ کے ملے حالات دریافت کئے باتوں باتوں میں کتا بیٹھ کے مکان چھوڑنے کا بھی ذکر چھیڑ دیا۔ میں نے تمام واقعات بیان کئے کہنے لگے بھئی معاف کرنا۔ میرے ہاں بھی ایک کتا پلا ہوا ہے مگر غریب بہت ہے۔ اور میں کوشش کرونگا کہ وہ آپکو آکر تکلیف نہ دے کتے کا ذکر سنتے ہی جو وقعت مولوی صاحب کی میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ وہ یکقلم جاتی رہی اس کے بعد میں نے ان سے کچھ اکھڑی اکھڑی باتیں کیں اور وہ کسیقدر کشیدہ خاطر ہو کر میرے پاس سے اٹھ گئے۔

چار روز تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ پانچویں روز میں صحن میں بیٹھا تھا کہ ایک نہایت بدصورت کالا کتا پیخانہ کی موری سے نکلکر بہت اطمینان سے اندر آیا اور اسطرح ٹہلنے لگا گویا اس کے باوا کا مکان ہے۔ میںنے بہت دھت دھت کی لیکن اس نے یہ بھی نہ جانا کہ کون کتا بھونک رہا ہے میں نے فہمین کو پکارا وہ باورچیخانہ سے کولتی لیکر دوڑی جب کہیں جا کر یہ بلا دفع ہوی اب مشکل یہ آپڑی کہ پیخانہ کے برابر والی دیوار مولوی قطمیر صاحب کی تھی اور موری بھی انہی کی تھی۔ موری بند کسطرح کرتا ہے آخر سوچتے سوچتے ایک ترکیب سوجھی کوئی دو من کا پتھر لیکر میں موری کے اوپر منڈیر کے بالکل کنارہ پہ رکھا پتھر میں رسی باندھی اور موری کے سامنے بیچوں بیچ ایک لمبی سی کیل گاڑہ کر رسی کو تان کر اوس کا دوسرا سرا اوسمیں باندھ دیا۔ اور دل میں کہا لیجئے اب تم آنا کموری جو رانہ ہو جائے تو میرا نام نواب سگ مار نہیں۔

وہ دن تو خیر سے گزر گیا۔ دوسرے دن صبح ہی کو مولوی صاحب کے کتے صاحب نے میرے مکان میں سیر گشت کا ارادہ کیا۔ میں صحن میں بیٹھا ان کی کارگزاری دیکھ رہا تھا انہوں نے نہایت اطمینان سے موری میں سر ڈالا۔ سر رسی سے ٹکرایا ادہر انہوں نے زور کیا ادہر پتھر آہستہ آہستہ منڈیر سے کھسکنا شروع ہوا ادہر یہ موری سے باہر نکلے ادہر پتھر اوپر سے آیا قیں کر کے وہیں ٹھنڈے ہو گئے۔ مولوی صاحب کی بیوی نے جو آواز سنی تو غل مچایا ہائے ہائے مولوی صاحب اس حرامزادہ نواب نے میرے کتے کو مار ڈالا خدا اسکو غارت کرے" ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ مولوی صاحب میرے مکان میں آئے اور بغیر سلام علیک کئے سیدھے موری کے پاس پہنچے کتے کو پتھر کے نیچے سے نکالا اور اسیطرح چپ چاپ واپس چلے گئے۔ مجھے خیال تھا کہ کچھ کشمکش ہو جائے گی لیکن ان کے اس تحمل پر مجھے تعجب ہوا اور میں نے دلمیں کہا کہ چلو مفت میں ایک کتا تو کم ہوا۔ رسیدہ بود

بلائے ملے بخیر گزشت۔ مجھکو اگر معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب کا سکون طوفان کی آمد کا پیش خیمہ ہے تو میں پہلے ہی سے گھر چھوڑ کر بھاگ جاتا۔

اس کے بعد بی فہمین کا مولوی صاحب کے ہاں آنا جانا شروع ہوا۔ جب دیکھو باورچیخانہ خالی پڑا ہے میں نے کہا بی فہمین اسطرح راہ و رسم بڑھانا اچھا نہیں تمہیں میرے پاس رہنا ہے تو اچھی طرح رہو ورنہ خداحافظ تمہیں نوکری کی کمی نہیں اور مجھے نوکروں کا توڑا نہیں۔ بی فہمیں نے کہا "میاں میں آپ کا کام کاج کر کے دو گھڑی رحمت کی ماں کے پاس جا بیٹھتی ہوں اگر آپ کو یہ ناگوار ہے تو آج سے نہ جایا کرونگی"

یہ سنکر میں چپ ہو رہا۔

دوسرے دن شام کو بی فہمین ہانپتی کانپتی میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں میاں مجھے بخار چڑھ رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں گھر ہو آؤں۔ کھانا پکا دیا ہے آپ کو تکلیف تو ہوگی اگر آپ کھانا کھا کر سامان باورچیخانہ میں رکھ دیں تو انشاءاللہ میں کل صبح آ کر دیکھ لونگی"

میں نے کہا "اس میں کیا ہرج ہے جاؤ گھر ہو آؤ مگر کل صبح ضرور آ جانا۔ ورنہ مجھے تکلیف ہوگی وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی اور میں نے باہر کے دروازہ کی کنڈی لگالی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کمبخت بھی مولوی صاحب سے مل گئی تھی بخار کا بہانہ تھا مجھے فقط تنہا مکان میں چھوڑ کر جانا مقصود تھا۔

خیر تھوڑی دیر بعد میں نے اٹھ کر وضو کیا عشا کی نماز پڑھی۔ گرمیوں کا موسم تھا باہر سیتل پاٹی ڈالی باورچیخانہ سے کھانا نکال کر لایا منہ میں نوالا رکھنا ہی چاہتا تھا کہ نیچانہ کی موری کی طرف سے قیاؤں کی آواز آئی اور ساتھ ہی ایک کالا جگادری کتا صحن میں نازل ہوا۔ میں نے ہش ہش کی۔ مارنے کو لکڑی اٹھائی وہ موری کی طرف بھاگا۔ لیکن موری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک دوسرا کتا اسی راستے سے اندر داخل ہوا اس کے بعد تو کتوں کی قطار لگ گئی ایک دو تین چار۔ دس بارہ بیس پچیس خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کم از کم تیس پینتیس کتے اندر گھس آئے تمام صحن بھر گیا ایک کو ماروں دو کو ماروں آخر کن کن کو ماروں کتوں نے بھی دیکھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے اور یہ شخص کچھ سہما ہوا سا ہے وہ بھی شیر ہو گئے۔ پہلے مجھ پر غرائے ادھر کھانے کی بو ناک میں گئی ایکدم دسترخوان پر بلہ بول دیا ان کی یورش سے میں پریشان ہو کر بھاگا کتے سمجھے یہی ایک غیر جنس گھر میں ہے مجھ پر پل پڑے۔ مجھکو اوسوقت اور کچھ نہ سدھرا سامنے پنکھا لٹکا ہوا تھا جست کر کے اوپر چڑھ گیا ایک کتے نے چڑھتے چڑھتے پاؤں پر منہ بھی مارا مگر میں جوں توں کسی نہ کسی طرح پنکھے پر جا بیٹھا اب کیا تھا حرامزادوں کو خوان یغما مل گیا نہایت فراغت سے دسترخوان صاف کر دیا اور ہم خون کے گھونٹ پیتے ہوئے پنکھے پر بیٹھے رہے کھانے اور لڑنے سے فراغت پا کر بدمعاشوں نے مکان کے کونہ کونہ پر قبضہ کر لیا۔ کوئی کہیں جا بیٹھا۔ کوئی کہیں دو زبردست کالے کتے عین میرے پنکھے کے نیچے بآرام تمام آ کر قالین پر دراز ہو گئے۔

جب ذرا امن ہوا تو میں نے سوچنا شروع کیا کہ اس واردات کی بنا پر ان کتوں اور مولوی قطمیر صاحب کا کیا

جرائم عاید ہو سکتے ہیں۔ تعزیرات ہند پاس نہ تھی لیکن اسکے دفعات دھیان میں تھیں آخر رائے یہ قرار پائی کہ نقب زنی بلوہ اور ڈاکہ کے جرائم ان کتوں پر اور ان جرائم کے اعانت کا الزام مولوی صاحب پر قائم کیا جاسکتا ہے وہیں بیٹھے بیٹھے استغاثہ کا مضمون بھی دماغ میں سوچ لیا۔ غرض اسی فکر میں رات کے کوئی بارہ بج گئے نیند کا غلبہ ہوا آنکھیں بند ہونے لگیں اور آخرکار آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ بلوہ نقب زنی اور ڈاکہ کا مقدمہ ڈپٹی صاحب کے اجلاس پر پیش ہوا۔ کتوں کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور مولوی صاحب پر اعانت کا جرم ثابت قرار پاکر ۲ سال کی قید بامشقت اور دس ہزار روپے جرمانہ اور عدم ادائی جرمانہ کی صورت میں مزید تین سال کی قید بامشقت کی سزا سنادیگئی اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ جو جرمانہ وصول ہو اوسمیں سے حسب دفعہ ۵۴۵ ضابطہ فوجداری نو ہزار روپیہ مستغیث کو دیدیا جائے یہ سزا مرافعہ میں بحال رہی اور مجھکو نو ہزار روپیہ نقد رقم جرمانہ وصول شدہ سے باضابطہ طریقہ پر وصول ہوگیا۔ اب کیا تھا۔ یار دوستوں نے مبارکباد کی بوچھاڑ کردی اور تقاضہ شروع کیا کہ اس خوشی میں جلسہ کیا جائے۔ خاص باغ میں جلسہ مقرر ہوا ارباب نشاط بلائے گئے ساون کا مہینہ ہے امرائی میں جھولا پڑا ہے یہ خاکسار جھولے میں بیٹھا ہے۔ ننھی جان اور بی مغیلن کھڑی جھولا جھلا رہی ہیں لہنا گائے جارہے ہیں کہ ایک دفعہ ہی جھولے کی رسی ٹوٹی اور میں دھم سے نیچے آرہا اور گرنے کے ساتھ ہی دو کتوں نے چیخ ماری آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا ہوں کہ پلنگھڑے کے نیچے پڑا ہوا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ پلنگھڑے سے جو گرا تو سیدھا کتوں کے اوپر انکو اس بلائے ناگہانی کے نازل ہونے کا کیا خیال تھا۔ ہڈیاں پسلیاں چور ہوگئیں۔ لنگڑاتے اور چیختے ہوئے بھاگے دوسرے کتے بھی گھبرائے ان دونوں زخمیوں نے پہلے دروازہ کا رخ کیا اسکو بند پایا تو سیدھے پچھانہ کی موری کے طرف گئے اور دو دو کرکے پار ہوگئے جانوروں میں بھیڑیا چال تو ہوتی ہی ہے سب کے سب پیچھے اوسی ڈگر موری سے نکلکر مولوی صاحب کے گھر میں داخل ہوگئے۔

جب یہ آفت دفع ہوئی تو میں بھی اٹھا کولہے میں بہت چوٹ آئی تھی۔ مشکل سے کھسکتا کھسکتا دروازہ کے پاس آیا کنڈی کھولی۔ باہر نکلا اور تمام رات سڑک پر بیٹھکر گذاری صبح بی فہیمن سرخرو چونڈا آئیں۔ میں نے انکو بہت برا بھلا کہا اور حساب کر دیا کیونکہ مثل مشہور ہے دشمن کا دوست اپنا دشمن۔ آج میرے ساتھ یہ سلوک کیا کل خدا جانے گلا گھٹوا دیں۔

نو بجے گھر میں آیا۔ کپڑے بدلے۔ بستہ بغل میں مار ہوٹل گیا وہاں کھانا کھایا پھر تعزیرات کے دفعات کو دیکھا کوتوالی میں رپورٹ کی لیکن اونہوں نے مقدمہ کا چالان کرنے سے انکار کیا اسلئے خود استغاثہ لکھا اور دس بجے عدالت ضلع میں جاکر داخل کر دیا تیس نفر کتوں اور مولوی قطمیر صاحب کو ملزمین بنایا استغاثہ میں نقب زنی بوقت شب حسب دفعہ ۴۵۷ ڈاکہ زیر دفعہ ۳۹۵ اور سلاح مہلک کیساتھ بلوہ زیر دفعہ ۱۴۸ تعزیرات ہند کا کی

کچھ دے دلا کر اوسی روز سمن جاری کرادیئے سررشتہ میں یہ اعتراض ہوا کہ کتوں پر سمن کی تعمیل کیونکہ کیجائے۔ انکو فاترالعقل تو کہا نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ میونسپل کمیٹی والے مقدمہ میں عدالت نے قرار دیا تھا کہ کتے فاترالعقل نہیں ہوتے اسلئے بالآخر بہت کچھ بحث کے بعد یہ طے پایا کہ کتوں کو نابالغ اور زیر پرورش مولوی تطہیر صاحب قرار دیکر مولوی صاحب پر ہی سمنوں کی تعمیل کرادی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گو اس قانونی مسئلہ کے سلجھانے میں میرے کئی روپیے صرف ہوئے۔ لیکن مجھے اسکی پروا نہ تھی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ آخر میں مولوی صاحب کے جرمانہ میں سے مجھے نو ہزار روپیے ضرور ملینگے۔

مولوی صاحب کو یقین نہ تھا کہ معاملہ عدالت تک پہنچیگا اسلئے سمن پہنچنے کے بعد بہت گھبرائے اور مجھ سے آکر معذرت کرنے لگے کہ میرا اس معاملہ میں کوئی قصور نہیں ہے ساری کارستانی میرے چھوکرے کی ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپکی وجہ سے مجھے ایک ملزم کا اور نام معلوم ہوگیا۔ کل اسکو بھی زمرۂ ملزمین میں شریک کئے دیتا ہوں اب رہا معاملہ کا تصفیہ تو وہ یوں ہو سکتا ہے کہ آپ تمام محلوں کے کتوں کو مار ڈالیں اور چونکہ عدالت سے آپکے حق میں چھ سال کی قید اور دس ہزار روپیے جرمانہ کی سزا صادر ہونے والی ہے اسلئے میں اتنا کر سکتا ہوں کہ اگر آپ نو ہزار روپیے مجھے بطور ہرجانہ ادا کردیا تو میں مقدمہ [illegible] کرادونگا اگر آپ اس پر راضی نہ ہوں [illegible] نہیں [illegible] دنیا کی کوئی قوت آپکو جیل جانے سے

نہیں روک سکتی۔

میری یہ قانونی بحث سنکر مولوی صاحب حیران ہوگئے بہت جز بز ہوئے۔ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے اٹھے میں نے کہا مولوی صاحب سنبھل کے بات کیا کیجیے آپ [illegible] آپ کو ایک اور جرم کا مرتکب کردیتا ہوں۔ اگر آیندہ آپکے ہونٹ ہلے تو ابھی جا کر استغاثہ میں ازالہ حیثیت عرفی کی دفعہ نمبر ۵۰۰ تعزیرات اور بڑھا آتا ہوں اس تقریر سے مولوی صاحب کے رہے سہے حواس باختہ ہوگئے اور نوک دم دروازہ سے نکل بھاگے۔

مجھے توقع تھی کہ شاید مولوی صاحب پھر مصالحت کا دروازہ کھٹکھٹائیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی وکیل کے پھندے میں جا پھنسے اور آپ ان لوگوں کے اصول سے واقف ہیں کہ مردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں انکو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔

بہرحال تاریخ پیشی آگئی اور میں کتابوں کا پشتارہ بغل میں مار ڈپٹی صاحب کے اجلاس پر پہنچ گیا۔ پہلی پیشی میرے ہی مقدمہ کی تھی۔ اندر جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ تیس چالیس کتے ایک رسی میں بندھے کھڑے ہیں رسی کا سرا مولوی تطہیر صاحب کے ہاتھ میں ہے اور مولوی صاحب مسٹر کولی بیرسٹر ایٹ لا سے کھڑے باتیں کر رہے ہیں ڈپٹی صاحب اسوقت تک اجلاس پر تشریف نہیں لائے تھے میں نے کولی صاحب سے کہا کہ کیا آپ ان تمام ملزمین کے وکیل ہیں انہوں نے کہا "ہاں" میں نے کہا کہ کیا مناسب نہ ہوگا کہ ان ناپاک ہستیوں کو عدالت کے کمرہ سے خارج کردیا جائے

انہوں نے کہا "نہیں ملزمین کے مواجہہ میں تحقیقات ہوگی" یہ بڑی ٹیڑھی کھیر تھی۔ لیکن چونکہ مجھے یقین تھا کہ ان ملزمین کو عنقریب حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہونے والی ہے۔ اس لئے دل پر جبر کرکے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

دس بجتے ہی ڈپٹی صاحب اجلاس پر آئے۔ کتوں کا ہجوم دیکھکر مسکرائے اور فرمایا "اچھا ہمارے نواب صاحب کا کوئی سنگین مقدمہ ہے" میں نے نہایت ادب سے سلام کرکے عرض کی حضور خود ملاحظہ فرمالینگے کہ اس غریب پر کیا کیا ظلم توڑے گئے ہیں اس سے زیادہ میں کچھ عرض کرکے عدالت کی رائے پر اثر ڈالنا خلاف قانون و انصاف سمجھتا ہوں۔

مسٹر کولی نے کھڑے ہوکر کہا "مائی لارڈ اس مقدمہ کا دار و مدار محض قانونی مباحث پر ہے کیونکہ اس مقدمہ کے مستغیث اور ہمارے قدیم دوست مولوی اسدیار خاں صاحب نے نہ تو گواہوں کی کوئی فہرست استغاثہ کے ساتھ منسلک کی ہے اور نہ کوئی شہادت طلب کیگئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی محض اپنے بیان اور قانونی مباحث پر اس مقدمہ کا تصفیہ کرانا چاہتے ہیں اگر یہ صورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے فاضل دوست کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا تو میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرونگا کہ پہلے مقدمہ کے قانونی پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے تاکہ اگر یہ ثابت ہو کہ ملزمین کے افعال سے کوئی جرم نہیں بنتا تو مقدمہ کو شہادت لسانی لئے بغیر ختم کردیا جائے۔"

ڈپٹی صاحب نے میری طرف دیکھا میں نے عرض کیا کہ "مجھے مسٹر کولی کی رائے سے پورا اتفاق ہے اور میں عدالت کو باور کراتا ہوں کہ اگر اپنی تمام عمر میں میرے فاضل دوست نے کبھی کوئی سمجھ کی بات کہی ہے تو آج اور اسوقت کہی ہے"

مسٹر کولی۔ مائی لارڈ میں امید کرتا ہوں کہ میرے فاضل دوست کو اسطرح میرے قانونی واقفیت کی نکتہ چینی کرنے سے روک دیا جائے گا۔

میں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست کا دماغ اپنی کمزوری کی طرف رفتہ رفتہ رجوع کر رہا ہے اگر وہ اپنے آپ کو میری تعریف کے لائق نہیں سمجھتے تو میں نہایت خوشی سے اپنے وہ الفاظ جو انکی تعریف میں میں نے استعمال کئے تھے واپس لیتا ہوں اور اگر وہ لفظ "فاضل دوست" میں لفظ "فاضل" کو اپنی توہین خیال فرماتے ہیں تو میں آئندہ سے بجائے "فاضل دوست" کے "بیوقوف دوست" استعمال کرنے کو تیار ہوں۔

ڈپٹی صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ آپنے عذر گناہ بدتر از گناہ کی صورت اختیار کی ہے۔ لیکن چونکہ مسٹر کولی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ مستغیث نے جو کچھ کہا ہے وہ کسی بری نیت سے نہیں کہا اسلئے وہ اس ریمارک سے درگزر کرکے اصل مقدمہ کی طرف رجوع کرینگے۔

مسٹر کولی۔ مائی لارڈ۔ میں حضور کا شکریہ ادا کرتا ہوں میرے موکلین میں سے اکثر کو نابالغ ظاہر کیا گیا ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ان میں سے اکثر جوان ہیں اور اکثر بال بچے والے ہیں۔

میں۔ جناب والا یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کتے کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی اور اس کو میرے فاضل دوست بھی تسلیم کرینگے کہ بارہ سال والی ہستی قانوناً نابالغ سمجھی

ایسی حالت میں میرا کتوں کو نابالغ قرار دینا کسی طرح غلط نہیں ہے علاوہ ازیں مستغیث دوسرے کے بلوغ یا عدم بلوغ کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ اگر مسٹر کولی اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر اپنے بعض مؤکلین کو بالغ بیان کرتے ہیں۔ تو وہ ابھی ٹٹول ٹٹول کر بالغوں اور نابالغوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیں۔ میں استغاثہ میں صحت کر دونگا۔ اس سے استغاثہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ وکیل صاحب کی عقل کا ضرور اندازہ ہوتا ہے۔

ڈپٹی صاحب۔ مسٹر کولی آپ اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

مسٹر کولی۔ مناسب ہے کہ استغاثہ کو بحالت موجودہ چلنے دیا جائے

میں۔ یہ دوسری سمجھ کی بات ہے جو آج مسٹر کولی کے منہ سے نکلی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ انہوں نے کہا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکے دماغ اور اونکے اکثر مؤکلین کی دماغوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے جس کا وہ سابق میں اعتراف بھی کر چکے ہیں۔

مسٹر کولی!

جناب والا میں اس قسم کے ریمارک کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اشتعال طبع کی صورت پیدا ہو جائے اور عدالت کوئی دوسرے کارروائی کرنے پر مجبور ہو۔

ڈپٹی صاحب۔ میں مستغیث کو ہدایت کرتا ہوں کہ اگر آئندہ انہوں نے کوئی ایسی بات زبان سے نکالی جو تحقیر عدالت کی حد تک پہنچتی ہو تو میں حسب دفعہ ۴۸۰ ضابطہ فوجداری کارروائی شروع کرونگا۔

مسٹر کولی۔ میرے مؤکلین پر پہلے تعزیرات ہند کی جو دفعہ قائم کیگئی ہے وہ نقب زنی ہے۔ میری ابتدائی حجت یہ ہے کہ کتے نقب زنی کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔

میں۔ یہ حجت بلا دلیل ہے۔ میں یہ کہونگا کہ کتے نقب زنی انسان سے زیادہ سہولت سے کر سکتے ہیں، کیونکہ انکے سخت پنجے اور ناخن ہیں اور انسان کے نہیں ہیں ابھی ان کتوں اور مسٹر کولی کو سامنے کی دیوار کھودنے کیلئے چھوڑ دیا جائے دیکھیں پہلے کتے سوراخ ڈالتے ہیں یا مسٹر کولی دوسرے یہ بحث بھی الٹی کیگئی ہے اور کیوں نہ ہو مسٹر کولی کے دماغ سے ایسی ہی بحث کی توقع کیجاسکتی تھی۔ استغاثہ میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ کتوں نے دیوار میں سوراخ کیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ دیوار میں موری پہلے سے موجود تھی اور یہ انسان کی آمد و رفت کے لئے نہیں بنائی گئی تھی بلکہ پیخانہ کے پانی کے اخراج کے لئے تھی دفعہ (۴۴۵) ضمن (۲) کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی ایسے راستہ سے داخل ہو جو انسان کی آمد و رفت کیلئے نہ بنایا گیا ہو۔ اسلئے کتوں کا موری میں سے آنا حسب دفعہ محولہ یقیناً نقب زنی میں داخل ہے

مسٹر کولی۔ اس کا ثبوت

میں۔ جناب والا اب میں ثبوت میں کچھ عرض کرونگا تو پھر اعتراض کیا جائیگا۔ اگر اجازت ہو تو جواب دوں۔

ڈپٹی صاحب۔ اچھا اجازت ہے۔

میں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ موری انسان کی آمد و رفت کیلئے نہیں بنائی گئی تھی۔ مسٹر کولی اس کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا کبھی اس موری سے مولوی تطہیر صاحب میرے مکان میں تشریف

لائے تھے۔ یا کبھی انکے بال بچے اس راستہ سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی نہیں آتا تو ماننا پڑیگا کہ یہ موری انسان کی آمد و رفت کیلئے نہیں بنائی گئی اور اگر یہ لوگ اس موری میں سے آمد و رفت رکھتے ہیں تو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ لوگ انسان نہیں جانور ہیں۔

مسٹر کولی۔ مائی لارڈ کیا ان الفاظ سے میرے موکل کی توہین نہیں ہوتی؟

میں۔ میں نے پہلے ہی حضور والا سے اجازت لیلی ہے اب اگر مسٹر کولی تحقیر عدالت کا مقدمہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو خود عدالت پر دائر کریں میں انکی طرف سے شہادت دینے کو تیار ہوں۔ ڈپٹی صاحب۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ موری کتنی بڑی ہے۔

مسٹر کولی۔ اس کے لئے مناسب ہے کہ معائنہ موقعہ کیا جائے۔

میں۔ میرے خیال میں بھی اسکی ضرورت ہے اور میں عدالت کو باور کراتا ہوں کہ وہ موری اتنی بڑی ہے کہ کتا تو کتا اگر جناب والا معائنہ موقعہ کے وقت مسٹر کولی کی گردن پکڑ کر موری میں ٹھونس دیں اور پیچھے سے انکی چوتڑوں پر دو تین لاتیں ماریں تو یہ بھی باوجود اس تن و توش کے پھنس پھنسا کر اس موری سے پار ہو جائینگے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ پر مسٹر کولی کو بہت تاؤ آگیا۔ انہوں نے نہایت زور سے میز پر مکا مارا اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ اجلاس کا رنگ ہی بدل گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ مسٹر کولی نے مکا مارتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ میرا ہاتھ میز پر رکھا ہوا ہے۔ بجائے میز پر پڑنے کے مکا میرے ہاتھ پر پڑا

پہلا میرے ہاتھ کی تحقیر عدالت ہوتی اور میں خاموش رہتا چونکہ میں جانتا تھا کہ مجھے اشتعال طبع ہو جانے کے وجوہ پیدا ہو گئے ہیں اور میں دفعہ ۳۰۰ کی مستثنیٰ چہارم میں آگیا ہوں اسلئے میں نے میز پر کی دوات اٹھائی (خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی تین پاؤ کی تھی) اور اٹھاتے ہی مسٹر کولی کی طرف پوری طاقت سے پھینکی وہ اسوقت سر جھکائے ہوئے کچھ کہہ رہے تھے کہ دوات عین انکی ٹانٹ پر لگی۔ ٹانٹ تھی صاف اور چکنی وہاں سے چھٹی اور پھسلنے کی وجہ سے اس کا رخ اجلاس کی طرف ہو گیا اور سیدھی ڈپٹی صاحب کی کنپٹی پر بیٹھی اور چشم زدن میں مسٹر کولی کی ٹانٹ اور ڈپٹی صاحب کا منہہ ہم رنگ ہو گئے ادہر تو اجلاس کے چپراسی اپنی اپنی کمر سے پٹکے کھول کر ڈپٹی صاحب کا منہ پونچھنے کو دوڑے ادہر مسٹر کولی نے جست کی تو میز کے اوپر وہاں سے جست کر کے مجھ پر گرنا چاہتے تھے۔ مگر میں پہلے ہی سے اس حملہ کیلئے تیار تھا۔ بیتا اکاٹ گیا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے مجھ پر گرنے کے کرسی پر گرے۔ اور کرسی سمیت اپنے بعض موکلین پر آ پڑے۔ جو کتے دبے انہوں نے غل مچایا۔ انکا ساتھ انکے یاروں نے دیا۔ غرض ایک قیامت برپا ہو گئی باہر کے لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ دیکھیں اجلاس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ادہر سے یہ کتوں کا غول گھبرا کر نکلا راستہ میں مٹ بھیڑ ہو گئی دو چار تماشائی تو جھپٹ میں آکر چت ہو گئے بعضوں کی ٹانگیں کتوں نے لیں غرض

(نوٹ! یہاں سے کچھ صفحات غائب ہیں)

(نوٹ! یہاں سے جو صفحہ شروع ہوا ہے اس کے دیکھنے سے

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نواب صاحب پر تحقیر عدالت کی کارروائی زیر دفعہ ۴۸۰ ضابطہ فوجداری شروع کرکے انکا جواب لیا جارہا ہے۔ سوال کا جو ابتدائی حصہ ہے وہ گم شدہ صفحہ میں ہوگا۔)

لہذا

آپ وجہ ظاہر کیجئے کہ کیوں آپ کے خلاف حسب دفعہ ۴۸۰ ضابطہ فوجداری کارروائی کرکے تجویز مناسب نہ کیجائے

مورخہ ...

شرحد دستخط کلب علیخاں

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

یہ کاغذ مجھے دیا گیا۔ میں نے پڑھا۔ ذرا مسکرایا اور ڈپٹی صاحب سے عرض کیا کہ کیا میں جواب زبانی دوں یا تحریری

ڈپٹی صاحب تحریری۔

میں نے کہا میں اپنے جواب میں صاف صاف ظاہر کردوں کہ چونکہ قانوناً آپ مجاز نہیں انکا کرسی عدالت پر بیٹھنا خود تحقیر عدالت ہے اور جس کا وجود خود تحقیر عدالت ہو وہ دوسرے کسی شخص پر تحقیر عدالت کا مقدمہ قائم کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔

ڈپٹی صاحب۔ آپکو زبانی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کا جو جی چاہے وہ اپنے بیان تحریری میں لکھ دیجئے میں نہایت اطمینان سے وہیں کرسی پر بیٹھ گیا البتہ کھول کر قانونی کتابیں نکالیں دفعات متعلقہ کو دیکھا اور حسب ذیل مسودہ تیار کیا۔

باجلاس عالیجناب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر

کارروائی زیر دفعہ ۴۸۰ ضابطہ فوجداری

سرکار ذریعہ کینٹی ڈپٹی کلب علیخاں صاحب مستغیث

نواب اسد یار خاں بہادر مستغاث علیہ

بعرض عالی می رساند

گزارش ہیکہ میرا اس کارروائی میں جواب طلب کیا جاتا ہے لیکن جواب دینے سے پہلے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ جو طریقہ عدالت نے اختیار کیا ہے وہ سراسر خلاف قانون ہے تحقیر عدالت ضرور ہوئی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کس کی تحقیر عدالت ہوئی مجھے اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ مسلمات سے ہے کہ عدالت کے کمرہ میں جو داخل ہوتا ہے وہ خود عدالت کا جزو ہو جاتا ہے اگر اسکی یا اسکے کسی حصہ کی تحقیر کیجائے تو وہ عدالت کی عین تحقیر ہے اس لحاظ سے سب سے پہلے تحقیر عدالت میرے ہاتھ کی مسٹر کولی نے کی اسکے بعد میں نے نہیں بلکہ دوات نے مسٹر کولی کی ٹانٹ کی تحقیر عدالت کی اور اسکے بعد مسٹر کولی کی ٹانٹ نے (اسکو میں آخر میں ثابت کروں گا) ڈپٹی صاحب کی کینٹی کی تحقیر عدالت کی اور پھر مسٹر کولی نے کتوں کی تحقیر عدالت اور کتوں نے تماشائیوں کی تحقیر عدالت کی ایسی صورت میں تمام اجزا کو ترک کرکے صرف کینٹی کی تحقیر عدالت کے متعلق کارروائی کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مقدمہ میں تجزی قانوناً و اصولاً ناجائز ہے۔

۲۔ میں نے مسٹر کولی کے دوات ماری اور اس کا مجھے قانوناً حق تھا۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۳۰۰ مستثنی چہارم جسمیں محکوم ہے کہ اشتعال طبع کی صورت میں قتل عمد بھی جرم نہیں ہو سکتا

مجھے حق حاصل تھا کہ اجلاس ہی پر مسٹر کولی کا گلا گھونٹ دیتا لیکن میں نے صرف دوات کھینچ مارنے پر اکتفا کیا یہ مسٹر کولی کا قصور تھا کہ وہ اسوقت گردن جھکائے ہوئے کھڑے تھے اور دوات انکی ٹانٹ پر لگی۔ اگر معمولی ٹانٹ ہوتی تو اتنی بھاری دوات سے صرف اتنا ہوتا کہ کھوپڑی ٹوٹ جاتی اور کارروائی وہیں ختم ہوجاتی یہ کبھی باور نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یہ خاص کرپ کے کارخانہ کی بنی ہوی کھوپڑی ہے یا گھر میں دباغت ہوتے ہوتے اتنی مضبوط ہوگئی ہے کہ اسپر ایسی بھاری دوات بھی سہہ جائیگی اگر دوات چٹخی تو وہ مسٹر کولی کی کھوپڑی کی مضبوطی کا قصور ہے نہ کہ میرا کیونکہ یہ سوء اتفاق کی صورت ہے اور میں دفعہ ۸۰ تعزیرات کی رو سے بری الذمہ ہوں۔

۳- اب رہا یہ امر کہ دوات نے بجائے سیدھا جانے کے اجلاس کی طرف رخ کیوں بدلا تو اس کا جواب بہت ظاہر ہے مسٹر کولی کی ٹانٹ کی چکنائی اس تبدیل رخ کا باعث ہوئی نہ انکی ٹانٹ ایسی چکنی ہوتی اور نہ دوات اجلاس کی طرف جاتی۔ نہ ڈپٹی کلب علیخاں کی کنپٹی پر لگتی اور نہ کنپٹی کی تحقیر عدالت کا مقدمہ قائم ہوتا ان حالات میں میں نہایت ادب سے عرض کرونگا کہ اگر جناب والا کو اپنی کنپٹی کے متعلق تحقیر عدالت کا مقدمہ قائم کرنا ہے تو مسٹر کولی کی کھوپڑی کی چکنائی پر قائم کیا جائے کیونکہ یہی چکنائی اس تحقیر کا باعث ہوئی مجھ پر مقدمہ قائم کرنا اور پھر صرف میرا جواب لینا قانوناً صحیح نہیں ہے۔

۴- یہاں میں ڈپٹی صاحب کو ایک قانونی صلاح دینا مناسب سمجھتا ہوں گو میں جانتا ہوں کہ انکے دماغ میں قانونی نکتہ اترنا دشوار ہے مگر بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ و کریم

کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است۔

میں ڈپٹی صاحب کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ قانوناً مسٹر کولی کی ٹانٹ یا اسکی چکنائی پر بھی مقدمہ قائم نہیں ہوسکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر افعال قدرت کی وجہ سے کسی کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو وہ مجرم نہیں ہوتا۔ مثلاً ابھی اس مکان کی چھت بیٹھ جائے اور ڈپٹی صاحب دب کر مرجائیں تو نہ کوئی جرم ہوا اور نہ کوئی مقدمہ قائم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ قدرت کا فعل ہے اور اسپر کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے بجنسہٖ یہی حالت مسٹر کولی کی کھوپڑی کی ہے انکی ٹانٹ قدرت نے صاف کر دی (ممکن ہے کہ گھر والوں نے بھی اس صفائی میں کچھ حصہ لیا ہو) اس لئے اگر اسکی وجہ سے دوات کا رخ بدلا تو یہ صورت افعال قدرت میں داخل ہے اور اسکی وجہ سے مسٹر کولی جواب دہ قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ البتہ اگر یہ ثابت کیا جاسکے کہ آج خاص اسی غرض سے مسٹر کولی سر منڈوا کر اور تیل ملکر آئے تھے تو یقیناً وہ اپنی کھوپڑی کی چکنائی کے ذمہ دار ہونگے۔

لہذا استدعا ہے کہ

کارروائی ختم اور مثل داخل دفتر کیجائے اور چونکہ اپنی درخواست کے فقرہ ۴ میں میں نے مسٹر کولی کی جانب سے وکالت کی ہے اور انکو ایک سنگین مقدمہ سے بچالیا ہے اسلئے مجھے ان سے معقول محنتانہ دلایا جائے۔

(نوٹ) مناسب ہوگا کہ عدالت مسٹر کولی کو ہدایت کر دے کہ

وہ آئندہ جب اجلاس پر آئیں تو اپنے نانٹ پر اچھی طرح سینڈ پیپر (ریگمال) مل کر آیا کریں تاکہ اس قسم کے واقعات ہمیشہ کیلئے سدباب ہوجائے واجب تھا عرض کیا گیا۔

دستخط

نواب اسد یار خاں

ڈپٹی صاحب جواب پڑھکر بہت گھبرائے لیکن بیچارے بھائی تیرا ہی آسرا ہے کچھ سمجھے سمجھائے تو نہیں چار سطر کی ایک تجویز ٹھونک دی کہ "ملزم کا بیان دیکھا گیا ہماری رائے میں جو جواب ملزم نے دیا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ (نوٹ) اس کے آگے کے صفحات غائب ہیں) (باقی آئندہ) سلہ

مزا الم نشرح

ایک منٹ

میاں بیوی کو کہیں دعوت میں جانا تھا۔ میاں تیار تھے بیوی کا بننا ٹھننا کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتا۔ میاں انتظار کرتے کرتے اور پوچھتے پوچھتے تھک گئے۔ آخر ذرا سخت آواز میں کہا کہ آخر چلنا ہے تو نکلو نہیں تو میں جاتا ہوں بیوی نے جواب دیا "آخر کیا غضب ہے۔ میں ایک گھنٹہ بھر سے کہہ رہی ہوں کہ ابھی ایک منٹ میں چلتی ہوں تمہاری کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتا"

حافظہ باشد

تیراکی کی بحث ہو رہی تھی ایک صاحب بہت ڈینگ کی لے رہے تھے کہنے لگے کہ جمنا بھر پور تھی کسی کی ہمت اترنے کی نہ ہوتی تھی۔ آخر اللہ کا نام لیکر میں کودا۔ تین دفعہ جمنا عبور کیا لیکن اس محنت سے بھوک اتنی لگ آئی کہ کنارہ پر پہنچتے ہی کھانا کھانے دوستوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ یہ سنکر ایک صاحب ہنسنے لگے ان شیخی باز کو برا معلوم ہوا کہنے لگے کہ میاں ہنستے کیوں ہو کیا مجھے جھوٹا سمجھتے ہو دوسرے نے جواب دیا کہ نہیں میں یہ سوچ رہا تھا کہ تیسری دفعہ عبور کرنے میں تمہارے دوست اور کپڑے تو اس کنارہ پر رہ گئے ہوں گے کیا تم نے ننگے بیٹھکر کھانا کھایا اور کھایا تو کسکے ساتھ کھایا"

خوب یاد دلایا

ایک مولوی صاحب نے ایک شرابی سے کہا "میاں فجو تمہارے رات کو مسجد میں آنے سے مجھ کو بڑی خوشی ہوئی۔" "فجو" اوہو مولوی صاحب تو رات کو ہم مسجد میں آ پہنچ گئے تھے!"

خوب گزرگی

تھیٹر میں ایک روز سناٹا تھا۔ صرف دو تین لوگ چار آنہ کے درجہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پردہ اٹھا تماشہ کے ہیرو یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

آج کی یہ رات بھی کیا رات ہے۔ ایک میں ہوں ایک خدا کی ذات ہے

چار آنے والے درجہ سے آواز آئی۔

"یار۔ گھبراؤ نہیں۔ دو عدد ہم بھی موجود ہیں۔"

مفت میں کون سکھائے

مجسٹریٹ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے مستغیث کی جیب سے گھڑی کیونکر نکالی۔

چور۔ اس ترکیب کے بتانے کی فیس چھ روپیہ سے دلوائے تو ابھی سکھائے دیتا ہوں۔

سلہ ۱۳۴۶ف [illegible]

حصۂ نظم

شہید امروہوی مرحوم

حوصلے بڑھتے رہیں، شاباش تم جیتے رہو
واہ کیا پھیرا ہے منہ تم نے بھی چرخ پیر کا

دعوے لاعلمی حرف مقدر جھوٹ ہے
میری قسمت کا لکھا املا تری تحریر کا

انتہائے عجز ہے نومیدی وقت دعا
صبر کر دل وقت ہے تاثیر کا تاخیر کا

پاس آ ناداں، ورنہ وار خالی جائینگے
میرے تیرے درمیاں ہے فاصلہ دو تیر کا

اے متاع خاص اے خاکستر قلب حزیں
ٹھیر تجھ سے کام لینا ہے ہمیں اکسیر کا

جاگ اے قسمت کہ آپہونچا تیری ہمت کا وقت
لڑکھڑایا پاؤں میری کوشش و تدبیر کا

کام نکلیگا شہید اپنا نیاز و عجز سے
نام لینا کفر ہے ایسی جگہ توقیر کا

مرزا نظام شاہ صاحب لبیب

کچھ خبر ہے تجھے او ناز سے چلنے والے
مر مٹے کتنے ترے سائے میں پلنے والے

صبحدم شمع کو یاروں نے اکیلا چھوڑا
ہائے کیا ہو گئے وہ رات کے جلنے والے

دل مرحوم نہیں ہے نہ سہی تم ہی سہی
بیٹھکر سینۂ سوزاں میں مچلنے والے

تم بھی اک شمع تھے روشنگر بزم الفت
ہم بھی اک شمع ہیں دن رات پگھلنے والے

ہم سے خوش تھے تو نگاہوں سے نہ اوجھل ہوتے
لاکھ اک سے تھے ہمیں زہر اگلنے والے

کیا عجب ہے کہ گریں راہ میں غش کھا کھا کر
دوش پر لاشۂ گل لیکے نکلنے والے

کیا بھروسہ ہے جہان گزراں کا کہ لبیب
تم چلے آج تو کل ہم بھی ہیں چلنے والے

مولوی سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی مرحوم

کشتگان یاس کی امید کیا
ہم مسافر ہیں ہماری عید کیا

خاک راہ شوق کے ذرے ہیں سب
مشتری کیا مہر کیا ناہید کیا

پھر دل نالاں وہی فریاد کیوں؟
کر چکا ہے ضبط غم تاکید کیا

رو رہا کس لئے ابر بہار
ہے خزاں کی فصل گل تمہید کیا

خوش ہیں یا تنہائی سے کیوں اہل قبور
مل گئی ہے منزل توحید کیا

طور کی جانب چلے تو ہیں کلیم
دیکھیے دکھلائے شوق دید کیا

تھام کر دامن کو لے دل لوٹ جا
داستان شوق کی تمہید کیا
دل کو تڑپاتا ہے شوکت یہ خیال
ہم مسافر ہیں ہماری عید کیا

(*)

مولوی سید حمید الدین احمد صاحب رعنا

شوقِ نشاط۔ باعثِ آزار بن گیا
میں کوششِ فراغ میں بیمار بن گیا
تصویر بن گیا کوئی آئینہ دیکھ کر
حیرت سے کوئی نقش بدیوار بن گیا
قطرے لہو کے گر کے سرِ خار گل بنے
اپنے قدم سے دشت بھی گلزار بن گیا
اک بے خودی سی آٹھ پہر چھائی رہتی ہے
اے چشم مست۔ مفت میں میخوار بن گیا
ہو عفو جرم فلسفۂ رحم ہے یہی
اے شیخ اس لئے میں گنہگار بن گیا
اے قیس تو نے دشت نوردی میں کیا لیا
میں خاکِ آستانِ در یار بن گیا
ہر بار سر ٹپکتا ہوں بالیں یہ یاس ہیں
سر ہانہ ناتوانی میں دیوار بن گیا
اب لطف ہے جب آنے لگا ہے ستم میں لطف
ظالم ترا کرم بھی اب آزار بن گیا
اٹھا جو رخ سے تم نے حجاب نقاب کو
عالم تمام مطلعِ انوار بن گیا

سن سن کے میری بات کو کٹ کٹ گئے عدو
فقرہ مری زبان کا تلوار بن گیا
جب سعیِ لاحصول نے اپنا بنا لیا
دردِ نشاط۔ لذتِ آزار بن گیا
رعنا! یہی تصورِ دنداں کا فیض ہے؟
ہر اشک رشکِ گوہرِ شہوار بن گیا

(*)

مولوی سید علیم الحسن صاحب علیم لکھنوی

جب یہ اک راز ہے حقیقت کا
پھر بیاں کیا ہو دل کی وسعت کا
وائے عشق ہے بلا انگیز
سامنا ہے ہزار آفت کا
وقت آخر جو خط لکھا تھا اُنہیں
ماحصل تھا وہی وصیت کا
میں گنہگار اور لطفِ بہشت
کچھ ٹھکانا ہے تیری رحمت کا
گل ہوا آہ سرد سے افسوس
تھا جو روشن چراغ تربت کا
توڑے دیتی ہے قید ہستی کو
کچھ ٹھکانا ہے میری وحشت کا
نزع میں کوئی کہہ رہا ہے علیم
آ گیا وقت تیری رخصت کا

سین پانچواں

آزیت ارماند

ارہ۔اماں نے تمہارے لئے بر توخوب ڈھونڈا اس سے زیادہ ممتاز شوہر ملنا مشکل ہے

آن۔اگر یہ انتخاب اسقدر عمدہ ہے تو تم کیوں نہیں قبول کرلیتیں؟

ارہ۔اس کی نسبت مجھ سے نہیں تمہارے ساتھ ٹھہرائی گئی ہے۔

آن۔میں خوشی سے تمہاری نذر کرتی ہوں۔آخر تم میری بڑی بہن ہو؟

ارہ۔اگر خانہ آبادی مجھے اسقدر پسند ہوتی جتنی تمکو پسند ہے تو میں تمہاری اس نذرکو قبول کرتی اور خوشی کے مارے پھولوں نہ سماتی۔

آن۔میرے سر میں مصنوعی علم وفضل کا سودا تمہاری طرح ہوتا تو میں ایسے آدمی کو ضرور ایک نہایت موزوں شوہر خیال کرتی۔

ارہ۔خیر۔اس بارے میں میرا اور تمہارا مذاق جداگانہ ہے لیکن بہن ہمارا فرض ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کریں انکو بیٹوں پر پورا پورا اختیار ہے اور خواہ مخواہ تم ماں کی مرضی کے خلاف............

کری۔آؤ بیٹی۔تمکو ضرور میری رائے سے اتفاق ہونا چاہئے۔دامستانے اناروا ورمنوسو کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو اور یاد رکھو کہ یہ میری عین مرضی ہے کہ تم اپنے آپ کو آج سے انکی بیوی سمجھو۔

ارہ۔بہن اس جانب تو خود تمہارا بہت ہی زبردست میلان ہے۔

آن بہن ہم کو اپنے ماں باپ کا حکم ماننا چاہئے ماں باپ کو اپنی بیٹی کے ہر فعل پر اختیار حاصل ہے!

ارہ۔ماں کو بھی یہ حق ہے کہ تم سے فرمانبرداری کی امید رکھے

کری۔اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

ارہ۔مطلب یہی ہے کہ آپ اور اماں جان اس معاملہ میں ہم خیال نہیں ہیں۔انہوں نے اور ہی شوہر.......

کری۔چپ رہو۔بالتونی افلاطون کی بچی اپنی اماں کے ۳۹
ساتھ ہی جتنی جی چاہے فلاسفی بگھارو میرے کاموں میں خبردار جو دخل دیا۔اپنی اماں جان کو خبردار کردو کہ میرا منشا کیا ہے اور یہ جتلادو کہ مجھے غصہ دلانا ٹھیک نہیں جاؤ تم ابھی یہ پیغام پہونچادو۔

ارلسیت۔کیا کہنے۔بھائی تم تو معجزے دکھاتے ہو

کل۔میری خوشی کی حد نہیں۔میری خوش نصیبی میں شک نہیں۔

کری۔آؤ آزیت کا ہاتھ لو اور ہمارے آگے آگے چلو اور کمرہ تک پہونچادو ہائے کیا مزے کے چاؤ پیار ہیں ان کی محبت کی گرما گرمی دیکھ کر میرے دل میں گرمائی آتی ہے میں اپنے کو جوان پاتا ہوں اور مجھے خود اپنے عشق د[illegible]

سین چھٹا

کریسال۔ارلسیت۔کلتاندر۔آزیت۔ارماند۔

کا زمانہ یاد آتا ہے۔ آؤ بھائی۔

ایکٹ چوتھا سین پہلا

ارماند فلامنت

ار۔ ہاں ہاں اسے ذرا بھی تو تامل نہیں ہوا۔ اور الٹی اپنی سعادتمندی پر فخر کر رہی تھی۔ اتنی بھی تو مہلت نہیں دی کہ دل بیچارے کو ابا کی اجازت کا احساس ہو لے اس نے تو میری آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو آغوش میں دیدیا۔ اس کی حرکات سے یہ بات مترشح ہوتی تھی کہ ابا کے حکم ماننے کا تو اتنا زیادہ خیال نہیں جتنا ماں کی مرضی کے خلاف کرنے میں مزہ آرہا ہے۔

فلا۔ جانی کہاں ہے۔ میں دکھا دونگی کہ عقل کے قوانین ہم دونوں میں سے کس کی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں آیا اس کو باپ یا ماں کس کے کہنے پر چلنا پڑتا ہے۔ نفس یا بدن۔ روح یا مادہ کس کی آخر میں جیت رہتی ہیں۔

ار۔ کم سے کم ابا اور آزیت کو آپ کا اتنا احترام تو لازم تھا کہ آپ سے مشورہ تو کر لیتے یہ جوان صاحب بھی عجیب آدمی ہیں کہ آپ مانیں یا نہ مانیں وہ ہیں کہ آپ کے داماد بننے پر تلے ہوئے ہیں۔

فلا۔ ابھی کوئی انکے دل کی مراد تو آئی نہیں ہنوز دہلی دور است۔ میں اس شخص پر کافی غور کر چکی ہوں میں اس بات سے تو خوش تھی کہ وہ تم سے محبت جتلائے لیکن اس کے اطوار مجھے کبھی نہیں بھائے اس کو اتنا تو معلوم ہی تھا کہ خدا کے فضل سے مجھے تصنیف و تالیف میں کچھ دخل ہے میں کچھ نہ کچھ لکھ لیتی ہوں اور کبھی منہ پھوڑ کر ایک دفعہ بھی یہ استدعا کی کہ اپنی کوئی تحریر سنائے۔

سین دوسرا

کلتانذر۔ ارماند۔ فلامنت

ار۔ اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو میں ایک لمحہ بھی اس کی روادار نہ ہوتی کہ یہ شخص آزیت کو بیاہ لیجائے۔ یہ میرے حق میں ناانصافی ہوگی اگر یہ خیال کیا جائے کہ میں اپنے کسی مطلب سے ایسا کہہ رہی ہوں یا یہ کہ اس نے جو ذلیل حرکت اور چالبازی میرے ساتھ کی ہے اس کی وجہ سے کوئی دشمنی کی آگ میرے دل میں دبی ہوئی ہے روح ایسے حملوں اور صدموں کے لئے فلاسفی کا قلعہ مہیا کر دیتی ہے اور انسان اس طرح دنیا کی ایسی باتوں سے بالا تر ہو جاتا ہے۔ مجھے تو رہ رہ کر اس کا خیال آتا ہے کہ آپکے ساتھ اسطرح سلوک کرنے سے کہیں آپ کو بھی ضد نہ آجائے اور حد سے زیادہ غصہ میں آپ کہیں اپنی بات پر بالکل اڑ نہ جائیں یہ بات تو اب اس نوبت کو پہونچ چکی ہے کہ زبان کی لاج آپکو اسی پر مجبور کریگی کہ آپ اس نسبت کو توڑ ڈالیں۔ یہ شخص بھی ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ آپ کبھی اس سے خوش نہیں ہونگی۔ بس یہ بات آپ ہی تک رہے کہ مجھے جہاں تک معلوم ہے اس شخص کے دل میں آپ کی ذرا بھی توقعت نہیں ہے۔

فلا۔ نالایق گدھا کہیں کا وہ ہے ہی کیا؟

ار۔ کتنی ہی آپ کی شہرت اور ناموری کی باتیں ہوتیں۔

گراس اللہ کے بندے نے کبھی گرمجوشی سے تعریف نہیں کی

فلا۔ گنوار

ار۔ اور بیسیوں دفعہ اتفاق ہوا کہ میں نے آپکا تازہ کلام اس کو سنایا اور اس نے کبھی پسند نہیں کیا۔

فلا۔ گستاخ

ار۔ مجھ سے ہمیشہ اسی پر بحث ہوتی تھی آپ کو یقین نہیں آئیگا کہ کیا کیا بیہودہ ....

کلتا ندر۔ اب تک چپ چاپ سن رہا تھا) ذرا تو خدا سے ڈرو انسانیت بھی کوئی شے ہے یا کم از کم ایمان تو ہے؟ سے نہ ڈرو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ میں نے کونسا گناہ کیا ہے کہ تم اپنی چرب زبانی کا سارا زور میرے خلاف صرف کر رہی ہو؟ تم چاہتی ہو کہ مجھے برباد کر دو اور مجھے ان لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور قابل تمسخر بنا دو جنکی خوشی مجھے اس وقت درکار ہے؟ آخر کہو تو یہ غصہ کی آتش فشانی کیوں؟ ایسم صاحب آپ ہی ہم دونوں میں منصفی کریں۔

ار۔ اگر واقعی مجھے اس قدر غصہ ہوتا جتنا تم سمجھے ہوئے ہو تو میں کافی وجوہات پیش کرتی کہ میں جو کچھ کر رہی ہوں اس میں کہاں تک حق بجانب ہوں۔ تم اس کے ہر طرح سزاوار ہو۔ پہلی محبت روح پر ایسا مقدس استحقاق قایم کر دیتی ہے کہ لوگ دہن دولت اور جان تک سے دست بردار ہو جاتے ہیں اور اس محبت کو کسی اور محبوبہ کے مورتی پر بھینٹ نہیں چڑھاتے۔ دنیا میں اس سے زیادہ جیز ہے نہیں کہ آدمی اپنے محبت کے قول و قرار اور قسما قسمی سے پھر جائے۔ ایسا ہونا دل حسن اخلاق پر ایک بدنما دھبا ہے۔

کل۔ خود تمہارے غرور نے مجھے جو ایک بات پر مجبور کیا تو کیا اسکو ملوطہ خشیمی کہنا بجا ہے؟ میں تو وہی بات کر رہا ہوں جو تمہارے غرور کا فرمان تھا۔

اور اب اگر اس سے تم ناراض ہو تو یہ سارا تمہارے غرور کا قصور ہے۔ تمہاری دلربائیوں نے پہلے پہل میرے دل پر قبضہ کیا۔ دو سال تک میری محبت کے شعلے تمہارے لئے بھڑکتے رہے خدمت گزاری بلا ناغہ حاضر باشی احترام اور کوئی بات ایسی نہ تھی جو تمہاری محبت کے نذر نہ کی گئی ہو۔ لیکن یہ عشق یہ حاضر باشی نادری تمہاری نظروں میں کچھ مال نہ تھیں۔ تم ہمیشہ میری محبت کے ۱۴۱
خلاف باتیں کرتی رہیں۔ جس دل کو تم نے ناک بھوں چڑھا کر رد کر دیا وہ میں نے دوسرے کے سامنے پیش کیا۔ اب میڈم غور کیجیے کہ کیا اس میں قصور میرا ہے۔؟ میرے دل نے اپنا آپ رنگ بدلا یا یہ کہ تمنے اسے جھڑکے لگا لگا کر اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اور صورت اختیار کرے؟ کوئی انصاف سے دیکھے تو کہہ اٹھیگا کہ میں اپنے آپ تمہاری بارگاہ حسن سے نہیں گیا بلکہ تم نے مجھے دھکے دے دے کر نکالا۔

ار۔ موسو تمہاری محبت کے خلاف میں نے کیا باتیں کہیں؟ تمہارا اشارہ اس جانب ہے کہ میں عشق کو اس کے رکیک عناصر سے پاک کرنا چاہتی تھی۔ امعہ میرا منشا تھا کہ محبت چھن چھنا کر ویسی خالص ہو جائے کہ اس کا

اصلی اور کامل حسن جھکنے لگے؟ کیا تم سے اتنا نہیں ہو سکتا تھا کہ اپنے محبت کے جذبات کو حواسوں کے جھمیلوں اور لین کی باتوں سے سلجھا سلجھایا اور صاف ستھرا رکھو؟ کیا تم اس نفیس دلوں کے اتحاد کی عجیب دلفریبی کو نہیں محسوس کر سکتے تھے جس میں جسم کو دخل نہیں؟ کیا تم نری حواس والی لذتوں اور اس کے مادی تعلقات کے طمطراق کبھی محبت دتصور کر سکتے تھے؟ جو آگ میں نے تمہارے دل میں لگائی تھی اس کے بجھانے کیلئے کیا بیاہ ان تمام چیزوں کے ساتھ جو اس کے لوازمات ہیں ضروری ہی تھا۔ افسوس محبت کا کس قدر عجیب تصور ہے اعلیٰ اور ارفع ہستیاں ان زمینی شعلوں کی آنچ سے
۴۲ بہت دور ہوتی ہیں ان کے عشق و عاشقی میں حواسوں کو بار نہیں ملتا ان کا میل ملاپ بعض روحانی ہوتا ہے اور سب باتیں اس درگاہ سے مردود قرار دلائی جاتی ہیں آسمانی انوار کی طرح عشق کی آگ ایک خالص اور ستھری چیز ہے اس کا خیال وہی کرتے ہیں جنکی آہیں نیکی اور پاک خیالی میں ڈوبی ہوئی ہوں گندی خواہشات کا کوئی لگاؤ نہ ہو اس کا مقصد ایسا ہوتا ہے جس میں نام کو کھوٹ یا کوڑا ملا نہ ہو۔ ایسا عشق محض عشق کی خاطر ہوتا ہے اور کسی مطلب سے اسے سروکار نہیں ہوتا اسکی وجدانی کیفیتیں روح کے لئے ہوتی ہیں اس کو جسم جیسی شے کی خبر ہی نہیں ہوتی۔

کل۔ میم صاحب مجھے معاف فرمائیے کہ میں بدقسمتی سے اس بات کا ادراک رکھتا ہوں کہ روح کے ساتھ میرا جسم ہی ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ یہ جسم روح سے اسقدر وابستہ ہے کہ دونوں کو جدا جدا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا ہے وہ فلسفانہ کمال جس سے ان کو جدا کیا جاتا ہے۔ مجھکو حاصل نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے اس قسم کی فلاسفی سے محروم رکھا ہے اور میری روح اور میرا جسم ہر کام میں ایکساتھ کام کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں جیسا ابھی تم نے کہا ان چھنی چھنائی ستھری خواہشات سے جو صرف ایسی جگہ ہو سکتی ہیں جہاں روح ہی روح کا راج ہو جہاں اسطرح دل ملے ہوں ایسی خالص محبت چھائی ہو کہ حواسوں کے دین لین کا خیال تک باقی نہ رہے ان خواہشات سے حسین تر کوئی شے نہیں ہو سکتی لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ ایسی عشق و عاشقی میرے بس کی چیز نہیں میری روح حواسوں کے زنگ سے اتنی نہیں منجھی کہ میں اس راستہ پر ڈگمگا نہ جاؤں۔ میں ذرا جیسا کہ آپ نے اشارہ فرمایا ہے رنگیک مزاج ہوں میری سرشت مادیت لئے ہوئے ہے میں کسی کو چاہتا ہوں تو اپنی پوری سرشت سمیت۔ روح اور جسم دونوں اس میں شامل ہوتے ہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ کسی سے محبت کے معنے ہیں کہ میری خواہشات اسکی کل ہستی۔ روح اور جسم دونوں کو اپنا بنانا چاہتی ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ ایسے گناہ یا جرم سمجھا جائے تمہارے خیالات بہت ہی اعلیٰ ہیں میں انسے تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ میرا طریقہ وہی ہے۔ (باقی آیندہ)

۵ ۲۰ ۳ ۳
نمائش لم

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی
جملہ شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و رجسٹرار و عہدہ داران جامعہ
ایک وقت میں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
اراکین دارالترجمہ و شعبہ رسائل ... دو کتابیں بی۔ اے اور انٹرمیڈیٹ
۳۔ طلباء ایم۔ اے، ایل ایل بی و تحقیقاتی جماعتوں کے
طلبہ تین کتابیں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ کے لئے ... نہ ہوں تو طلباء سے فی کتاب
۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو
ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔
۵۔ بشرط ضرورت کتابیں کسی وقت بھی واپس طلب کی جاسکیں گی اور ان کو
کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔
۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو قیمت ... ادا کرنی ہوگی
جانا ہوگی۔
۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا حاشیہ نہ
لگایا جائے۔
۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
جاری نہ کی جاسکیں گی۔ فقط

[illegible] ۵۰ ...
۱۸ / ۵ / ۵۱ ...